ترجمہ اثنا عشریہ

اردو ترجمہ

جلد اول

ترجمہ اثنا عشریہ

ملقب بہ

رد التحفہ

تصنیف لطیف فاضل اجل کامل اکمل جناب مولانا
السید محمد حمید صاحب خلف الصدق جناب فخر العلماء دام ظلہ

سید اظہار حسین پرنٹر و پبلشر

در مطبع اصلاح ہند طبع پذیر

سیار پسند خانہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد مومنین کے اصرار نے ہمکو مجبور کیا کہ کتاب مستطاب نزہہ اثنا عشریہ جلد اول کا ترجمہ کریں کیونکہ جس قدر زمانہ غیبت کو طول ہوتا جاتا ہے اوسی قدر مخالفوں کی تعداد بڑھ رہی ہے اللھم انا نشکو الیک فقد نبینا و قلۃ عددنا و کثرۃ عدونا و شدۃ الفتن بنا و تظاھر الزمان علینا۔

تحفہ اثنا عشریہ اصل میں خواجہ نصر اللہ کابلی کے صواقع کا ترجمہ ہے جو اتفاقاً شاہ عبد العزیز صاحب کے ہاتھ لگ گیا کیونکہ اوس زمانہ میں نہ چھاپہ خانہ تھا نہ یہ ذرایع نشر کتب و اخبار۔ اسی لیئے شاہ صاحب نے اس کتاب تحفہ کے بدولت بہت کچھ شہرت و عزت حاصل کی مگر جب یہ راز فاش ہوا کہ اس کتاب کے مصنف وہ نہ تھے بلکہ وہ مترجم ہیں تو وہ عزت نہ رہی چنانچہ اوسی زمانہ میں اسکا جواب سوال ہوا جو فتاوائے عزیزی جلد اول میں درج ہے

حفظ ہو ص ۱۳۹ مطبوعہ مجتبائی دہلی تا ص ۱۳۱

سوال از مرزا حسن علی صاحب کتاب صواقع موبقہ در رد مذہب روافض خذلہم اللہ تعالے کہ تالیف نصر اللہ کابلی ست بملاحظہ شریفہ در آمدہ یا نہ و بعد از انکہ ملحوظ نظر فیض اثر شدہ باشد فرقے در تصنیف آں و تصنیف جناب افادت مآب کہ تحفہ اثنا عشریہ است چیست و معاندان این دیار خصوصاً روافض خذلہم اللہ بطریق ژاژخائی و بیہودہ گوئی خیلے شور و شغب میکنند کہ کتاب مستطاب تحفہ اثنا عشریہ ترجمہ صواقع موبقہ است ہر چند سوال این معنے ما مخلصان و فدویان را لاطائل و بیہودہ می نماید و از جملہ بدیہی البطلان است و ہر کس کہ از مایہ علم آگہی داشتہ باشد این خبر را از ممکی عنہ مخالف خواہد دانست لیکن بعضے کسان این ناکس را بسیار تنگ کردند لہذا این امر نامرضی را موجب سمع خراشی جناب عالی انگاشتہ جواب از شاہ صاحب ممدوح در وقت تصنیف تحفہ اثنا عشریہ از کتابہائے اہلسنت کہ در رد مذہب شیعہ و کتب شیعہ کہ در رد مذہب اہلسنت تالیف شدہ سہ قسم بہم رسیدہ قسم اول در مجادلہ این مسئلہ خاص یعنی اثبات خلافت خلفائے ثلثہ در آں مثل نواقض الروافض و مرافض الروافض و صواعق محرقہ و شرح تجرید از طرف اہلسنت و مصائب النواصب و رد شبہات الاعور و اظہار الحق و سفینۃ النجاۃ از طرف شیعہ قسم دوم آں کتابہاست کہ در مسئلہ امامت و شروط آں و موانع آں بتفصیل تصنیف شدہ مثل بحث امامت در شرح مقاصد و شرح مواقف و طوالع الانوار از طرف اہلسنت و تصانیف علامہ حلی و حدائق موبقہ در رد صواعق محرقہ و مقداد از طرف شیعہ قسم سوم آنست کہ تمام مذہب شیعہ را ہم در الٰہیات و ہم در معاد و ہم در امامت و ہم در روایت احادیث و ہم در اصول رد کردہ اند مثل ابطال الباطل و صواقع موبقہ تالیف نصر اللہ کابلی از طرف اہلسنت و منہج الحق علامہ حلی و احقاق الحق قاضی نور اللہ شوستری از طرف امامیہ این ہر سہ قسم کتب در وقت تالیف تحفہ اثنا عشریہ موجود و مستحضر بودند در آنوقت ترتیب صواقع بسیار پسند خاطر افتادہ بہمان ترتیب درین کتاب کلام واقع شد و احقاق الحق نیز ہمین ترتیب دارد و ابطال الباطل نیز ہمین ترتیب دارد لیکن صواقع بسیار مختصر و خوشنما بنظر آمد ہمانرا اختیار کردہ شد مگر بحث تولا و تبرا در آں نبود

وشرح حدیث الثقلین نیز درآں نبود ومسئلہ انکار نبوت واتحاد کہ لازم مذہب شیعہ است
بشرح وبسط درآں نبود ایں ابواب افزودہ شد وباب مطاعن وجواب آں اصلا
درآں کتاب مذکور نیست ونیز در صواقع اکتفا بر دلائل کلامیہ نمودہ وروایات را از
کتب امامیہ کمتر آوردہ در تحفہ اثنا عشریہ آں دلائل کلامیہ را حذف نمودہ در تکثیر
روایات از کتب امامیہ کوشیدہ شد پس ایں کتاب را ترجمہ آں کتاب گفتن محض بظاہر
ترتیب آں نمی تواند شد مانند آنکہ مواقف را از طوالع ومسلم را از مختصر الاصول ابن
حاجب ماخوذ دانند حالا فرق واضح شد در ہر دو کتاب نظر تامل بکار بردہ شود تا
ایں خیال بالکلیہ زائل گردد ومعہذا جائے طعن معاندان وحاسدان وقتے متوجہ
فقیر میتواند شد کہ ایں فقیر دعوی تصنیف ایں کتاب موجب افتخار خود دانستہ تقریرا
وتحریرا بقلم زبان یا بزبان قلم کردہ باشد معلوم ست کہ ایں کتاب را تصنیف حافظ
غلام حلیم بن شیخ قطب الدین احمد بن شیخ ابو الفیض نوشتہ ام اگر منظور دعوے
نسبت ایں کتاب بخود می بود چرا اینقدر اخفا بنامہائے غیر معروف بعمل می آوردم
بلکہ حالا ہم ہرگز بہ نسبت ایں کتاب بطرف خود خوش نمی شوم آرے اگر تفسیر فتح العزیز
وامثال ایں تصانیف را اگر بہ فقیر نسبت کنند موجب شادمانی خاطر میگردد غرضکہ
منظور رد ایں مذہب بود کہ مردم بدیدن ایں کتاب درآں اعتقاد سست شوند یا
ترک نمایند الحمد للہ کہ ایں معنی حاصل شد ونیز اگر تامل کنند روافض را ہرگز
جائے نیست زیرا کہ ایں کتاب اگر ترجمہ صواقع ست آخر اثبات مذہب اہلسنت میکند
ورد مذہب روافض مینماید اینہا را چہ کار از آنکہ تفتیش کنند کہ گوئندہ کیست جواب باید
نوشت وایں طعن جواب نمی تواند شد آری بعض اہلسنت کہ آنہا را بشہرت ایں کتاب
نسبت بایں فقیر درمیان نماند جواب سخن ایشاں گذشت کہ فقیر دعوی ایں کتاب
نکند وفخر خود نمی خواہد منظور فقیر غرض ازیں مقدمات سلوک ایں طریق جدید بر
اذہان اولی الالباب وطالبان راہ صواب بود والحمد للہ کہ حاصل شد (ترجمہ)

سوال مرا حسن علی صاحب کیطرف سے کتاب صواقع موبقہ رد مذہب

روافض خذلہم اللہ تعالی میں کہ تالیف نصر اللہ کابلی کی ہے ملاحظہ شریفہ میں آئی یا نہیں
اور بعد اسکے کہ ملحوظ نظر فیض اثر ہوئی ہو تو وہ فرق کہ جو اوسکی تصنیف اور تصنیف
جناب افادت مآب میں کہ تحفہ اثنا عشریہ ہے کیا ہو سکتا ہے معاند لوگ اس دیار کو
خصوصا روافض خذلہم اللہ بطریق ژاژ خائی اور بیہودہ گوئی کے بہت شور وشغب
کرتے ہیں کہ کتاب مستطاب تحفہ اثنا عشریہ ترجمہ صواقع موبقہ ہے ہر چند سوال اس
معنی سے ہم مخلصوں اور فدویوں کو لاطائل معلوم ہوتا ہے اور از جملہ بدیہی البطلان ہے
اور جو کوئی کہ مایہ علم سے آگاہی رکھتا ہوگا اس خبر کو محکی عنہ سے مخالف جانیگا لیکن
بعض اشخاص نے اس ناکس (یعنی سائل) کو بہت تنگ کیا لہذا اس امر نامرضی کو
موجب سمع خراشی جناب عالی کا خیال کیا جواب شاہ صاحب ممدوح کیطرف سے
بروقت تصنیف تحفہ اثنا عشریہ کتب اہلسنت سے جو رد مذہب اہلسنت میں تالیف
ہوئی تھیں تین قسم کی کتابیں جمع تھیں قسم اول خاص مجادلہ کی اس مسئلہ میں یعنی
اثبات خلافت خلفائے ثلثہ اور رد اوسکی مثل نواقض الروافض ومرافض الروافض
وصواعق محرقہ وشرح تجرید اہلسنت کیطرف سے اور مصائب النواصب اور رد
شبہات الاعور اور اظہار الحق اور سفینۃ النجاۃ شیعہ کی طرف سے قسم دوسری
اون کتابوں کی ہے کہ جو مسئلہ امامت اور اوسکے شروط اور اوسکے موانع میں بتفصیل
تصنیف ہوئی ہیں مثل بحث امامت شرح مقاصد وشرح مواقف وطوالع الانوار
واربعین اہلسنت کی طرف سے اور تصانیف علامہ حلی اور حدائق موبقہ رد میں صواعق
محرقہ کے اور مقداد شیعہ کی طرف سے تیسری قسم کی وہ کتابیں ہیں کہ جن میں
تمام مذہب شیعہ کے الہیات اور معاد اور امامت اور روایت احادیث اور
اصول سب کو رد کیا ہے مثل ابطال الباطل وصواقع موبقہ تالیف نصر اللہ کابلی اہلسنت
کی طرف سے اور منہج الحق علامہ حلی اور احقاق الحق قاضی نور اللہ شوستری امامیہ
کیطرف سے یہ تین قسم کے کتب تالیف تحفہ کے وقت موجود ومستحضر تھے اوسوقت
ترتیب صواقع بہت پسند خاطر ہوئی اور اوسی ترتیب سے کلام اس کتاب میں واقع ہوا

ادراحقاق الحق اور ابطال الباطل کی بھی یہی ترتیب ہے لیکن صواقع بہت مختصر اور
خوشنما نظر میں معلوم ہوئی وہی ترتیب اختیار کی گئی مگر بحث تو لا اور تبرا کتاب صواقع
میں نہ تھی اور شرح حدیث ثقلین بھی اوس میں نہ تھی اور مسئلہ انکار نبوت و الحاد
کہ لازم مذہب شیعہ ہے بشرح وبسط کتاب مذکور میں نہ تھا یہ ابواب زیادہ ہوئے
اور باب مطاعن اور جواب اوسکا اصلا اوس کتاب میں مذکور نہ تھا اور نیز صواقع
میں اکتفا دلائل کلامیہ پر کی گئی تھی اور روایات کتب امامیہ سے کم لائے گئے تھے
تحفہ اثنا عشریہ میں اون دلائل کلامیہ کو حذف کرکے روایات امامیہ کو زیادہ کرنے
کی کوشش کی گئی پس اس کتاب کو ترجمہ صواقع کہنا محض ترتیب ظاہری پر نہیں ہوسکتا
مانند اس بات کے کہ مواقف کو طوالع سے اور مسلم کو مختصر الاصول ابن حاجب سے
ماخوذ جانیں اب فرق دونوں کتابوں میں ظاہر ہوا دونوں کتابوں میں نظر تامل
سے کام لیا جائے تاکہ یہ خیال بالکلیہ زائل ہوجائے اور معہذا آجکا طعن معاندان و
حاسدان اوسوقت متوجہ فقیر ہوسکتی ہے کہ جب فقیر نے دعوائے تصنیف اس کتاب
کا موجب افتخار اپنا جانکر تقریرا اور تحریرا قلم زبان سے یا زبان قلم سے کیا ہو یہ بات
معلوم ہے کہ میں نے اس کتاب کو تصنیف حافظ غلام حلیم بن شیخ قطب الدین
احمد بن شیخ ابوالفیض کی لکھا ہے اگر اپنی طرف اس کتاب کی نسبت کا دعوی منظور ہوتا
تو کیوں اس قدر غیر معروف تننے اختفا عمل میں لاتا بلکہ اب بھی ہرگز اس کتاب کی
نسبت سے اپنی طرف خوش نہیں ہوتا ہوں اگر تفسیر فتح العزیز اور امثال ایسی تصانیف
کی نسبت فقیر سے کرتے ہیں تو موجب شادمانی خاطر ہوتا ہے غرضکہ منظور رد اس
مذہب کی تھی کہ آدمی دیکھنے سے اس کتاب کے ست اعتقاد ہوجائیں یا ترک
مذہب کریں الحمد للہ کہ یہ مقصود حاصل ہوا اور نیز اگر تامل کریں تو رد انفض کو
کوئی جگہ کہنے کی نہیں ہے اسلئے کہ یہ کتاب اگر ترجمہ صواقع ہے تو آخر اثبات مذہب
اہلسنت کا کرتی ہے اور رد مذہب رد انفض کرتی ہے ان لوگونکو کیا کام ہے کہ
تفتیش کریں کہ کہنے والا کون ہے جواب لکھنا چاہیئے اور یہ طعن جواب نہیں ہوسکتا ہم

ہاں بعض اہلسنت کہ اونکو بھی شہرت سے اس کتاب کی اور اوسکی نسبت اس حقیر
کی جانب ہونیسے رگ حمد جوش میں آئی ہے چاہتے ہیں کہ نسبت اس فقیر کی
درمیان میں نہ رہے جواب اون کی بات کا گذرا کہ فقیر دعوے اس کتاب کا نہیں
کرتا ہے اور فخر اپنا نہیں چاہتا غرض فقیر کی ان مقدمات سے چلنا اس راہ جدید
کا تھا اور پراذہان صاحبان عقول اور طالبان راہ صواب کے الحمد للہ کہ حاصل ہوا
اس عبارت سے کل حقیقت ظاہر ہوئی کہ شاہ صاحب نے صواقع کا ترجمہ کرکے
اپنی ناموری حاصل کی اور غلام حلیم کے طرف منسوب کرکے جواز تقیہ بلا ضرورت
کو مذہب اہلسنت میں ثابت کیا۔

اگر کتاب صواقع مولفہ کوئی مشہور کتاب ہوتی تو کہ سکتے تھے کہ اوسکی ترتیب پسند
آئی مگر افسوس وہ کتاب تو پہلے کسی کے خیال میں بھی نہ تھی چنانچہ تصنیف نزہہ
صارم نیاز۔ سیف ناصری۔ صوارم الآیات حسام الاسلام وغیرہ تک لکھی اس کتاب کا
نام بھی کیسکو نہ معلوم تھا سب یہی سمجھتے تھے کہ یہ خاص شاہ صاحب کا عجوبہ ہے اواخر
زمانہ جناب سلطان العلما طاب ثراہ میں اس کتاب کا قلمی نسخہ دستیاب ہوا جس سے
اسکی حقیقت معلوم ہوئی کہ یہ مال مسروقہ ہے نہ تحفہ مرغوبہ چنانچہ اوس وقت سے
جو کتابیں جواب تحفہ میں شایع ہونے لگیں تو حاشیہ پر اصل عبارت صواقع بھی
شایع ہونے لگی۔

اسی کے نسبت مرزا حسن علی صاحب جو تلامذہ شاہ ولی اللہ سے ہیں یہ سوال
کرتے ہیں کہ شیعہ اسپر بہت کچھ شور و شغب کر رہے ہیں بہرحال اب بھی یہ کتاب صواقع
کمیاب بلکہ نایاب ہے کیونکہ جب اوسکا مخصوص ترجمہ ایک دوسرے نام سے شایع
ہوچکا تو اب اوسکو کون پوچھتا ہے

شاہ صاحب بروقت تحریر تحفہ تین قسم کے کتابونکا وجود لکھتے ہیں مگر خلوگوں نے
تحفہ کے جوابونکو دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ شاہ صاحب کو شاید کبھی اصل کتاب کے
دیکھنے کا اتفاق ہی نہیں ہوا بلکہ جو کچھ صواقع میں پایا اوسکا ترجمہ کردیا چنانچہ

چنانچہ اس رسالہ میں بہت سی نظیریں اس کی نظر سے گذرینگی۔

بہرحال تقریر اونکی صاف کہ رہی ہے کہ تحفہ اصل میں سرقہ ہے مگر اوسکے ساتھ بات بھی بناتے جاتے ہیں کہ اس میں فلاں باب نہ تھا ہمنے زیادہ کیا اگر شاہ صاحب کو سرقہ منظور نہ تھا تو ابتدائے کتاب میں لکھدیتے کہ فلاں کتاب پسند آئی اوسی ترتیب پر ہم بھی اسکو لکھتے ہیں تو پھر کوئی سرقہ کا الزام نہ دیتا۔

شاہ صاحب اگر یہ تحریر کسی شیعہ کے جواب میں لکھتے تو کہ سکتے تھے کہ ایک شیعہ کے جواب میں لکھا ہے جس میں اونکو ہر طرح کا اختیار حاصل ہے مگر افسوس اپنے پیر بھائی کا جواب لکھتے ہیں اور اس قدر دروغ گوئی سے کام لیتے ہیں کہ پناہ بخدا اولاً فرماتے ہیں "لیکن صواقع بہت مختصر اور خوشنما نظر میں معلوم ہوئی وہی ترتیب اختیار کی گئی" حالانکہ جن لوگوں نے صواقع اور تحفہ کو دیکھا ہے اونکو بخوبی معلوم ہے کہ تعداد صفحات میں وہ تحفہ سے کم نہیں صواقع جو بخط نسخ باریک قلم سے لکھی ہوئی ہے ۲۱ سطر کے مسطر سے وہ صفحہ ۷۶۶ پر ختم ہے ملاحظہ ہو نسخہ مکتوبہ ۱۲۶۶ھ اور تحفہ اثنا عشریہ جو ۲۳ شوال ۱۲۶۶ھ میں طبع ہوئی اوسکا مسطر بھی ۲۱ ہے اور صفحہ ۷۷۶ پر تمام ہوئی کیا جس کتاب میں دس صفحہ زیادہ ہو وہ اوس کتاب کے نسبت جس میں دس صفحہ کم ہے "بسیار مختصر" کہ سکتا ہے؟

اصل یہ ہے کہ شاہ صاحب جانتے تھے کہ یہ کتاب نایاب ہے جو غالباً مصنف کے ہاتھ کا قلمی نسخہ تھا اسلیئے اوسکو ترجمہ کرکے شایع کردیا مگر یہ کیا معلوم تھا کہ شیعیان حیدر کرار اون کے اس سرقہ کو گرفتار کرلینگے جب فضیحتی کی نوبت آئی تو یوں بات بنایا کیونکہ وہ جانتے ہونگے کہ مرزا حسن علی کو کہاں ملیگی جو مقابلہ کردیں گے لہذا کہدیا "بسیار مختصر" کہ معلوم ہو ہمنے گو ترجمہ کیا مگر شرح و بسط سے لکھا حالانکہ اصل و ترجمہ میں کل دس صفحہ کا فرق ہے [1]

ثانیاً باب تولا و تبرا۔ اور شرح حدیث ثقلین کے نسبت ارشاد ہے کہ صواقع میں

[1] اس بحث میں خاص رسالہ التمییز مولفہ جناب حکیم سید حسین صاحب گریانی قابل دید ہے ۱۲

تھی حالانکہ صفحہ ۲۵۰ پر حدیث ثقلین موجود ہے تولا و تبرا بھی مختلف مقامات میں موجود ہے۔

مطاعن اور جواب کے نسبت دعوی ہے اصلا در آں کتاب مذکور نیست حالانکہ ورق ۲۵۳ لغایت ۲۹۵ تک یہ بحث موجود ہے پھر نہ معلوم کیونکر شاہ صاحب نے یہ دعوے کیا "و باب مطاعن و جواب آں اصلا در آں کتاب مذکور نیست" حالانکہ جو کچھ شاہ صاحب نے لکھا ہے اوسی سے لکھا ہے پھر بجز اسکے کیا کہا جا سکتا ہے کہ مرزا حسن علی صاحب کے ارادات باقی رکھنے کو یہ دعوے کردیا کیونکہ جانتے تھے کہ اونھوں نے اصل کتاب کو نہیں دیکھی ورنہ یہ سوال ہی نہ کرتے عیاں را چہ بیاں۔

ثالثاً شاہ صاحب صواقع کے بے وقعتی اور تحفہ کے وقعت بڑھانیکو فرماتے ہیں "و نیز در صواقع اکتفا بر دلائل کلامیہ نمودہ و روایات را از کتب امامیہ کمتر آوردہ در تحفہ اثنا عشریہ آں دلائل کلامیہ را حذف نمودہ در تکثیر روایات از کتب امامیہ کوشیدہ شد" حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ شاہ صاحب نے شاید دس بیس کتاب بھی شیعوں کی نہ دیکھی ہو بلکہ جو کچھ رطب و یابس صواقع میں پایا اوسی طرح لکھدیا جس سے اونکا یہ دعوی غلط ہوا کہ تکثیر روایات شیعہ میں اونھوں نے کوشش کیا۔

صواقع کابلی کے نسبت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی سیف مسلول میں لکھتے ہیں صفحہ ۳ مطبوعہ مطبع احمدی دہلی ۱۲۶۸ھ۔

دریں باب یعنی رد شیعہ عالم اجل و عارف اکمل فرید الدہر وحید العصر ابو النصر نصیر الدین محمد المشتہر بخواجہ نصر اللہ الحسینی المکی المدنی اصلاً والکابلی وطناً کتابی نوشتہ است در غائب حسن و جمال و براعت و کمال و آں بزرگ کتب روافض را از تفسیر و حدیث و عقائد و فقہ و تاریخ بسیار ملاحظہ فرمودہ و عمر عزیز خود در آں صرف نمودہ اکثر ادلہ در کتاب خود جہت ابطال مذہب خصم و اثبات مذہب خود از کتب معتبرہ عند الروافض آوردہ است این فقیر ہم بحکم ع و للارض من کاس الکرام نصیب روایات کتب روافض را از آں کتاب اخذ نمودہ والمسئول منہ العصمۃ والسداد قاضی صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ خواجہ نصر اللہ کابلی نے کتاب صواقع میں بڑے بڑے کتب شیعہ سے

استدلال کیا ہے اور نیز ابطال مذہب شیعہ کیا ہے اور اونھوں نے عمر عزیز اپنی مطالعہ کتب تفسیر و حدیث و فقہ شیعہ وغیرہ میں صرف کی ہے نیز فرماتے ہیں کہ روایات کتب شیعہ صواقع میں اس قدر کثرت سے تھے کہ میں بھی بمصداق ع وللارض من کاس الکرام نصیب کے کاسہ لیسی کرتا ہوں اور اونھیں روایات شیعہ کو اپنی اس کتاب میں نقل کرتا ہوں۔"

دیکھئے جو شخص انصاف پسند ہوتا ہے وہ اسطرح لکھتا ہے نہ مثل شاہ صاحب کہ کرتے ہیں صواقع کا ترجمہ اور نام تک اوسکا نہیں لکھتے اگر شاہ صاحب بھی اس طرح لکھدیتے تو سرقہ کا الزام کیوں دیا جاتا پھر کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ شاہ صاحب نے روایات شیعہ کے لکھنے میں اضافہ کیا حالانکہ اون کے معلومات کا یہ حال ہے کہ کتب شیعہ کا نام بھی اونکو درست معلوم نہ تھا حدائق مونقہ بالنون کو حدائق موبقہ لکھدیا حالانکہ معنی لگاؤ بھی نہیں کیونکہ موبقہ کے معنی مہلکہ ہے جو مناسب صواعق ہے اور مونقہ کے معنی معجبہ (خوش آیند ہے) جو مناسب حدائق ہے اسی طرح کتاب کا نام مقداد رکھا حالانکہ مقداد کوئی کتاب نہیں ہے بلکہ جناب شیخ مقداد حلی علیہ الرحمہ ایک عالم فقیہ گذرے ہیں جن کی کوئی تصنیف بھی علم کلام میں نہیں ہے اسی طرح منہج الحق علامہ حلی علیہ الرحمہ کا نام لکھا حالانکہ نام اوسکا نہج الحق وکشف الصدق ہے نہ منہج الحق۔ اسی نہج الحق کا جواب ابطال الباطل میں لکھا گیا ہے جسکے جواب میں قاضی نور اللہ شہید اعلی اللہ مقامہ نے کتاب مستطاب احقاق الحق تصنیف فرمایا جو نہایت ضخیم کتاب ہے [1]

بہر حال چونکہ ہم کتاب نزہہ اثنا عشریہ کا ترجمہ کیا چاہتے ہیں لہذا اس قدر بطور تمہید لکھنا پڑا تاکہ معلوم ہو جس شخص نے اپنے سلف خواجہ نصر اللہ کابلی کے ساتھ یہ برتاؤ کیا کہ اسکے سارے محنت کو برباد کیا کہ آج تک اوسکی کتاب گمنامی کی حالت میں ہے اور اپنے باپ کے شاگرد فدوی خاص کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ حق کو اوس سے

[1] اسکا ترجمہ الکلام میں شایع ہوتا ہے جو اسی دفتر اصلاح سے ماہوار نکلتا ہے ۱۲

چھپایا اور قعر مذلت میں گرایا اوس سے کب اسکی امید ہو سکتی ہے کہ وہ نقل کلام فریق میں صدق و دیانت سے کام لیگا ؎ قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

شاہ صاحب نے اس تحریر میں نواقض الروافض کا نام بھی لیا ہے جسکے جواب میں قاضی نور اللہ شہید اعلی اللہ مقامہ نے مصائب النواصب کل سترہ روز میں تصنیف فرمایا ہے اوسکا دیباچہ بطور مختصر ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو ایں خانہ تمام آفتاب ست جسنے شیعوں کے رد کا ارادہ کیا کہ اونکے کتابوں سے رد کریں اونھوں نے کیسی ذلت اوٹھائی ہے۔

مرزا مخدوم شریفی المتوفی فی حدود ۹۹۵ھ اپنے مشہور کتاب نواقض الروافض میں لکھتے ہیں

فان طالبتنی بان اذکر لک واحدا مما نسبہ علماؤنا الی الرفضۃ ھؤلاء لا یقولون بہ فھو جواز البداء علی اللہ وقد ذکرناہ فی المحیط المراد خافی الذی قد نعبر عنہ بالقواعد المرادیۃ فی حرف الباء منھا وھو قول مقتداھم زرارۃ بن اعین وھؤلاء لا یتبعونہ فیہ وما نقلہ حسن الشروانی فی رسالتہ الموسومۃ بالاحکام الدینیۃ التی مع انھا اصغر من الصرف الزنجانی لا یشتمل علی ما فیہ طائل وصارت مضحکۃ بین علماء الرفضۃ من اعتقادھم حلول اللہ فی شاہ اسمعیل وغیرہ والتناسخ واستحلالھم الخمر ودخول شاہ طہماسب باختہ لاعتقادھم لہ وقذف

پس اگر چاہو کہ میں تمسے ایک امر از جملہ اوسکے بیان کروں کہ جسے ہمارے علما نے رافضیوں کیطرف منسوب کیا ہے اور یہ لوگ اوسکے قائل نہیں ہیں سو وہ جواز بدا ہے خداوند تعالے پر اور اسے ہمنے محیط مراد خافی حرف باء میں بیان کیا ہے کہ جسے قواعد مراد سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ قول رافضیوں کے پیشوا زرارہ بن اعین کا ہے اور یہ زرارہ کے اس قول میں پیروی نہیں کرتے ہیں اور جو کہ نقل کیا ہے حسن شروانی نے اپنے رسالہ موسوم باحکام دینیہ میں کہ جو باوصفیکہ صرف زنجانی سے بھی چھوٹا ہے کوئی مقید بات اس میں نہیں اور علماء روافض میں مضحکہ ہو گیا ہے روافض کا یہ اعتقاد ہے کہ شاہ اسمعیل وغیرہ میں خدا نے حلول کیا اور تناسخ صحیح ہے اور شراب حلال ہے اور شاہ طہماسب نے اپنی بہن سے ..... اسلئے کہ ان کو اعتقاد میں بہن سے ... جائز ہے اور حضرت عائشہ کا متہم

عائشہ رضی اللہ عنہا وعن ابیہا لا حقیقۃ لہا وھی مفتراۃ علیہم وبہا قد طالوا لسانہم علینا وتخجلت علماء عصرنا منہا۔

بفعل زشت کرنا (خدا انسے اور ان کے باپ سے راضی ہو) یہ سب بے اصل ہے اور روافض پر یہ سب باتیں افترا کی گئی ہیں اور اسکے سبب سے روافض نے ہمپر زبان درازی کی ہے اور اسکے باعث ہمارے زمانے کے علما خجل ہوئے ہیں

یہ عبارت آپکو بتاتی ہے کہ جو رسالہ دو تین جز کا تھا اوس میں جب اسقدر کذب و افترا سے کام لیا گیا جس سے علماء اہلسنت شرمندہ ہو رہے ہیں تو جو کتاب اس سے زیادہ شرح و بسط سے لکھی گئی ہو اوس میں کیا کچھ نہ کذب و افترا کیا گیا ہوگا مگر افسوس اب کوئی عالم اہلسنت نہیں رہا جو اسطرح کے صاف گوئی سے کام لیتا جسطرح مرزا مخدوم نے حسن شروانی کے کذب و افترا کو فاش کیا کہ دو تین جز کے رسالہ میں اوسنے اسقدر افترا کیا کہ خود علماء اہلسنت کو شرمانا پڑا۔

حق یہ ہے کہ حق کا مقابلہ بجز کذب و افترا ممکن نہیں اسلیے جسنے بھی حق کا مقابلہ کیا ہے اوسنے اسی ہتھیار سے کام لیا کیونکہ اسکے بغیر چارہ کار نہ تھا۔

ہاں شاہ صاحب کا یہ جملہ اس جواب استفتا میں نہایت معنی خیز ہے "آرے بعض اہلسنت کہ آنہا را بشہرت این کتاب نسبت باین فقیر عرق حسد بجوش آمدہ میخواہند کہ نسبت باین فقیر درمیان نماند جواب سخن ایشان گذشت کہ فقیر دعوے این کتاب نمیکند و فخر خود نمیخواہد" جس سے معلوم ہوا کہ خود حضرات علماء اہلسنت نے بھی اسکو تسلیم کیا ہے اور شاہ صاحب پر سرقہ کا الزام دیا ہے مگر شاہ صاحب اسکو اونکے حسد اور بغض پر محمول کرتے ہیں حالانکہ یہ صریحی تہمت ہے کیونکہ بدیہی کا انکار ہے کون شخص ایسا ہی جو دونوں کتابوں کا مقابلہ کرے اور اوسکا اعتراف نہ کرے کہ یہ سرقہ ہے۔

انسانی خلقت بھی یوں واقع ہوئی ہے کہ اگر دس آدمی تعصب نفسانیت کر کسی امر باطل پر اتفاق بھی کر لیتے ہیں تو کوئی نہ کوئی حق پسند بھی ضرور ایسا ہوتا ہے جو حق کا اقرار کرتا ہے اسی قبیل سے اسکو سمجھنا چاہیے کہ اگر سو پچاس شاہ صاحب کے دام تزویر میں آئے تو دو چار نے کلمہ حق بھی کہدیا لہذا اسکو حسد کہنا زبردستی ہے اور

جب خود علماء اہلسنت میں ایسا حسد ہوگا تو پھر دوسرا کوئی کیونکر بچ سکتا ہے۔

اس کتاب کا اوس زمانہ میں اور ایسے حال میں تصنیف ہونا ایک خاص معجزہ جناب رسالتمآب ہے ائمہ اطہار ہے جس سے ایک ایسا فرد ضعیف اسپر آمادہ ہوا اور اس خوبی سے انجام دیا کہ آج تک یادگار ہے کیونکہ خود شاہ عبدالعزیز صاحب کے زمانہ حیات میں یہ کتاب تصنیف ہوئی اور اونھوں نے دیکھا مگر حق کا کیا جواب دے سکتے تھے شاہ صاحب نے جو اس کتاب کے طلبی کا رقعہ حکیم شریف خانصاحب کو لکھا تھا وہ آجتک کتب رجال میں درج ہے وہ یہ ہے

قد سمعت ان الفاضل الکامل المدقق المحقق مولانا محمد سلمہ اللہ قد کتب علی وجہ الرد وما بحث علی التحفۃ الاثنا عشریۃ ان اتفق طلب موقوماتہ ومطالعتہ بوساطتکم فالمامول ان تبذلوا فی ذلک الجہد۔

اس رقعہ سے خود جناب علامہ دہلوی کی جلالت قدر بھی معلوم ہوتی ہے کہ شاہ صاحب فاضل کامل مدقق محقق کا خطاب دے رہے ہیں حالانکہ علامہ ممدوح حکیم شریف خانصاحب کے شاگرد ہیں مگر اس حالت میں بھی اون کی تحقیقات کا یہ درجہ تھا کہ شاہ صاحب سے محقق کا خطاب دلوایا

اس کتاب کا جواب بھلا اونسے کب ممکن تھا جو لکھتے کیونکہ حق حق ہے کہاں تک اسکا اخفا ہو سکتا ہے ہاں اونکے شاگرد رشید الدین صاحب نے جنکو اہلسنت نے رشید المتکلمین کا خطاب دیا ہے جلد نہم تزہہ کے چند عبارتوں پر مسئلہ طہارت خمر و جمع بین الصلوتین کے متعلق کچھ لکھا تھا جسکا جواب علامہ نے بذریعہ خط دیا اوس خط کے جواب میں رشید الدین نے ایک رسالہ لکھا ہے جسکا نام عزۃ الراشدین ہے

خود علامہ نے تو اوسکا جواب نہیں دیا کیونکہ محض تضییع اوقات سمجھا مگر جناب حکیم باقر علیخان مرحوم نے اوسکا جواب تحریر فرمایا جسکا نام معین الصادقین ہے اور قلمی نسخہ اوسکا ہمارے پاس موجود ہے۔

جناب علامہ دہلوی نے اس کتاب کا نام تزہہ اثنا عشریہ رکھا جس سے ۱۲۳۴ نکلتا ہے اس تصنیف کے دوران میں اور بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں

تاریخ، لعلما تنبیہ اہل الکمال والانصاف علی اختلاف الرجال اہل الخلاف جسکا حوالہ بھی جلد چہارم میں دیا گیا ہے ایضاح المقال فی توجیہ اقوال الرجال جسکی تفصیلی فہرست نجم السما میں درج ہے۔

مگر افسوس ہے کہ تحفہ اثنا عشریہ اور کتابیں آپ کی شایع نہ ہوئیں جسکی وجہ بجز اسکے کیا ہو سکتی ہے کہ زمانہ قدر شناس نہیں ہے مرحوم کے اولاد و اعقاب سے کوئی ایسا نہ تھا جو ان مسودات کی حفاظت کرتا بعض بعض مسودات کتبخانہ ناصریہ میں البتہ دیکھا جاتا ہے جس سے کمال تبحر علمی ظاہر ہے مگر ہائے کون ہے جو ان جواہر ریزہ کو مرتب کرے کیونکہ تصنیف کا خاتمہ مصنف کیساتھ ہو جاتا ہے الا ماشاء اللہ

سبد وفیات میں لکھا ہے کہ بادشاہ کے عزیز دوستوں میں ایک شخص ناصبی تھا جو مجلدات تزہہ کو دیکھ دیکھ کر پیچ و تاب کھایا کرتا مگر بوجہ اقتدار روسا رمذہب شیعہ جو اوس زمانہ میں تھے کچھ قابو نہ پا سکا کہ ظاہر بظاہر ایذا پہونچائے لہذا اوس نے تمارض کرکے بادشاہ کو لکھا کہ ہمارے علاج کیلئے کسی طبیب کو بھیجیں بادشاہ نے کسی طبیب کو بھیجا چند روز بعد اوسنے لکھا اس طبیب سے کام نہیں چلتا جب تک جناب سلطان الحکما فخر الاطبا علامہ زمان وحید دوران حکیم مرزا محمد صاحب تشریف لاکر علاج نہ کرینگے جانبر مشکل ہے اس رقعہ پر بادشاہ نے جناب علامہ دہلوی کو جانیکا حکم دیا ہر چند جناب ممدوح نے عذرات کی مگر مسموع نہ ہوا وقت سفر جناب ممدوح نے کہدیا یہ سفر میرا آخری ہے امید نہیں کہ سلامت آنا نصیب ہو (کیونکہ اوس امیر کے خبث باطنی سے آپ بخوبی واقف تھے) چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ زہر دیکر اوسے شہید کیا جیسے کہ جناب امام حسن ع کو اور مالک اشتر کو زہر دیکر شہید کیا۔ دہلی میں آکر مقام پنجہ شریف دفن ہوئے جسکے نسبت مشہور ہے کہ جناب امیر کے پنجہ کا وہاں نشان ہے جو قطعہ قبر شریف پر کندہ ہے اوسکا تاریخی مصرع یہ ہے ؎ در نبوتش بگریہ بگو و محمد جس سے ۱۲۳۵ھ نکلتا ہے رحمۃ اللہ۔

مومنین دہلی اس قبر متبرک کے مشرف سے عرصہ تک بے خبر رہے مگر جناب صدر المحققین

مولانا السید ناصر حسین صاحب دامت برکاتہ کے تشریف فرمائی سے جو بغرض زیارت و فاتحہ خوانی چند مرتبہ تشریف لیگئے کچھ مومنین نے ادھر توجہ کی ہے جس سے یہ مقام متبرک اب عام زیارت کا درجہ رکھتا ہے۔

اصل تحفہ بارہ باب میں لکھا گیا تھا علامہ دہلوی نے ہر باب کا [illegible] میں تحریر فرمایا۔

اور نہ معلوم کتنی جلدیں مرتب ہوئی تھیں جو باب میں صرف پانچ باب جلدیں ملتی ہیں جو اپنے ندرت تحقیقات میں عجیب و غریب ہیں

جلد اول میں تحفہ کے باب اول کا جواب ہے جس میں شاہ صاحب نے اسکا دعوے کیا تھا کہ مذہب شیعہ ایجاد کردہ عبداللہ بن سبا یہودی ہے اسی جلد کا ترجمہ شایع کیا جاتا ہے اور خدا نے چاہا تو بقیہ جلدوں کا بھی اسی طرح ترجمہ کیا جائیگا۔

اس باب اول تحفہ کے جواب میں کتاب سبد [illegible] جناب علامہ محمد قلی خانصاحب مرحوم بھی ایک لاجواب کتاب ہے جو باسم گرامی جناب ذی الاحترام سید ناصر علی صاحب مرحوم رئیس کھجوہ ضلع سارن معنون کی گئی ہے جسکا ایک نہایت پاکیزہ نسخہ مطلا مذہب کتب خانہ دیوان ناصر علی صاحب مرحوم میں موجود ہے مگر افسوس مرحوم کے انتقاب میں کوئی رسا نہ ہوا جو اس کتاب کو چھپوا کر اجر دارین حاصل کرتا سنا گیا ہے کہ [illegible] کی جائداد وقف چھوڑ گئے ہیں مسجد۔ امام باڑہ۔ کھوہ۔ لکھنؤ آباد ہے اور ہر سال ہزاروں روپیہ غربا و مساکین وارد ین صادرین کو ملتا ہے مگر کسیکو یہ توفیق نہیں ہوتی کہ اوس کتاب سبد [illegible] کو چھپوائے جو ایک عمدہ یادگار جناب دیوان صاحب مرحوم ہے کیونکہ اوس سے یہ بھی معلوم ہوتا دیوان صاحب مرحوم کو کس قدر مذہب کا خیال تھا خدا اونکے اور اونکے اعقاب کو توفیق عطا کرے کہ اس کتاب کو چھپوا ڈالیں حالانکہ بفضل خدا سے دولت شرعی میں اون کے یوما فیوما ترقی ہو رہی ہے۔

جلد اول نے قوم کے باقی کتابوں کے اشاعت سے مستغنی کر دیا اگر ہے تو یہ ہے کہ ہر ذی حوصلہ دیندار اور قوم کے طرف نظر اوٹھا کر دیکھنے اور غور و فکر کرنے والے ہیں یا نہیں۔

وہ جوش ہوتا جو اہلسنت میں ہے تو آج وہ سب کتابیں قوم کے ہاتھ میں ہوتیں۔

باب دوم تحفہ بیان مکائد شیعہ میں ہے اس باب کا جواب نزہہ میں نہیں ملتا مگر جناب علامہ مفتی محمد قلیخانصاحب مرحوم نے تقلیب المکائد میں ایسا مدلل جواب دیا ہے کہ قابل دید ہے۔

یہ کتاب فارسی زبان میں ہے جسکو بہت عرصہ ہوا ۱۲۶۲ ہجری میں بمقام دہلی چھپی کاغذ بھی اچھا نہیں ہے چھپائی لکھائی بھی اچھی نہیں ہے۔ اگر قوم ادھر متوجہ ہو تو یہ کتاب دوبارہ چھپ سکتی ہے ورنہ انشاء اللہ اوسکا ترجمہ بھی اب اسی ردالتحفہ میں ملاحظہ کرینگے۔

باب سوم تحفہ میں ذکر اسلاف شیعہ ہے اسکا جواب نزہہ اثنا عشریہ جلد سوم میں شایع ہوگیا ہے مگر افسوس وہ نسخہ بھی کمیاب ہے صرف کتبخانہ جناب صدر المحققین مولانا السید ناصر حسین صاحب مع اللہ المسلمین بوجودہ میں موجود ہے۔

باب چہارم تحفہ اقسام اخبار شیعہ اور احوال رجال اسانید میں ہے اسکا جواب جلد چہارم نزہہ اثنا عشریہ میں صرف شایع ہوا بلکہ چھپ بھی گیا ہے اگرچہ وہ بھی نادر الوجود ہے۔

اس کتاب سے علامہ مرحوم کے غزارت علم کا اور بھی پتہ چلتا ہے کہ خدا نے کیسی لیاقت علمی عطا فرمائی تھی کیونکہ باب امامت کے مطاعن میں صدہا کتابیں سلف سے آجتک ہو چکی ہیں اون میں کچھ تحریر کرنا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے بخلاف اس بحث کے کہ ہم جہانتک جانتے ہیں یہ پہلی کتاب ہے جو اس جامعیت اور معقولیت سے لکھی گئی۔

باب پنجم تحفہ ذکر الہیات شیعہ میں ہے اسکا جواب بھی مکمل نزہہ اثنا عشریہ جلد پنجم میں شایع ہو چکا ہے اس سلسلہ سے اور بھی یقین ہوتا ہے کہ باب دوم تحفہ کا جواب بھی علامہ نے ضرور لکھا ہوگا اگرچہ ہمکو نہ ملے۔

اس باب پنجم کے جواب میں جناب غفرانمآب مولانا السید دلدار علی صاحب اعلی اللہ مقامہ نے بھی صوارم الہیات تحریر فرمایا جو اوسی زمانہ میں چھپ گیا۔

باب ششم تحفہ نبوت کے متعلق ہے جسکا جواب جناب غفرانمآب طاب ثراہ نے حسام الاسلام میں تحریر فرمایا اس باب کا جواب نزہہ میں نہیں ملتا۔

باب ہفتم امامت کے متعلق ہے اسکا جواب جناب غفرانمآب نے شروع کیا مگر

مگر ناتمام رہا پھر جناب مفتی محمد قلیخانصاحب مرحوم نے برہان السعادۃ لکھی اور جناب سلطان العلما مرحوم نے بوارق موبقہ اور جناب مفتی محمد عباس صاحب اعلی اللہ مقامہ نے جواہر عبقریہ تحریر فرمایا اور کتاب مستطاب عبقات الانوار نے تو تیس جلدوں میں ہے اسکا ایسا خاتمہ کیا کہ قیامت تک اہلسنت سے اسکا جواب نہیں ہو سکتا مگر افسوس کہ ہنوز یہ کتاب ناتمام ہے اور باوصفیکہ مسودات موجود ہیں مگر ترتیب و تالیف اوسکی نہیں انجام پاتی خداوند عالم جلد کوئی سامان کرے کہ یہ کتاب مکمل شایع ہو جائے اللہم آمین۔

باب ہشتم امور معاد کے متعلق ہے جسکا جواب جناب غفرانمآب طاب ثراہ نے احیاء السنہ میں تحریر فرمایا ہے۔

باب نہم مسائل فقہیہ میں شاہ صاحب نے لکھا تھا جسکا جواب نزہہ جلد نہم میں دیا گیا یہ کتاب بھی چھپ چکی ہے۔

باب دہم مطاعن خلفاء ثلثہ میں ہے جسکا جواب کتاب تشئید المطاعن میں اس شرح و بسط سے مرقوم ہے کہ حیرت ہوتی ہے کیونکر ایسی کتاب لکھی گئی۔

اس باب میں طعن الرماح جناب سلطان العلما خاص بحث فدک میں اور بارقہ ضیغمیہ خاص بحث متعہ میں قابل دید ہے جسکا جواب رشید الدین خاں نے شوکت عمریہ میں لکھا اور اوسکا جواب ضربہ حیدریہ میں دیا گیا جو دو جلدوں میں ہے۔

باب یازدہم خواص مذہب شیعہ میں ہے جسکا جواب مفتی محمد قلیخانصاحب اعلی اللہ مقامہ نے مصارع الافہام میں تحریر فرمایا۔

باب دوازدہم تولا و تبرا میں ہے جسکا جواب جناب غفرانمآب طاب ثراہ نے ذوالفقار میں تحریر فرمایا جزاہم اللہ احسن الجزا۔

یہ ایک مختصر فہرست ابواب تحفہ اور اوسکی جوابونکی ہے کہ اوس زمانہ میں جبکہ کتابیں نایاب تھیں چھاپنے کا ذریعہ مسدود تھا اسطرح علما نے اسکے جوابونکو لکھا جو تمام ملک میں شایع ہوا اور اب جبکہ ہزاروں کتابیں مصر بیروت قسطنطنیہ سے چھپکر آگئیں سامان طبع و نشر کتب اسقدر فراواں ہوگیا ایک تصنیف بھی نہیں ہوتی جسکی وجہ بجز اسکے کیا ہو سکتی ہے کہ اب ویسے علمائے مخلصین کا قحط الرجال ہے۔

مخالفین کے کوشش کو دیکھیے کہ جس تحفہ کا اسقدر جواب ہوا اوس سے اونکو شرمانا چاہیے تھا کہ ایسے
کتاب کو کیوں شایع کریں جسکے جواب میں صدہا کتب شایع ہو چکیں مگر وہ اپنے دہن کے ایسے پکے ہیں کہ
باایں ہمہ ترجمہ تحفہ شایع کر دیا جسکا نام ہدیہ مجیدیہ ہے اور شیعوں سے یہ بھی نہ ہو سکا کہ کم سے کم نزہہ
کے دو ایک جلدوں کا ترجمہ شایع کرے

اس علم کلام کی تاریخ بھی نہایت عجیب و غریب ہے جس سے اسلامی دنیا میں ایک نیا انقلاب آیا مگر اسکے
کہ اس میں بھی شیعوں کو فتح و نصرت حاصل ہوئی کیونکہ اسکے بعد اسقدر تصنیفیں ہوئیں کہ اون کا
احصا مشکل ہے اور اسقدر حق واضح ہوا کہ اب چھپائے چھپ نہیں سکتا۔

عنوان ترجمہ ترجمہ کے دو ہی طریقے ہیں ایک لفظی جس میں مولف کی عبارت کو دوسرے
ادا کرتے ہیں دوسرے معنوی جسمیں اوس مقصود کو اپنے زبان میں ظاہر کرتے ہیں ہمارا ترجمہ نہ لفظی
صرف ہوگا نہ صرف معنوی بلکہ ایک نئی تصنیف کا انداز ہوگا کہ نزہہ اثنا عشریہ کے مطلب
اپنے طرز پر ادا کرونگا کہیں تو اوسکے زواید کو حذف کرونگا کہیں نئی تحقیقات کا اضافہ کرونگا
اصل مطلب نہ فوت ہوگا اسلیے دیباچہ کتاب کا ترجمہ حذف کیا جاتا ہے جس میں جناب علامہ
حمد و نعت کے بعد کچھ اوس زمانہ کا رنگ دکھایا ہے اور کچھ اس جواب کی ضرورت دھا انا
اشرع فی المقصود مستفیضا من فائز الجود۔

ترجمہ دیباچہ تحفہ اثنا عشریہ

فرماتے ہیں حافظ غلام حلیم ابن شیخ قطب الدین احمد بن شیخ ابو الفیض دہلوی بخشے اللہ اون کو
اور اوٹھائے اونکو صالحوں کی گروہ میں حشر کے دن کہ یہ ایک رسالہ ہے جس سے حال شیعہ کا کھلتا ہے کہ اصل
انکے کیا ہیں اور کہاں سے یہ مذہب نکلا ہے اور طریق انکی دعوت یعنی دوسرے کو اپنے مذہب کے طرف
رجوع کرنیکا کیا ہے اور کیا کیا اختلاف ان میں اور انکے اخبار و احادیث کے راویوں میں ہیں
کچھ بیان انکے عقائد کا جو الوہیت اور نبوت اور امامت اور معاد میں رکھتے ہیں اور بعض
فقہیہ انکے جنکے ٹھکانے ملت حنفیہ سے پوشیدہ ہیں کہ کہاں سے نکلے ہیں اور کچھ ذکر انکے اقوال واقعہ
جو صحابہ کرام اور ازواج مطہرات اور اہلبیت نبوی کے حق میں کرتے ہیں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین
اس سبب سے کہ یہ رسالہ بعد گذرنے قرن ثانی عشر یعنی بارہ سو ہجری نبوی کے تالیف ہوا

جلوہ ظہور کا پایا **تحفہ اثنا عشریہ** اسکا نام رکھا اور بدیں وجہ کہ زمانہ گذشتہ میں جو کچھ گفتگو
شیعہ امامیہ خصوص اثنا عشریہ سے بمقابلہ اہلسنت و جماعت کے واقع ہوئی اکثر وہ اس رسالہ میں درج
ہوئی اور جو چھوڑ دی گئی اوس متروک کا حال مذکور سے ظاہر ہے کہ **نصیحۃ المومنین**
و **فضیحۃ الشیاطین** سے ملقب کیا۔

ردالتحفہ مترجم نے اصل خطبہ تحفہ اثنا عشریہ الحمد للہ وکفی وسلام علی
عبادہ الذین اصطفی خصوصا علی سید الوری صاحب قاب قوسین او ادنی
بدر الدجی شمس الضحی نور الہدی محمد ن المجتبی وعلی آلہ واصحابہ ذوی الدرجات
العلی کو حذف کر دیا جسکی وجہ غالبا یہی ہو کہ نزہہ میں اس حمد و نعت پر بہت کچھ اعتراض کیا گیا تھا
کیونکہ شاہ صاحب کے مذہب میں شکر منعم عقلا واجب نہیں اسلیے کہ حسن و قبح اشیا انکے یہاں عقلی نہیں ہے
اسی وجہ سے شاید بخاری نے نہ الحمد للہ لکھا نہ صلوۃ رسول اللہ پر جس سے معلوم ہوا کہ اصل سنت
یہی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ چونکہ حدیث میں اسکا حکم ہے کل امر ذی بال لم یبدء فیہ بحمد اللہ
فھو اقطع کہ جس امر عظیم میں الحمد للہ نہ کہا جائے تو وہ اقطع ہے لہذا شاہ صاحب نے الحمد للہ سے
شروع کیا تو یہ جواب بھی درست نہیں کیونکہ خود ابن حجر لکھتے ہیں ان الحدیثین لیسا علی شرطہ
ای کل منھما مقال صفحہ ۴ جلد

کہ یہ دونوں حدیثیں مطابق قواعد صحیح بخاری صحیح نہیں ہیں بلکہ ہر ایک میں کلام ہے لہذا شاہ صاحب کا
الحمد للہ کہنا مطابق اونکے مذہب کے نہ عقلا درست ہوا نہ نقلا بلکہ چونکہ ملک غیر میں تصرف کیا ہے
جس سے احتمال استہزا ہے لہذا مستحق عقاب ہونگے۔

اب یوں سمجھیے کہ یہ شخص اجلہ نعماء الٰہی کا منکر ہے کیونکہ امیر المومنین اور اونکے اولاد طاہرین
علیہم السلام کے حقوق سے انکار کرتا ہے خصوصا حضرت صاحب العصر والزمان کے وجود ذیجود سے
جو اس زمانہ کے امام واجب الاطاعت اور اسوقت دنیا کی تمام نعمتیں ہیں آپ ہی کے ذات
اقدس سے ناشی ہو رہی ہیں۔ تو انکا تمام شکریہ نعمات کفران نعمت کیساتھ مخلوط و مغشوش
ہو گیا ہے شاید یہی سبب ہے کہ مترجم نے دیباچہ سے الحمد للہ کو حذف کر دیا۔

اسی طرح تمنا مغفرت کرنا اور صالحین کیساتھ محشور ہونیکی خواہش ایسی ہی ہے جو اسکے جہالت و

دخوایت کو ظاہر کر رہی ہی کیونکہ بفحوائے آیہ کریمہ ویوم ندعوا کل اناس بامامہم ہر قوم اپنی
امام کیساتھ محشور ہوگا اور یہ بات مسلم ہی کہ تمام صالحین کے سردار و مالک امیر المومنین علیہ السلام
ہیں پس جبکہ یہ شخص خود اونکے اور اونکی اولاد کی امامت سی انکار کر رہا ہی تو اب کسکی ساتھ محشور
ہونیکی تمنا کر رہا ہے

جناب امیر المومنین عہ کا سردار صالحین و مومنین ہونا ایسا ہی کہ اسکو سدی و ثعلبی نی اپنی تفاسیر میں
ابن مالک و ابن عباس سے اور ابو یوسف یعقوب بن سفیان النسوی نے اپنی تفسیر میں ابن عباس سے
اور حافظ ابی بکر بن مردویہ نے اپنے سند سی اسما بنت عمیس سی روایت کیا ہی کہ آیہ کریمہ
فان اللہ مولاہ وجبریل وصالح المومنین امیر المومنین علی بن ابیطالب کی شان میں نازل ہوا ہی
اور صالح المومنین سے حضرت ہی مراد ہیں اور امام رازی و نیشاپوری نی اپنے تفاسیر میں اور
ابن حجر نے صواعق محرقہ میں ابن عباس سے روایت کیا ہی کہ آیہ کریمہ ان الذین امنوا وعملوا
الصالحات سیجعل لہم الرحمن ودا امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں نازل ہوا ہی قال نزلت
فی علی وقال الود المحبۃ فی قلوب المومنین یعنی آیہ کریمہ حضرت علی بن ابیطالب ع کے بارہ میں نازل
ہوا ہے اور ود اوس محبت کو کہتے ہیں جو مومنین کے قلوب میں ہو اسی طرح ابن حجر نے صواعق محرقہ
میں ابن عباس سے روایت کیا ہی لما نزلت ہذہ الآیۃ ای ان الذین امنوا وعملوا الصالحات
اولئک لہم خیر البریۃ قال رسول اللہ صلعم ہم انت یا علی وشیعتک یاتی وانت وشیعتک
یوم القیامۃ راضین مرضیین وتاتی اعدائک غضابا مقمحین یعنی جب یہ آیہ کریمہ کہ جو لوگ
ایمان لائے ہیں اور نیک و صالح عمل کرتے ہیں وہی تو بہترین ناس ہیں نازل ہوا تو رسول اللہ نے امیر المومنین
سے ارشاد کیا کہ وہ ایمان لانیوالے اور عمل نیک کرنیوالے فقط تم اور تمہارے شیعہ ہیں اے علی تم
اور تمہارے شیعہ قیامت کے روز اسطرح لائے جائینگے کہ اون میں ہر ایک شخص راضی و مرضی ہوگا
اور اسکے برعکس تمہارے اعدا و دشمن لوگ اسطرح آئینگے کہ مغضوب و مقمح ہونگے پس معلوم نہیں کہ
یہ شخص باوجود محبت رکھنے سردار دشمنان امیر المومنین کے جیسا کہ خود اسی شخص کے تحریر سے اس
کتاب میں ثابت ہوتا ہی صالحین مومنین کے ساتھ کیونکر محشور ہو سکتا ہی ہرگز نہیں ہرگز نہیں اور
خدا نے چاہا تو غلامان علی کا حشر امیر المومنین اور غلامان و ہوا خواہان عمر کا حشر عمر کے ساتھ ہوگا۔

اور تمنائے مغفرت کی بھی یہی حالت ہوگی کیونکہ امیر المومنین علی بن ابیطالب سی عداوت و دشمنی رکھنا
موجب قہر و غضب خدا ہی نہ کہ رحمت و غفران چنانچہ اسپر کثرت سی احادیث شاہد ہیں پھر کیونکر ممکن ہی
کہ باوجود دشمنی امیر المومنین اور دوستی عمر و ہوا خواہان عمر خداوند عالم اس ناصب کو بخشدے

ع این خیال ست و محال ست و جنون + زہی تصور باطل زہی خیال محال۔

بہرکیف اس شخص نے شیعوں کی اظہار حالات اور اصول اور ماخذ مذہب کے بیان میں نہایت درجہ کا
اختلاط کیا جسکو انشاء اللہ میں بہت جلد واضح کر کے دکھلاتا ہوں جس سے اچھی طرح ثابت ہو جائیگا
کہ اس شخص کے تعصب و عناد کا کیا حال ہی مسائل فقہیہ کے سمجھنے میں بھی آپنے ایسی بلند پروازی سے
کام لیا ہی حالانکہ ایک کو بھی صحیح معنوں میں سمجھ نہ سکا ہی فان الناس اعداء لما جہلوا
رہا تحفہ اثنا عشریہ نام رکھنیکی جو وجہ لکھی ہی کہ بارہویں صدی کے بعد اس کتاب کی تصنیف ہوئی
اسلیئے یہ نام رکھا تو یہ کوئی بات نہیں ہی کیونکہ بجز دل آزاری شیعہ اسکا مقصود کیا ہو سکتا ہی۔ ہاں
دوسری وجہ البتہ قابل التفات ہی کیونکہ جب مومنین بالیقین اسکو ملاحظہ فرمائینگے تو وہ بیشک
نصیحۃ المومنین و فضیحۃ الشیاطین سمجھینگے کیونکہ اسقدر اغلاط و تحریفات سے کام لیا ہی کہ ہر شخص بعد
مطالعہ اس کتاب پر اور اسکے مصنف پر مضحکہ کریگا اور حق اس طرح واضح ہو جائیگا کہ پھر کسی کے
چھپائے چھپ نہ سکے۔

تحفہ۔ غرض تحریر اس رسالے اور تسوید اس مقالے سے یہ کہ ہمارے زمانے اور شہروں میں بالفعل مذہب
شیعہ یہانتک مروج ہو گیا اور پھیل گیا ہی کہ بہت کم گھر ہونگے جن میں دو ایک آدمی مذہب شیعہ نہو گئی
ہوں اور اس عقیدے کیطرف راغب نہوں لیکن اکثر علم تاریخ اور اپنے اخبار سے ناواقف اور
احوال اصول اسلاف سے بیخبر جب محفلوں اور مجلسوں میں اہلسنت و جماعت سی گفتگو کرتے تھے کج
مج باتیں اور شتر گربہ یعنی نامناسب فتح محل درمیان میں لاتے تھے اس سبب سے حسبۃ للہ یہ رسالہ لکھا گیا
تا ہنگام مناظرہ راہ نچھوڑنے پائیں اور اصول سے منکر نہوں اور بعض امور جو واقعی ہیں اون میں
تردد و شک واقع نہو مع اس التزام کے کہ جو کچھ مذہب شیعہ اور اونکے اصول اور اون الزاموں سی
جو نسبت اہلسنت کے عائد ہوتے ہیں انکی معتبر کتابوں کی سوا اور سے نقل نہ کیے جائیں اور جو الزامی
باتیں کہ اہلسنت کیطرف عائد ہوتی ہیں چاہیئے کہ وہ موافق روایات اہلسنت کے ہوں ورنہ دونوں

طرف سے تہمت تعصب وعناد کی پونچھتی ہے اور لگی ہوئی ہے اعتماد و وثوق باہمی غیر واقع اسکے سوا جو کچھ قصوں اور حکایتوں گذشتہ سے اس رسالہ میں مندرج ہیں اوس قسم سے ہیں جسپر دونوں فریق کا اتفاق ہے اور ہر چند تفسیر قرآن مجید دونوں کی یکساں ہے تاہم زیادہ تر شیعوں کی تفسیر سے اس میں نقل کیا گیا ہے تا گمان تہمت کا کسیکو نہ رہے وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

ردالتحفہ مذہب شیعہ کا پھیلنا تو بنا بر وعدہ الٰہی ہے جسکو خداوند عالم نے کھلے لفظوں میں اپنے کلام پاک میں ذکر کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ باوجودیکہ ہر زمانہ میں خلفاء جور اور سلاطین وامراء وقت نے اس مذہب حقہ کے مٹانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر پھر بھی اسکا رواج روز بروز بکمال ارتقا و اعتلا حاسدوں کے زعم باطل کے خلاف ترقی کرتا رہا اور کریگا کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا خدا نے اپنے اون بندوں سے سچا وعدہ کر لیا ہے جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ خدا اونکو زمین پر جانشین بنائے گا جیسا کہ امم سابقہ کے مومنین صالحین کے لیے کر چکا ہے اور اون تمام مومنین کو دین حق پر قائم و استوار کریگا اور اونکا دین پسندیدہ خدا ہوگا، اور اونکو ہر قسم کے خوف سے مامون و محفوظ قرار دیگا" جسکا اتمام انشاء اللہ بمقتضاء آیہ کریمہ وقت ظہور صاحب الامر والزمان علیہ الصلوۃ والسلام ہوگا کیونکہ یہ زمانہ انشاء اللہ ایسا ہوگا کہ تمام روئے زمین انوار عدل و ایمان سے مملو ہوگا اور آتش ظلم و عدوان اس آوان میں سرد و خاموش ہوگی اور سب کے سب حبل المتین سے متمسک ہونگے جسپر کثرت سے احادیث و اخبار و شاہد ہیں اور انشاء اللہ وہ تمام اپنے موقع پر ذکر کیے جائینگے

مترجم کہتا ہے کہ شاہ صاحب اپنے زمانہ کے مسنت فرماتے ہیں کہ بالفعل مذہب شیعہ یہانتک مروج ہو گیا ہے حالانکہ شیوع مذہب شیعہ تو وفات رسول اللہ تک ایسا تھا کہ جو مسلمان تھا وہ شیعہ تھا خلافت سقیفہ نے مذہب اہلسنت کو پیدا کیا اور شہادت جناب امام حسین ع کے بعد اسکی تکمیل ہوئی مگر جب بھی کوئی شہر کوئی ملک ایسا نہ تھا جس میں شیعوں کی تعداد غالب نہو یہانتک کہ معاویہ نے چن چن کر شیعوں کو قتل کیا اوسکے بعد حجاج نے اسکی تکمیل کی پھر شاہ صاحب نے یہ کہاں سے لکھا کہ مذہب شیعہ کا رواج ہوا

حالانکہ کوئی زمانہ ایسا نہیں ملتا جس میں شیعوں کا وجود نہو پھر فرماتے ہیں۔

ہاں اس شخص نے شیعوں پر یہ الزام بھی قائم کیا ہے کہ اکثر شیعہ اپنی تاریخ و اخبار سے بیخبر و غافل ہیں مگر یہ ایسا غلط الزام ہے جس میں سچائی کی مطلقا بو باس نہیں البتہ یہ ضرور ہے عوام کتب و تواریخ و اخبار سے کم واقف ہوا کرتے ہیں کیونکہ یہ فریضہ خواص اور علماء کرام ہے کہ عوام کا علماء اور خواص کو ناواقف بتانا خود اس شخص کے جہالت کو ظاہر کر رہا ہے جیسا کہ جہل و تجاہل اسکے اسلاف کا خاصہ ہے علاوہ بریں سب سے زیادہ تعجب تو اسپر ہے کہ اس ناصب کو باوجود دعوائے تاریخ دانی بلکہ ہمہ دانی خود معتبر و موثق کتب تواریخ و قصص مثل تاریخ طبری واقدی تاریخ ابن احمد اعثم کوفی وفیات الاعیان ابن خلکان تاریخ یافعی قصص الانبیا معارج النبوۃ مدارج النبوۃ روضۃ الاحباب روضۃ الصفا حبیب السیر خلاصۃ الاخبار منتخب التواریخ بداونی (اور کتب معتبرہ رجال سے مثل استیعاب تہذیب الکمال وغیرہ وغیرہ پر اطلاع نہیں جیسا کہ خود اسی ناصب کے تحریر سے معلوم ہوتا ہے جسکو میں آئندہ برمحل ذکر کرونگا)

اس شخص کی حالت کسقدر مضحکہ خیز ہے کہ خود باوجود اس جہالت کے اہل حق کو کتب تواریخ سے ناواقف و جاہل ہونیکا اتہام لگا رہا ہے کیا خوب کسی شاعر نے کہا ہے ؎ معیوب ہمہ عیب کساں می بینند از کوزہ ہماں چیز تراود کہ درو است۔

حق تو یہ ہے کہ مکر و فریب کی چال چلنا اور خواہ مخواہ کیلیے جھوٹی سچی باتیں بنانا ان نواصب کا خاصہ ہے خصوصا جبکہ شیعیان امیر المومنین سے یہ لوگ کسی معاملہ میں پچھتے ہیں تو اپنے پیر و مرشد معاویہ عاویہ کے روح سے مکاری و غداری اور روباہ بازی میں مدد لینا شروع کرتے ہیں اور مغالطہ و مشاغبہ میں سنت معاویہ کو خوب زور سے پکڑ لیتے ہیں بخلاف اسکے فرقہ حقہ اثنا عشریہ ہمیشہ بمقتضاء الحق یعلو ولا یعلی استدلال و احتجاج کیساتھ مخالفین و ناصبین پر غالب و حاوی رہے ہیں بلکہ اکثر تو عوام شیعہ نواصب کے خواص فضلا کو استدلال کے تنگ و تاریک گھاٹیوں میں اسطرح مقید کرتے ہیں کہ جس سے اونکا چھٹکارا محال ہو جاتا ہے چنانچہ ایک بڑھیا عورت اور علامہ ابن جوزی کی حکایت مشہور و زبان زد خلائق ہے فمن شاء فلیرجع الیہ فی محلہ

اس شخص نے ہمارے بعض اصول پر بھی اعتراض کیا ہے جو محض افترا و بہتان ہے جسکا بطلان عنقریب

اسی رسالہ سے ظاہر ہوگا اور اصول سے انکار تو ان نواصب کا خاصہ بھی ہی پھر بھلا اس کو ابوالآبائے علم و فضل (یعنی امیرالمومنینؑ) سے کیا نسبت ہے؟۔

رہی وہ الزامات جو شیعوں پر اونہیں کی کتب سی قائم کئے گئی ہیں اگرچہ یہ طریقہ کہ خصم پر اونہیں کی کتب مسلمہ سے استدلال کریں ایجاد کردہ شیعیان امیرالمومنین ہی جسکو ان نواصب نے بھی اخذ کر لیا ہی چنانچہ شاعر کہتا ہی

؎ خواہی کہ شود خصم تو عاجز ز سخن + می بند بکار قول پیران کہن + خصم از سخن تو چوں نہ گردد ملزم + او را بسخنہائے خودش ملزم کن۔ لیکن پھر بھی وہ تمام الزامات شاہ صاحب کے جہالت و کم استعدادی سی پیدا ہوئے ہیں والا ایسا نہیں ہی یہ شخص نہ تو عبارتوں کو سمجھ سکا ہی اور نہ معانی کو اوسکے صحیح مفہوم میں ادا کیا ہی بلکہ تمامتر کذب و افترا سی کام لیا ہی چنانچہ اسکی قلعی بھی بہت جلد کھولی جاتی ہے انشاء اللہ۔

اگر آپ ان تمام امور سے درگذر کرکے دیکھیے تو ان نواصب کے مکر و فریب میں ایک مزید لطف یہ پائیگا کہ یہ لوگ جس مقام پر گریز کا کوئی موقع نہیں پاتے ہیں یا خود اپنی ہی کتب معتبرہ سی محجوج و ملزم ہوتے ہیں تو انتہاء تعصب و عناد کیوجہ سے خود اپنے ہی کتب معتبرہ کو پایہ اعتبار سی گرا دیتے ہیں چنانچہ تفسیر ثعلبی تفاسیر اثنی عشر مسند فردوس دیلمی مناقب خوارزمی مناقب ابن مغازلی شافعی وغیرہ بہت سی کتابوں کو حد اعتبار سے گرا دیا ہی اور اونکے مصنفین پر یہ الزام لگایا ہی کہ روایت کرنے میں انھوں نے مسامحہ و مساہلہ کیا ہی حتی کہ فضل ابن روزبہان جیسے علامہ نے تاریخ طبری جیسی کتاب سی انکار کر دیا ہی اور انکار ہی نہیں بلکہ اوسکے مصنف کو تشیع کیساتھ بھی متہم کر دیا ہی علی ہذا کثرت سی احادیث صحیحہ کو موضوعہ کہکر ٹالدیا ہی اور اس معاملہ میں اس قدر مبالغہ اور اتنا کھینچ تان کیا ہے جسکی کوئی حد نہیں ہی فاعتبروا یا اولی الابصار

مترجم کہتا ہے کہ اکثر مقامات پر خود قرآن مجید کو جو تمامی اہل اسلام میں مروج ہی مملو از تحریف قرار دیکر اون آیات سے استدلال کیا ہی جسکو روایت شاذ کہتے ہیں اور صحیح بخاری سے بھی دست برداری کیا چنانچہ بحث متعہ میں صحیح مسلم کو صحیح ترین کتب اہلسنت قرار دیا اور اور صحیح بخاری و صحیح مسلم دونوں کو اس موقع پر غلط قرار دیا کہ جناب امیر نے پہلے ہی روز بیعت ابوبکر کی کی حالانکہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں چھ مہینہ بعد وفات جناب سیدہ مرقوم ہی مگر شیخ عبدالحق نے

ما ثبت بالسنہ میں لکھا کہ حضرت نے اوسی روز بیعت کیا یہی روایت اہلسنت کی یہاں معتبر سمجھی گئی علامہ فرماتے ہیں۔

خاندان تیموریہ کے بعض اعاظم سلاطین نے اپنی بعض فوائد میں جسکو جناب سید مرتضی الحسینی رحمہ اللہ کیلئے اپنے اوستاد جو افاخم حکماء عصر سے تھی بطریق نقل لکھا ہی کہ کتب معتبرہ اخبار جس سے مراد تواریخ معتبرہ ہیں جس سے سب شبہات زائل ہو جاتے ہیں اگر کوئی شخص اوسکی طرف توجہ کرکے اہل زمانہ کے روش اور اوس عہد کے وقائع کو بنظر تعمق دیکھے تو یقیناً وہ شخص امر حق کو کھلے آنکھوں سے روز روشن کیطرح دیکھ لے سکتا ہی اور سمجھ جا سکتا ہے کہ اس ملمع سازی و مکاری سے اصالت کوسوں دور ہی اور جس معاملہ میں کہ اسطرح حسن پوشی کی گئی ہی اوسکے تہ میں کوئی دوسری ہی چیز ہی یہی وجہ ہی کہ جب علما نے اس معاملہ کو اچھی طرح سمجھ لیا تو کتب تواریخ کے اعتبار پر قلم نسخ پھیر کر تمام کتب تاریخیہ کو درجہ اعتبار سے گرا دیا ہے اور کتب مغازی کو باوجودیکہ اوسکے اکثر روایات مثل کتب احادیث مرفوع ہیں اور روات بھی مقبول مگر پھر بھی ان لوگوں نے اوسکے مولف و مصنف کی احوال میں قدح کرکے اور دوسرے دوسرے شبہات گڑھکر اوسکو نظر اعتبار سے گرا دیا ہی یہانتک کہ رفتہ رفتہ ایسی بہت سی کتابیں معدوم ہو گئیں اور جو باقی رہیں اون میں کچھ ایسے ایسے انوکھے تصرفات کر ڈالے ہیں جس سے وہ خواہ مخواہ کیلئے بالکل غیر معتبر مشہور ہو کر رہ گئی ہی انتہی

حکایت مناسب مقام ملا عبدالقادر بداونی کہ علمای اہلسنت سی ہی اپنی کتاب منتخب التواریخ میں لکھتے ہیں جو مشہور بتاریخ بداونی ہے احوال ملا عبداللہ سلطان پوری میں لکھتے ہیں کہ وہ قوم انصار سے تھی اور آبا و اجداد اونکے سلطان پور میں مقیم تھے محول علماء زمان سے تھی اور یگانہ روزگار خصوصاً عربیت و اصول فقہ و تاریخ میں و سائر نقلیات میں ممتاز تھے نسمت الانبیا کا شمائل النبی اونکی یادگار ہی ہمایوں بادشاہ سے مخدوم الملکی اور شیخ الاسلام کا خطاب ملا تھا نہایت سخت متعصب سنی تھے ایک روز میں اونکے خدمت میں گیا دیکھا کہ روضۃ الاحباب دفتر ثالث اونکے سامنے کھلا ہوا ہی اور کہہ رہے ہیں کہ دیکھو مقتدایان ولایت نے دین میں کیا کیا خرابیاں کی ہیں اور اس شعر کو دکھایا ؎

ہمیں بس بود کہ حق نمائی او + کہ کردند شک در خدائی او۔ اس شعر کو دکھاتے اور کہتے کہ دیکھو رافضیت سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں حلول کے درجہ پر پہونچا دیا ہی ارادہ ہی کہ اس کتاب کو شیعوں کے سامنے جلائیں

مصنف کتاب کہتے ہیں کہ اگرچہ میں تازہ وارد تھا اور ملاقات بھی پہلی تھی بکمال جرأت دو لیری کہا
کہ شعر تمہارا ہو اوس شعر کا جو امام شافعی کیطرف منسوب ہے لوان الفتی حجر تضی ابد اعلمہ + نفضا الناس
طرا سجد الہ کفی فی فضل مولانا علی + وقوع الشک فیہ انما اللہ ملا عبد اللہ سلطان پوری نے کہا
شعر تمنے کہاں سے پڑھا میں نے کہا قاضی میر حسین میبذی نے شرح دیوان جناب امیر میں اسکو لکھا ہے
ملا عبد اللہ نے کہا وہ بھی متہم بر فضل تھا میں نے کہا یہ بحث دوسری ہے شیخ ابو الفضل وجاجی سلطان جو
ہمارے ساتھ گئے تھے وہ بار بار اشارہ کرتے تھے کہ چپ رہو بعد میں کہنے کہا کہ میں سنا ہے کہ دفترات ردنشتہ
الاحبیب میر جمال الدین محدث کی تصنیف نہیں ہے بلکہ اونکے بیٹے میر کشاہ کی تصنیف ہے اسی وجہ سے
اسکی عبارت سابق دو دفتر سے نہیں ملتی وہاں محدثانہ رنگ ہے یہاں شاعرانہ جواب دیا کہ نادان ہیں
دفتر دوم میں بھی ایسی عبارتیں لکھی ہیں جو اونکے بدعت وضلالت اعتقاد پر دلالت کرتی ہے میں نے کہا اوپر
حواشی بھی لکھے ہیں منجملہ اوسکے یہ مضمون ہے کہ جب جب سے پہلے طلحہ نے جناب امیر کی بیعت کی تو آپنے کہا
ید مثلا و بیعتہ مثلا کہ دست مثل نے بیعت مثل کی (یہ بیعت کب پوری ہو سکتی ہے) ا
بھلا جس ہاتھ سے حفاظت رسول اللہ میں بروز احد گیارہ زخم کھائے ہوں اوسکے بیعت پر جناب امیر کیونکر
یہ فرما سکتے ہیں اور شگون بد اوس سے سکتے ہیں یہ بحال عادی واعتقادی ہے میں نے کہا ممکن ہے کہ تفاوت
اور شگون میں فرق ہو شیخ ابو الفضل ہمارا ہاتھ زور سے دبا رہے تھے اور اس تقریر سے مانع تھے
آخر ملا صاحب نے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے تو لوگوں نے ہماری تعریف بیان کی اور وہ صحبت بخیر
گذری بوقت معاودت ہمارے دوستوں نے کہا کہ آج بڑی خیریت گذری وہ تمھارا معترض نہ اور نہ کوئی
تمکو بچا سکتا تھا انتہے

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ ملا عبد القادر بدایونی نے بالکل اقرار کیا کہ دفترات ردنشتہ الاحباب
مصنفہ میر جمال الدین محدث ہے اور آخری فقرہ کہ تصنیف میر کشاہ بطور مباشاہ واقع ہوا ہے
رہا یہ امر کہ قاضی میر حسین میبذی شارح دیوان جناب امیر کو اوسنے متہم بر نقص کیا تو اس کا
بطلان اسی سے ظاہر ہے کہ بعض کتابوں میں دیکھا ہے امیر کمال الدین قاضی حسین حسینی میبذی کو شاہ اسمٰعیل
سنہ ۹۱۰ میں قتل کرایا حالانکہ شاہ اسمٰعیل مروج مذہب شیعہ گذرے ہیں کب ممکن تھا کہ اگر وہ شیعہ
ہوتے تو بادشاہ اونکو قتل کراتا اس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ سید جمال الدین محدث مصنف کتاب

روضۃ الاحباب کو وہ بدعتی اور فاسد العقیدہ قرار دیتے ہیں حالانکہ جمہور علماء اہلسنت سنی ہیں اور اگر
اس قسم کے روایتوں کے نقل سے کوئی بدعتی ہو جائے تو پھر کون شخص اس سے بچ سکتا ہے کیونکہ کوئی عالم
کوئی محدث اس قسم کی روایتوں سے خالی نہیں ہے۔

رہا شاہ صاحب کا یہ کہنا کہ تاریخ وحکایات جو اس میں لکھی ہیں وہ سب متفق علیہ نہیں ہے تو بطور
کلیت یا اکثریت یہ دعوی غلط ہے جیسا کہ آئندہ ظاہر کیا جائیگا۔

مترجم کہتا ہے کہ شاہ صاحب نے بیان دیباچہ میں اسقدر غلط گوئی اور لغو بیانی سے کام لیا ہے کہ
اگر ہر ہر جملہ کا جواب دیا جائے تو ایک جلد اس میں مرتب ہو مگر چونکہ بنا بر اختصار ہے اسلئے علامہ صاحب
نے یہاں اسی مختصر جواب پر اکتفا کیا کہ طول نہ ہونے پائے۔

تحفہ اب اس مقالہ کے دیکھنے سننے والوں سے التماس ہے کہ اسکی ربط لیکر کوشش ان باتوں کی نظر کریں
اول یہ کہ جو کچھ اس سلسلہ میں قسم مطاعن اہلبیت عظام اور صحابہ کرام بلکہ نقصوں ملائکہ وانبیا
علیہم السلام سے مذکور ہیں اور لاد مما آئے راقم احرف کو اوسنے بری الذمہ جانیں اور اونکے عیب سے
علیحدہ سمجھیں چنانچہ زبان اول امور شیعہ سے تبرا ہے اور بصد دل ایسی بے ادبیوں سے بیزاری کرتا
کیا کروں بنا بر کلام ایسے گروہ کی اصول پر ہے کہ بمجبوری اوسکو اختیار کرنا اور حد سے گذرنا سمجھتا ہے
اودھر جانا اور اوسکی رنگ میں رنگین ہونا پڑتا ہے۔

ردالتحفہ اہلبیت اطہار وانبیاء کرام وملائکہ عظام علیہم السلام کی بے ادبی سے اوسکا بری ہونا کچھ نہیں
جو کچھ بھی اس شخص نے اپنے اس قول سے اپنی آپ برأت ظاہر کی ہے وہ اوسکی دلی جذبات کی بالکل
مخالف ومنافی ہے جو عنقریب خود اوسکی تحریر سے ظاہر ہوا چاہتا ہے۔

اور جو کچھ اس شخص نے حضرت صاحب امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارہ میں بے ادبی کی ہے امیر المومنین
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں طعن وتشنیع کی ہے وہ اس شخص کی ناصبیت وخارجیت کو ظاہر کر رہا ہے
کیونکہ بجز اسکے کسی ایک معتبر عالم نے بھی مذہب اہلسنت سے اپنی کتاب کو ایسی بیہودہ تحریر سے ملوث نہیں کیا ہے
اور حضرات شیعہ اثنا عشریہ رضوان اللہ علیہم تو اسکے قائل ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ یہ لوگ تو تمام
ائمہ وائمہ طاہرین علیہم السلام کی عصمت وطہارت کو قائل ہیں ابتدا عمر سے اخیر عمر تک جمیع اقسام معاصی
صغائر وکبائر سے معصوم جانتے ہیں کہ سکتا ہوں کہ اگر کوئی ناصبی مذکور اپنے نام اختیار کرکے اس

فرقہ حقہ (جو بصد دل وجان امیر المومنین پر فدا ہیں) کے حوالہ کر دیتے تو بیشک بموجب اوس حدیث کے جسکو طبرانی نے رسالتمآب صلعم سے روایت کیا ہے کہ آپنے فرمایا اللھم من امن بی وصدقنی فلیتول علی بن ابیطالب فان ولایتہ ولایتی وولایتی ولایۃ اللہ خداوندا جو شخص مجھپر ایمان لاوے اور میری تصدیق کرے چاہیئے کہ وہ ولایت علی بن ابیطالب کو قبول کرے کیونکہ علی کی ولایت بعینہ میری ولایت ہے اور میری ولایت بعینہ خدا کی ولایت ہے یہ شخص اگر ولایت جناب امیر کو قبول کرتا تو ولی اللہ ہوتا مگر اس شخص نے تو قائد سخط الٰہی کی تبعیت کی اور جرگہ حزب اللہ سے خارج ہو کر دشمنان خدا میں داخل ہوا کیونکہ طبرانی نے معجم کبیر میں ابن عمر سے روایت کیا ہے قال قال رسول اللہ صلعم من فارق علیا فقد فارقنی ومن فارقنی فقد فارق اللہ جسنے علی سے علیحدگی اختیار کی وہ مجھسے جدا ہو گیا اور جو مجھسے جدا ہوا وہ درگاہ احدیت سے مردود قرار پایا پھر یہ کیونکر دعوی محبت کر سکتا ہے ومن یضلل اللہ فما لہ من ھاد

تحفہ دوم یہ کہ جہاں کلام کو مطلق مقید کر کے موافق مذہب شیعہ کے بیان کیا ہے اور جہاں اہلسنت کے مذاق سے مقید کر کے انکی قدم پر قدم رکھا ہے اوس میں یہ گمان نکریں کہ کلام مطلق کی میرے مذہب پر ہے حاشا وکلا

رد التحفہ اس شخص نے لفظ شیعہ کو (علی الاطلاق) استعمال کر کے عجب طرح کی غلط فہمی پیدا کی ہے کیونکہ اولا اس شخص نے بیان مذاہب میں اکثر اقوال باطلہ زیدیہ واسماعیلیہ اور غلاۃ وغیرہ کو ذکر کیا ہے اور بغیر فرق وامتیاز مذاہب مختلفہ تمام باتونکو شیعوں کی طرف منسوب کر دیا ہے جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ تمام اقوال مذہب شیعہ اثنا عشریہ کے ہیں (لان المطلق ینصرف الی فرد کامل) کیونکہ ادھر کے ممالک اور اس زمانہ کی شہرت کی بنا پر شیعہ کہنے سے سوا فرقہ حقہ امامیہ اثنا عشریہ کوئی دوسرا سمجھا ہی نہیں جاتا جس سے یہ دھوکا دینا مقصود ہے کہ عوام سمجھیں ان تمام اقوال باطلہ کے قائل بھی فرقہ حقہ اثنا عشریہ ہے حالانکہ بالکل ایسا نہیں ہے اور اسطرح کا مکر وفریب محض اس غرض سے کیا گیا ہے کہ لوگوں کی طبیعتیں ایسی ایسی بیہودہ باتونکو سنکر فرقہ حقہ سے متنفر وبرگشتہ ہو جائیں۔

ثانیاً مزید لطف یہ ہے کہ اس شخص نے اکثر اقوال مذہب حقہ کے خود اختلال پیدا کیا ہے اور مکر وخدع کیساتھ معنی ومفہوم میں تصرف اور پھر اوسکو کتاب خدا وسنت رسول کے مخالف بیان کیا ہے حالانکہ حقیقت میں اس شخص نے اہل حق کے حجج وبراہین کے مقابلہ میں مغالطہ ومکابرہ سے

کام لیا ہے اور معاویہ کی سچی شاگردی کو ثابت کیا ہے کہ جسطرح موالیان امیر المومنین کیساتھ مکر ودغل کیا کرتا تھا (چنانچہ جنگ صفین کا معرکہ شاہد ہے کہ جب اسنے اپنے آپکو موالیان امیر المومنین سے کسیطرح بھی عہدہ برآ نہ پایا تو مکر وفریب شروع کیا اور صرف دھوکے کی نیت سے قرآن صامت کو قرآن ناطق کے سامنے علم بنا کر پیش کیا اور اس دھوکا بازی سے من مانی مراد پائی اور اسلامی دنیا پر قبضہ بیٹھا اوسیطرح یہ پس خوردہ معاویہ شیعیان امیر المومنین کیساتھ مکر وجہل سے پیش آ رہا ہے۔

تحفہ سوم یہ کہ اس رسالہ کو وہ مطالعہ کرے کہ شیعہ اور اہلسنت دونوں کے مذہب سے فروعاً واصولاً واقف اور آشنا ہو اور دونوں کو جانتا پہچانتا ہو اگر دوسرے مذہب کو کما ینبغی نہیں جانتا قابل مطالعہ اس رسالہ کے نہیں ہے ہاں اگر شیعہ مذہب پر اوسکو پوری طور سے عبور میسر ہے اور اہلسنت کے مذہب سے چنداں آشنا نہیں ایسا شخص بھی اس سے نفع اوٹھائیگا اور برعکس اسکے کہ مذہب شیعہ کو خوب نہیں جانتا اور اہلسنت کے مذہب کو پورا جانتا ہے وہ بھی اسکے فائدے سے بہرہ ور رہیگا کسواسطے کہ بنا اصل کلام کی اس رسالے میں خاص اصول شیعہ اور اونکی روایتوں پر ہے۔

رد التحفہ آخر کار اس قول میں بفحوائے الکذوب قد یصدق (جھوٹے کے زبان پر کبھی کبھی سچی بات آ ہی جاتی ہے) کلام حق زبان سے نکل ہی آیا بیشک یہ بالکل سچ ہے کہ جو شخص کہ مذہب شیعہ واہلسنت سے اچھی طرح واقف ہوگا اور دونوں مذہبونکی کتابونکو نہایت غور وخوض سے مطالعہ کر چکا ہوگا یا جسنے کچھ محض کتب مذہب شیعہ کو تحقیق وتدقیق کیساتھ پڑھا ہوگا (اگرچہ مذہب اہلسنت سے کافی طور پر واقف نہوا ہو) جب وہ اس رسالہ تحفہ اثنا عشریہ میں غور کر کے مطالعہ کریگا تو وہ یقینی طور پر شاہ صاحب کے تدلیس وتلبیس اور خلط وتخلیط پر مطلع ہو جائیگا اور اسکی افترا وبہتان کرنے اور مغالطہ دیکر غلط فہمی پیدا کرنے سے کما حقہ واقف ہو کر ہنس پڑیگا۔

ہاں یہ بھی ظاہر ہے کہ جس شخص نے صرف مذہب اہلسنت کے کتابونکو مطالعہ کیا ہوگا اور کتب شیعہ سے بالکل ناواقف ہوگا اوسکو یہ رسالہ تحفہ اثنا عشریہ یقیناً کچھ فائدہ نہ پہونچائیگا بلکہ اس وجہ سے کہ حقیقت امر سے واقف نہیں ہے اپنے مذہب کو غنیمت اور بہتر پائیگا اور مذہب حق کو ضعیف وسخیف جو باعث ضلالت وگمراہی قرار پائیگا لہذا اسکا مطالعہ اوسی شخص کو فائدہ پہونچا سکتا ہے جو دونوں مذہبوں سے واقف ہو اور کتب شیعہ کو بغور وتامل مطالعہ کر چکا ہو

تحفہ چہاردہ یہ کہ اس رسالے میں جو کچھ شیعوں کی معتبر کتابوں سے منقول ہے اوس میں ذرا گنجائش افترا و بہتان کی نہیں ہے اسلیئے کہ وہ کتابیں انکی مشہور و معتبر کتابوں سے ہیں دیکھنے والے کو چاہیئے کہ بیدماغی نکرے نقل و اصل کو مطابق کرے اور اس سے نہ ڈرے کہ اگر صحت نقل کی ظاہر ہو تو نقل اوسکی لازم ہو جائے

ردالتحفہ اگر امور خارجیہ سے قطع نظر کرکے دیکھا جائے تو خبر حد فی ذاتہ سچ و جھوٹ دونوں ہونیکا احتمال رکھتی ہے بالخصوص اوس شخص کی بیان کردہ خبر جو کذب و افترا وغیرہ کیساتھ متہم ہو کیونکہ اس صورت میں اوس خبر کے جھوٹی خبر ہونیکا احتمال قوی ہو جائیگا لہذا اس شہر کا یہ کہنا کہ ہمارے اس تحریر میں افترا و بہتان کے احتمال پیدا کرنیکی گنجائش نہیں ہے محض دعوائے بیدلیل ہے اور اب میں بیخوف و خطر بمقتضائے آیہ کریمہ ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا اگر شخص فاسق تمھارے پاس آکر کوئی خبر بیان کرے تو تم لوگ اوس خبر کو اچھی طرح پرکھ لو حقیقت امر کو پرکھکر قبول کرنیکے لئے اصل امر کیطرف رجوع کرتا ہوں اور اون تمام عبارات اور روایات نقل کردہ میں غور و تامل کرکے اس ناصبی کے غلط فہمیوں کو دکھلاتا ہوں انشاء اللہ المستعان

تحفہ پنجم یہ کہ تاویل کا گمان نکرے اور یہ نہ کہے کہ ہر چند یہ سب شیعہ کی معتبر کتابوں میں موجود ہے لیکن شائد اس میں کوئی تاویل ہو کہ ہمارا ذہن اوسکو نہیں پہونچتا اسواسطے کہ مناظرہ کیوقت ایسے احتمال سے عجز و بیچارگی جانی جاتی ہے اور جہل و نادانی کا گواہ ہو جاتا ہے اور باب گفت و شنید کو بند کر دیتا ہے اور تیمنا و تبرکا اس رسالے کو موافق شمار بارہ اماموں کے بارہ باب پر مرتب کیا گیا باب اول اس باب میں کیفیت نئی نئی پیدا ہونے مذہب تشیع کی ہے اور شاخ شاخ ہونا اوسکا مختلف فرقوں کی طرف باب دوم مکائد شیعہ میں اور جو راہیں کہ انکی بہکانے اور فریب دینے کی ہیں باب سوم میں ذکر انکے اگلے لوگوں اور کتابوں اور عالموں کا ہے باب چہارم میں انکے اخبار و روایات کا ذکر ہے باب پنجم میں الہیات کا بیان ہے باب ششم نبوات میں باب ہفتم امامت میں باب ہشتم معاد میں باب نہم مسائل فقہیہ کے ذکر میں باب دہم مطاعن خلفاء ثلثہ یعنی ابوبکر و عمر و عثمان و ام المومنین یعنی عائشہ و دیگر صحابہ میں باب یازدہم مشتمل بر خواص مذہب شیعہ اس میں تین فصلیں ہیں فصل اول انکے اوہام کے بیان میں فصل دوم تعصبات میں فصل سوم ہفوات میں باب دوازدہم بیان تولا و تبرا میں کہ دس مقدمہ پر مشتمل ہے

ان بارہ بابوں پر یہ کتاب تمام ہوئی ہے آگے مصنف کتاب رحمہ اللہ کے حق میں دعا فرماتے ہیں کہ حضرت باری عز شانہ و جل سلطانہ اپنے فضل سے اور اون بزرگوار و نکی ذات عالی کی برکت سے جنکا اس میں ذکر ہے اسکو مقبول کرے واللہ الہادی الی سبیل الرشاد الملہم للحق السداد

ردالتحفہ اس شخص نے اپنے اس تحکم (دعوی بیدلیل) میں انتہا درجہ کی حماقت ظاہر کیا ہے یہ شخص اتنا بھی نہیں سمجھ سکا ہے کہ اکثر اخبار و آثار فریقین کے کتابوں میں از قبیل متشابہات موجود ہیں جنکی تاویل میں اختلاف مذہب کیساتھ خداوند عالم کے حوالہ کر دینا متحتم ہو چکا ہے والا جھگڑا اور شک کنندہ اشخاص سے مومنین کا عاجز ہو جانا لازم آئیگا اسکا اجمالی بیان یہ ہے (اپنے مقام پر ثابت ہو چکا ہے) کہ احادیث میں بھی کثرت سے حدیثیں ایسی ہیں جو مثل آیات کلام اللہ ناسخ و منسوخ اور خاص و عام محکم و متشابہ ہیں محکم (۱) اصولیین کے اصطلاح میں اوس کلام کو کہتے ہیں جسکے معنی ہر وہ شخص جو لغت کو اچھی طرح جانتا ہو وہ واقف ہو (۲) یا نسخ نہ ہوا ہو یا کسی فرد خاص کیلئے مخصص نہو یا دونوں نہوں یعنی نہ نسخ ہو نہ تخصیص (۳) اوس کلام کا نظم مستقیم ہو اور تمام خلل اور خرابیوں سے محفوظ ہو جس سے مقصود کلام اچھی طرح ظاہر ہو سکے اور شامع و ناظر کو کسی قسم کا اشتباہ و شک باقی نہ رہے۔

اور متشابہ کو انہیں تینوں معنوں کے خلاف سمجھ لینا چاہیئے ہاں متشابہ کے معنی جو واضح نہیں ہوتے اوسکی وجہ یا تو الفاظ مشترکہ کا استعمال کرنا ہے یا کلام کو نہایت اجمال کیساتھ بیان کرنا ہے یا کلام میں اسطرح کے شبہات کو ذکر کیا ہو جس سے کلام کا مطلب ہی واضح نہو اور محکم ایک تاویل سے زیادہ کی متحمل نہیں ہے اہل اسلام کا دو قول ہے (۱) کلام متشابہ کے معنی و مراد کے بیان کرنے میں توقف (یعنی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ اسکا کیا مطلب و مقصود ہے) کرتے ہیں اور کہتے ہیں اسکا مطلب سوا خداوند عالم کے کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا (۲) بعض محض راسخون فی العلم کو واقف تاویل سمجھتے ہیں اور یہ اختلاف محض اسوجہ سے ہوا ہے کہ بعض لوگ آیہ کریمہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم میں الا اللہ تک ایک آیہ قرار دیتے ہیں اور والراسخون فی العلم کو ایک علیحدہ کلام قرار دیتے ہیں اور بعض والراسخون فی العلم کو مع الا اللہ پورا آیہ قرار دیتے ہیں چنانچہ اسی طرح سے سب کو ایک آیہ قرار دینا تفاسیر اور اصول فقہ کے کتابوں سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

بیضاوی نے کہا ہی من وقف علی اللہ فسر المتشابہ بما استاثرہ اللہ بعلمہ کمدۃ بقاء الدنیا وعلمت قیام الساعۃ وخواص الاعداد کعدد الزبانیۃ او بما دل القاطع علی ان ظاہرہ غیر مراد ولم یدل علی ما ہو المراد۔ یعنی جس شخص نے اللہ پر توقف کیا (یعنی اوس کو علیحدہ آیہ قرار دیا) ہی وہ متشابہات کی تفسیر کو یا تو علم خدا کیساتھ مخصوص کرتا ہی جیسے کہ بقاء دنیا اور قیام قیامت اور خواص اعداد اور زبانیہ کی شمار و اعداد کا علم سوا خدا کی کسی دوسری کو نہیں ہوتا اوسیطرح متشابہ آیتوں کا علم سوا خدا دوسرے کو نہیں ہوتا یا اوسکی تفسیر میں کہتا ہی کہ الفاظ ظاہری اس آیت کی جس مطلب پر دلالت کر رہے ہیں وہ غیر مراد ہیں اور پھر اسکے ساتھ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ واقعی مراد کیا ہی۔

اسی طرح اس مثالی کتب اثنا عشریہ کی احادیث متشابہا کیساتھ تمسک کرنیمیں اپنے ہم مذہب منافقوں کی چال اختیار کی ہی کہ الفاظ ظاہری کی معانی کو ذکر کیا ہی اور جہاں کہیں کچھ تاویل کی ہی وہاں محض لغو اور باطل معنوں کو بیان کیا ہی جس سے اس آیت کا مصداق بنا ہی فاما الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ (جن لوگوں کے دل میں تعصب و کجی پیدا ہو گئی ہی وہ ہمیشہ اوس کلام کو ڈھونڈھتے رہتے ہیں جو متشابہ ہیں تاکہ بعض کلام کی ظاہری معنوں کو ذکر کر کے فتنہ و فساد برپا کریں اور بعض کلام کی تاویل سے باطل و بیہودہ معنوں کو بیان کریں)

الحاصل تمام وہ حدیثیں جو اسطرح کی اصول و فروع کی بارہ میں حضرات اہلسنت کی کتابوں میں مذکور ہیں اگر صرف اونھیں کو اکٹھا جمع کر کے دیکھی جائے تو خاصی ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائیگی لیکن میں زیادہ نہیں چند حدیثیں جو اونکی اصول مذہب کی متعلق ہیں بطور نمونہ یہاں پیش کرتا ہوں اور باقی کو جب جب موقع آئیگا مناسب مقام کیساتھ میں ذکر کرونگا۔

(۱) صحیح بخاری میں وراد عن مغیرہ سے روایت کیگئی ہی واللہ اغیر منی عائشہ سے روایت ہی یا امۃ محمد ما احد اغیر من اللہ خدا سے زیادہ کوئی غیرت دار نہیں ہی ص ۱۶۲ جلد ۲ کتاب المغیرہ

(۲) اسی صحیح بخاری میں ابوہریرہ سے روایت ہی باب الدعاء والصلوۃ قال قال رسول اللہ صلعم ینزل ربنا تبارک وتعالی کل لیلۃ الی السماء الدنیا حین یبقی ثلث الاخر یقول من یدعونی

فاستجیب لہ من یستغفرنی فاغفر لہ کہ رسول اللہ نے بیان کیا خدا تعالی ہر رات میں آسمان آسمان دنیا کیطرح اوتر کر کھڑا رہتا ہی یہانتک کہ جب ایک تہائی رات رہجاتی ہی تو کہتا ہی جو شخص مجھسے دعا کریگا میں اوسکی دعا کو قبول کرونگا اور جو استغفار کریگا میں اوسکو بخشدونگا ص ۱۲۹ ج ۱

(۳) صحیح مسلم میں بھی حدیث اتنی سی زیادتی کیساتھ ہی ثم یبسط یدیہ ویقول من یقرض غیر عدوم ولا ظلوم حتی ینفجر الفجر ص ۲۵۸ جلد اول

(۴) مشکوۃ میں بھی یہ روایت موجود ہی ص ۷۸ جلد ۲ مطبوعہ لاہور مترجمہ مولوی وحید الزمان صاحب

(۵) مشکوۃ المصباح میں حضرت عائشہ سے روایت کی گئی ہی قالت فقدت رسول اللہ صلعم لیلۃ فاذا ہو بالبقیع فقال انت تخافین ان یحیف اللہ علیک ورسولہ قلت یا رسول اللہ انی ظننت انک اتیت بعض نسائک فقال ان اللہ ینزل لیلۃ النصف من شعبان الی السماء الدنیا فیغفر لاکثر من عدد شعر غنم وکلب ص ۹۲ ج دوم

کہ ایک شب ہمنے رسول اللہ کو اپنے بستر پر نہ پایا دیکھا تو آپ جنت البقیع میں ہیں حضرت نے فرمایا تو گمان کرتی ہی کہ خدا و رسول تجھپر حیف و ظلم کرتے ہیں عائشہ نے کہا کہ ہمکو گمان ہوا آپ اپنی کسی زوجہ کی یہاں تشریف لیگئی ہیں حضرت نے فرمایا خداوند عالم شب نصف شعبان کو آسمان دنیا کیطرف نزول کرتا اور عدد شعر غنم و کلب سے زیادہ لوگوں کو بخشتا ہی۔

(۶) اسی کتاب مذکور میں ابوموسی اشعری سے نقل کیا گیا ہی اور اونھوں نے رسول اللہ سے روایت کیا ہی قال ان اللہ تعالی لیطلع فی لیلۃ النصف من شعبان فیغفر لجمیع خلقہ الا المشرک او مشاحن رواہ ابن ماجہ ورواہ احمد عن عبد اللہ بن عمرو العاص وفی روایۃ الا اثنین مشاحن او قاتل نفس ص ۹۴ جلد ۲

(۷) اہلسنت کے صحاح میں یہ بھی نقل کیا گیا ہی یضع الجبار قدمہ فی النار فیقول قط قط بعزتک وکرمک کہ جب خداوند عالم آتش جہنم میں اپنا پیر ڈالدیگا تو جہنم کہیگا بس بس قسم ہی تیرے عزت و کرم کی اسی قدر کافی ہی۔

(۸) دوسری روایتوں میں یہ بھی دیکھا گیا ہی یقال لجہنم ہل امتلات من مزید حتی یضع رب العزۃ فیہا قیامۃ فیقول قط قط کہ خدا جہنم سے جب دریافت کریگا کہ تیرا پیٹ بھرا یا

وقت میں یہ حیلہ پیدا کیا اور مکر بنایا کہ ایک جماعت کثیر ان میں سے کلمہ اسلام گویا ہی
اور اس حیلے سے کہ وہ مسلمانوں میں داخل کیا اور دل ہی دل سے اس بات کی ہوس کہ چراغ
اسلام کا بجھا دیں اور مسلمانوں میں کینہ و فساد ڈالدیں چنانچہ اسکے حیلے اور تدبیریں
ڈھونڈھتے رہے اتفاقاً تقدیر الٰہی سے جب وہ زمانہ انقضائی خلافت کا کہ وہ کلام آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم تیس برس تھے نزدیک پہونچا تو مصر یونسی ایک جماعت خلیفہ سوم
حضرت عثمان سے باغی ہوگئی اور اوپر قصد کیا سب سے پہلے اور سب سے زیادہ جماعت اس آگ کو
بھڑکانے میں سرگرم ہوئی اور فرصت و موقع سمجھ کے اطراف و جوانب خصوص کوفہ اور عراق سے
مدینہ منورہ کو پہونچے اور وہ باتیں فساد انگیز کہ برسوں سے تیار کر رکھیں تھیں اور بخوف صولت
اسلام زبان پر نہیں لاسکتے تھے بر ملا کرنا شروع کیں یہاں تک شہادت حضرت عثمان اور خلافت
امیر نے صورت پکڑی ان لوگوں نے ایک مخصوص اور محبوب جناب امیر میں ظاہر کیا اور شیعہ علی
اپنا لقب ٹھہرایا اور اس گھس بیٹھ سے نہایت خوشوقت اور خوشدل ہوئے چاہا کہ خبث دلی
کو بے دغدغہ ظاہر کریں اور یہ فساد جو شہادت حضرت عثمان میں ہوا تھا کہ قریب مٹنے کے ہو رہا ہے
مٹنے نہ پائے اسکو خوب ملنبا جوڑا کر دیں سب سے بڑھکے اور سب کا دادا پیر اس گروہ میں عبداللہ
ابن سبا یہودی یمنی صنعانی تھا کہ کرداغوا میں بحالت یہودی کے مشہور اور دغا و دغل میں زبس
معروف تھا گرم و سرد فتنہ انگیزی کے چکھے ہوئے اور نشیب و فراز اس راہ کا کما ینبغی دیکھے ہوئے
غرض ان باتوں میں خوب چڑھا ہوا تھا اسنے مفسدوں کو ایک طور پر فریب دینا اور موافق کر
ہر ایک کی بکانا شروع کیا اول تو اظہار اپنے کمال محبت و اخلاص کا خاندان نبوت سے کیا اور
اونکو محبت اہلبیت اور استحکام اسلام کی تحریص کی اور واجب جاننا جانب داری خلیفہ برحق یعنی
جناب امیر کو اور رغبت کرنا انکے مخالفوں کی طرف بیان کیا کہ یہ بات خاص و عام اور گروہ
اسلام کو مقبول و مطبوع ہوئی سب اسکو اپنا ناصح اور خیرخواہ سمجھ کے معتقد ہوئے جب اسنے اس حال
میں لوگوں کو پھانس لیا تو پہلے یہ بات اونکے دلوں میں ڈالی کہ جناب امیر بعد آنحضرت سب سے
افضل ہیں اور آنحضرت سے قریبہ اور وصی اور بھائی اور داماد اونکے ہیں اور آیات قرآنی اور
حدیثیں جو جناب امیر کے فضائل و مناقب میں تھیں اونکو مع مختصر حالات اپنی طبیعت کے موافق

جب دیکھا کہ شاگرد اسکے فضیلت جناب امیر کی قائل ہوگئے اور یہ بات انکے دلوں میں خوب جمگئی تو ایک
گروہ جو اسی کے خاص بھائیوں اور حیدہ یاروں سے تھے دوسرا بھید یہ تعلیم کیا کہ جناب امیر وصی آنحضرت کے
ہیں اور آنحضرت نے صریح اونکو اپنا خلیفہ کیا اور خلافت انکی قرآن کی اس آیت شریف انما
ولیکم اللہ سے ثابت ہے لیکن صحابہ نے بسبب اپنے غلبے اور مکر کے وصیت آنحضرت کو
ضایع کیا اور اطاعت خدا و رسول کی نکی اور حق جناب امیر کا ملف کر ڈالا جملہ دنیا کی لالچ میں
آکے دین سے پھر گئے اور اوس جھگڑے کی جو حضرت خاتون جنت اور خلیفہ اول حضرت ابوبکر سے
بابت فدک کی ہوا تھا بیخبر بصلح و صفا ہوا تھا اوسکو اپنی اس قول میں سند لاوے ستاوز کیا بالجملہ اس
تعلیم کے ہر ایک کو بھید چھپانیکی بالمبالغہ وصیت کی کہ اگر تمکو کوئی اس قسم کی گفتگو اور بات
چیت آپڑے تو میرا نام لینا بلکہ عجز و انکسار اور بیزاری ظاہر کرنا اسواسطے کہ مجکو اس وصیت و تعلیم سے
محض بیان حق اور اظہار امر واقع منظور ہے نہ نام و نشان اور منصب جاہ پس بسبب اس
وسوسہ کے گفت و شنید ان باتوں کی اور طعن و دشنام خلفا کی حضرت امیر کے لشکر والوں میں جاری
ہوئی اور جھگڑے اور لڑائیاں ہونے لگیں یہاں تک کہ حضرت امیر نے برسر منبر یہ ملاحظہ فرمایا اور
اس گروہ سے تبرا اور بیزاری اپنی ظاہر کی بعض کو وعید اور ضرب حد یعنی سزا شرعی سے تہدید کی
ابن سبا جو دیکھا کہ یہ تیر بھی اوسکا نشانہ پر نہ لگا اور فتنہ و فساد مسلمانوں کے عقیدے میں پڑ گیا باہم
گفتگو کرتے ہیں اور در پے بے آبروئی ایک دوسرے کے ہوتے ہیں پھر ایک گروہ اخص الخصوص کو دعوت
چھانٹ کے خلوت خاص میں فہم لیکے دوسرا بھید کہ اس سے باریک تر اور نازک تر تھا بیان کیا کہ
جناب امیر میں کیسی چیزیں ظاہر ہوتی ہیں جو مقدور بشر کا نہیں ہے یعنی کرامتیں اور ہر قالب میں ہو جانی
غیب کی خبر دینا مردے جلانا حقائق الٰہیہ اور کونیہ بیان کرنا حاضر جواب اور عبارت و الفاظ میں
بلیغ و فصیح ہونا زہد و تقوی اور شجاعت بیحد اور وہ قوت کہ کسی نے آنکھ سے دیکھی نہ کان سے سنی
آیا یہ جانتے ہو کہ یہ سب چیزیں اون میں کہاں سے آئیں اور یہ کیا بھید ہے سنئے بیٹے ظاہر کے کمالات
کچھ نہیں جانتے تم جس راہ چلا کے گئے چلیں گے اسنے بہت سا شوق اونکو دلا کے اور بہت سی تاکید میں
بھید چھپانیکی کر کے ظاہر کیا کہ یہ سب خواص الوہیت کے ہیں جو لباس بشریت میں جلوہ گر ہوئے ہیں
چنانچہ خود ظاہر ہوگیا فاعلموا ان علیا ھو اللہ لا الہ الا ھو یعنی تمکو کیا ہوا کہ علی ہی اللہ ہے

علی خدا ہیں اور کوئی خدا نہیں سوا اونکے اور بعض باتیں جو جناب امیر سے وجد و حال میں جیسا کہا دیتا
واللہ کو ہوتا ہے سرزد ہوئی تھیں مثل انا سی لا یموت و انا باعث من فی القبور و انا قسیم
القیامۃ موید اپنے قول کی بنائیں اور گو اوانے زمانہ کی ٹھہرائیں معنی پہلے قول کے یہ ہیں اسرار خدا
ہوں کہ مجکو موت نہیں دوسرے میں ہیں اور ثانی الامر دونکا ہوں قبر دشمنے میسری کی میں ہی
قائم کرنیوالا قیامت کا ہوں پس رفتہ رفتہ بحکم کل یوم ہو فی شان کائنات خشاع کے یعنی
جو صید دو لب سے نکلا وہ پھیلا یہ قول قبیح اونکا فاش ہوکر جناب امیر تک پہونچا انہوں اوس گروہ کو
مع ابن سبا آگ میں جلا دینے سے دھمکایا ڈرایا اور توبہ کرائی اور وہ اوسی وقت تائب ہوئے بعض کو
بھیجدیا مدائن میں بھی یہ لوگ وہی باتیں قبیح اپنی ظاہر کرنے لگے امیر ابن سبا کو اوسی شہر میں
عراق و آذربیجان میں پھیلا دیا حضرت امیر بسبب کثرت اشتغال امور سلطنت کے جو باغیان شام کی
درپیش تھیں اور نیز بوجہ دیگر امور عظیم خلافت کے متوجہ حال ابن سبا اور اسکے تابعین کے
نہ ہوسکے یہانتک کہ مذہب اونکا رواج پاگیا اور پھیل گیا۔

ردالتحفہ اس میں جو کچھ اسنے لکھا ہے وہ چند وجہ سے قابل غور و نظر ہے۔

(۱) افسوس ابھی مناظرہ کی ابتدا بھی نہ ہوئی تھی کہ اس شخص نے خلاف عہدی شروع کی کیونکہ اس شخص نے
خود ہی ابتدا میں لکھا تھا کہ جو کچھ بھی شیعہ کی مناظرہ کے متعلق لکھا جائیگا وہا دنکی معتبر کتابوں سے
منقول ہوگا اس شرط کے بنا پر تو لازم تھا کہ یہ شخص اپنی شرط و معاہدہ کے خلاف نہ کرتا
مگر افسوس اسنے اپنی تمام شرطوں کو نظر انداز کردالا حضرت اس عظیم الشان بحث میں جو چند الزامات
ذکر کیے ہیں اون میں سے ایک بھی شیعہ کی کسی معتبر کتاب میں نہیں ہے بلکہ بالکل افتراء گری سے کام
کردی اور سراپا دعوی کتب امامیہ کے مطالعہ کرنیوالوں پر بالکل مخفی و مستتر نہیں ہے
چوں شرط وفا کردہ باز جور کنی باز ۔ ما از تو بریں نیز نہ شرط چنیں نیست بہرکیف یہ کتاب حضرات
اہلسنت کے اصول و فروع کے بیان کرنے میں تو لکھی نہیں گئی ہے کہ جو کچھ رطب و یابس پایا
لکھدیا کہ مریدوں اور معتقدوں کو سمعا و طاعۃ محض حسن ظن کے بنا پر تسلیم کرلینا ضروری ہے
بلکہ یہ کتاب تو شیعہ پر خاص الزامات قائم کرنیکے لیے لکھی گئی ہے لہذا لازم تھا کہ یہ شخص الزام
شیعہ کے متعلق جو کچھ بھی لکھتا اور سکو معتبر کتب شیعہ سے نقل کیے ہوتا چہ جائیکہ ایک طرفہ ایسا بعض

علاوہ بریں اس شخص نے اسی کتاب میں چند مقام پر دعوی کیا ہے کہ ہمارا سخن شیعہ کی
تمام فرقوں کی جانب ہے اس اعتبار سے بھی محض ایک فرقہ کی کتب معتبرہ سے کسی مطلب کا نقل کرنا
بالکل ناکافی و غیر مفید ہے بلکہ ضرورت تھی کہ جس جس فرقہ کے اصول و فروع سے تعرض کیا ہے اوسی
فرقہ کی کتب معتبرہ سے مطالب کو نقل کیے ہوتا تاکہ اوس فرقہ پر الزام منتہم ہوتا لیکن افسوس اس
شخص نے باوجود ادعائے اتمینی بالکل اسکا التزام کیا ہے اور نہ اپنے وعدہ کو یاد رکھا ہے لہذا
جو کچھ بھی اس کتاب کے مباحث عظیمہ میں اس شخص نے لکھا ہے خصوصاً پہلے باب میں جو مصداق
اساطیر الاولین ہے اوسکا کوئی اعتبار نہیں ہے اور فرقہائے شیعہ کو الزام دینیکی ہوس اوسکی وہمیہ
کی زور اور وسوسہ شیطانی کا اثر ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ اس شخص نے لکھا ہے کہ مذہب شیعہ جو صفویہ سے پیدا ہوا ہے نہ تمہارے رنگ و روپ پر تیار ہوا ہے
اور سلاطین صفویہ کے زمانہ میں اسکا طرح طرح سے رنگ بدلنا موقوف ہوا ہے یہ ایک ایسی بات ہے
جو محض تعصب و عناد کی وجہ سے گڑھی گئی ہے سچائی کی تو اس میں ہوا تک نہیں لگی ہے اسلیے کہ اگر
شیعہ سے مراد امامیہ اثنا عشریہ ہے تو اسکا رنگہائے مختلفہ کو اختیار کرنا اور سلاطین صفویہ کے
عہد سے اوسکا موقوف ہوجانا متقدمین و متاخرین کے کتابوں سے اچھی طرح معلوم ہوسکتا ہے
سلاطین صفویہ کے وجود سے بہت پیشتر اور پھر بعد والی تمام کتابیں اسوقت دنیا خصوصاً
ہندوستان میں موجود ہیں ہر شخص اونکے مطالعہ سے فیصلہ کرسکتا ہے کہ قبل و بعد سلاطین صفویہ
والی کتابوں میں کیا فرق ہے۔

سی ھا اگر شیعہ سے مراد غیر اثنا عشری ہیں تو اونکا تغیر و تبدل بھی عہد صفویہ سے تعلق نہیں
کیونکہ شاہان صفویہ سوا رشیعہ کے اور کسی فرقہ کے مروج نہیں ہوئے ہیں جس سے کہا جائے کہ
اونھوں نے مختلف مذاہب کیلیے کچھ قوانین گڑھے ہیں اور اوسی قانون کے روسے اوس
فرقہ نے انضباط و استحکام حاصل کیا ہو۔

(۳ و ۴) امر یہ ہے کہ اس شخص کا یہ دعوی کرنا کہ خاص مذہب شیعہ میں تغیر و تبدل ہوا ہے
اور دوسرے مذہبوں میں تغیر نہیں ہوا بالکل غلط ہے اسلیے کہ مذہب شیعہ سے کہیں زیادہ مذہب
اہلسنت کے اصول میں تغیر ہوا ہے اسطرح یہ کہنا بھی غلط ہے کہ تمام فتنہ و فساد اور شر بعینہ

تغیرات عبداللہ بن سبا کو جو سمجھتا رہا ہے اسلیئے کہ تمام فتنوں اور کل فسادوں اور شریعت کے جملہ تباہیوں کی بانی مبانی منافقین قریش اور وہ حضرات ہیں جو رسول اللہ کے ہمعصر اور ہم نوالہ و ہم پیالہ سمجھے جاتے تھے اور درحقیقت وہ منافق تھے جسپر عقل و نقل دونوں شاہد و عادل ہیں میں اسکی مجملاً توضیح بھی کیئے دیتا ہوں تاکہ ناظرین کو فیصلہ کا کافی موقع ملجائے۔

اصل بات یہ کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث برسالت ہوئے اور لوگونکو دین حق کے طرف دعوت دینا شروع کیا تو تمام کفار قریش آپ کے درپے آزار ہوگئے اور طرح طرح سے اذیت و ذلت پہونچانے کی کوشش شروع کی یہانتک کہ آپکے قتل کرنے اور شریعت اسلام کے مٹانے میں ان لوگوں نے کوئی دقیقہ اوٹھا نہ رکھا لیکن چونکہ فضل الٰہی حضرت کے شامل حال تھا کفار کی وہ تمام کوشش رائیگاں گئی اور اسلام نے مستحکم جڑ پکڑ لیا اور انواع و اقسام کے فتوحات حاصل ہونے لگے یہانتک کہ چند ہی روز میں مکہ معظمہ بھی فتح ہوگیا جس سے تمام کفار قریش اور دیگر مخالفین کو مجبوراً اور بعض کو مال و دولت دنیاویہ کے طمع سے اسلام قبول کرلینا پڑا چونکہ ان مسلمان نما کفار میں کچھ لوگ تو ایسے تھے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب کی قرابت رکھتے تھے اور کچھ لوگ ایسے تھے کہ ہر وقت ساتھ مصاحبت میں رہ کر رسوخ پیدا کرلیا تھا اکثر وہ لوگ جو ان لوگوں کے نفاق سے واقف نہ تھے جب انلوگوں کے قرابت و مصاحبت پر نظر کرتے تھے تو ان لوگوں کے اسلام سے دھوکا کھا جاتے تھے اور چونکہ ان لوگونکے دلوں میں اسلام و اہل اسلام کی عداوت و دشمنی راسخ ہوچکی تھی اسلیئے کبھی ان لوگوں کے دلی خیالات کی ترجمانی زیان نہ کرسکتی تھی اور نہ ان کا ظاہر باطن سے لگاؤ کھاتا تھا جس سے بفحوائے ما اضمر احد شیئا الا وقد ظہر فی فلتات لسانہ قلبی خباثت کا کبھی کبھی اظہار ہوجایا کرتا تھا چنانچہ ابوسفیان نے جو سردار بلکہ شہنشاہ ارباب نفاق تھا جنگ حنین میں جبکہ پہلی دفعہ لشکر اسلام نے شکست اوٹھائی ہے اپنے نفاق کو ظاہر کردیا ہے اور الآن بطل السحر کا زوردار نعرہ لگانا شروع کیا ہے اور پھر اس کے بعد بھی جبکہ اسلام کو فتح حاصل ہوئی اور کثرت سے غنیمت میں مال و دولت ملا تو وہی ابوسفیان اور اوسکے

اتباع اپنے دلی جذبات کو روک کر اور سچے مخلص دوست و جاں نثار بنکر دنیاوی مال و متاع کو جمع کرلے گئے ایسے بھی کثرت سے لوگ تھے جو اپنے دلی خیالات اور طبعی جذبات کو رسول اللہ سے چھپاتے تھے اور دوست بنکر دشمنوں سے غلط سلط امور کو ذکر کیا کرتے تھے یہانتک کہ رسول اللہ نے انتقال کیا اب ان لوگونکو اپنے دلی خیالات کو ظاہر کرنیکا کھلم کھلا موقع مل گیا جس سے اسلام کو جو نقصان پہونچا اور پہونچ رہا ہے وہ کسی پر پوشیدہ نہیں ہے حدیث شریف ہلاک امتی علی ید اغیلمۃ من قریش کہ ہماری امت کی ہلاکت قریش کے لونڈوں سے ہوگی اسی کی موید ہے اغیلمہ سے نوجوانان قریش کو مراد لینا اور اوسکو یزید وغیرہ پر حمل کرنا جیسا کہ علماء اہلسنت نے اوسکا ارتکاب کیا ہے بے وجہ ہے کیونکہ ممکن ہے اغیلمہ کا لفظ بغرض تحقیر اونکے شان کے لایا گیا ہو کہ چونکہ اونکے افعال ناپسندیدہ ہونگے اسلیئے اسطرح کہا گیا نہ اس لحاظ سے کہ وہ کمسن لونڈے ہونگے جیسا کہ حدیث سیجاء بدجال من امتی میں اصحابی کا لفظ بغرض تحقیر شان کے ہے اون صحابہ کے جو مصدر افعال قبیحہ ہونگے یا جسطرح کلام شاعر ہے

وکل اناس سوف یدخل بینہم دویہۃ تصفر منہا الانامل غرض چونکہ وہ اکابر قریش جو مصدر اضلال ہوئے اسلیئے صیغہ تصغیر اغیلمہ استعمال کیا گیا۔

علامہ عبدالکریم شہرستانی کہ اعاظم علماء اہلسنت سے ہیں اپنے کتاب ملل و نحل[1] میں لکھتے ہیں صفحہ ۱۶ مطبوعہ ولایت۔

المقدمۃ الثالثۃ فی بیان اول شبہۃ وقعت فی الخلیقۃ ومن مصدرہا فی الاول ومن مظہرہا فی الآخر اعلم ان اول شبہۃ وقعت فی الخلیقۃ شبہۃ ابلیس لعنہ اللہ ومصدرہا استبدادہ بالرای فی مقابلۃ النص واختیارہ الہوی فی معارضۃ الامر واستکبارہ بالمادۃ التی خلق منہا وہی النار علی مادۃ آدم علیہ السلام

تیسرا مقدمہ اس بیان میں کہ دنیا میں سب سے پہلے کون شبہہ پیدا ہوا اول کس سے پیدا ہوا اور آخر میں کس سے ظاہر ہوا تو سمجھ رکھو سب سے پہلا شبہہ جو خلق میں ظاہر ہوا وہ شبہہ ابلیس تھا جس نے نص کے مقابل اپنی رائے ظاہر کی (تو یہ قاعدہ سمجھ لینا چاہیے کہ جو شخص نص کے مقابلہ میں اپنے رائے سے کام کریگا وہ پیرو شیطان ہوگا) اور اپنے خواہش کی پیروی کی کیونکہ اوسکو یہ تکبر پیدا ہوا کہ ہم

[1] چونکہ اصل تنزیہ میں پوری عبارت نہ تھی اسلیئے بغرض افادہ عام پوری عبارت لکھی جاتی ہے ۱۲

وهي الطين وانشعبت من هذه الشبهة
سبع شبهات وسارت في الخليقة وسرت
في اذهان الناس حتى صارت مذاهب
بدعة وضلال وتلك الشبهات مسطورة
في شرح الاناجيل الاربعة الجيل لوقا
ومارقوس ويوحنا ومتى وهذه الكتب
التوريه متفرقة على شكل مناظرة بينه
وبين الملائكة بعد الامر بالسجود والامتناع
منه قال كما نقل عنه اني سلمتان الباري
تعالى الهي والله الخلق عالم قادر وكامل
عن قدرته ومشيته فانه بها اراد شيئا
قال لكن فيكون وهو حكيم الا انه يتوجه
علي بعض احكمته اسئلة قالت الملائكة ما هي
وكم هي قال لعنه الله سبع الاول منها
انه علم قبل خلقي اي شيئي يصدر عني وتحصيل
مني فلم خلقني اولا وما الحكمة في خلقتي اياي
والثاني اذ خلقتني على مقتضى ارادته
ومشيته فلم كلفتني بمعرفته وطاعته وما
الحكمة في التكليف بعد ان لا ينتفع بطاعة
ولا تضر بمعصيته والثالث اذ خلقتني وكلفتني
فالتزمت تكليفه بالمعرفة والطاعة فغرت
واطعت فلم كلفتني بطاعة آدم والسجود له
وما الحكمة في هذا التكليف على الخصوص

آگ سے پیدا ہوئے اور حضرت آدم خاک سے اور
آگ افضل ہے خاک سے۔

اس شبہہ سے سات شبہے پیدا ہوئے جو لوگوں کے دلوں میں
بس گئے اور اوس سے مذاہب بدعت وضلالت
پیدا ہوئے یہ کل بات شرح اناجیل اربعہ میں مذکور
ہیں یعنی شرح انجیل لوقا مارقوس یوحنا متی
میں اور خود توراۃ میں بھی متفرق طور پر مذکور ہیں
بصورت مناظرہ جو ملائکہ اور شیطان میں ہوا
اوسوقت کہ خدا نے سجدہ کا حکم دیا اور شیطان نے انکار کیا
خلاصہ اوس مناظرہ کا یہ ہے کہ شیطان نے کہا
ہمارا منہ ہیں کہ خداوند عالم ہمارا خدا اور تمام جہان کا
خالق ہے وہ عالم و قادر ہے اوسکے ارادہ و قدرت
سے سوال نہیں کیا جاسکتا کیونکہ جب چاہتا ہے تو
کن سے سارے عالم کو پیدا کرسکتا ہے مگر اوسکے حکمت
پر چند سوال ہوسکتے ہیں ملائکہ نے کہا وہ اعتراض کرکے
اور تعداد اوسکی کتنی ہے۔

شیطان نے کہا سات شبہہ ہیں ایک یہ کہ جب خدا
پہلے سے جانتا تھا کہ ہمیں کون کون سے افعال صادر
ہونگے تو پھر ہمکو کیوں پیدا کیا اوسکی غرض کیا تھی
دوسرے یہ کہ جب اوسنے ہمارا مادہ اور شیشت سے
ہمکو پیدا کیا تو پھر ہمکو اسکا کیوں حکم دیا کہ اوسکی معرفت
حاصل کریں اور اوسکی اطاعت بجالائیں حالانکہ
خدا کو نہ کسیکے طاعت سے نفع پہونچتا ہے نہ معصیت سے ضرر

بعد ان لا يزيد ذلك في معرفتي وطاعتي
والرابع اذ خلقتني وكلفتني على الاطلاق
وكلفتني بهذا التكليف على الخصوص فاخالم يجد
فلم لعنتني من الجنة وما الحكمة في ذلك
بعد ان لم ارتكب قبيحا الا قولي لا امين كما
لك والخامس اذ خلقتني وكلفتني مطلقا و
خصوصا فلم اطع فلعنتني وطردتني فلم طردتني
الى الارض حتى دخلت الجنة ثانيا واخرجتني
فاكل من الشجرة التي نهاني عنها واخرجه من الجنة
معي وما الحكمة في ذلك بعد ان لم يمض
دخول الجنة ما قدر لي ان يمضي ويقع خالدا
فيها والسادس اذ خلقتني وكلفتني عموما و
خصوصا ولعنتني ثم طردتني الى الجنة وكانت
المخصوصة بيني وبين ادم فلم سلطتني على ولدك
حتى اراهم من حيث لا يرونني وتوسوس في صدورهم
وسوستي وكاثيرني في حواسهم وقواهم حتى تهم
واعتقاداتهم وما الحكمة في ذلك بعد ان
ان توخذهم على الفضل تدرون من يحتالهم
عنها ويعصوا طاهرين سامعين مطيعين
كان احرى بهم واليق بالحكمة والسابع سلمت
هذا كله خلقتني وكلفتني مطلقا ومقيدا وادخلتم
الجنة لعنتني وطردتني واذا اردت دخول
الجنة سلكتني وطردتني واذ علمت عملي الخ

یہ کہ جب اوسنے ہمکو پیدا کیا اور حکم بھی دیا اور ہمنے
سب کو قبول بھی کیا تو پھر کیوں اوسکی تکلیف دی کہ
آدم کو سجدہ کریں اور اوسکی اطاعت کریں کیونکہ جب
ہمارے معرفت اور طاعت میں زیادتی نہیں ہوسکتی
تو پھر اس حکم خاص و تکلیف خاص میں کیا فائدہ
چوتھے یہ کہ جب اوسنے ہمکو پیدا کیا اور تکلیف عمومی کے
بعد تکلیف خصوصی بھی دیا کہ آدم کو سجدہ کریں تو
پھر اوسنے لعنت کیوں کی اور جنت سے کیوں نکالا
حالانکہ ہم سے بجز اسکے کوئی قصور نہیں کیا تھا کہ ہم نے
خدا کے اور سجدہ نہ کرینگے۔

پانچویں یہ کہ جب اوسنے ہمکو پیدا کیا اور تکلیف عام
وخاص بھی دیا اور ہمنے اوسکی اطاعت نہ کی لہذا اوسکو
لعنت بھی کی اور جنت سے نکال بھی دیا تو ہمکو پھر
آدم کیطرف جانیکی کیوں راہ دی کہ دوبارہ جنت میں
داخل ہوئے اور اوسکو وسوسہ دیا یہانتک کہ آدم نے
اوس درخت منہی عنہ سے کھالیا اور اوسکو بھی ہمارے ساتھ
جنت سے نکالا اوس میں کیا حکمت ہے حالانکہ اگر وہ
ہمکو داخل جنت نہ ہونے دیتا تو آدم ہمارے وسوسہ سے
محفوظ رہتے اور جنت سے نکلنا پڑتا ہے۔

چھٹیں یہ کہ ان سب کے بعد جب ہم میں اور آدم میں
خصومت قائم ہوگئی تو پھر ہمکو اوسکی اولاد پر کیوں
مسلط دیا کہ ہم اوسکو دیکھتے ہیں اور وہ نہیں دیکھتے ہم انکے
وسوسہ کو سنتے ہیں اور انکو قوت و طاقت سے ہمکو کوئی

ثم سلطنی علی بنی آدم فلما ذا استمہلتہ لاضلنی
فطلبت انظرنی الی یوم یبعثون قال انک من
المنظرین الی یوم الوقت المعلوم وما الحکمۃ
فی ذلک بعد ان لو اھلکنی فی الحال استراح
آدم والخلق منی وما بقی شر ما فی العالم الیس
بقاء العالم علی نظامہ لخیر خیرا من امتزاجہ
بالشر، قال وفہ وحجتی علی ما ادعیتہ فی کل
مسئلۃ قال شارح الانجیل قال ناجی اللہ
تعالی الی الملائکۃ علیہم السلام قالوا الہنا انک
فی تسلیک الاول الی الہلک والہ الخلق غیورا وانک
ولا تخلص احدا وصحت الی الہ العالمین
ما احتملت علی بلم نا فانا اللہ الذی لا الہ الا
انا لا اسئل عما افعل والخلق مسئولون ھذا لذ
ذکرتہ صن کور فی التوریۃ ومسطور فی الانجیل
علی الوجہ الذی ذکرتہ وکنت برھۃ من
الزمان انفکر واقول ان من المعلوم الذی
الاضراء فیہ ان کل شبہۃ وقعت لبنی آدم فانما
وقعت من اضلال الشیطان الرجیم ومساوسہ
نشأت من شبہاتہ واذا کانت الشبہات
محصورۃ فی سبع عادت کباد البدیع والضلالات
الی سبع ولا یجوز ان یعد وشبہاتہ فرق الزیغ
والکفر ھی ما شبہاتہ وان اختلفت العبارات
وتباینت الطرق فانہا بالنسبۃ الی الزاع الضلالات

تعصان نہیں پہنچا سکتا پھر اس میں کیا حکمت ہے کہ اگر اونکو فوراً
ہلاک کر ڈالتا تو وہ فرمانبرداری میں بسر کرنے کیلئے کار وحیلہ اکثر
نیکوکار ہوتا تو یہ زیادہ بہتر تھا، میں کہتا ہوں یہ کہ ان
کے بعد جب ہم طالب مہلت ہوئے تو کیا انظرنی الی یوم
یبعثون تو مہلت کیوں دی جو فرمایا انک من المنظرین
الی یوم الوقت المعلوم تو اس میں دانائی کیا حکمت ہے
اگر اوسی وقت وہ ہمکو ہلاک کر دیتا تو آدم کو اور تمام
خلق کو ہمارے فساد سے امن ملجاتا اور کسی طرح کا شر نہ رہتا
کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ بقاء عالم نظام خیر پر ہے اس کے
شر کے ساتھ ممزوج ہونے سے ہمارے طالب ہی ہر مسئلہ میں
جسکا دعوی کیا تھا شارح انجیل کہتے ہیں کہ جب
شیطان اپنی تقریر کر چکا تو خدا نے فرشتوں کو وحی کی کہ
شیطان کے جواب میں کہو۔ پہلے جو تو نے کہا کہ ہم آدم
تسلیم کرتے ہیں کہ وہ ہمارا خالق ہے اور تمام خلق کا خالق ہے
اس قول میں تو نہ صادق ہے نہ مخلص کیونکہ اگر سچے
دل سے ہمارا بندہ ہوتا تو ہمارے اغراض ہی
نہ کرتا کہ کیوں ایسا حکم دیا کیونکہ ہم وہ خلاق عالم ہیں
جس سے کسی قسم کا سوال نہیں ہو سکتا کہ کیوں ایسا کیا
تمام خلائق سے البتہ سوال ہوگا کہ کیوں کیا کیونکہ ہمکو
یہ سب باتیں توراۃ وانجیل میں مذکور ہیں مگر ہم ایک
زمانہ تک یہ سوچتے رہے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ جو غصہ
بنی آدم کو عارض ہوا وہ صرف اسوجہ سے کہ شیطان
نے اونکو بہکایا اور شر کو اوسکے ساتھ ہی ہمیں تو چار کر

کالبذور وہذا ھو الحق جلیتہا الی انکار کالامر بعد الاعتراف
بالحق والی الخروج الی الہوی فی مقابلۃ النص
ھذا وہن جاھدوا فی اللہ حق جہادہ وصالحوا ما بینہم
وبین اللہ علیہم اجمعین کالہم شجرا علی منوال الماضین
الکلیم عن تفسیرہم وجہد اصحاب الشرائع
والتکالیف باسرہم اذ لا فرق بین قولہم
انبشر یہدوننا وبین قولہ السجد لمن خلقت
طینا وعن ھذا صار مفصل الخلاف وہو من الاعتراف
ما ھو فی قولہ تعالی وما منع الناس ان یومنوا
اذ جاءھم الہدی الا ان قالوا ابعث اللہ بشرا
رسولا فتبین ان المانع من الایمان ھو ھذا
المعنی کما قال فی الاول ما منعک ان لا تسجد
اذ امرتک قال انا خیر منہ وقال المتاخرون
خیر منہ کما قال المتقدمون انا خیر من ھذا الذی
ھو مہین ولکن لک ان تعتقدنا احوال المتقدمین
عنہم وجدنا حاطب لفقہ لا قوال المتاخرین
کذلک قال الذین من قبلہم مثل قولہم تشابہت
قلوبہم فما کانوا لیومنوا بما کذب بہ من قبل
فالعین الاول لما ان حکم العقل علی من لا یحکم
علیہ العقل لزمہ ان یری حکم الخالق فی الخلق
او حکم الخلق فی الخالق والاول غلو کما دانا فی

بدعت وضلالت کی بڑے گروہ یہی سات ہی ہوا ہے
زیادہ نہیں اگرچہ عبارتیں انکی مختلف ہوں اور طریقے
اونکے جدا گانہ مگر وہ سب بمنزلہ تخم ہونگے اور مرجع سب
یہ ہوگا کہ حکم صریح کی مخالفت کیجگے بعد اعتراف اسکے
کہ وہ حق ہے اور راہ خواہشوں کی طرف رجوع کریں یعنی
نص چنانچہ جن لوگوں نے مجادلہ کیا نوح ہود صالح
ابراہیم لوط شعیب موسی عیسی محمد صلعم سے سب ہی
راہ پر چلے اور اوسی میں اول کے طریق پر سالک ہوئے
اپنی شبہات کو ظاہر کرتے ہیں کہ حاصل سب کا یہی ہے کہ
جو تکلیف خدا کی طرف سے وارد ہوئی اوسکو دفع کریں اور
اصحاب شرائع وتکالیف کا انکار کریں کیونکہ ہمنے یہ کہا
انبشر یہدوننا کیا آدمی ہماری ہدایت کرینگے اور
جسنے کہا اسجد لمن خلقت طینا کیا ہم اوس کو
سجدہ کریں جو مٹی سے پیدا ہوا کوئی فرق نہیں ہے لہذا
اصل منشا اختلاف وافتراق یہی ہے جسکو خدا نے علم
فرمایا ہے وما منع الناس ان یومنوا اذ جاءھم الہدی
الا ان قالوا ابعث اللہ بشرا رسولا اوسی وجہ سے وہ
ایمان نہیں لائے باوصیکہ ہدایت آگئی کہ تو جسے کیا خدا نے
بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے) پس خدا نے یہ کہا کہ قول
میں سابق ہی امر ہے کہ جیسا پہلے کہہ گیا تھا شیطان
نے کہا کہ ہم اسوجہ سے سجدہ نہیں کرتے کہ ہم اوس سے
بہتر ہیں اسی طرح اوسکے ذریت سے جو آخر ہوا اوسنے
کنا انا خیر من ھذا الذی ھو مہین (ز خرف ۳۲)

تقصیر فتارة من الشبهة الاولی من اهب
الحلولیة والناسخیة والمشبهة والغلاة
من الروافض حیث غلوا فی حق شخص من
الاشخاص حتی وصفوه بصفات الجلال وتارة
من الشبهة الثانیة من اهب الغلاة یة والجبریة
والمجسمة حیث قصروا فی وصفه تعالی بصفات
المخلوقین فالمعتزلة شبهة الافعال والمشبهة
حلولیة الصفات کل واحد منهم اعنی بابی
عیسیٰ شاء فان من قال انما یحسن منه ما یحسن
منا ویقبح منه ما یقبح منا فقد شبه الخالق بالخلق
ومن قال یوصف الباری تعالی بما یوصف به
الخلق او یوصف الخلق بما یوصف به الباری تعالی
عن اسمه فقد اعتزل عن الحق وسمی القدریة
لطلبهم العلة فی کل شیء وذاک من سمی اللعین
الاول اذ طلب العلة فی الخلق اولا والحکمة
فی التکلیف ثانیا والفائدة فی تکلیف السجود
لادم علیه السلام قالتا وعنه نشأ مذهب الخوارج
اذ لا فرق بین قولهم لا حکم الا لله ولا یحکم
الرجال وبین قوله لا سجود الا لله لشبهة
خلقة من صلصال وبالجملة کلا طرفی قصد
الامور ذمیم فالمعتزلة غلوا فی التوحید
بزعمهم حتی وصلوا الی التعطیل بنفی الصفات
والمشبهة قصروا حتی وصفوا الخالق بصفات

ہے بیشک اس سے بہتر ہیں جو کچھ عزت نہیں رکھتا اور
صاف گفتگو بھی نہیں کرتا دیکھ کلام فرعون ہی) اسیطرح
اگر ہم متقدمین کے احوال کا تتبع کریں تو متاخرین کے
اقوال کو مطابق پائینگے جیسا خداوند عالم فرماتا ہے
کذلک قال الذین من قبلهم مثل قولهم تشابهت
قلوبهم قد بینا الایات لقوم یوقنون (۱۱۸) اسیطرح جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ بھی مومنین کی سی باتیں
کرتے تھے انکے دل ایک سے تھے (اس آیہ میں نہیں ہے تو وہ ایمان
لانیوالے دیکھو اوس خبر کی جسکی تکذیب پہلے کر چکے
تو پہلے یعنی (شیطان) جیسا اپنے عقل کو حاکم بناتا
اول چیز وہ ہے جسپر عقل کو حکومت نہیں ہو سکتی تو پھر
لازم ہوا کہ حکم خالق کو جاری کریں خلق میں بحکم خلق
کو خالق میں پہلا غلو ہوا اور سر تقصیر لہذا اسمیں سے
(حکم خالق خلق پر) مذہب حلولیہ اور تناسخیہ اور
مشبہ پیدا ہوا اور مذہب غلاۃ روافض سے کہ اموکو نے
غلو کیا ایک شخص میں اشخاص ہی یہانتک کہ صفات
خداوند عالم سے اوسکو موصوف کیا۔

دوسرا شبہ سے مذہب قدریہ جبریہ مجسمہ (فرقہائے
السنت کا نام ہی) پیدا ہوا کہ صفت خداوند عالم میں
تقصیر کیا اور اوسکو صفات مخلوقین کیساتھ موصوف
کیا تو معتزلہ افعال کے بارے میں غلو کیا اور مشبہ صفات
کے بارے میں حلولیہ ہیں تو یہ ایک آنکھ سے دونوں
کانے ہیں کیونکہ جو شخص یہ کہتا ہے خدا سے بھی وہی

الاجسام والروافض غلوا فی النبوة والامامة
حتی وصلوا الی الحلول والخوارج قصروا حیث
نفوا تحکیم الرجال وانت تری ان هذه الشبهات
کلها ناشئة من شبهات اللعین الاول وتلک
فی الاول مصدرها وهذه فی الاخر مظهرها
والیه اشار والتنزیل فی قوله تعالی ولا تتبعوا
خطوات الشیطان انه لکم عدو مبین مشبه النبی
صلی الله علیه وسلم کل فرقة ضالة ممن هو
الائمة وابنة ضالة من الامم السالفة فشبهة القدریة
مجوس هذه الامة وقال المشبهة یهود هذه
الامة والروافض نصاراها وقال علیه السلم
جملة لتسلکن سبل الامم قبلکم حذو القذة
بالقذة والنعل بالنعل حتی لو دخلوا جحر
ضب لدخلتموه۔ ۹

ایتیں جن میں جو ہمسے قبیح ہو قادر سے
بھی قبیح ہے تو اوسنے مشبہ دیا خالق کو مخلوق سے
اور جو شخص اسکا قائل ہے کہ خدا بھی اوسمیں
صفات ہیں موصوف ہوتا ہے جس صفات سے مخلوقات
موصوف ہوتے ہیں یا خلق اول صفات سے
موصوف ہوتا ہے جو صفات بارتعالے ہے تو جو شخص
جس سے مخول ہو اور قدریہ ہر چیز میں علت
و صنعت ڈھنا چاہا جسطرح شیطان نے اوسکی علت
دریافت کی کہ کیوں پیدا کیا پھر تکلیف کیوں دیا
عام طور سے پھر اسکی کیا تکلیف دی کہ ہم آدم کو
سجدہ کریں ہی سے مذہب خوارج پیدا ہوا کیونکہ انکا
یہ قول لا حکم الا للہ اور کا یحکم الرجال (جسکو خدا کو ہی
حاکم نہیں آدمیوں کو حکومت کا حق نہیں بالکل ایسا
ہی ہے جیسا کہ شیطان نے کہا ایسے الفاظ
تفریط مذموم ہے) شخص کو سجدہ کریں جو
اسکو مٹی سے تو نے پیدا کیا۔

غرض دونوں طرف افراط وتفریط مذموم ہے تو معتزلہ انہیں گمان میں غلو کیا جسمیں یہانتک
پہونچے تعطیل تک اور کل صفات کی نفی کی اور مشبہ نے تقصیر کی یہانتک کہ خالق کو بصفات اجسام
موصوف کیا اور روافض نے غلو کیا نبوت وامامت میں یہانتک کہ پہونچے درجہ حلول تک (جو
کلمہ تمہیج من افواههم بالکل غلط ہے جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا) اور خوارج نے تقصیر کیا یہانتک
کہ نفی کیا حکومت رجال کو۔

ان شبہوں میں جب غور کروگے تو معلوم ہوگا یہ سب شبہے شیطان لعین کے شبہات سے پیدا ہوئے
اور وہی لعین اسکا مصدر ہوا اور وہی آخر میں ان سب کا مظہر ہوا اسی کیطرف اشارہ ہے قرآن میں

وکا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین کہ شیطان کے قدموں کی پیروی کرو وہ کھلا ہوا دشمن تمہارا ہے اور رسول اللہ صلعم نے ہر فرقہ ضلالت کو تشبیہ دیا امت سابقہ کے فرقوں سے کہ فرمایا القدریہ مجوس ھذہ الامۃ قدریہ اس امت کے مجوس ہیں اور فرمایا المشبہۃ یھود ھذہ الامۃ مشبہ امت کے یہود ہیں اور الرافضۃ نصاریٰ ھذہ الامۃ یعنی رافضہ اس امت کے نصاریٰ ہیں اور حضرت نے سب کے نسبت فرمایا انت لکن سبل الاسلام ضلیلۃ خذوا القدریۃ اذا ھی وافت بالغداۃ حتی لو دخلوا جحر ضب لدخلتموہ کہ تم لوگ ضرور ان راہوں پر چلو گے جو تمہارے پہلے چل چکی جس طرح ایک بال برابر دوسرے کے برابر ہوتا ہے اور ایک نعل دوسرے نعل کو یہانتک کہ اگر وہ لوگ سوسمار کے سوراخ میں داخل ہوئے تو تم لوگ بھی داخل ہوگے۔

اس پوری عبارت سے معلوم ہوا کہ اصل دین اطاعت حکم خدا و رسول ہے غیر اسکے کہ اوس میں کسیطرح چون وچرا کیا جائے ورنہ وہ شخص جسنے کچھ بھی تامل کیا اپنی رائے کو دین پر بھی دخل دیا وہ شیطان ہوگا کیونکہ شیطان کا قصور صرف اسی قدر تھا کہ اسنے اپنے رائے کو دخل دیا۔ جس سے وہ راندہ درگاہ احدیت ہوا۔

پس اب دیکھنا ہوگا کہ کون تابع حکم خدا و رسول ہے اور کون اپنی رائے کو دخل دیکر خلاف حکم خدا و رسول چلتا ہے کیونکہ شیطان بھی اسکا اقرار کر رہا تھا کہ خدا ہمارا خالق اور مالک ہے مگر خداوند عالم اوسکی تکذیب کرتا ہے کہ اگر تو موحد خالص ہوتا تو چون وچرا نہ کرتا شیطان بھی کہتا ہے ہم کچھ خدا کے اور کسیکو سجدہ نہیں کرتے یہ بھی کہتے ہیں ہم پیغمبر رسول کے دوسرے کی اطاعت نہیں کرتے تو تم دونوں کو ایک ہی ملا۔

شیعوں پر جو الزام اوپر ہوئے ثابت ہوا ہے اور انکا مذہب ہی ہے کہ خود بدولت سنی ہیں اور یہی اوکا مذہب ہے کہ خلیفہ بہ اختیار ناس ہوتا ہے حالانکہ جب اسکو قائل ہیں کہ نص کے مقابلہ میں قیاس درکنار کا کوئی دخل نہیں پھر کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ امت کا انتخاب حق کو ہے چونکہ ان مطالب کی بحث آئندہ آئیگی لہذا اوس سے ہم یہاں بحث نہیں کرتے مگر اس قدر یہاں عرض کرنا ضروری ہے الرافضہ نصاریٰ ھذہ الامۃ جو حدیث اوپر نے لکھی ہے اس کا کہیں وجود نہیں پایا جاتا کیونکہ رافضہ یعنی شیعہ نکو مدت میں حدیث تبرا شروع ہو چکی ہیں

اون سب کو اہل حجر نے بڑے شدومد سے صواعق محرقہ میں جمع کر دیا ہے ملاحظہ ہو ص۲

جس میں مشرک کا مرتب بنایا گیا ہے مگر نصاریٰ کا خطاب کبھی بھی نہیں دیا گیا ہے۔

مولف فی ایسے فرقہائے باطلہ قدریہ شبہہ کے نسبت جہاں مشہور حدیث القدریۃ مجوس ھذہ الامۃ المشبہۃ یھود ھذہ الامۃ لکھا وہاں شیعونکی نسبت بھی ایک حدیث وضعی بنا دیا الرافضۃ نصاریٰ ھذہ الامۃ مگر خداوند عالم چونکہ منعم حقیقی ہے اوسنے خود اس علی کی ہاتھ سے اسکا بھی سامان کر دیا کہ شیعونکو اس تہمت وافترا سے نجات دیں چنانچہ علامہ ابن تیمیہ جو مشہور خوارج علماء سے ہیں اپنی منہاج السنہ میں لکھتے ہیں ص۲ جلد اول

قلت ومن ذکر خروج زید انما افترقت الشیعۃ الی رافضۃ وزیدیۃ فان ھذا مما علم من ابی بکر وعمر فتوجم علیھما رافضۃ قح فقال لھم رفضتمونی فسموا رافضۃ لرفضھم ایاہ ثم سمی من لم یرفضہ من الشیعۃ زیدیۃ لانتسابھم الیہ ولما صلب کانت العباد تاتی لوحشتہ باللیل یتعبدون عندہ والشعبی توفی فی اوائل خلافۃ ھشام او اواخر خلافۃ یزید بن عبد الملک ستۃ خمس وصائۃ او قریبا من ذلک فلم یکن لفظ الرافضۃ معروفا ذ اک زمان (یعنی وہ کذب الاحادیث المرفوعۃ التی فیھا لفظ الرافضۃ ص۳

یعنی حضرت زید بن علی کی خروج کی وقت سے شیعونکی دو قسم ہوئی رافضہ زیدیہ کیونکہ ابوبکر و عمر پر جب حضرت زید نے رحمت کی دعا کی تو ایک قوم نے اونکا ساتھ چھوڑ دیا جسپر انھوں نے رفضتمونی کہا اوسوقت سے اونکا نام رافضہ پڑا اور حضرت زید کا ساتھ رہی وہ زیدیہ کہلائے شعبی راوی حدیث مذمت رافضہ کی وفات اوائل خلافت ہشام او اخر خلافت یزید بن عبد الملک میں ہوئی ۱۰۵ھ تو اوسوقت تک یہ لفظ رافضہ مشہور بلکہ پیدا بھی نہیں ہوا تھا (پھر کیونکر وہ ایسی روایت کرتے) لہذا معلوم ہوا کہ جن جن احادیث مرفوعہ میں یہ لفظ رافضہ ہے وہ سب کذب وافترا ہے رسول اللہ پر۔

پس اگر فرض بھی کیا جائے کہ کوئی حدیث ایسی ہے بھی جسکے یہ الفاظ ہوں الرافضۃ نصاریٰ ھذہ الامۃ تو وہ یقیناً موضوع ہے کیونکہ یہ لفظ تو عہد رسول میں پیدا ہی نہیں ہوا تھا پھر یہ حدیث کہاں سے آگئی افسوس ہمکو آج تک دنیا میں کوئی ایسا شخص نہ ملا جسنے کبھی بھی شیعونکی رد میں لکھا ہو

اور وہ کذب و افترا سے محفوظ رہا ہو کیونکہ حق یہی ہے حق کا ابطال بغیر کذب و زور ناممکن ہے
بہر حال علامہ مذکور اسکے بعد لکھتے ہیں المقدمة الرابعة فی بیان اول شبهة وقعت
فی الملة الاسلامیة وکیف انشعابها ومن مصدرها ومن مظهرها وکما قررنا
ان الشبهات التی فی آخر الزمان هی بعینها تلک الشبهات التی وقعت فی اول الزمان
کذلک یمکن ان یقرر فی زمان کل نبی ودور کل صاحب ملة وشریعة ان شبهات
امته فی آخر زمانه ناشئة من شبهات خصماء اول زمانه من الکفار والمنافقین واکثرها
من المنافقین وان خفی علینا ذلک فی الامم السالفة لتمادی الزمان فلم یخف فی
هذه الامة ان شبهاتها نشأت کلها من شبهات منافقی زمن النبی صلعم اذ لم
یرضوا بحکمه فیما کان یامر وینهی وشرعوا فیما لا مسرح للکفر فیه ولا مسری وسالوا
عما منعوا من الخوض فیه والسؤال عنه وجادلوا بالباطل فیما لا یجوز الجدال فیه اعتبر
حدیث ذی الخویصرة التمیمی اذ قال اعدل یا محمد فانک لم تعدل حتی قال علیه السلام
ان لم اعدل فمن یعدل فعاود اللعین وقال هذه قسمة ما ارید بها وجه الله تعالی
وذلک خروج صریح علی النبی علیه السلام ولو صار من اعترض علی الامام الحق خارجیا
فمن اعترض علی الرسول الحق اولی ان یصیر خارجیا او لیس ذلک قولا بتحسین العقل
وتقبیحه وحکما بالهوی فی مقابلة النص واستکبارا علی الامر بقیاس العقل حتی قال
علیه السلام سیخرج من ضئضئ هذا الرجل قوم یمرقون من الدین کما یمرق السهم
من الرمیة الخبر بتمامه واعتبر حال طائفة من المنافقین یوم احد اذ قالوا هل لنا
من الامر شیء وقولهم لو کان لنا من الامر شیء ما قتلنا ههنا وقولهم لو کانوا عندنا
ما ماتوا وما قتلوا فهذا کله الا تصریح بالقدر وقول طائفة من المشرکین لو شاء الله
ما عبدنا من دونه من شیء وقول طائفة الطعم من لو یشاء الله اطعمه تصریح بالجبر
واعتبر حال طائفة اخری حیث جادلوا فی ذات الله تفکرا فی جلاله وتصرفا فی
افعاله حتی منعهم وخوفهم بقوله تعالی ویرسل الصواعق فیصیب بها من یشاء
وهم یجادلون فی الله وهو شدید المحال فهذا ما کان فی زمانه علیه السلام وهو

علی شوکته وقوته وصحة بدنه والمنافقون یخادعونه فیظهرون الاسلام ویبطنون
النفاق وانما یظهر نفاقهم فی کل وقت بالاعتراض علی حرکاته وسکناته فصارت
الاعتراضات کالبذور وظهر منها الشبهات کالزروع واما الاختلافات الواقعة
فی حال مرضه وبعد وفاته بین الصحابة رضی الله عنهم فهی اختلافات اجتهادیة
کما قیل کان غرضهم فیها اقامة مراسم الشرع وادامة مناهج الدین - فاول
تنازع وقع فی مرضه علیه السلام فیما رواه محمد بن اسمعیل البخاری باسناده عن
عبد الله بن عباس قال لما اشتد بالنبی صلی الله علیه وسلم مرضه الذی مات
فیه قال ایتونی بدواة وقرطاس اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدی فقال عمر ان رسول الله
قد غلبه الوجع حسبنا کتاب الله وکثر اللغط فقال النبی علیه السلام قوموا عنی
لا ینبغی عندی التنازع قال ابن عباس الرزیة کل الرزیة ما حال بیننا وبین کتاب
رسول الله الخلاف الثانی فی مرضه انه جهز جیش اسامة لعن الله من تخلف
عنها فقال قوم یجب علینا امتثال امره واسامة قد برز من المدینة وقال قوم
قد اشتد مرض النبی علیه السلام فلا تسع قلوبنا لمفارقته والحالة هذه فنصبر
حتی نبصر ایش یکون من امره وانما اوردت هذین التنازعین لان المخالفین
ربما عدوا ذلک من الخلافات المؤثرة فی امر الدین وهو کذلک وان کان الغرض
کله اقامة مراسم الشرع فی حال تزلزل القلوب وتسکین نائرة الفتنة المؤثرة
عند تقلب الامور الخلاف الثالث فی موته علیه السلام قال عمر بن الخطاب من قال
ان محمدا مات قتلته بسیفی هذا وانما رفع الی السماء کما رفع عیسی بن مریم ع
وقال ابو بکر بن ابی قحافة من کان یعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن کان یعبد
اله محمد فانه حی لا یموت وقرء هذه الآیة وما محمد الا رسول قد خلت من قبله
الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم فرجع القوم الی قوله وقال عمر کانی
ما سمعت هذه الآیة حتی قراها ابو بکر الخلاف الرابع فی موضع دفنه علیه السلام
اراد اهل مکة من المهاجرین رده الی مکة لانها مسقط راسه ومانس نفسه

وسط قومه وموطن اهله وموضع رحله وماله واهل المدينة من الانصار وقتئذ بالمدينة لانها دار هجرته ومنزل وحيه وجماعة نقله الى بيت المقدس لانه موضع من الانبياء ومنه معراجه الى السماء ثم انفقوا على دفنه بالمدينة كما روى عنه عليه السلام الانبياء يدفنون حيث يموتون. الخلاف الخامس في الامامة واعظم خلاف بين الامة خلاف الامامة اذ ما سل سيف في الاسلام على قاعدة دينية مثل ما سل على الامامة في كل زمان وقد سل بين علي الله تعالى في الصدر الاول فاختلف المهاجرون والانصار فيها وقالت الانصار منا امير ومنكم امير واتفقوا على ركوب سعد بن عبادة الانصاري فاستدرك ابو بكر وعمر في الحال بان حضر سقيفة بني ساعدة وقال عمر كنت ازورت في نفسي كلاما فلما وصلنا الى السقيفة اردت ان اتكلم فقال ابو بكر مهيا عمر فحمد الله واثنى عليه وذكر ما كنت اقدره في نفسي كانه يخبر عن غيب فقبل ان يشتغل الانصار بالكلام سبقت يدي اليه فبايعته وبايعه الناس وسكتت الانصار الا ان بيعة ابي بكر كانت فلتة وقى الله شرها فمن عاد الى مثلها فاقتلوه فايما رجل يبايع رجلا من غير مشورة من المسلمين فانه ما تغرة ان يقتلا وانما سكتت الانصار عن دعوى نفسها لرواية ابي بكر عن النبي عليه السلام الائمة من قريش وهذه البيعة هي التي جرت في السقيفة ثم قاما على المنبر الى المسجد فتوالى الناس عليه وبايعوه عن رغبة سوى جماعة من بني هاشم وابي سفيان من بني امية واصير الموصلين على كره لله وحبيبه كان مشغولا بامر تجهيزه ودفنه وملازمة قبره من غير منازعة ولا اهل الردة الخلاف السادس في امر فدك والتوارث عن النبي عليه السلام ودعوى فاطمة عليها السلام وراثة تارة وتمليكا اخرى حتى وقعت عن فدك بالرواية المشهورة عن النبي عليه السلام نحن معاشر الانبياء لا نورث ما تركناه فهو صدقة الخلاف السابع في قتال مانعي الزكوة فقال قوم لا نقاتلهم فتال الكافة وقال قوم بل نقاتلهم حتى قال ابو بكر لو منعوني عقالا مما اعطوا رسول الله لقاتلتهم عليه ومضى بنفسه الى قتالهم ووافقه الشيخان باسرهم وقد ادعى

اجتهاد عمر في ايام خلافته الى بعد السبايا والاموال البهم واطلاق المحبوسين منهم الخلاف الثامن في تنصيص ابي بكر على عمر بالخلافة وقت الوفاة فمن الناس من قال انه وليت علينا فظا غليظا وارتفع الخلاف بقول ابي بكر لو سالني ربي يوم القيمة فقلت وليت عليهم خير اهلهم وقد وقع في زمانهم اختلافات كثيرة في مسائل ميراث الجد والاخوة والكلالة وفي عقل الاصابع ودياتها الاسنان وحدود وبعض الجرائم التي لم يرد فيها نص وانما جمعهم امور جمعهم الاشتغال بقتال الروم وغزو والعجم وفتح الله تعالى الفتوح على المسلمين وكثرت السبايا والغنائم وكانوا كلهم بصيرين وفي عمر وانتشرت الدعوة وظهرت الكلمة ودانت العرب. وكانت العجم الخلاف التاسع في امر الشورى واختلاف الامراء فيها حتى انفقوا كلهم على بيعة عثمان رضي الله عنه وانتظم الملك واستقرت الدعوة في زمانه وكثرت الفتوح واستلا بيت المال وعائدة الخلق على احسن خلق وعاملهم بالبسط بدون غيرهم اقاربه من بني امية فقربهم وانعم عليهم فركبته وجاروا فجرى عليه ووقعت اختلافات كثيرة واخذ واعليه اصنافا كلها محالة على بني امية منها رده الحكم بن امية الى المدينة بعد ان طرده النبي عليه السلام وكان يسمى طريد رسول الله وبعد ان تشفع الى ابي بكر وعمر رضي الله عنهما ايام خلافتهما فما اجابا الى ذلك وتقاعد عمر عن مقامه باليمن اربعين فرسخا ومنها تقريبه ابا ذر الى الربذة وتزويجه مروان بن الحكم بنته وتسليمه خمس غنائم اخر بقية له وقد بلغت مائتي الف دينار ومنها ايواؤه عبد الله بن سعد بن ابي سرح لعنه ان اصار النبي عليه السلام دمه وتوليته اياه مصر باعمالها وتوليته عبد الله بن عامر البصرة حتى احدث فيها ما احدث الى غير ذلك مما نقموا عليه وكان امراء جنوده معاوية بن ابي سفيان عامل الشام وسعد بن ابي وقاص عامل الكوفة وابو موسى الاشعري عبيد وعبد الله بن عامر عامل البصرة وعبد الله بن سعد بن ابي سرح عامل مصر [illegible]

امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ بعد الاتفاق علیہ وعقد البیعۃ لہ فاولا خروج
طلحہ والزبیر الی مکۃ ثم حمل عائشۃ الی البصرۃ ثم نصب القتال معہ ویعرف ذلک بحرب
الجمل والحق انہما رجعا وقاما اذ ذکرہما امرا فتذکرا فاما الزبیر فقتلہ ابن الجرموز
وقت الانصراف وہو فی النار لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بشر قاتل ابن صفیۃ
بالنار واما طلحہ فرماہ مروان بن الحکم بسہم وقت الاعراض فخر میتا واما عائشۃ
فکانت محمولۃ علی ما فعلت ثم تابت بعد ذلک ورجعت والخلاف بینہ وبین معاویۃ
وحرب صفین ومخالفۃ الخوارج وحملہ علی التحکیم ومغادرۃ عمرو بن العاص ابا
موسی الاشعری وبقاء الخلافۃ الی وقت الوفاۃ مشہور وکذلک الخلاف
بینہ وبین الشراۃ المارقین بالنہروان عقدا وقولا ونصب القتال معہ
فعلا ظاہرا معروف وبالجملۃ کان علی مع الحق والحق معہ وظہر فی زمانہ الخوارج
علیہ مثل الاشعث بن قیس ومسعود بن فدکی التمیمی وزید بن حصین الطائی
وغیرہم وکذلک ظہر فی زمانہ الغلاۃ فی حقہ مثل عبد اللہ بن سبا وجماعۃ
معہ ومن الفریقین ابتدأت البدعۃ والضلالۃ وصدق فیہ قول النبی صلی اللہ
علیہ وسلم یہلک فیک اثنان محب غال ومبغض قال وانقسمت الاختلافات بعدہ
الی قسمین احدہما الاختلاف فی الامامۃ والثانی فی الاصول ۔

یعنی چوتھا مقدمہ اس بیان میں ہے کہ ملت اسلامیہ میں سب سے پہلا شبہہ کون پیدا ہوا اور اوسنے
کیونکر ترقی کیا اوسکا مصدر و مظہر کون ہے کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں جو شبہات آخر زمانہ میں
پیدا ہوئے یہ وہی شبہے ہیں جو پہلے زمانہ میں پیدا ہوئے اسی طرح ہر نبی کے زمانہ میں اور
دور میں جو صاحب ملت و شریعت ہوئے اسیطرح کے شبہے پیدا ہوئے جو شروع زمانہ میں ہوئے ہیں
وہ شبہے کفار سے پیدا ہوں یا منافقین سے اور زیادہ انھیں منافقین کے بدولت پیدا ہوا ۔
اگر ہمکو زمانہ سابق کے حالات نہ معلوم ہوں کیونکہ اوسکو زمانہ دراز گذر چکا اگرچہ اسکا
تذکرہ قرآن مجید میں موجود ہے تو یہ کسی طرح مخفی نہیں ہے کہ اس ملت اسلامیہ میں جتنے
شبہات پیدا ہوئے وہ سب اون منافقوں کے بدولت پیدا ہوئے ۔

جو حضرت کے زمانہ میں تھے کیونکہ وہ حضرت کے حکم پر راضی نہیں ہوئے ان کے احکام
اوامر و نواہی کو واجب التعمیل نہ سمجھا اپنے رائے و فکر کو اوس میں دخل دیا حالانکہ اس کا
اونکو حق نہ تھا اور اون باتوں سے سوال کیا جس میں خوض و فکر کرنے سے وہ ممنوع تھے اور باطل
کے ساتھ جدال کیا جس میں اونکو جدال جائز نہ تھا حدیث ذوالخویصرہ تمیمی کو
کہا تھا اے محمد تم عدل کرو کیونکہ تمنے عدل نہیں کیا تو حضرت نے فرمایا اگر میں نہ عدل کرونگا
تو پھر کون عدل کریگا اوس ملعون (یاد رکھو خاص صحابی کو ملعون کہا ہے) نے کہا یہ ایسی
تقسیم ہے جس میں خدا کی مرضی کا خیال نہیں کیا گیا یہ کلام اوسکا صریح خروج ہے نبی پر حالانکہ
جو شخص امام پر اعتراض کرتا ہے تو وہ خارجی ہو جاتا ہے تو رسول اللہ پر اعتراض کرنیوالا بدرجہ
اولے خارجی ہوگا (یاد رکھیے) کیا یہ فرمائش ذوالخویصرہ کی اس بنا پر نہیں ہے کہ
اوسنے اپنے عقل کو دریافت حسن و قبیح میں کافی سمجھا اور نص صریح کے مقابلہ میں اپنے نفس
سے حکم لگایا اور حکم رسول پر بقیاس عقل استکبار کیا یہانتک کہ حضرت نے فرمایا اس کی
پشت سے ایک ایسی قوم باہر آئے گی جو دین اسلام سے اسطرح نکلجائیگی جسطرح تیر
شکار سے نکلجاتا ہے ۔

پھر اون منافقین کا حال دیکھو جنھوں نے بروز احد کہا تھا آیہ اذ قالوا ہل لنا من الامر
شیء (کیا ہمکو کسی قسم کا اختیار ہے) اسی طرح اونکا یہ کہنا آیہ لو کان لنا من الامر شیء
ما قتلنا ہہنا اگر ہمکو کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے اسی طرح یہ کہنا آیہ لو کانوا
عندنا ما ماتوا وما قتلوا (اگر ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے نہ مارے جاتے) یہ سب باتیں
بتا رہی ہیں کہ وہ قدر کے قائل تھے قدریہ تھے اور یہ وہی کلام ہے جو مشرکین کہا کرتے کہ آیہ
لو شاء اللہ ما عبدنا من دونہ من شیء اگر خدا چاہتا تو ہم اوسکے سوا کسی کی عبادت
نہ کرتے ایک طائفہ کہتا ہے انطعم من لو یشاء اللہ اطعمہ کیا ہم اونکو کھلائیں
کہ اگر خدا چاہتا تو کھلاتا اسمیں تصریح ہے جبر کی (تو منافقین صحابہ اور مشرکین کا ایک خیال ہے)
اسیطرح دوسرے فریق کے حال کا اعتبار کرو جو ذات خدا میں اور اوسکی جلال
و عظمت میں فکر کرتے جسپر خدا نے منع کیا اور خوف دلایا کہ فرمایا و یرسل الصواعق

فیصیب بہا من یشاء وھم یجادلون فی اللہ وھو شدید المحال کہ خدا بجلیوں کو بھیجتا ہی جو اونپر گرتا ہے جسکو خدا چاہتا ہی اور وہ خدا کے بارے میں مجادلہ کرتے ہیں حالانکہ وہ شدید المحال ہی تو یہ حالت اوس زمانہ کی ہی جبکہ آپ زندہ تھے اور اپنی پوری شوکت و قوت و قدرت و صحت بدنی پر تھے مگر منافقین اسطرح جزع و فریب کرتے ظاہر میں تو اسلام کا دم بھرتے اور نفاق کو دل میں چھپا کے رکھتے۔

یہ نفاق اونکا ہر وقت ظاہر ہوتا جبکہ حضرت کی حرکات و سکنات پر اعتراض کرے (یہ یاد رکھنے کی بات ہی کہ اعتراض کرنیوالے کون لوگ تھے) تو یہ اعتراض اونکی بطور تخم تھے جس سے آئندہ چلکر بہت سی شبہات پیدا ہوئے مثل اوس کھیت کی جو اون تخموں سے لہلہاتے ہیں۔

ہے وہ اختلافات جو حضرت کی حال مرض میں یا بعد وفات آپکی صحابہ میں پیدا ہوئے تو یہ سب اختلافات اجتہادی ہی پھر نہ معلوم وہ اختلافات کیوں مذموم قرار پائے جو حضرت کی حال صحت میں ہوا تھا حالانکہ اون اختلافات کو تو آپ دفع کر سکتے تھے بخلاف ان اختلافات کی جو زمانہ مرض میں پیدا ہوئے کہ حضرت بوجہ مرض و ضعف اوس کو رفع بھی نہ کر سکتے تھے) جیسا کہ کہا گیا ہی غرض اوس کی اقامہ مراسم شرع و ادامہ مناہج دین تھا مگر یہ ایسا افترا ہی جسکی کوئی حد نہیں کیونکہ اسطرح کی تاویل تو منافقین سابقین کے اقوال میں بھی ممکن ہے۔

سب سے پہلا نزاع جو آپکی زمانہ مرض میں ہوا وہ ہی جسکو بخاری نے اپنی صحیح میں لکھا ہی ابن عباس سے کہ جب حضرت کا وہ مرض شدید ہوا جس میں حضرت نے وفات پائی اور فرمایا دوات کاغذ لاؤ کہ ہم تمہارے لیے ایسی کتاب لکھدیں جسکے بعد تم گمراہ نہو عمر نے کہا رسول اللہ پر درد کا غلبہ ہی کتاب خدا ہمکو کافی ہی اور غل زیادہ ہوا تو حضرت نے فرمایا ہمارے پاس سے نکلجاؤ کہ ہمارے پاس اختلاف جائز نہیں حضرت ابن عباس کہتے ہیں مصیبت اور سب سے بڑھکر مصیبت یہ تھی کہ حائل ہوئے درمیان ہمارے اور کتاب رسول اللہ کے (یعنی حضرت کے وصیت نامہ کو نہ لکھنے دیا)۔

دوسرا اختلاف جو حضرت کی زمانہ مرض میں ہوا یہ ہی کہ حضرت نے فرمایا تیاری کرو لشکر اسامہ کی خدا کی لعنت ہو جو اس لشکر کے پیچھے رہجائے (نجائے) تو ایک گروہ نے صحابہ سے کہا ہم پر حضرت کے حکم کی تعمیل لازم ہے اور اسامہ مدینہ سے باہر ہو چکے ہیں اور ایک گروہ نے کہا حضرت کا مرض بڑھ گیا ہی اور ہمارے دلونکو تاب مفارقت نہیں ہی لہذا ہم کو صبر کرنا چاہیے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔

ہمنے ان دونوں اختلافونکو اسلیے ذکر کیا ہی کہ ممکن ہے مخالفین ان دونوں نزاعونکو اون امور میں شمار کریں امر دین میں موثر ہے حالانکہ یہ ایسا ہی ہی اگرچہ غرض سب کی اقامت مراسم شرع تھی ایسے حالت میں کہ دلوں میں تزلزل پیدا ہوا تھا اور مقصود تسکین نائرہ فتنہ تھا جو موثر ہوتا ہے وقت تقلب امور کے جسکا مطلب یہ ہی کہ رسول اللہ ان باتوں سے غافل تھے جو ایسا حکم دیدیا مرا یاد ترا فراموش اسی جگہ موزوں ہی۔

تیسرا اختلاف خود حضرت کی موت میں ہوا کہ عمر نے کہا جو شخص کہیگا کہ محمد نے انتقال کیا اسکو میں اپنی تلوار سے قتل کرونگا وہ تو آسمان پر اوٹھائے گئے جیسا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم اوٹھائے گئے اور ابوبکر نے کہا کہ جو شخص محمد کی عبادت کرتا تھا تو سمجھ لے کہ محمد نے انتقال کیا اور جو شخص خدائے محمد کی عبادت کرتا تھا وہ سمجھ لے کہ خدا زندہ ہی جو نہ مریگا اوسکے بعد اس آیہ کی تلاوت کی وما محمد الا رسول یعنی محمد صلعم تو رسول تھے جنکے پہلے بہت سے پیغمبر ہو چکے تو کیا اگر وہ مریں یا قتل ہو جائیں تو تم لوگ مرتد ہو جاؤ گے سب نے ابوبکر کا قول مان لیا اور عمر کہتے تھے گویا ہمنے ابوبکر کے تلاوت کے پہلے اسکو سنا ہی نہ تھا پھر حسبنا کتاب اللہ کیوں کہا جبکہ یہ معمولی آیہ بھی معلوم نہ تھا۔

چوتھا اختلاف حضرت کی دفن میں ہوا کہ مہاجرین اہل مکہ نے چاہا کہ آپکو مکہ میں لیجائیں جہاں آپکی ولادت ہوئی تھی اور جہاں آپکی اہل و عیال رہتے تھے اہل مدینہ نے چاہا کہ حضرت کو یہیں مدینہ میں دفن کریں کیونکہ دار ہجرت اور مدار نصرت یہی ہی ایک گروہ نے چاہا (نام نہ لیا شاید وہ یہود ہوں جو بظاہر اسلام لائے تھے) کہ حضرت کو بیت المقدس کیطرف لیجائیں کیونکہ وہ مدفن انبیا ہے اور وہیں سے آپکو معراج ہوئی آسمان کیطرف (اہلسنت

غزوہ تبوک کی یہی وجہ بتاتے ہیں کہ حضرت سے یہود نے کہا اگر آپ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں تو بیت المقدس چلے جائیے کہ سب انبیاء وہیں مبعوث ہوئے اور حضرت نے بھی اس کی تیاری کر دی تھی ملاحظہ ہو تفسیر درمنثور سورہ اسرا)

اسکے بعد سب نے اتفاق کیا اسپر کہ حضرت کو مدینہ ہی میں دفن کریں کیونکہ حضرت سے یہ روایت کیگئی کہ آپ نے فرمایا نبی وہیں دفن کیا جاتا ہے جہاں مرتا ہے۔

اختلاف خامس دربارہ امامت ہے اور یہ سب سے بڑا عظیم اختلاف ہے درمیان امت کے کیونکہ اسلام میں اور کسی قاعدہ دینیہ پر اسقدر تلوار نہیں کھینچی گئی جو اس امر پر کھنچی ہر زمانہ میں مگر خدا نے اسکو سہل کر دیا صدر اول میں کیونکہ مہاجرین و انصار میں اس بارے میں اختلاف ہوا انصار کہتے تھے ایک امیر تم سے ہو ایک ہم سے اور سب نے اتفاق کر لیا سعد بن عبادہ انصاری پر مگر ابوبکر و عمر نے فوراً اسکو سنبھال لیا اسطرح کہ وہ دونوں سقیفہ بنی ساعدہ میں پہونچے عمر کا بیان ہے کہ ہمنے اپنے دل میں ایک خوب عمدہ تقریر گڑھ لی تھی سقیفہ میں پہونچکر چاہا کہ ابوبکر کے سامنے اوسکو بیان کریں مگر ابوبکر نے کہا ٹھہرو پھر حمد خدا و نعت رسول بجا لائے اور اون سب باتوں کو بیان کیا جو ہمنے اپنے دل میں گڑھا تھا گویا کہ وہ غیب کی باتیں کہہ رہے تھے (دلیل کمال اتحاد ہے) تو قبل اسکے کہ انصار کلام ابوبکر کا جواب دیں ہمنے ہاتھ بڑھا کر ابوبکر کی بیعت کر لی اور لوگوں نے بھی بیعت کی جس سے وہ آتش سوزاں فرو ہو گئی مگر یہ سمجھ رکھو کہ ابوبکر کی بیعت ناگہانی طور پر ہوئی خدا نے اوسکے شر سے بچا لیا مگر اب جو ایسا کرے اوسکو قتل کر ڈالو کیونکہ جو شخص بلا مشورہ مسلمین بیعت کرے وہ دونوں اس قابل ہیں کہ قتل کیے جائیں (مگر افسوس خود اپنی خلافت کو نہ بتایا کہ کن مسلمانوں کے مشورہ سے ہوئی حالانکہ صرف یہ ابوبکر کی کارروائی تھی)

انصار نے جو سکوت کیا تو اسوجہ سے کہ ابوبکر نے یہ حدیث رسول پیش کی کہ حضرت نے فرمایا امام قریش سے ہونگے مگر افسوس کسی نے اس حدیث کو نہ پیش کیا کہ حضرت نے فرمایا تھا من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ یہ وہ بیعت تھی جو سقیفہ میں ہوئی تھی جب سقیفہ سے لوٹ کر ابوبکر مسجد میں آئے تو ہر طرف سے لوگ جھک پڑے بیعت پر اور اپنی خواہش سے بیعت کی

سوا جماعت بنی ہاشم اور ابوسفیان کے جو بنی امیہ سے تھے۔

اور جناب امیر المومنین ع مشغول تھے ساتھ اوس امر کے جسکا حضرت نے حکم دیا تھا اپنے تجہیز اور دفن کیساتھ اور اسکا کہ قبر مطہر کو نہ چھوڑیں بلا کسی منازعہ و مدافعہ کے (جس سے معلوم ہوا کہ یہ سب کارروائی قبل دفن ہوئی)

چھٹا اختلاف امر فدک میں ہوا اور میراث نبی ص کے بارے میں کہ حضرت فاطمہ نے ایکدفعہ میراث کا دعویٰ کیا پھر تملیک کا یہانتک کہ وہ دفع کی گئیں اس حق سے بسبب اوس روایت کے جو مشہور ہے کہ حضرت نے فرمایا ہم گروہ انبیاء وارث ہوتے ہیں نہ کسیکو میراث دیتے ہیں (اگر یہ مقصود ہے کہ یہ روایت مشہور ہے تو مسلم ہے اور اگر یہ مقصود ہے کہ پہلے سے مشہور تھی تو غلط ہے کیونکہ بجز ابوبکر کے کوئی اسکا راوی نہیں ملاحظہ ہو کشف الغمات جلد ۲

ساتواں اختلاف اس میں ہوا کہ مانعین زکوٰۃ کیساتھ قتال کیا جائے یا نہ ایک قوم نے کہا ہمکو انسے ویسا قتال نہ کرنا چاہیے جیسا کہ کفار کیساتھ قتال کیا جاتا ہے ایک قوم نے کہا ویسا ہی کرینگے ابوبکر نے کہا اگر وہ رسیاں بھی نہ دیں جس میں بکریاں باندھی جاتی ہیں اور وہ رسول اللہ کو دیتے تھے تو ہم ضرور اون سے قتال کرینگے یہانتک کہ خود بنفس نفیس روانہ ہوئے (اگرچہ فرار ہی کیا) اور سب صحابہ نے اونکی موافقت کی (حالانکہ پہلے اجماع ہو چکا تھا کہ انسے قتال ناجائز ہے مگر جب خود خلیفہ لڑنے چلے تو سب موافق ہو گئے کیا اچھا اجماع ہے)

مگر عمر کے اجتہاد نے اپنے زمانہ خلافت میں یہ کیا کہ جتنے لوگ قید ہو کر آئے سب کو انھوں نے رہا کیا اور لونڈیوں کو اور مال کو واپس دیا (اس سے اجماع کا اصلی حال معلوم ہوا کہ عمر پہلے خلاف رہے پھر شریک رائے ہوئے پھر جب خود مالک خلافت ہوئے تو ابوبکر والی کارروائی کو باطل کیا حالانکہ اگر کوئی عادل خلیفہ آپ کی جگہ مقرر ہوتا تو وہ اون سب سے قصاص لیتا جو اس قتال ناجائز میں شریک ہوئے تھے کیونکہ من قتل مومنا متعمدا قرآن کا حکم صریح ہے)

آٹھواں اختلاف اس میں ہوا کہ ابوبکر نے اپنے وفات کے وقت عمر پر خلافت کا نص کیا (افسوس نص رسول تو مانا نہ گیا مگر نص ابوبکر سر آنکھ پر رکھا گیا) تو بعض لوگوں نے کہا تمنے افظ و اغلظ کو خلیفہ بنایا مگر جب ابوبکر نے کہا کہ اگر خدا ہم سے بروز قیامت سوال

کریگا تو ہم کہینگے سب سے بہتر شخص کو ہمنے خلیفہ بنایا ہے ان سب سے معلوم ہوا کہ اجماع کبھی بھی نہیں ہوا بلکہ جو کچھ ہوا وہ کچھ شخص کا زور والی تھی۔ مہاجرین و انصار کا اختلاف کیوقت تک رہا سے عمر نے ابوبکر کی بیعت کرنی قصہ طے ہوا عمر کے خلافت میں جب جھگڑا ہوا تو ابوبکر نے یہ کہکر طے کیا کہ خلاجب سوال کرینگا تو ہم کہینگے مگر رسول اللہ جو ذوالعمر و فاروق ہے کہ علی تم سے سبز پوش کی کسینے شفوائی نہ کی کیا اسی کا نام اسلام ہے یہاں چونکہ ذکر خلافت عمر کا ہے لہذا اجمالاً اسکا حال تاریخ طبری سے بیان کرنا مناسب ہے۔ ص ۲۶۱ جلد ۵

عقد ابوبکر فی مرضہ التی توفی فیھا لعمر بن الخطاب عقد الخلافۃ من بعدی وذکر انہ لما اراد العقد لہ دعا عبد الرحمن بن عوف فیما ذکر ابن سعد عن الواقدی عن ابن ابی سبیرہ عن عبد المجید بن سہیل عن ابی سلمہ بن عبد الرحمن قال لما نزل بابی بکر حبہ اللہ الوفاۃ دعا عبد الرحمن بن عوف فقال اخبرنی عن عمر فقال یا خلیفۃ رسول اللہ صلعم واللہ افضل من رایک فیہ من رجل ولکن فیہ غلظۃ فقال ابوبکر ذلک لانہ یرانی رقیقا وفراضنی الامر الیہ ادرک کثیرا ما ھو علیہ ویا ابا محمد قد رہقتہ فراقبنی اذا غضبت علی الرجل فی الشی ارانی ارضاہ عنہ واذا امرتہ ادنی الشدۃ علیہ لانہ کریما ابا محمد ما قلت لک شیئا قال نعم ثم دعا عثمان بن عفان فقال یا عبد اللہ اخبرنی عن عمر قال انت اخبر بہ فقال ابوبکر علی ذاک رحمک اللہ یا ابا عبد اللہ قال اللھم علمی بہ ان سریرتہ خیر من علانیتہ وان لیس فینا مثلہ قال ابوبکر رحمک اللہ رحمک اللہ یا ابا عبد اللہ لا تذکرن لہ ما ذکرت لک شیئا قال افعل فقال لہ ابوبکر لو ترکتہ ما عدوتک وما ادری ما علمہ تاز کہ والخیرۃ لہ الا بلی من امرکم شیئا ولودت انی کنت خلوا من امورکم وانی کنت فیمن مضی من سلفکم یا ابا عبد اللہ لا تذکرن ما قلت لک من امر عمر ولا احمادعوتک لہ شیئا ۔ حدثنا ابن حمید قال حدثنا یحیی بن واضح قال حدثنا یونس بن عمر وعن ابی اسفر قال استشرف ابوبکر علی الناس من کبنفہ واسما امیۃ عیس عسکۃ عرشوۃ المدینۃ وھو یقول انتم ترون عن استخلف علیکم فانی واللہ ما الوت من جھد الرای ولا ولیت ذا قرابۃ ولی قد

استخلفت عمر بن الخطاب فاسمعوا لہ واطیعوا فقالوا سمعنا والطعنا ۔ حدثنی عثمان بن یحیی عن عثمان القرشی قال حدثنا سفیان بن عیینۃ عن اسمعیل عن قیس قال رایت عمر بن الخطاب وھو یجلس والناس حضور وبین یدیہ جریدۃ وھو یقول ایھا الناس اسمعوا واطیعوا قول خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقول الم اکم فصحا قال وحضر مولی لابی بکر یقال لہ شدید بن معدان الصحیفۃ التی فیھا استخلاف عمر (قال ابو جعفر) وقال الواقدی حدثنی ابراھیم بن ابی النضر عن محمد بن ابراھیم بن الحارث قال دعا ابوبکر عثمان خالیا فقال لہ اکتب بسم اللہ الرحمن الرحیم ھذا ما عھد ابوبکر بن ابی قحافۃ الی المسلمین اما بعد قال ثم اغمی علیہ فذھب عنہ فکتب عثمان اما بعد فانی قد استخلفت علیکم عمر بن الخطاب ولم آلکم خیرا ثم افاق ابوبکر فقال اقرأ علی فقرأ علیہ فکبر ابوبکر وقال اراک خفت ان یختلف الناس ان امتلت نفسی فی غشیتی قال نعم قال جزاک اللہ خیرا عن الاسلام واھلہ وافرق ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ عن ھذا الموضع ۔ حدثنا یونس بن عبد الاعلی قال حدثنا یحیی بن عبد اللہ بن بکیر قال حدثنا اللیث ابن سعد قال حدثنا علوان عن صالح بن کیسان عن عمر بن عبد الرحمن بن عوف عن ابیہ انہ دخل علی ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالی عنہ فی مرضہ الذی توفی فیہ فاصابہ مغمیا فقال لہ عبد الرحمن اصبحت والحمد للہ بارئا فقال ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ اتراہ قال نعم قال انی والیت امرکم خیرکم فی نفسی فکلکم ورم انفہ من ذلک یریدان یکون الامر لہ دونہ وایم اللہ لئن افلت لی لما تقیل وھی مقبلۃ حتی تتخذ واستوسر الخیر ونضاہ الدنیا فاجمع وتاموا الاضطباع علی الصوت الاخری کما یالم احدکم ان یتالم علی حسک والسلاح یقدم احدکم فتضرب عنقہ فی غیر حد خیر لہ من ان یخوض فی عمرۃ الدنیا واتم اول ضال بالناس غدا فتضل وتتم عن الطریق یمینا وشمالا یا حادی الطریق انما ھو النجی اما الیمن فقلت لہ خفض علیک رحمک اللہ فان ھذا یھیضک فی مرضک انما الناس فی امرک بین رجلین اما رجل لی ما لہ ھو معک واما رجل

خالفک فھو مشیر علیک وصاحبک کما تحب ولا نعلمک اردت الاخیر او لم تزل
صالحا مصلحا وانک لا تاسی علی شیء من الدنیا قال ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ
اجل انی لا اسی علی شیء من الدنیا الا علی ثلاث فعلتھن وددت انی ترکتھن و
ثلاث ترکتھن وددت انی فعلتھن وثلاث وددت انی سالت عنھن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فاما الثلاث اللاتی وددت انی لم اکشف بیت فاطمۃ عن شیء
وان کانوا قد غلقوہ علی الحرب ووددت انی لم اکن حرقت الفجاۃ السلمی وانی
کنت قتلتہ سریحا او خلیتہ نجیحا ووددت انی یوم سقیفۃ بنی ساعدۃ کنت قذفت
الامر فی عنق احد الرجلین یرید عمر وابا عبیدۃ فکان احدھما امیرا وکنت
وزیرا واما اللاتی ترکتھن فوددت انی یوم اتیت بالاشعث بن قیس اسیرا
کنت ضربت عنقہ فانہ تخیل الی انہ لا یری شرا الا اعان علیہ ووددت انی حین
سیرت خالد بن الولید الی اھل الردۃ کنت اقمت بذی القصۃ فان ظفر المسلمون
ظفروا وان ھزموا کنت بصدد لقاء او مدد او وددت انی کنت اذ وجھت خالد
بن الولید الی الشام کنت وجھت عمر بن الخطاب الی العراق فکنت قد بسطت
یدی کلتیھما فی سبیل اللہ ومد یدیہ ووددت انی کنت سالت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم لمن ھذا الامر فلا ینازعہ احد ووددت انی کنت سالتہ ھل للانصار
فی ھذا الامر نصیب ووددت انی کنت سالتہ عن میراث ابنۃ الاخ والعمۃ فان فی
نفسی منھما شیئا قال لی یونس قال لنا یحیی ثم قدم علینا غلوان بعد وفاۃ اللیث
فسالتہ عن ھذا الحدیث فحدثنی بہ کما حدثنی اللیث بن سعد حرفا حرفا واخبرنی
انہ ھو حدث بہ اللیث بن سعد وسالتہ عن اسم ابیہ فاخبرنی انہ غلوان بن داود

یعنی ابوبکر نے اپنے مرض میں عمر کو خلیفہ بنایا جب اسکا قصد کیا تو عبدالرحمن بن عوف کو
بلا بھیجا اور اون سے اس بارے میں مشورہ کیا تو عبدالرحمن نے کہا یہ تو ہر طرح اچھا ہے مگر
اوس میں غلظت ہے ابوبکر نے کہا ہم میں چونکہ نرمی ہے اسلیے اوس میں غلظت ہے اگر امر خلافت
اوسکو ملے تو بہت سی باتونکو ترک کردیگا پھر کہا اچھا اس رائے کو ابھی کسی پر ظاہر نکرنا پھر عثمان

کو بلایا اونسے مشورہ لیا اونھوں نے کہا تم خوب جانتے ہو ابوبکر نے کہا ہم تمکو اچھا جانتے
ہیں دیکھو اے عثمان اس بات کا کسی سے تذکرہ نہ کرنا اور کہا اگر عمر کو نہ بنائیں تو تمکو خلیفہ
کرینگے دیکھو ان باتونکا کسی سے تذکرہ نکرنا اسکے بعد ابوبکر پاخانہ میں تھے اور وہاں اونکے زوجہ
اسما بنت عمیس اونکو اپنے مہندی بھرے ہاتھوں سے پکڑے ہوئی تھیں کہ ابوبکر نے پکار کر پوچھا
کیا تم اسپر راضی ہو جسکو ہم خلیفہ کریں کیونکہ ہمنے اپنے کسی قرابت مند کو نہیں خلیفہ بنایا ہے
بلکہ عمر کو خلیفہ کیا ہے سبنے کہا ہم راضی ہوئے۔

اسمٰعیل قیس سے راوی ہیں کہ ہمنے دیکھا عمر لوگونکو بیٹھال رہے ہیں عمر کے ہاتھ میں ایک ڈنڈا ہے
اور کہہ رہے ہیں کہ سنو اپنے خلیفہ کا قول کہہ رہے ہیں ہمیشہ تمھاری خیر خواہی کرتے رہے عمر کے
ساتھ ابوبکر کا غلام شدید نامی بھی تھا جسکے ہاتھ میں پروانہ خلافت عمر تھا۔

واقدی کا بیان ہے کہ ابوبکر نے عثمان کو بلایا اور فرمان خلافت عمری لکھوانا چاہا ابھی
اسقدر لکھا گیا تھا کہ یہ عہد نامہ ابوبکر ہے طرف مسلمانونکے کہ ابوبکر کو غش آگیا عثمان نے
جلدی سے لکھدیا اما بعد میں نے تمپر عمر کو خلیفہ کیا اور تمھارے خیر خواہی سے باز نہ آئے
اتنے میں ابوبکر کی آنکھ کھل گئی پڑھوا کر سنا تو کہا معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس غشی میں مرجائیں لہذا
بخوف فتنہ لکھدیا عثمان نے کہا ہاں ابوبکر نے دعا دی اور اوسکو بحال رکھکر آگے لکھوایا

عبدالرحمن بن عوف کا بیان ہے کہ ہم ابوبکر کے پاس اس زمانہ مرض میں گئے اور کہا کہ
شکر ہے کہ آج مزاج تمھارا بحال ہے ابوبکر نے کہا کیا تم ایسا سمجھتے ہو کہا ہاں۔ ابوبکر نے کہا ہم تمپر
خلیفہ ہوئے اور تم لوگونکی خیر خواہی ہمارے دل میں تھی مگر سب کے ناک پر ورم آگیا
(غصہ ہوئے) چاہتے تھے کہ تم ہی خلیفہ ہو دوسرا نہو کیونکہ تمنے دیکھ لیا دنیا نے رخ
کیا ہے اور ابھی کیا ہے اور کرنیوالی ہے یہانتک کہ تم پردہ ہائے حریر اور تکیہ ہا دیبا پر
آرام کرو نرم کپڑہ پر سونا تمکو ایسا ناگوار گذریگا جیسا کہ کانٹوں پر سونا قسم بخدا
اگر کسیکی گردن بغیر کسی حد شرعی کے مارے جائے تو وہ بہتر ہے اس سے کہ عمر کا دنیا میں
مبتلا ہو سمجھ رکھو تم لوگ سب سے پہلے گمراہ کرنیوالے ہو آدمیوں کے کل
کے روز کہ لوگونکو راہ حق سے گمراہ کروگے داہنے بائیں اپنے

ہادی طریق وہ یا بجز ہی یا فجر عبدالرحمن نے کہا آہستہ رہو خدا تم پر رحم کرے کہ جس فکر میں تم ہو
اوس میں اور بھی ہیجان پیدا کریگا سمجھ رکھو لوگ دو ہی قسم کے ہیں یا تو اونکی بھی وہی رائے ہے
جو تمھاری رائے ہے تو وہ تمھارا شریک ہے یا وہ مخالف ہے تمھاری رائے کا تو وہ تمھارا
مشیر ہے۔

ہم جہاں تک سمجھتے ہیں جس شخص (عمر) کو تم نے تجویز کیا ہے اوس میں خیر خواہی ہی کا خیال ہے
اور وہ ہمیشہ صالح و مصلح رہا اور تم دنیا کی کسی بات پر افسوس نکرتے ہوگے۔

ابوبکر نے کہا ہمکو دنیا کی تین باتوں پر افسوس ہے جنکو کہا اور افسوس ہے
کہ نہ کیے ہوتے اور تین باتیں چھوڑ دیں کاش اسکو کیے ہوتے اور تین باتیں ایسی ہیں جسپر
افسوس ہے کہ ہمنے رسول اللہ سے نہ پوچھا ہوتا۔

وہ تین باتیں جنکو کیا اور افسوس ہے کہ نہ کیے ہوتے یہ ہے (۱) کشف بیت فاطمہ
نہ کیے ہوتے اگرچہ اوسکو ہم سے لڑنیکے لیے بلند کیا ہوتا (۲) فجاۃ اسلمی کو نہ جلائے ہوتے یا تو
اوسکو قتل کرتے یا یونہی چھوڑ دیے ہوتے (۳) بروز سقیفہ ہم اس بار خلافت کو نہ اٹھاتے
یا تو عمر کے گلے میں ڈالتے یا ابو عبیدہ کے کہ ان میں سے ایک امیر ہوتا اور ہم وزیر ہوتے۔

لیکن وہ باتیں جنکو ہمنے چھوڑ دیا اور کاش کیے ہوتے (۱) یہ کہ اشعث بن قیس جب
قید ہو کر آیا تھا تو کاش ہم اوسکو قتل کر ڈالتے کیونکہ ہمارے خیال میں وہ ہر شر کا معین ہوتا ہے
(مگر افسوس بجائے اسکے اپنے ام فروہ کا اوس سے عقد کر دیا) جس سے عمر بن اشعث وغیرہ
قاتل امام حسین ع پیدا ہوا (۲) جب خالد کو اہل ردہ کے قتال کو روانہ کیا کاش ہم بمقام
ذی القصہ رہتے کہ اگر مسلمانوں کو شکست ہوتی تو لقاء عدو کے منتظر رہتے یا مدد کے (۳) جب
خالد بن ولید کو طرف شام کے روانہ کیا تو عمر کو بھی جانب عراق روانہ کرتے کہ دونوں
ہاتھ ہمارا خدا کی راہ میں پھیلجاتا

رہی وہ تین باتیں جنکا افسوس ہے رسول اللہ سے نہ پوچھا ہے۔

(۱) کہ ہم پوچھتے یہ خلافت کسکا حق تھا کہ ہم اوس سے کوئی نزاع نکرتے (افسوس صدیق
ہو کر اتنا سفید جھوٹ کیا آج تک معلوم ہی نہ تھا کہ رسول نے کسکو خلیفہ بنایا)

(۲) کاش پوچھے ہوتے کہ انصار کا بھی کچھ حق ہے یا نہیں (تعجب ہے کہ الائمۃ من قریش کے خود ہی
راوی ہیں جس سے انصار کو محروم کیا اور آج یہ کہہ رہے ہیں)

(۳) کاش پوچھے ہوتے کہ بھائی بہن پھوپھی کو بھی میراث میں کچھ حق ہے کہ نہیں (افسوس ہے کہ
قرآن سے بھی بے بہرہ رہے) ص۵۳ تاریخ طبری جلد ۴

چونکہ شہرستانی نے خلافت عمر کو آٹھویں اختلاف میں لکھا اسلیے ہمکو کچھ تفصیل سے کام لینا پڑا
تاکہ معلوم ہو دعوی تو یہ ہے کہ جو کچھ ہوا اجماع سے اور حالت یہ ہے کہ نہ ابوبکر کی خلافت پر اجماع ہوا
نہ عمر پر کیونکہ ابھی انصار نے تقریر شروع کی تھی کہ عمر نے بیعت کر لی اور قصہ طے ہوا۔
کیا اسی کا نام اجماع ہے؟ اور عمر کے بارے میں تو سب کو اختلاف ہے کہ ابوبکر کو پائخانہ میں
بیٹھکر فیصلہ سنانا پڑا اور فرمان بھی اسطرح سنایا تو اسطرح کہ بند لفافہ پر بیعت لی گئی اسطرح کہ
عمر صاحب ڈنڈا لیے ساتھ ہیں اور لوگوں کو بٹھال رہے ہیں کیا کوئی مسلمان ان واقعات سے یہ
نتیجہ نکال سکتا ہے کہ کوئی کام خدا ترسی سے کیا گیا یا محض خواہش نفس سے کام کیا گیا۔

دوسرا امر قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم فرماتے تھے کاغذ دوات لاؤ کہ ایسا
نوشتہ لکھدیں۔ وہ اسی قابل تھا کہ اوسکا یہ جواب دیا جائے کہ یہ شخص غلبہ درد سے ہذیان
کہہ رہا ہے اور فرمائے کہ ابوبکر اس قابل تھا کہ اوسکی یوں تعمیل کی جائے کہ ابوبکر کو غش آجائے
تو عثمان جلدی سے نام عمر کا لکھدیں اور عمر صاحب اوس حکمنامہ کو مسجد رسول میں اسطرح
سنائیں کہ ڈنڈا لیے ہوئے لوگوں کو بٹھائیں اور کہیں کہ سنو فرمان خلیفہ یہ ہے۔

کیا کوئی شخص بھی دنیا میں ایسا ہے جو ان حالات کو سنے اور کہے کہ یہ لوگ مسلمان تھے یا کوئی
کام انکا از راہ خدا ترسی تھا۔

آہ جب دنیا نے ان لوگوں کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈالدیا تھا کہ کچھ نہ سوجھا کہ ہم کیا کر رہے ہیں
جس رسول پر ایمان لائے اور خدا کا رسول مانا اوسکے حکم کو تو آپکے آخری زمانہ میں ہذیان
مانا اور اوسکی جنازہ کو بے غسل و کفن چھوڑا اور احکام خلیفہ کی اسطرح تعمیل کی جاتی ہے کہ
نام بھی لکھ لیا جاتا ہے اور اونکی بند لفافہ پر بیعت لی جاتی ہے۔ اور شاہ صاحب ایجاد
مذہب کا سہرہ عبداللہ بن سبا یہودی کے سر پر رکھتے ہیں کہ جو کچھ کیا اوسی نے کیا۔

یا اون یہود و نصاریٰ نے جو تازہ اسلام لائے تھے اور یہ نہیں دیکھتے کہ اونکے مورخین محدثین کیسی پردہ دری کرتے ہیں اور لوسب کندہ حالات ہیں کہ سارے فساد کی جڑ عمر کی ذات والاصفات ہے جنھوں نے روز قبول اسلام سے کیسی کیسی رخنہ اندازی کی سیجی انشاء مفصلاً

علامہ شہرستانی بعد اسکے لکھتے ہیں غرض زمانہ صحابہ میں اسکے سوا اور بھی بہت سے اختلافات ہوئے میراث جد میراث اخوہ میراث کلالہ میں اور عقل التابع وایات ایمان وحدود بعض جرائم میں جس میں کوئی نص نہیں وارد ہوا مگر اون سب کا اہم مسئلہ یہ تھا کہ قتال روم جہاد عجم میں مشغول ہے اور خدا نے بہت سے فتوح مسلمانونکو دکھائے لونڈی غلام غنیمت بہت سا ہاتھ آیا اور سب کچھ عمر کے رائے سے ہوتا تھا اور منتشر ہوئی دعوت اور ظاہر ہوا کلمہ اسلام اور عرب و عجم سب تابع ہوئے۔

نواں اختلاف امر شوریٰ میں ہوا یہانتک کہ عثمان کی بیعت پر اتفاق ہوا اور انتظام ملک درست ہوا دعوت اونکے زمانہ میں منتشر ہوئی اور فتوحات بہت ہوئے اور بیت المال مال سے مملو ہوا خلائق کیساتھ حسن طریقہ پر معاشرت کیا اور خوب کشادہ دلی سے معاملہ کیا بجز اسکے کہ اقارب اونکے بنی امیہ سے سب کے گردنوں پر مسلط ہوئے اور ظلم و جور کرنیلگے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اونسے بدلہ لیا گیا۔

عثمان کے زمانہ میں بہت سے اختلافات پیدا ہوئے اور اونکے احداث و بدعات پر مواخذہ کیا گیا مگر سب کے دار و مدار بنی امیہ تھے کیونکہ حکم بن امیہ کو مدینہ میں بلوایا حالانکہ رسول اللہ نے اونکو نکلوا دیا تھا اور اوسکا نام ہی طرید رسول اللہ قرار پایا تھا عثمان نے زمانہ ابوبکر و عمر میں اوسکی شفاعت بھی کی مگر اونھوں نے نہ مانا تھا بلکہ عمر نے تو اور بھی اوسکی سزا کو بڑھا دیا تھا کیونکہ یمن میں جہاں وہ رہتا تھا اوس سے چالیس فرسخ اور بھی نکلوا دیا تھا۔

اسی قسم سے یہ ہے کہ حضرت ابوذر کو مدینہ سے نکلوا کر ربذہ بھجوا دیا۔ (شاید یہ اوسکا انتقام ہو کہ حضرت نے حکم کو نکلوا دیا تھا تو عثمان نے آپکے خاص صحابی ابوذر کو نکلوایا)

اور عثمان نے اوسی حکم کے بیٹے مروان سے اپنے بیٹی کی شادی کر دی اور خمس غنیمت افریقہ اوسکو دیدیا جو دو لاکھ اشرفی تھا۔

اسی طرح عبداللہ بن ابی سرح کو مدینہ میں بلوا بھیجا حالانکہ حضرت نے اسکا خون مسلمانوں پر

مباح کیا تھا پھر عثمان نے اوسکو حاکم مصر بنا کر بھیجا اسی طرح عبداللہ بن عامر کو حاکم بصرہ بنایا جسنے وہاں جا کر بہت سا احداث کیا۔

غرض اسی طرح کے بہت سے امور ہیں جنکا الزام عثمان پر ہے اوسکے لشکر کا سردار معویہ تھا شام میں اور سعد بن ابی وقاص کوفہ میں جسکے بعد ولید بن عقبہ حاکم بنایا گیا اور عبداللہ بن عامر عامل بصرہ تھا اور عبداللہ بن ابی سرح عامل مصر تھا مگر سب نے عثمان کو اپنے نصرت سے مخذول کیا اور تنہا چھوڑ دیا یہانتک کہ وہ مظلوم قتل ہوئے اپنے دار میں اور اون مظالم کا یہ نتیجہ ہوا کہ فتنے اوٹھ کھڑے ہوئے اور کسیطرح کم نہوئے۔

دسواں اختلاف زمانہ جناب امیر میں ہوا حالانکہ سب کا اتفاق ہو چکا تھا آپ کی بیعت پر اور سب نے خلیفہ قبول کیا تھا مگر سب سے پہلے طلحہ زبیر مکہ میں آئے اور وہاں سے عائشہ کو لیکر بصرہ گئے اور جناب امیر سے قتال کا بازار گرم ہوا جو مشہور بہ جنگ جمل ہے مگر حق یہ ہے کہ دونوں نے رجوع کیا اور توبہ کیا بعد اسکے کہ یاد دلایا گیا ایک امر اور وہ اونکو یاد پڑ گیا۔ زبیر کو تو ابن جرموز نے قتل کیا جبکہ وہ لڑائی سے واپس آ رہے تھے جس سے رسول کی وہ پیشین گوئی پوری ہوئی کہ کہ قاتل ابن صفیہ کو بشارت ہو جہنم کی۔

رہے طلحہ تو اونکو مروان نے ایک تیر مارا جس سے وہ مر کر گر پڑا عائشہ کو تو لوگ اوٹھا کر لیگئے تھے اور وہ نادم تھیں اور توبہ کیا اپنے فعل سے (یہ سب مطابق عقائد اہلسنت ہے حالانکہ سب غلط ہے)۔

اسکے بعد جناب امیر کی مخالفت کی معویہ نے جس سے جنگ صفین قائم ہوئی پھر خوارج نے مخالفت کی اور اونکا اعتراض اسپر تھا کہ کیوں حکم مقرر کیے گئے پھر عذر کیا عمرو عاص نے اسنے ابوموسیٰ اشعری کو حالانکہ حضرت علی کا خلیفہ ہونا تا وقت وفات مشہور ہے اسی طرح خوارج کی مخالفت جناب امیر کیساتھ مشہور ہے مگر حق یہ ہے کہ جناب امیر ہر امر میں حق پر تھے اور حق اون کے ساتھ تھا۔

حضرت ہی کے زمانہ میں خوارج ظاہر ہوئے مثل اشعث بن قیس (شوہر خواہر ابوبکر) اور مسعود بن فدکی تمیمی اور زید بن حصین طائی وغیرہ اسی طرح ظاہر ہوئے حضرت کے زمانہ میں

غلاۃ مثل عبداللہ بن سبا وغیرہ کو اور انھیں دونوں کی بدولت ظاہر ہوئی بدعت وضلالت
اور حضرت کا قول سچ ہوا جو جناب امیر سے فرمایا تھا کہ ای علی تمھاری بارے میں دو فرقہ ہلاک ہوگا
ایک امت رسمی کرنیوالا (خوارج) دوسرا امت دوستی کرنیوالا (غلاۃ)

جناب امیر کے بعد جو اختلافات ہوئے اوسکی دو قسم ہے ایک اختلاف دربارہ امامت
دوسرا اختلاف دربارہ اصول اسکے بعد اون اختلافات کو لکھا ہے جو زیدیہ وغیرہ اور معتزلہ
میں ہوا۔ تمام ہوا ترجمہ ملل ونحل کا بقدر حاجت۔

اقول اس تقریر مسلسل کو دیکھیے جس میں صاحب ملل ونحل نہایت اختصار سے مگر پوست کندہ لکھا ہے
پھر شاہ صاحب کے اس دعوی کو کہ عہد شیخین میں بہت سے فتوحات ہوئے اور یہود ونصاریٰ
داخل اسلام ہوئے انھوں نے اسلام ظاہر قبول کرکے فتنہ وفساد پیدا کیا اور آخر میں عبداللہ
بن سبا یہودی کے بدولت مذہب تشیع کا ایجاد ہوا کیونکہ علامہ شہرستانی کی تحقیقات بتا رہی
ہے جو کچھ فساد ہوا اون بظاہر مسلمانوں سے جو صحابی رسول کہلاتے اور سرگروہ اون کے
اصحاب ثلثہ تھے کیونکہ لفظ منافق تو اسم صفت ہے نہ علم ذات ثواب جس میں وہ صفت نفاق
پائی جائیگی وہ منافق کہلائیگا اور ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنے فریق مخالف کو اس صفت سے یاد
کرسکتا ہے مگر جب تک کوئی قاعدہ معین نہو نہیں کہا جاسکتا ان دونوں فریق میں کون
منافق ہے کون مومن

علامہ شہرستانی نے ایک قاعدہ کلیہ اسکا بتا دیا ہے کہ کون مومن ہے کون منافق کیونکہ
اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں "سب سے پہلا شبہ جو خلق میں ظاہر ہوا وہ شبہ ابلیس تھا جسنے نص کے
مقابلہ میں اپنی رائے ظاہر کی"

پھر چوتھے مقدمہ میں لکھتے ہیں "اس ملت اسلامیہ میں جتنے شبہات پیدا ہوئے وہ سب اون منافقین کے
بدولت پیدا ہوئے جو حضرت کے زمانہ میں تھے کیونکہ وہ حضرت کے حکم پر راضی نہیں ہوئے انکے احکام کو
واجب التعمیل نہ سمجھا" جس سے بالبداہت شاہ صاحب کا یہ دعوی تو باطل ہوا کہ فتوحات زمانہ
شیخین کے بعد جو یہود ونصاریٰ داخل اسلام ہوئے تھے اونکی تفریق مذاہب پیدا ہوئے کیونکہ
یہ ایک بدیہی بات ہے جو قوم مفتوح ہوتی ہے اوسکی کوئی بات نہ اثر کرتی ہے نہ اوسکو کوئی وزن ہوتا ہے

پھر ایسے یہود ونصاریٰ کی باتیں قابل سماعت ہوسکتی ہیں جو اس ذلت وخواری سے تابع اسلام
ہوئے علامہ شہرستانی نے مثال دیکر بھی سمجھا دیا کہ دیکھو ذوالخویصرہ نے حضرت کی تقسیم پر اعتراض
کیا اصل قصہ اسکا صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۷۲ مطبوعہ مصر میں ہے۔

ان ابا سعید الخدری قال بینما نحن عند رسول اللہ وھو یقسم قسما اذ اتاہ
ذوالخویصرۃ وھو رجل من بنی تمیم فقال یا رسول اللہ اعدل فقال ویلک ومن یعدل
اذا لم یعدل قد خبت وخسرت ان لم اعدل فقال عمر یا رسول اللہ ائذن لی فیہ فاضرب
عنقہ فقال دعہ فان لہ اصحابا یحقر احدکم صلاتہ مع صلاتھم وصیامہ مع صیامھم
یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ
ینظر الی نصلہ فلا یوجد فیہ شیء ثم ینظر الی وصافہ فلا یوجد فیہ شیء ثم ینظر الی نقیبہ
وھو قدحہ فلا یوجد فیہ شیء ثم ینظر الی قذذہ فلا یوجد فیہ شیء قد سبق الفرث
والدم آیتھم رجل اسود احدی عضدیہ مثل ثدی المرأۃ او مثل البضعۃ
تدردر ویخرجون علی حین فرقۃ من الناس قال ابو سعید فاشھد انی سمعت
ھذا الحدیث من رسول اللہ واشھد ان علی بن ابی طالب قاتلھم وانا معہ فامر بذلک
الرجل فالتمس فاتی بہ حتی نظرت الیہ علی نعت النبی صلعم الذی نعتہ صفحہ ۱۷۳

ابو سعید خدری کی روایت ہے کہ ہم خدمت رسول میں حاضر تھے اور آپ کچھ تقسیم فرما رہے تھے
کہ ذوالخویصرہ آیا جو بنی تمیم سے تھا اور اوسنے کہا یا رسول اللہ انصاف کیجیے حضرت نے فرمایا
وائے ہو تجھپر اگر میں نہ انصاف کرونگا تو پھر کون انصاف کریگا اگر میں انصاف نہ کروں تو
خائب وخاسر ہونگا عمر نے کہا یا حضرت اجازت دیجیے کہ میں اسکو قتل کروں حضرت نے فرمایا
چھوڑ دے کہ اسکے ایسے اصحاب ہیں جنکے نماز روزے کے سامنے تم اپنے نماز وروزہ کو حقیر جانوگے
یہ قرآن کو پڑھتے ہونگے مگر وہ اونکے پہنچ گردن سے نہ پڑھیگا (یعنی اون کے سمجھ میں نہ آئیگا)
اور ایسی تاویل کرینگے جو خلاف مقصود ہوگی۔ یہ اسطرح دین سے نکلجائینگے جیسا کہ تیر
شکار سے نکلجاتا ہے اور پھر باہر نکلجاتا ہے پھر جو اوسکے اوس لوہے میں دیکھا جاتا ہے جو تیر میں
لگا رہتا ہے تو اوس میں کچھ نہیں ملتا مقصود یہ ہے کہ جسطرح تیر جب اپنے تیزی سے شکار کو

جیسے کہ کلجی نا ہے اور شکار کا کوئی حصہ بھی اوس میں نہیں رہتا اسی طرح یہ لوگ اسلام سے نکلجائینگے کہ کوئی اثر بھی اسلام کا اون میں نہ رہیگا) سردار اسکا ایک مرد دیہاتی ہوگا جسکا ایک بازو ایسا ہوگا جیسا کہ عورتونکا پستان ہے یا گوشت کا ایک ٹکڑہ جو حرکت کرتا ہوگا یہ لوگ اوسوقت ظاہر ہونگے جبکہ لوگوں میں اختلاف ہوگا ابوسعید خدری کہتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ خود میںنے اس حدیث کو سنا رسول اللہ سے اور گواہی دیتا ہوں کہ جناب امیر نے ان سے قتال کیا اور حضرت نے حکم دیا کہ اسکو تلاش کرو جب وہ لایا گیا تو اوسکو ویسا ہی پایا جیسا کہ حضرت نے فرمایا تھا۔

اب اسکے ساتھ یہ بھی دیکھ لیجو کہ یہ بنی تمیم کیسے تھے اور اسی صحیح بخاری میں ہے صفحہ ۴۹۹ جلد ۲۔

عن ابی ھریرۃ قال لم ازل احب بنی تمیم بعد ثلاث سمعتہ من اللہ صلعم یقولہا فیہم ھم اشد امتی علی الدجال وکان فیہم سبیہ عند عائشہ فقال اعتقیہا فانہا من ولد اسمعیل وجاءت صدقاتہم فقال ھذہ صدقات قوم او قومی

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ کہا میں ہمیشہ دوست رکھتا ہوں بنی تمیم کو جبسے رسول اللہ سے تین حدیثوں میں ایک یہ کہ آپنے فرمایا ہمارے امت میں بنی تمیم سب سے زیادہ شدید ہونگے دجال پر دوسرے یہ کہ ایک لونڈی ان کی عائشہ کے پاس ہے تو حضرت نے فرمایا اسکو آزاد کردو کیونکہ یہ اولاد اسمعیل پیغمبر سے ہیں تیسرے یہ کہ اس قوم کا کچھ صدقہ آیا رسول کے پاس تو حضرت نے فرمایا قوم کا صدقہ آیا ہمارے قوم کا صدقہ آیا۔

فتح الباری میں ہے عن زھیر بن حرب شیخ البخاری فیہ صدقاتہا فوجی یعنی قوم دھرج ۴ یعنی زہیر بن حرب شیخ بخاری اس روایت کو یوں بیان کرتے ہیں کہ ہمارے قوم کا صدقہ آیا بغیر تردد کے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ بنی تمیم ایسی قوم تھی کہ حضرت اوسکو اپنی قوم فرماتے ہیں اوسی قبیلہ کا یہ ذوالخویصرہ ہے جسنے رسول اللہ پر یہ اعتراض کیا تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کوئی معمولی شخص تھا بلکہ نہایت معزز قوم و قبیلہ سے جسکی حضرت نے اسقدر تعریف فرمائی کہ ابوہریرہ اوسسے محبت کرنے کو لوازم ایمان سمجھتے ہیں۔

اب آیئے دوسرے ذوالخویصرہ کا حال سنیئے خود صحیح مسلم میں ہے صفحہ ۳۳۴ جلد

عن سلمان بن ربیعہ قال قال عمر بن الخطاب قسم رسول اللہ قسما فقلت واللہ یا رسول اللہ لغیر ھولاء کان احق بہ منھم قال انہم خیروننی بین ان یسالونی بالفحش او یبخلونی ولست بباخل یعنی سلمان بن ربیعہ راوی ہیں کہ خود عمر کہتے ہیں ایکدفعہ رسول اللہ نے کچھ تقسیم کیا تو میںنے کہا قسم بخدا یا رسول اللہ بغیر کو نکو آپنے دیا ہے دوسرے لوگ اس سے زیادہ مستحق تھے حضرت نے فرمایا مجھے مخیر کیا ہے اس میں کہ سوال نہ کرو مجھسے فحش بدگوئی سے یا مجھکو منسوب دو بخل سے حالانکہ ہم بخیل نہیں ہیں۔

اب دونوں اعتراضوں کا مقابلہ کرو تو معلوم ہو کیا فرق ہے کیونکہ تقسیم پر اعتراض کرنیوالے دونوں ذوالخویصرہ بھی جو منافق کہا جاتا ہے اور موجد مذہب خوارج ہے اور عمر بن الخطاب بھی جو خلیفہ کہلاتے ہیں اور اونکے فضائل موضوعہ سے حدیث کی کتابیں مملو ہیں اب بتاؤ علامہ شہرستانی نے جو قاعدہ بتایا تھا کہ جو شخص ضد اور سول پر اعتراض کرے اور اپنے خواہش کو دخل دے وہ منافق ہے! غلط ہے یا صحیح اگر غلط ہے تو پھر نہ شیطان پر اعتراض ہے نہ ذوالخویصرہ پر اور اگر وہ قاعدہ صحیح ہے تو پھر کیا وجہ کہ ذوالخویصرہ تو منافق کہا جائے اور عمر صاحب کہے جائیں حالانکہ حضرت عمر کے اس قسم کے اعتراضات ایک نہیں صدہا ہیں جن کو ہم آگے چلکر کچھ بیان کرینگے۔

اب بتاؤ دین اسلام میں رخنہ ڈالنا اور اس قسم کی تفریق پیدا کرنا جس سے اسلام کا مجموعہ پراگندہ ہو اون صحابہ کا کام ہے جو عہد رسول میں اسطرح کی تفریق کرتے ہوں اور حضرت کے بعد منصب خلافت پر فائز ہوئے؟ یا اونکا جو ذلیل خوار ہو کر مغلوب اسلام ہوئے جنکو شاہ صاحب موجد اول کا خطاب دیتے ہیں۔

افسوس کہ شہرستانی نے نہ معلوم کس مصلحت سے صرف ذوالخویصرہ کی روایت کو لکھا اور مذکورہ عمر کو ترک کیا حالانکہ عمر کا اعتراض بڑے زوردار لفظوں میں ہے کیونکہ وہ صرف یہی کہتے ہیں اعدل عدل وانصاف فرمایئے جسکو یہ لازم نہیں کہ حضرت عدل وانصاف کرتے تھے اور دوسری روایت کے مطابق اتق اللہ ہے جیسا کہ صحیح بخاری جلد ۳ میں ہے صفحہ ۶۱۴ جزیہ

جس سے التزاماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ حضرت خلاف تقویٰ تقسیم فرما رہے تھے بخلاف تقویٰ عمر کہ اوس میں صراحۃً یہ بیان ہے کہ خلیفہ دوم تقسیم فرماتے ہیں غیر لوگ اس سے زیادہ مستحق تھے یعنی آپنے یہ صریح حق تلفی فرمائی کہ مستحق کو محروم کیا اور غیر مستحق کو دیا۔

حضرت نے ذوالخویصرہ کے جواب میں فرمایا ان لم اعدل فمن یعدل اگر ہم نہ عدل کرینگے تو کون عدل کریگا اور جواب عمر میں فرمایا کہ ہمکو اختیار دیا گیا ہے کہ فحش کیساتھ سوال کریں مالت بخل دین حالانکہ ہم بخیل نہیں ہیں جس سے معلوم ہوا کہ حضرت نے اعتراض عمر کو اسی قسم میں داخل کیا کہ حضرت کو محسن کی نسبت دی اب اسکے بعد اہلسنت کو اختیار ہے کہ عمر کو مسلمان سمجھیں یا جو کچھ چاہیں مگر خود حضرت عمر کا فیصلہ موجود ہے کہ کہا کہئے تو ہم اس منافق کو قتل کر ڈالیں جس سے معلوم ہوا کہ وہ بھی یہ سمجھتے تھے کہ اس قول سے منافق ہو گیا تو پھر عمر کے منافق اور واجب القتل ہونے میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔

ہاں اس حدیث میں تو بخاری نے عمر کا نام لکھا ہے کہ اونھوں نے اجازت قتل مانگی مگر پارہ ۱۷ میں بخاری ہی یہ لکھتے ہیں قال خالد بن الولید یا رسول اللہ الا اضرب عنقہ ص ۶۴ فتح الباری کہ خالد بن ولید نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم اسکو قتل نہ کر ڈالیں جس سے صریحی اختلاف دونوں روایتوں میں بخاری کے ظاہر ہے مگر ابن حجر یہ تاویل کرتے ہیں کہ ممکن ہے دونوں نے یہ سوال کیا ہو مگر یہ ایسی تاویل ہے کہ خواہی نخواہی اسپر مضحکہ کیا ہے کیونکہ دو ہی صورت ہے یا دونوں کا سوال ایک ساتھ ہوا اگر ایسا ہے تو پھر جواب دونوں کا مخالف کیوں ہوا اور اگر مقدم و موخر ہے تو یہ اور بھی عجیب ہے کہ حضرت ایک دفعہ منع کر چکے تھے تو پھر دوسرے نے کیوں سوال کیا۔

حضرت نے بجواب عمر فرمایا تھا کہ اسکے ایسے اصحاب ہیں کہ تم اونکے نماز و روزہ کے سامنے اپنے نماز و روزہ کو حقیر جانو گے جس سے اوسکا نماز گذار ہونا بنص رسول ثابت ہے اور بجواب خالد فرمایا لا یقتلہ ان یکون یصلی کہ نہ قتل کرو کیونکہ ممکن ہے وہ نماز پڑھتا ہو اور اوسکے بعد فرمایا تخرج من ضیفی ھذا قوم یتلون کتاب اللہ رجلا لا یجاوز حناجرھم یمرقون من الدین کما یمرق الرمیۃ من الرمیۃ وترکتہ قال لا ان ادرکتھم لاقتلنھم قتل ثمود ص ۶۵

کہ اسکے اعقاب یا اصحاب سے ایسے لوگ پیدا ہونگے جو کتاب اللہ کو تو خوب پڑھینگے مگر اونکے فہم میں قرآن نہ آئیگا وہ اسطرح اسلام سے نکل جائینگے جیسا کہ تیر شکار سے نکل جاتا ہے اگر ہم اونکو پائینگے تو قتل کرینگے زیادہ تر تعجب خیز یہ ہے کہ یہاں تو عمر یا خالد یا دونوں حضرت سے اسکی اجازت طلب کرتے ہیں کہ اگر حکم ہو ہم اس منافق کو قتل کر ڈالیں مگر جہاں حضرت صریحی حکم دیتے ہیں کہ اس منافق کو قتل کر ڈالو تو ابوبکر عمر دونوں بلا قتل واپس آتے ہیں چنانچہ ابن حجر شارح صحیح بخاری اصابہ میں لکھتے ہیں ص ۷۴ جلد ۲

عن انس قال کان فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رجل یعجبنا تعبدہ واجتہادہ وقد ذکرنا ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باسمہ فلم یعرفہ فوصفناہ بصفتہ فلم یعرفہ فبینا نحن نذکرہ اذ طلع الرجل قلنا ھو ھذا قال انکم لتخبرونی عن رجل ان فی وجہہ لسفعۃ من الشیطان فاقبل حتی وقف علیہم ولم یسلم فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انشدک اللہ ھل قلت حین وقفت علی المجلس ما فی القوم احد افضل منی او خیر منی قال اللھم نعم ثم دخل یصلی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من یقتل الرجل فقال ابوبکر انا فدخل علیہ فوجدہ یصلی فقال سبحان اللہ اقتل رجلا یصلی وقد نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن قتل المصلین فخرج فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما فعلت قال کرھت ان اقتلہ وھو یصلی وانت قد نھیت عن قتل المصلین قال من یقتل الرجل قال عمر انا فدخل فوجدہ واضعا جبھتہ فقال عمر ابوبکر افضل منی فخرج فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہ قال وجدتہ واضعا وجھہ للہ فکرھت ان اقتلہ فقال من یقتل الرجل فقال علی انا فقال انت ان ادرکتہ قال فدخل علیہ فوجدہ قد خرج فرجع الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال لہ مہ قال وجدتہ قد خرج قال لو قتل ما اختلف من امتی رجلان کان اولھم وآخرھم قال موسی فسمعت محمد بن کعب یقول الذی قتلہ علی ذو الثدیۃ قلت ولقصۃ ذی الثدیۃ طرق کثیرۃ جدا استوعبھا محمد بن قدامۃ فی کتاب الخوارج واصح ما ورد فیھا ما اخرجہ مسلم فی صحیحہ وابوداود من طریق محمد بن سیرین عن عبیدۃ عن علی ان علیا ذکر اھل النھروان فقال فیھم رجل مؤذن الید او مجدع الید لولا ان

تنظل والنبأ لكم ما وعد الله الذين يقتلونهم على لسان نحن نقلت له ان سمعته قال
اى وہ یا الکعبہ وقال ابو الربیع الزهرانی حدثنا حماد وحدثنا جمیل بن مرہ عن ابی الوزیر
ان علیا لما فرغ من اهل النهروان قالوا التمسوا المخدج فطلبوہ ثم جاؤا فقال لم نجد و
قال ارجعوا فوالله ما كذبت ولا كذبت قال فرجعوا فقال
تحت القتلى فى طين فكانى انظر اليه حبشى عليه قريطة احدى ثدييه مثل ثدى المرأة
عليه بشعيرات مثل الذى على ذنب اليربوع اخرجه ابو داؤد

یعنی انس سے روایت ہے کہ حضرت کے زمانہ میں ایک عابد تھا اسکی کثرت عبادت سے لوگ تعجب ہوتا تھا لوگوں نے حضرت سے اوسکا نام لیکر تعریف کیا تو حضرت نے اوسکو نہ پہچانا پھر اوسکے اوصاف کو بیان کیا اوسپر بھی نہ پہچانا ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ وہ شخص سامنے آیا میں نے کہا یہ شخص ہے حضرت نے فرمایا تم ایسے شخص کا بیان کرتے تھے جسکے چہرہ پر شیطانی نشانی ہے وہ آکر کھڑا ہوا اور کسی پر سلام نہ کیا حضرت نے فرمایا ہم تجھ قسم دیتے ہیں کہ تو اپنی مجلس سے اوٹھا تھا تو یہ کہا تھا کہ ہمسے افضل یا خیر دوسرا کوئی نہیں اوسنے کہا ہاں کہا تھا اسکے بعد وہ نماز پڑھنے چلا گیا تو حضرت نے کہا کون شخص اسکو قتل کرتا ہے ابوبکر نے کہا ہم جاتے ہیں وہاں جاکر دیکھا تو وہ نماز پڑھ رہا ہے تو کہا سبحان اللہ کیا ہم ایسے شخص کو قتل کریں جو نماز پڑھتا ہے حالانکہ حضرت نے نماز پڑھنے والوں کے قتل سے منع کیا ہے ابوبکر یہ کہکر واپس آئے تو حضرت نے پوچھا کیا کیا۔ کہا یا حضرت وہ نماز پڑھتا تھا لہذا ہمنے کراہت کی اس لیے کہ اوسکو قتل کریں حالانکہ آپ نے نماز پڑھنے والوں کے قتل سے منع کیا ہے پھر حضرت نے فرمایا کون شخص اسکو قتل کرتا ہے عمر نے کہا میں جاتا ہوں یہ بھی اوسی طرح واپس آئے کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور دل میں کہا کہ ابوبکر ہمسے افضل ہیں پھر کیونکر ہم قتل کریں پھر حضرت نے فرمایا کون شخص اسکو قتل کرتا ہے جناب امیر نے کہا میں جاتا ہوں حضرت نے فرمایا ہاں اگر تم پاؤ۔ جناب امیر واپس آئے اور عرض کیا وہ مسجد سے جا چکا تھا تب حضرت نے فرمایا اگر وہ قتل ہو جاتا تو ہمارے امت میں دو آدمی بھی اختلاف نہ کرتے یہ اول ہے یہ آخر ہے۔

موسیٰ راوی کہتے ہیں کہ ہمنے محمد بن کعب سے سنا کہ کہتے تھے ذوالثدیہ کو جناب امیر نے

قتل کیا ابن حجر کہتے ہیں قصہ ذی الثدیہ بہت سے طرق سے مروی ہے محمد بن قدامہ نے کتاب الخوارج میں اسکو جمع کیا ہے اور سب سے صحیح وہ روایت ہے جو صحیح مسلم میں ہے کہ جناب امیر نے اہل نہروان کا ذکر کیا تو فرمایا ایک شخص اون میں ایسا ہے جسکی ایک ہی باہ ہے اگر تمکو انتظار کرنا نہ پڑے تو ہم اوسکو بیان کر سکتے ہیں جسکا رسول اللہ نے وعدہ کیا ہے اون لوگوں سے جو اوسکو قتل کرینگے اور سے کہا کیا خود آپ نے اوسکو سنا ہے فرمایا ہاں قسم اوس خدا کی جسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے کہ ہمنے اوسکو سنا ہے اور اوسکے قتل کی طرف اشارہ کیا پھر فرمایا اوسکو تلاش کرو وہ لوگ جب حضرت فارغ ہوئے اہل نہروان سے تو آپ نے فرمایا اوس شخص کی تلاش کرو وہ لوگ ڈھونڈھکر آئے تو کہا ہمنے نہیں پایا تین مرتبہ یہ بیان کیا تو حضرت نے فرمایا قسم بخدا نہ میں جھوٹ کہا ہے نہ ہمسے جھوٹ کہا گیا ہے آخر میں لوگوں نے سب مردوں کو کھنچ لیا جو کیچڑ میں بسا ہوا تھا راوی کہتا ہے کہ ہمنے دیکھا وہ ایک حبشی ہے جسکا ایک ہاتھ مثل پستان ہے جسپر چند بال ہیں مثل دم یربوع کے صفحہ ۱۰۲

کیا اسکے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ انلوگوں کو کسی طرح رسول اللہ کے قول پر اعتماد تھا یا آپکو رسول صادق امین جانتے تھے کہ اپنے خواہش سے تو اوسکے قتل پر آمادہ ہوئے اور جب حضرت نے حکم صبر بھی دیا کہ جاکر قتل کرو تو یہ بات بنا کر چلے آئے کہ وہ تو نماز پڑھ رہا ہے اور آپنے مصلین کے قتل سے منع کیا ہے کیا کوئی عاقل مان سکتا ہے کہ حکم خاص بوجہ حکم عام رد کر دیا جائے۔

اصلی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت کو چونکہ معلوم تھا ابوبکر عمر خالد بن ولید بھی منافق ہیں جیسا کہ ذوالخویصرہ منافق ہے اسی وجہ سے اسکی اجازت نہ دی کہ ایک منافق دوسرے منافق کو قتل کرے کیونکہ اسسے اسلام کو کوئی نفع نہ پہونچیگا کہ ایک منافق قتل کیا جائے اور دوسرے منافق چھوڑ دیے جائیں بلکہ اسکا ضرر اسلام پر زیادہ پڑیگا کہ ایک منافق قتل کیا جائے اور دوسرے منافق چھوڑ دیے جائیں چنانچہ جب خالد نے کہا ہے کہ بہت سے لوگ ایسے نماز گذار ہیں کہ زبان سے تو کہتے ہیں دل میں نہیں ہوتا تو حضرت نے فرمایا انی لم اومر ان انقب عن قلوب الناس ولا اشق بطونهم اى انما امرت ان اخذ بظواهرهم قالت الاقرطبى انما منع قتله وان كان قد استوجب القتل لئلا يتحدث الناس انه يقتل اصحابه ولا سيما من صلى كما تقدم نظيره فى قصة

عبد الله بن ابى صفحہ ج ۸ فتح الباری

حضرت نے فرمایا ہمکو اسکا حکم نہیں ہے کہ لوگوں کا دل چیر کر دیکھیں یعنی صرف اسکا حکم ہے کہ لوگوں کے ظاہر امر کو دیکھیں قرطبی کہتے ہیں کہ تاکہ یہ نہ کہا جاوے کہ حضرت اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں خصوصاً نمازیوں کو جیسا کہ قصہ عبداللہ بن ابی میں گذرا۔

اس سے وہ اعتراض بھی دفع ہوگیا جو کیا جاتا ہے کہ اگر حضرت ثمہ منافق جانتے تھے تو کیوں نہ قتل کرادیا کیونکہ جب حضرت نے ایسے ایسے اصحاب کو نہ قتل کیا تو جو لوگ ہمہ وقت گرد و پیش رہا کرتے تھے اور نکو کب حضرت قتل کرتے جس سے فتنہ عظیم اسلام میں پیدا ہوتا

غرض جب حضرت نے اوکا بظاہر ارادہ کو دیکھا ہوگا کہ عمر اور خالد اسطرح اوس منافق کے قتل پر آمادہ ہیں تو آپنے ضرور یہی حکم دیا کہ جاکر قتل کردو کیونکہ آپ تو جانتے تھے کوئی قول و فعل انکا صدق دل سے نہیں ہوتا چنانچہ وہی ہوا کہ یہ لوگ اوسکو نماز پڑھتا دیکھکر واپس آئے اور اسکا بھی نہ خیال کیا کہ حضرت نے تو اسکے قتل کا صریح حکم دیا تھا پھر ہم حضرت کو کیونکر منہ دکھائیں

بمناسبت مقام بیان جنگ احزاب کا واقعہ یاد پڑ گیا جس میں حضرت نے ایسا ہی صریح حکم دیا تھا مگر یہ لوگ استغفر اللہ کہکر رہ گئے

چنانچہ تفسیر منثور سیوطی میں ہے ص ۵

واخرج الفریابی وابن عساکر عن ابراھیم التیمی عن ابیہ قال قال رجل یوم الاحزاب یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخلۃ قد اعطلت فقال حذیفہ لقد رأیتنی لیلۃ الاحزاب ونحن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل فی لیلۃ بارد ثم قال فی لیلۃ بارد کان اشد منہ فمن ات منی القافلۃ فقال الا رجل من ھولاء فما اتانا بخبرھم جعلہ اللہ معی یوم القیامۃ قال فما قام منا انسان قال فسکتنا ثم عاد فسکتنا ثم قال یا ابابکر ثم قال استغفر اللہ رسولہ ثم قال ان شئت ذھبت فقال یا عمر فقال استغفر اللہ رسولہ ثم قال یا حذیفہ فقلت لبیک فقلت حتی لبیت وان جنبی لیدن بان من البرد فمسح راسی ودعا لی قال ائت ھولاء القوم حتی تاتینا بخبرھم ولا تحدثن شیئا حتی ترجع ثم قال اللھم احفظہ من بین یدیہ ومن خلفہ وعن یمینہ وعن شمالہ ومن فوقہ ومن تحتہ حتی یرجع قال فلان لکیون ارسلها

کان احب الی من اللہ منیا ومافیہا قال فانطلقت فاخذ فاشی بخوھم کانی امشی فی حمام قال فوجدتھم قد ارسل اللہ علیھم ریحا فقطعت اطنابھم وابنیتھم وذھبت بکنیفھم ولم تدع شیئا الا اھلکتہ قال وابوسفیان قاعد یصطلی عند نارلہ قال فنفظ تالیہ فاخذت سھما فوضعتہ فی کبد قوسی قال لکان عندیفہ رامیا فذکرت قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتحدثن حدثا حتی ترجع قال فرددت سھمی فی کنانتی قال فقال حل من القوم الا لیعلم عین الجلیس فاخذت کل بید جلیسی فقلت من انت قال سبحان اللہ اما عرفتنی انا فلان بن فلان فاذا رجل من ھوازن فرجعت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرتہ الخبر فلما اخبرتہ ضحک حتی بدت انیابہ فی سواد اللیل وذھب عنی الدفاع قال فاتانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتانی عند رجلیہ والقی علی طرف شملۃ فان کنت لاشق بطنی وصدری یبطن ذی سیہ فلما اصبحوا ھزم اللہ الاحزاب۔ وھو قولہ فارسلنا علیھم ریحا وجنودا لم تروھا۔

امام فرماتے ہیں عساکر راوی ہیں کہ ایک شخص نے حضرت حذیفہ سے کہا اگر ہم رسول کو پاتے تو ہم خدمت کرتے حذیفہ نے کہا شب احزاب ہم رسول اللہ کیساتھ تھے حضرت نماز شب پڑھ رہے تھے ہو گوں کی طرف ملتفت ہوکر فرمایا کوئی ہے ایسا جو جاکر مخالفین کے لشکر کی خبر لاوے جو ایسا شخص کو ہمارے ساتھ رہیگا جنت میں مگر ہم لوگوں سے کوئی نہ اوٹھا تب آپ نے ابوبکر کا نام لیا وہ استغفار کہکر رہگئے حضرت نے فرمایا اگر چاہو تو جاؤ پھر آپنے عمر کا نام لیا وہ بھی استغفر اللہ رسولہ کہکر رہ گئے پھر آپ نے کہا حذیفہ میں نے کہا لبیک اور حاضر خدمت ہوا اوسوقت ایسی سردی تھی کہ دونوں پہلو ٹھٹھرے جاتے تھے پھر حضرت نے اپنے ہاتھ سے میرے سر اور چہرہ پر مسکیا اور فرمایا اس قوم کے طرف جاؤ اور انکی خبر لاؤ مگر کوئی کام نیا نہ کرنا حضرت حذیفہ کہتے ہیں اگر حضرت ہمکو بھیجتے ہوئے (غالباً یہ ہوگا کہ بھیجے ہوئے) تو دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب تھا جب وہاں روانہ ہوئے تو معلوم ہوتا تھا کہ ہم حمام میں جا رہے ہیں (کہاں وہ سردی تھی اور اب یہ گرمی ہے) برکت دعا رسول اللہ جب وہاں پہونچے تو معلوم ہوا اوپر ایسی آندھی آئی ہے کہ ازکو خیمہ کی طنابیں اور کل چیزیں منہدم ہوگئیں ہیں جانوروں کو بتاہ ہوگئی اور کل چیزیں برباد ہوگئیں اور

ابوسفیان آگ تاپ رہا ہے حذیفہ بڑے نشانہ باز تھے چاہا کہ تیر کمان میں جوڑ کر نشانہ پر ماریں
مگر قول رسول یاد کر کے چپ رہے وہاں سے آکر حضرت سے کل واقعہ سنایا تو حضرت مارے خوشی کے
ہنس پڑے کہ اوس تاریکی شب میں آپکے دندان مبارک نمایاں ہوئے اور حضرت نے اپنی پائے مبارک کے
پاس ہمکو لٹا لیا اور اپنی چادر کا ایک گوشہ ہمپر ڈالدیا ہم مارے سردی کے اپنے سینہ اور پیٹ کو حضرت کے
قدم سے ملا دیتے تھے جب صبح ہوئی تو وہ لشکر بھاگ گیا اسی کیطرف اشارہ ہے آیہ فارسلنا علیہم
ریحا وجنودا لم تروھا میں صفحہ ۱۸۵ ج ۵۔

دیکھیے حضرت کسطرح ابوبکر عمر کا نام لیکر پکارتے ہیں اور فرماتے ہیں کوئی جاکر مخالفین کی خبر لاسکتا ہے
جو ہمارے ساتھ ہوگا بروز قیامت۔ مگر کون ایمان رکھتا تھا جو اسکو باور کرتا اور وہاں جاتا۔ اس
مجمع کثیر میں صرف ایک حذیفہ یمان تھے جنھوں نے حضرت کے حکم کو قبول کیا اور بیخوف و خطر وہاں گئے۔
پھر فرمایئے شیخین کا ایمان کیسا نکلا کہ اسقدر بھی اونکو یقین نہ تھا کہ حضرت جو حکم دیرہے ہیں
اس میں اسکی بھی ضمانت ہے کہ ہمکو کوئی گزند نہ پہونچیگا مگر نہ جانا تھا نہ گئے۔ پھر بھلا جہادوں میں
کب یہ ثابت قدم رہتے جس میں جان جوکھم کا معاملہ تھا حالانکہ انکو یہودیوں کی جوتشی سے اس کا پیغام
مل چکا تھا کہ تم خلافت پاؤگے مگر نہ قول رسول پر ایمان تھا نہ قول یہود پر کہ بے دھڑک ہوکر
کفار سے لڑتے۔

ہاں ذوالخویصرہ والی روایت میں دو امر اور قابل غور ہے ایک یہ کہ روایت بخاری میں اختلاف
شدید ہے ایک روایت میں ہے کہ عمر نے کہا ہمکو اجازت دیجئے تو اسکا سر اوڑا دیں دوسری روایت میں ہے
کہ خالد نے کہا ہمکو اجازت دیجئے ابن حجر نے تو یہ تاویل کردی کہ ممکن ہے دونوں نے خواہش کی ہو لہذا
ایک روایت میں عمر کا نام ہے دوسرے میں خالد بن ولید کا مگر یہ بالکل خلاف عقل ہے کہ حضرت ایک
کو جواب دیں اوسپر دوسرا بھی خواہاں ہو لہذا اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ خالد کا سوال بربنا قول
عمر تھا کیونکہ عمر نے بھی وہی کہا تھا جو ذوالخویصرہ نے کہا یہ تقسیم ناجائز ہے لہذا خالد جو ایک بہادر
شخص تھا اور تازہ مسلمان تھا وہ حضرت عمر کے بے ادبی پر بھڑک اوٹھا ہو اور کہا ہو کہ کہئے تو قتل
کر ڈالیں اسکی موید یہ بھی ہے کہ عمر اور خالد میں عداوت قدیم سے چلی آتی تھی جب عمر کو موقع ملا تو
خالد کو معزول کیا لہذا خالد نے اس موقع کو غنیمت سمجھکر چاہا ہو کہ عمر سے اپنا بدلہ ابھی سے لیلیں

سیرۃ حلبیہ میں ہے صفحہ ۱۹۸ ج ۳ مطبوعہ مصر

واصل العداوۃ بین خالد وسیدنا عمر رضی اللہ عنہما علی ما حکاہ الشعبی انہما وھما
غلامان تصارعا وکان خالد ابن خال عمر فکسر خالد ساق عمر فعولجت وجبرت ولما ولی
سیدنا عمر رضی اللہ عنہ الخلافۃ اول شیء بدا بہ عزل خالد لما تقدم وقال لا یلی لی
عمدا ابدا وقیل الکلام بلغہ عنہ ومن ثم ارسل الی ابی عبیدۃ ان اکذب خالد نفسہ فھو
امیر علی ما کان علیہ وان لم یکذب نفسہ فھو معزول فانتزع عمامتہ وقاسمہ مالہ
نصفین فلم یکذب نفسہ فقاسمہ ابو عبیدۃ مالہ حتی اھدی نعلیہ وترک لہ الاخری وخالد
یقول سمعا وطاعۃ لامیر المومنین وبلغہ ان خالدا اعطی الاشعث ابن قیس عشرۃ الاف
وقد قصدہ ابتغاء احسانہ فارسل لابی عبیدۃ ان یصعد المنبر ویوقف خالدا بین یدیہ
وینزع عمامتہ وقلنسوتہ ویقیدہ بعمامتہ لان العشرۃ الاف ان کان دفعھا من مالہ
فھو سرف وان کان من مال المسلمین فھی خیانۃ فلما قدم خالد رضی اللہ تعالی عنہ علی
عمر رضی اللہ تعالی عنہ قال لہ من این ھذا الیسار الذی تجیر منہ بعشرۃ الاف فقال من الانفال
والسھمان قال ما زاد علی التسعین الفا فھو لک ثم قوم امواله وعروضہ واخذ
منہ عشرین الفا۔

یعنی اصلی عداوت عمر اور خالد میں یہ تھی کہ خالد عمر کے ماموں کے بیٹے تھے بچپنے میں دونوں کشتی
لڑے خالد چونکہ مضبوط تھے عمر کو اوٹھا کر پٹخ دیا جس سے عمر کی ہڈی ٹوٹ گئی بعد علاج معالجہ کے
وہ اچھے ہوئے۔ اسی وجہ سے جب عمر خلیفہ ہوئے تو سب سے پہلے یہ کام کیا کہ خالد کو معزول کیا
اور کہا کبھی وہ ہمارے زمانے میں حکومت کسی کی نہ پائیگا اور ابو عبیدہ کو لکھ بھیجا کہ اگر خالد
تکذیب کرے اپنے نفس کی تو وہ امیر رہے ورنہ وہ معزول ہے اوسکا عمامہ سر سے اوتار لے اور مال اوسکا
تقسیم کرلے نصفا نصف۔ خالد نے اپنی تکذیب قبول نہ کی۔ ابو عبیدہ نے اوسکا مال تقسیم کرلیا
یہانتک کہ ایک نعل اوسکی خود لی اور ایک اوسکو چھوڑ دی اور خالد کہتا جاتا تھا کہ سب حکم
امیر المومنین قبول ہے۔ عمر کو یہ خبر پہونچی تھی کہ اشعث بن قیس کو خالد نے دس ہزار دیا
جسپر عمر نے ابو عبیدہ کو لکھا کہ منبر پر چڑھکر خالد کو اپنے سامنے کھڑا کرو اور عمامہ ٹوپی اوسکی سر سے

لو اور عمامہ سے قید کرو کیونکہ خالد نے اگر یہ مال دس ہزار مال مسلمین سے دیا ہے تو یہ خیانت ہے اور اگر اپنے مال سے دیا ہے تو یہ اسراف ہے خالد جب دربار عمر میں آیا تو عمر نے پوچھا یہ مال کہاں سے آیا جو تو ایسی فیاضی کر رہا ہے خالد نے کہا انفال اور دونوں سہموں سے دیا ہے عمر نے کہا نوے ہزار سے جو زیادہ ہے وہ تیرا ہے اسکے بعد عمر نے اوسکے مال کی قیمت کرائی اور تیس ہزار اوس میں سے لے لیا۔

تو جب بیچنے کی عداوت یہ تاثیر دکھاتی ہے کہ خالد کو ایسے کارہائے نمایاں پر بھی اوسکا اثر نہ گیا تو کیا اس میں تامل ہو سکتا ہے کہ خالد نے اوس موقع پر رسول اللہ سے اسکی اجازت لی ہو کہ اجازت دیجئے عمر کو قتل کر ڈالیں۔

ان روایات کی ایک غرض یہ بھی ہے کہ ایسے ایسے اصحاب موجب احداث ہو سکتے ہیں جو اسطرح ممالک اسلام پر حاوی تھے اور جو چاہتے تھے وہ کرتے تھے یا وہ لوگ جو ذلیل و خوار ہو کر تابع اسلام ہوئے تھے خالد بن ولید کو رسول اللہ نے ایک دفعہ یلملم کیطرف بھیجا وہ سب مسلمان تھے خالد نے عداوت قدیمہ کی بنیاد پر سب کو قتل کر ڈالا جب یہ خبر حضرت کو پہونچی فعند ذلک قال النبی صلعم اللھم انی ابرء الیک مما صنع خالد اھ قال ذلک مرتین سیرۃ حلبیہ ص ۱۹۹ ج ۳۔

تو حضرت نے فرمایا خداوندا ہم تبرا کرتے ہیں خالد بن ولید سے دو مرتبہ فرمایا (شیعوں کے تبرا کی ابتدا شاید اسی حدیث سے ہو)

اوسکے بعد حضرت نے جناب امیر کو وہاں بھجوایا اور سب کا خون بہا دلوایا۔

اس مقدمہ میں بھی عمر کی شرکت ظاہر ہے کیونکہ جن دو شخصوں نے آکر اسکی گواہی دی کہ خالد نے یہ حرکت کی ہے تو وہ دونوں بھیس بدلکر حضرت کے پاس آئے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خالد سے وہ کس درجہ خائف تھے) حضرت نے اونکو نہ پہچانا بلکہ لباس وغیرہ بتایا کہ ایسا کپڑہ پہنے تھے فقال عمر واللہ یا رسول اللہ اعرفھما اما الاول فھو ابنی فھذہ صفتہ واما الثانی فھو سالم مولی ابی حذیفہ لعنہ ذلک قال النبی عمر نے کہا یا حضرت میں اون دونوں کو پہچانتا ہوں پہلا جو اسطرح کا لباس پہنے تھا وہ ہمارا فرزند تھا اور دوسرا سالم مولی ابو حذیفہ تھا اوسپر حضرت نے فرمایا اللھم انی ابرء الیک مما صنع خالد۔

دوسری روایت اسطرح ہے فاستقبل القبلۃ شاھرا یدیہ یقول اللھم انی ابرء الیک مما صنع خالد بن ولید ثلث مرات یعنی آنحضرت قبلہ رو ہوئے اور دونوں ہاتھ پھیلا کر فرمایا خداوندا ہم تبرا کرتے ہیں عمل خالد بن ولید سے تین مرتبہ فرمایا۔

پس جسطرح حضرت عمر ہر وقت درپے آزار خالد رہتے تھے بہت قرین قیاس ہے کہ خالد نے یہ موقع پاکر عمر کے قتل کی اجازت طلب کی ہو اور راویوں نے یا خود بخاری نے اسکو ذوالخویصرہ کیطرف منسوب کیا ہو کہ عمر اور خالد دونوں نے اوسکے قتل کا ارادہ کیا۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ خالد میں اور عبدالرحمن بن عوف میں کچھ قصہ ہوا جسپر حضرت غضبناک ہوئے تو وہاں بھی عمر کا قدم بیچ میں تھا سیرۃ حلبیہ میں ہے ولما عاب عبدالرحمن بن خالد الفعل المذکور اعان عبدالرحمن عمر بن الخطاب وان رسول اللہ عرض عن خالد ص ۱۹۷ یعنی جب عبدالرحمن نے خالد کی شکایت کی تو عمر نے بھی عبدالرحمن کی مدد کی جسپر حضرت نے خالد سے پیٹھ پھیر لیا۔

تیسرا واقعہ مشہور ہے کہ خالد نے جب مالک بن نویرہ کو قتل کیا اور اوسکے سر کو جلا کر کھانا پکایا اور اوسکے زوجہ پر ناجائز طور پر متصرف ہوا تو عمر نے کہا قال عمر لابی بکر فقلت لا افعل لانہ متاول فقال اعزلہ فقال لا اعتمد سیفا علی المشرکین ولا اعزل والیا ولاہ رسول اللہ ص ۱۹۸ یعنی عمر نے ابوبکر سے کہا اسکو قتل کر ڈالو ابوبکر نے کہا ہم ایسا نہ کرینگے کیونکہ اسمیں وہ متاول تھا تب عمر نے کہا اسکو معزول کر دو ابوبکر نے کہا ہم اوس تلوار کو میان میں نہ رکھینگے جسکو خدا نے مشرکین پر بلند کیا ہے نہ اوسکو معزول کرینگے جسکو رسول اللہ نے والی بنایا۔

غرض یہ سب واقعات ایسے ہیں کہ خود سنا رہے ہیں عمر کو انسے ایسی عداوت تھی کہ ہمیشہ خالد کے درپے رہے اس سے قیاس ہوتا ہے کہ خالد نے بحضور رسول انھیں کے بارے میں کہا تھا کہ خالد بھی تو ہم قتل کر ڈالیں مگر راویوں نے اس جملہ کو بھی ذوالخویصرہ کیطرف منسوب کر دیا کہ خالد نے بھی اوسکے قتل کا ارادہ کیا جس سے اسطرح کا اختلاف روایت بخاری میں پیدا ہوا

دوسری دلیل اسکی یہ ہے کہ بخاری نے اصل روایت سے عمر کا نام نکالدیا حالانکہ صحیح مسلم میں بتصریح مذکور ہے کہ عمر نے تقسیم کیا تھا کہ یہ تقسیم صحیح نہیں ہے اصل روایت بخاری اسطرح ہے فقال رجل من اصحابہ جسکی شرح میں ابن حجر لکھتے ہیں لم اقف علی اسمہ ص ۶۴ پارہ ۱۷

کہ ہمکو اوس شخص کا نام نہیں معلوم ہوا تو اب دوسرا کون ہی جو تبہ لگا سکے مگر صحیح مسلم سے معلوم ہوا
کہ وہ معترض غالبًا یہی عمر تھے ورنہ اسکی کوئی وجہ نہ تھی اسوقت چھپایا جاوے۔
ی تھا یہ کہ پھر عمر نے کیوں اسکی اجازت چاہی کہ اجازت دیجیے تو ہم ذوالخویصرہ کو قتل کردیں
تو اسکی وجہ ظاہر ہے کہ جب یہ کلمہ اوسکا ایسا تھا جسے اصول اسلام کے خلاف تھا لہذا ضرورت
تھی کہ وہ اپنی حیثیت دکھائیں کیونکہ جب خود انکی قول پر حسب تحقیق سابق اسقدر دلیر ہو چکی
تھی تو پھر انکو سکوت کا اسوقت میں موقع نہ تھا کیونکہ ابتدا انہی سے ہو چکی تھی اسکے وفیصلہ کیلئے
ضرور تھا کہ عمر صاحب ایسا خوشامدانہ کلام کریں ورنہ کون نہیں جانتا کہ عمر صاحب نے موقع
جنگ میں بھی کسی کافر کو اسوجہ سے قتل نہ کیا کہ اوسکی قوم و قبیلہ میں مادہ جوش انتقام نہ پیدا ہو
غالبًا اسی وجہ سے بخاری کو دو روایتوں میں خالد ہی کا نام ہے اور عمر کا صرف ایک ہی روایت
میں ہے۔

اشکال علماء اہلسنت یہاں علماء اہلسنت کو بہت بڑی مشکلیں پیدا ہوئیں چنانچہ ابن حجر مکی
ہیں وقد استشکل قوم لهؤلاء ادعائهم لا قتالهم مع انه ظني خالدٌ ان قتل اصلهم و
اجیب بانه اراد اظهار کفرهم واعتراض المسلمین بالسیف علم لکن ظهر فی زمانه ما
مفاسد فی زمان علی کما هو مشهد وفی سبقت الاشارة الی ذلک فی علامات
النبوة وقد استدل به علی بکفر الخوارج وهی مسئلة مشهورة فی الاصول ص۶۵ ک
یعنی اس میں اشکال کیا گیا ہی کہ حضرت نے فرمایا اگر میں اوسکو پاؤں تو مثل قوم ثمود قتل کردوں پھر
پھر خالد کو قتل ہی کیوں روکا حالانکہ اوسنے اصل کس کو قتل کا ارادہ کیا تھا جواب یہ دیگیا ہی
کہ مقصود حضرت کا یہ ہی کہ اوں لوگوں کا زمانہ جنگ میں پایا جبکہ وہ مسلمانوں پر حملہ آور ہونگے اور
ابھی وہ اسطرح نہیں ظاہر ہوئے تھے بلکہ جناب امیر کے زمانہ میں اوسکا ظہور ہوا اور اس سے استدلال
کیا گیا ہی اسپر کہ خوارج کافر ہیں مگر افسوس ہی خوارج اوستاد ہیں بخاری کو جسکے روایتوں سے
ساری کتاب بھری ہے۔)

اب اس سے بھی بڑھکر لطیفہ سنیئے قال الماوردی تعجل ان یکون النبی صلعم لم یفهم
من الرجل الطعن فی النبوة وانما نسبته الی ترک العدل والقسمة وبین ذلک کما یلوح

والانبیاء معصومون من الکبایر بالاجماع واختلفت فی جواز وقوع الصغائر اولعلهم لم یقفوا
هذا الرجل لانه لم یثبت ذلک عنه بل نقله واحد وخبر الواحد لا یوراث به اللهم انتهی
والظاهر عیاض بقوله فی الحدیث اعدل یا محمد مخاطبة فی الملا بذلک فاستاذن فی
قتله فالصواب ماتقدم ص۶۵

یعنی ماوردی کہتے ہیں ممکن ہی حضرت نے نہ سمجھا ہو کہ وہ آپکو بنوت میں قدح کررہا ہی کیونکہ اوسنے تو
صرف یہی کہا تھا کہ عدل کیجیے یعنی آپ تقسیم میں عدل نہیں کرتے اور یہ کوئی کبیرہ نہیں ہی دشنام
ہے برادرت عمر کیطرف جنھوں نے تقسیم یا سویہ کو قاعدہ کو توڑ دیا اور انبیا اگر معصوم ہیں تو
کبایر سے صغایر کے باری میں اختلاف ہی لہذا یہ صغیرہ ہوگا جسپر قتل لازم نہیں) اور ممکن ہی
کہ حضرت نے اسوجہ سے عقاب کیا ہو کہ اوسکا قول حضرت کو سامنے ثابت نہیں ہوا کیونکہ ممکن ہی
کسی دوسرے نے حضرت سے بیان کیا ہو اور خبر واحد سے کوئی مستحق قتل نہیں ہوتا۔ اس پر
قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اوس شخص نے تو حضرت سے بیکے سامنے کہا تھا اعدل یا محمد
یہانتک کہ لوگوں نے حضرت سے قتل کی اجازت طلب کی (پھر اسمیں خبر واحد کو کیا دخل)

اس عبارت سے آپکو معلوم ہوگا کہ جب خود ذوالخویصرہ کو کلام میں اسقدر تاویلیں کیگئیں
حالانکہ اسپر اوسکو منافق اور اس خوارج مانتے ہیں تو عمر کے بارے میں کسقدر غل مچایا اسی بخاری
نے اصل روایت ہی کو اڑا دیا نہ رہے بانس نہ بجے بانسری مگر امام مسلم نے ایک نہ سنا اور درج
صحیح کر ہی دیا۔

دوسرا امر یہ ہی کہ دونوں روایتوں میں اسکی تصریح ہی کہ حضرت نے فرمایا اسکی نسل یا اصحاب سے
ایسے ایسے مفسد پیدا ہونگے ظاہر تو اسکا ایسا ہوگا کہ اوں کے نماز روزہ کے سامنے اصحاب
شرمائینگے مگر باطن ایسا ہوگا کہ بالکل باسلام سے خارج ہونگے جس سے پہلے تو مسئلہ المجتہد
باطل ہوتا ہی کہ حضرت کو علم منیات نہیں حاصل تھا حالانکہ دوسرے روایتوں میں اس کو
آئندہ حالات کی تفصیل ہے۔

دوسرے یہ کہ حضرت نے وجہ عدم قتل فرمایا کہ اسکی اعقاب یا اصحاب سے ایسے لوگ پیدا
ہونگے تو اب وہ سب اعتراضات بھی دفع ہوگئے جو اس بارے میں کیے جاتے ہیں جب حضرت

جانتے تھے کہ عمر وغیرہ منافق ہیں تو پھر کیوں اپنے ساتھ رکھا کیونکہ یہاں تو حضرت نے اسکی تصریح بھی کردی کہ اس سے ایسے لوگ پیدا ہونگے اور اگر ہم پائیں تو مثل قوم نمود قتل کریں مگر پھر بھی نہ قتل کیا کیونکہ جو تقدیر ایزدی جاری ہو چکی تھی اوسکے خلاف آپ نہیں کرنا چاہتے تھے چنانچہ ہزاروں واقعات ایسے ہیں جسکی خبر آپنے دی ہے مگر اوسکا محو و اثبات نہ چاہا چنانچہ حالات حکم میں لکھا ہے کہ حضرت نے فرمایا اس شخص کی نسل سے میرے امت کی خرابی ہوگی ص۴۶ اسد الغابہ جلد ۳

آپنے تو روایات متواترہ میں اسکو سنا ہوگا کہ جناب امیر نے عبد الرحمن بن ملجم مرادی کو دیکھکر فرمایا یہ شخص میرا قاتل ہے مگر اوس سے قصاص نہ لیا جناب سیدہ نے خود عمر سے فرمایا اگر اسکا خیال نہوتا کہ ناکردہ گناہ لوگ (جو تیرے نسل سے ہونیوالے ہیں) ناحق قتل ہونگے تو ہم ضرور بددعا کرتے اور وہ دعا ضرور قبول ہوتی۔

غرض علامہ شہرستانی نے جو یہاں ذوالخویصرہ کا بالخصوص ذکر کیا تو اس سے اسطرف بھی اشارہ ہے کہ ایسے ہی صحابہ مصدر احداث فی الدین ہو سکتے ہیں جو اوس زمانہ میں قابل خیال تھے اور اونھوں نے نیا فرقہ پیدا کیا

تو اب عمر صاحب کا دعوی بھی صاف ہو گیا جو اعتراض میں جہاں ہمیشہ ذوالخویصرہ تھے وہاں ایجاد فرقہ میں بھی کیونکہ اہلسنت کا جو کچھ وجود ہوا وہ انھیں کے بدولت ورنہ اسلام کی سطح ہموار تھی اور کسی طرح کا اوس میں نہ اختلاف تھا نہ افتراق

ہاں چونکہ شہرستانی نے لکھا تھا کہ اس امت میں جو شبہے پیدا ہوئے وہ منافقوں کے بدولت اور مثال میں ذوالخویصرہ کو لکھا لہذا اور دو چار منافقوں کا تذکرہ ضروری ہے کیونکہ سارا فساد انہیں کے بدولت ہوا صحیح بخاری میں ہے ص۴۴ جلد ۳ باب غزوۃ الطائف

حدثنا موسی بن اسمعیل حدثنا وھیب حدثنا عمرو بن یحیی عن عباد بن تمیم عن عبد اللہ بن زید بن عاصم قال لما افاء اللہ علی رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم حنین قسم فی الناس فی المؤلفۃ قلوبھم

یعنی حضرت نے جنگ حنین کے بعد جو مال فی کو تقسیم کیا تو آپ نے مولفۃ القلوب کو مال دیا اور انصار کو نہ دیا۔ تو انصار کو غصہ آیا کہ لوگوں کو نہ ملا ہمکو ملا۔ حضرت نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ

ولم یعط الانصار شیئا فکانھم وجدوا اذ لم یصبھم ما اصاب الناس فخطبھم فقال یا معشر الانصار الم اجدکم ضلالا فھداکم اللہ بی وکنتم متفرقین فالفکم اللہ بی وعالۃ فاغناکم اللہ بی کلما قال شیئا قالوا اللہ ورسولہ امن قال ما یمنعکم ان تجیبوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کلما قال شیئا قالوا اللہ ورسولہ امن قال لو شئتم قلتم جئتنا کذا وکذا اترضون ان یذھب الناس بالشاۃ والبعیر وتذھبون بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم الی رحالکم لولا الھجرۃ لکنت امرا من الانصار ولو سلک الناس وادیا وشعبا لسلکت وادی الانصار وشعبھا الانصار شعار والناس دثار انکم ستلقون بعدی اثرۃ فاصبروا حتی تلقونی علی الحوض حدثنی عبد اللہ بن محمد حدثنا ھشام اخبرنا معمر عن الزھری اخبرنی انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال ناس من الانصار حین افاء اللہ علی رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم ما افاء من اموال ھوازن فطفق النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعطی رجالا مائۃ من الابل فقالوا یغفر اللہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعطی قریشا ویترکنا

اے انصار کیا تم گمراہ نہ تھے کہ ہمنے ہدایت کی اور تم متفرق تھے ہمارے بدولت تم میں اتفاق پیدا ہوا تم فقیر تھے خدا نے ہمارے بدولت تمکو مالدار کیا۔ انصار شکر کہتے ہیں بیشک خدا و رسول کا شکر ہے حضرت نے فرمایا تم بھی اس اس طرح کیوں جواب نہیں دیتے کیا تم اسپر راضی نہیں ہو کہ سب لوگ تو بھیڑ بکری لیکر جائیں اور تم رسول اللہ کو لیکر اپنے گھر جاؤ اگر یہ نہوتا کہ ہم ہجرت کرکے آئے تھے تو ضرور ہم بھی انصار سے ہوتے اگر تمام دنیا کے لوگ ایک وادی میں جائیں اور انصار ایک وادی میں تو ہم ضرور انصار کیساتھ ہوں کہ انصار ہمارے شعار و دثار (اوڑھنا بچھونا ہیں) خیال رکھو کہ ہمارے بعد تمکو بہت کچھ تکلیفیں پہونچینگی تو صبر کرو یہانتک کہ حوض پر ہمسے ملاقات کرو۔

(۲) انس بن مالک راوی ہیں کہ حضرت کو جو مال غنیمت ہوازن میں ملا حضرت نے اوس سے سو سو اونٹ قریش کو دیا جسپر اصحاب نے کہا خدا رسول اللہ کو بخشے کہ آپ قریش کو دیتے ہیں اور ہمکو نہیں دیتے حالانکہ ہمارے تلواروں سے قریش کا خون ٹپک رہا ہے انس کہتے ہیں کہ یہ خبر حضرت کو ملی تو

سیوفنا تقطر من دمائهم قال انس فحدث
رسول الله صلی الله علیه وسلم بمقالتهم
فارسل الی الانصار فجمعهم فی قبة من ادم
ولم یدع معهم غیرهم فلما اجتمعوا قام النبی
صلی الله علیه وسلم فقال ما حدیث بلغنی
عنکم فقال فقهاء الانصار اما رؤساؤنا یا
رسول الله فلم یقولوا شیئا واما ناس منا
حدیثة اسنانهم فقال یغفر الله لرسول الله
صلی الله علیه وسلم یعطی قریشا ویترکنا وسیوفنا
تقطر من دمائهم فقال النبی صلی الله علیه
وسلم فانی اعطی رجالا حدیثی عهد بکفر اتالفهم
اما ترضون ان یذهب الناس بالاموال
وتذهبون بالنبی صلی الله علیه وسلم الی
رحالکم فوالله لما تنقلبون به خیر مما ینقلبون
به قالوا یا رسول الله قد رضینا فقال لهم النبی
صلی الله علیه وسلم ستجدون اثرة شدیدة
فاصبروا حتی تلقوا الله ورسوله صلی الله
علیه وسلم فانی علی الحوض قال انس فلم یصبروا
حدثنا سلیمان بن حرب حدثنا شعبة
عن ابی التیاح عن انس قال لما کان یوم
فتح مکة قسم رسول الله صلی الله علیه وسلم
غنائم بین قریش فغضبت الانصار قال
النبی صلی الله علیه وسلم اما ترضون ان

تو آپنے ایک خیمہ میں صرف انصار کو بلایا
دوسروں کو نہیں بلایا اوسکے بعد حضرت نے
دیا اور فرمایا یہ کیسی باتیں ہم تملوگونکی سنتے
ہیں بزرگان و سرداران انصار نے جواب دیا
ہملوگوں نے تو کچھ نہیں کہا مگر لڑکو اور سفیہ
نے البتہ کہا کہ حضرت قریش کو دیتے ہیں اور
ہمکو نہیں دیتے حالانکہ ہمارے تلوار سے اونکی
خون ٹپک رہا ہے۔ حضرت نے فرمایا ہم
اونلوگونکو دیتے ہیں جو تازہ مسلمان ہیں کہ اونکی
تالیف قلب کریں کیا تم اس پر نہیں راضی
ہو کہ سب لوگ تو مال دنیا لیکر جائیں اور تملوگ
رسول اللہ کو اپنے گھر لیکر جاؤ حالانکہ جو
کچھ تم لیجاؤ گے یہ بہتر ہے اوس سے جو وہ
لیجائیں تم سبنے عرض کیا یا حضرت ہم راضی
اوسکے بعد آپنے فرمایا ہمارے بعد تملوگونکو سخت تکلیفیں
پہونچینگی تم اوسپر صبر کرنا یہانتک کہ خدا اور رسول
سے ملاقات کرو حوض پر انس کہتے ہیں
اونھوں نے صبر نہیں کیا۔
(۳) انس سے ہے کہ بعد فتح مکہ جب حضرت
غنیمت کو درمیان قریش تقسیم کیا تو انصار
غضبناک ہوئے حضرت نے فرمایا کیا تم اس پر
راضی نہیں ہو کہ اور لوگ تو اپنے ساتھ
لیجائیں اور تم اپنے ساتھ رسول اللہ کو

یذهب الناس بالدنیا وتذهبون برسول الله
صلی الله علیه وسلم قالوا بلی قال لو سلک
الناس وادیا او شعبا لسلکت وادی الانصار
او شعبهم
حدثنا علی بن عبد الله حدثنا ازهر عن ابن
عون انبانا هشام بن زید بن انس عن
انس رضی الله عنهما قال لما کان یوم حنین
التقی هوازن ومع النبی صلی الله علیه وسلم
عشرة الاف والطلقاء فادبروا قال یا
معشر الانصار قالوا لبیک یا رسول الله وسعدیک
لبیک نحن بین یدیک فنزل النبی صلی الله
علیه وسلم فقال انا عبد الله ورسوله
فانهزم المشرکون فاعطی الطلقاء والمهاجرین
ولم یعط الانصار شیئا فقالوا فدعاهم
فادخلهم فی قبة فقال اما ترضون ان یذهب
الناس بالشاة والشعیر وتذهبون برسول
الله صلی الله علیه وسلم فقال النبی صلی الله
علیه وسلم لو سلک الناس وادیا وسلکت
الانصار شعبا لاخترت شعب الانصار
حدثنی محمد بن بشار حدثنا غندر حدثنا
شعبة قال سمعت قتادة عن انس بن
مالک رضی الله عنه قال جمع النبی صلی الله
علیه وسلم ناسا من الانصار فقال ان

اگر سب لوگ ایک وادی میں جائیں تو ہم
اوس وادی میں جائیں جو وادی انصار
ہے یا اوسکا شعب۔
(۴) انس سے روایت ہے کہ بروز جنگ حنین
جب قبیلہ ہوازن سے ملاقات ہوئی تو حضرت
کے ساتھ دس ہزار فوج تھی مگر سب نے
فرار کیا حضرت نے انصار کو آواز دی
سب نے کہا لبیک وسعدیک ہم حاضر ہیں
حضرت سواری سے اوتر پڑے اور فرمایا
میں بندہ خدا ہوں اور اوسکا رسول پس
ہزیمت پائی مشرکین نے اور حضرت نے مکہ
والوں اور مہاجرین کو دیا اور انصار کو
کچھ نہ دیا پھر اونکو ایک قبہ میں جمع کیا
اور فرمایا کیا تم اسپر راضی نہیں ہو کہ اور
لوگ تو اونٹ بکریاں لیجائیں اور تم رسول اللہ کو
اپنے گھر لیجاؤ سبنے کہا ہاں اوسکے بعد فرمایا اگر سب ایک
وادی میں جائیں اور انصار ایک وادی میں تو ہم
وادی انصار کو اختیار کریں۔
(۵) انس سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا
قریش تازہ عہد میں بجاہلیت اور مصیبت
اسلیے ہمنے چاہا کہ اونکے مصیبت کا جبر
کریں اور اون کی تالیف کریں کیا تم
اسپر نہیں راضی ہو کہ وہ لوگ مال لیکر

قريشا حديث عهد بجاهلية ومصيبة
واني اردت ان اجبرهم واتالفهم اما
ترضون ان يرجع الناس بالدنيا وترجعون
برسول الله صلى الله عليه وسلم الى بيوتكم
قالوا بلى قال لو سلك الناس واديا و
سلكت الانصار شعبا لسلكت وادي الانصار
او شعب الانصار
حدثنا قتيبة حدثنا سفيان عن الاعمش
عن ابي وائل عن عبد الله قال لما قسم
النبي صلى الله عليه وسلم قسمة حنين قال
رجل من الانصار ما اراد بها وجه الله
فاتيت النبي صلى الله عليه وسلم فاخبرته
فتغير وجهه ثم قال رحمة الله على موسى
لقد اوذي باكثر من هذا فصبر۔
حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا جرير
عن منصور عن ابي وائل عن عبد الله
رضي الله عنه قال لما كان يوم حنين آثر
النبي صلى الله عليه وسلم ناسا اعطى
الاقرع مائة من الابل واعطى عيينة
مثل ذلك واعطى ناسا فقال رجل ما اريد
بهذه القسمة وجه الله فقلت لاخبرن
النبي صلى الله عليه وسلم قال رحم الله موسى
قد اوذي باكثر من هذا فصبر

جائیں اور تم اپنے ساتھ رسول اللہ
کو لے جاؤ ہم انصار کے ساتھ
ہیں جہاں جائیں۔
(۶) عبد اللہ سے روایت ہے کہ جب
حضرت نے مال حنین کو تقسیم کیا تو
ایک شخص نے انصار سے کہا
اس تقسیم میں وجہ اللہ کا نہیں
خیال کیا گیا راوی کہتا ہے کہ ہمنے
آکر حضرت کو خبر دیا تو حضرت کا
چہرہ متغیر ہوا اور فرمایا خدا کی رحمت
ہو موسے پر کہ اس سے زیادہ
اونکو ایذا دی گئی اور اونھوں
نے صبر کیا۔
(۷) عبد اللہ سے روایت ہے کہ حضرت
نے بروز حنین اقرع صحابی کو سو اونٹ
دیا اور عیینہ کو بھی سو اونٹ دیا اور
لوگونکو بھی اسی طرح تو ایک شخص نے کہا
اس تقسیم میں رضا خدا اور اوس کے
محبت کا نہیں خیال کیا راوی نے آکر
حضرت سے کہا تو آپنے فرمایا خدا رحم کرے
موسی ع پر کہ وہ اس سے زیادہ
ایذا دیے گئے اور باوجود اس
انھوں نے صبر کیا۔

حدثنا محمد بن بشار حدثنا معاذ بن معاذ
حدثنا ابن عون عن هشام بن زيد
بن انس بن مالك عن انس بن مالك
رضي الله عنه قال لما كان يوم حنين
اقبلت هوازن وغطفان وغيرهم بنعمهم
وذراريهم ومع النبي صلى الله عليه وسلم
عشرة الاف ومن الطلقاء فادبروا
عنه حتى بقي وحده فنادى يومئذ نداء
من لم يخلط بينهما التفت عن يمينه فقال
يا معشر الانصار قالوا لبيك يا رسول الله
ابشر نحن معك ثم التفت عن يساره
فقال يا معشر الانصار قالوا لبيك يا
رسول الله ابشر نحن معك وهو على بغلة
بيضاء فنزل فقال انا عبد الله ورسوله
فانهزم المشركون فاصاب يومئذ
غنائم كثيرة فقسم في المهاجرين والطلقاء
ولم يعط الانصار شيئا فقالت الانصار
اذا كانت شديدة فنحن ندعى ويعطى
الغنيمة غيرنا فبلغه ذلك فجمعهم
في قبة فقال يا معشر الانصار ما حديث
بلغني عنكم فسكتوا فقال يا معشر الانصار
الا ترضون ان يذهب الناس
بالدنيا وتذهبون برسول الله صلى الله

(۸) انس بن مالک سے روایت ہے
کہ بروز جنگ حنین حضرت کیساتھ
طلقا کے علاوہ دس ہزار فوج تھی
جب قبیلہ ہوازن وغطفان سے ملاقات
ہوئی تو حضرت کی فوج نے فرار کیا اور آپ
تنہا رہ گئے۔ تو حضرت نے داہنے
طرف مڑ کر فرمایا یا معشر الانصار
سب نے کہا ہم حاضر ہیں پھر بائیں
طرف مڑ کر فرمایا یا معشر الانصار
سب نے کہا ہم حاضر ہیں اوس
روز مال غنیمت بہت ہاتھ آیا اور سب
اپنے مہاجرین اور طلقا کو تقسیم کیا
اور انصار کو کچھ نہ دیا اسپر انصار نے کہا
جب سختی ہوتی ہے تو ہم بلائے جاتے ہیں
اور غنیمت غیرونکو دیجاتی ہے حضرت
کو جب یہ خبر پہونچی تو آپ نے
سب کو جمع کرکے فرمایا یہ کیسی
خبر پہونچی ہے تو سب چپ
ہوگئے تو آپ نے فرمایا کیا
تم اس پر راضی نہیں ہو کہ
وہ لوگ تو مال دنیا لیجائیں
اور تم رسول کو اپنے ساتھ
لے جاؤ اگر سب لوگ ایک وادی

علیہ وسلم تحوزونہ الی بیوتکم قالوا بلی فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو سلک الناس وادیا وسلکت الانصار شعبا لاخذت شعب الانصار وقال هشام یا ابا حمزہ وانت شاهد ذاک قال واین اغیب عنہ ص۹۵

یں جائیں تو میں انصار کے وادی میں جاؤں۔

ان روایات صریحہ صحیحہ کے بعد جو سب صحیح بخاری کی حدیثیں ہیں اسمیں تو کسیکو عذر نہیں رہ سکتا کہ مثل حضرت ذوالخویصرہ وعمر بن الخطاب صدہا اصحابی صدہا تھے جو رسول اللہ کے اقوال وافعال پر اعتراض کرتے اور آپ کی تقسیم کو ناجائز جانتے بات بات پر ناراض ہوتے حضرت کو ایذا دیتے پھر یہ کونسی بات ہے کہ اون سب صحابہ کو چھوڑ کر عبداللہ بن سبا نام لیا جائے کہ وہ موجد مذہب شیعہ ہوا حالانکہ مذہب شیعہ تو محض تعلیم خدا و رسول قائم ہے اور مذہب اہلسنت ان صحابیوں کا ایجاد کردہ ہے جو رسول اللہ پر بات بات پر اعتراض کرتے اور حضرت کو یہ فرمانا پڑتا کہ خدا رحم کرے حضرت موسیٰ پر کہ وہ اس سے زیادہ ایذا دیئے گئے۔

اس اعتراض کرنیوالوں میں انصار کا نام زیادہ ملتا ہے مگر اوسکے ساتھ پھر حضرت اوسکی تعریف بھی کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم انھیں کیساتھ رہینگے بخلاف مہاجرین وطلقاء کہ انکی ایذا دہی اسی بھی کہ حضرت نے مال دیدیا کہ اونکی تالیف قلب فرمائی پھر فرمایا کہ کسکی ایذا حضرت کو زیادہ تکلیف دہ تھی اور آج بھی کتب اہلسنت کو دیکھو تو یہی کہ اسلام کی صورت کسے لگتا ہے جو الی زیادہ تر مہاجرین ہی ہیں اونمیں بھی سب سے زیادہ طلقاء تلثہ مگر ہماری غرض یہاں نہ خلقا سے متعلق ہے نہ مہاجرین وانصار سے بلا صرف یہ دکھانا ہے کہ صحابہ کے اعمال وافعال کیسے تھے جو بات بات میں حضرت کی احکام پر اعتراض کرتے اور اوسکو ناجائز سمجھتے کیا ایسے حالت میں ممکن ہے کہ حضرت نے ہدایت امت کا کام اپنے بعد صحابہ پر چھوڑ دیا ہو اور کوئی قائم مقام اپنا نہ بنایا ہو لا واللہ لا واللہ

اب میں ان احادیث کی شرح کچھ فتح الباری سے دکھاتا ہوں کہ اور بھی حقیقت حال واضح ہو

ابن حجر لکھتے ہیں ص۵۲ ج۷

کہ مراد مولفۃ القلوب سے جنکو حضرت نے مال دیا وہ لوگ ہیں جو دل سے مسلمان ہوئے تھے حضرت نے اسلئے مال اونکو دیا کہ اسلام اونکے دل میں جگہ پائے وقد سرد ابو الفضل بن الطاهر فی البهجات لهذا اسماء المولفۃ وهم ابو سفیان بن حرب وصهیل بن عمرو وحویطب بن الابهم القرشی ومعاویہ ویزید ابنا ابی سفیان یعنی ابو الفضل نے انکو گنکے نام بتائے ہیں جسمیں ابوسفیان بن حرب پدر معاویہ اور معاویہ ویزید پسران ابوسفیان بھی ہیں عینی میں ہے ص۳۳ ج۱۷ یعنی ابوسفیان اور اوسکے بیٹے معاویہ ویزید بھی اونمیں سے ہیں والمراد بالطلقاء جمع طلیق من حصل من النبی الامن علیہ یوم فتح مکۃ من قریش والمراد بالمهاجرین من اسلم قبل فتح مکۃ وهاجر الی المدینۃ یعنی طلقاء سے وہ لوگ مراد ہیں جنپر حضرت نے بروز فتح مکہ احسان کیا قریش سے کہ سب کو یکدم غلام بنایا نہ قتل کیا اور مہاجرین سے وہ لوگ مراد ہیں جو قبل فتح مکہ اسلام لائے اور ہجرت کر کے مدینہ آئے۔

جس سے معلوم ہوا کہ حضرت نے طلقاء اور مولفۃ القلوب اور مہاجرین کو ایک حکم میں داخل کیا کہ مال دیکر اونکی تالیف قلب فرمائیں اور اسلام کی عظمت کو اونکے دلوں میں ثابت کریں تو اب وہ لوگ جو مہاجرین کی تعریف میں شب و روز رطب اللسان ہیں وہ غور کریں کہ رسول اللہ اونکو کیسا سمجھ رہے ہیں باوصفیکہ اسلام لا چکے ہیں غزوات میں شریک ہیں نماز روزہ کر رہے ہیں مگر آپ اونکو ایسا طماع سمجھتے ہیں کہ مال دینے کی اس غرض سے ضرورت ہے کہ وہ اسلام پر قائم رہیں تو کیا ایسے اصحاب اس قابل ہو سکتے ہیں کہ رسول اللہ دین و دنیا کا اسلام اونکے حوالہ کر جائیں

اب اس میں اختلاف ہے کہ حضرت نے جو یہ عطایا دیئے تو آیا اصل غنیمت سے یا خمس سے علماء اہلسنت کا وہ قول ہے ابن حجر نے قول اول کو اختیار کیا ہے مگر ہمارا مطلب ہر طرح ثابت ہے کہ رسول اللہ کسیطرح مجبور نہ تھے آپ کو ہر طرح کا اختیار حاصل تھا تو مولوی مہدی علیخان کا خیال باطل ہوا جو فدک کے بارے میں کہتے ہیں کہ حضرت کو اسکا اختیار نہ تھا کہ وہ اس طرح تقسیم کریں جسکا جواب تحفہ اظلمات حصہ ثانیہ میں قابل دید ہے

ہاں دوسری توجیہ یہ نکالی ہو وقیل انما کان نصرھن فی الغنیمۃ لان الانصار کانوا اکثر عددا فلم یجر احتی وقعت الھزیمۃ علی الکفار فردہ اللہ الی الغنیمۃ لنبیہ یعنی چونکہ انصار نے ہزیمت پائی تھی اور جب تک کفار سے ہزیمت نہ پالی لوٹ کر نہ آئے اس لیے خدا نے اس غنیمت کو رسول کے حوالہ کیا۔

مگر یہ ایسی توجیہ ہو کہ پھر مہاجرین کبھی بھی کسی جہاد میں مستحق غنیمت نہیں رہتے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنھوں نے ہر جہاد میں ہزیمت پائی اور یہاں تو اوسکی تصریح ہی فادبروا عنہ حتی بقی وحدہ کہ سب بھاگ گئے یہانتک کہ حضرت تنہا رہ گئے پھر یہ کیسی مہمل توجیہ ہو کہ حضرت کو اسوجہ سے بااختیار مانا کیونکہ اگر ایسا ہو تو پھر مہاجرین دطلقا سب سے زیادہ محروم رہنے اسلیئے کہ فراریوں میں تو وہ اول نمبر تھے۔

اصل وجہ وہی ہو جو علامہ شہرستانی نے لکھا کہ صحابہ حضرت کی بات بات پر اعتراض کرتے اور اپنی رائے کو بہ نسبت نص زیادہ معتبر خیال کرتے وہی خیال یہاں بھی اس ترد کا باعث ہوا ہو کہ اسطرح کی توجیہ نکال رہے ہیں اور رسول کی اختیارات کو محدود کر رہے ہیں حالانکہ رسول کو ہر وقت میں اختیار تھا۔

ابن القیم نے یہاں بہت کچھ اسکی حکمت بتائی ہو کہ اسوجہ سے مہاجرین وانصار کو اسقدر شکست ہوئی مع کثرۃ عددھم وقوۃ عددھم لیتبین لھم ان النصر انما ھو من عندہ لا بقوتھم حالانکہ وہ کی کثرت تھی اور قوت پوری تھی مگر اسوجہ سے شکست ہوئی کہ معلوم ہو جائے کہ فتح خدا کیطرف سے ہو نہ اوکی قوت وکثرت سے۔

مگر افسوس صحابہ نے اسکو نہ سمجھا اور تعمیل رسول کو در بارۂ خلافت نہ مانا اور اپنی کثرت قوت پر اعتماد کر کے وہی رسول کو محروم کیا حالانکہ اگر وہ سیدھا رہتے تو منافع بھی زیادہ ملتے اور ایمان بھی سلامت رہتا مگر یہ تو جب ہوتا کہ ایمان درست ہوتا یہ تو حال خود نمائی اور خود پسندی اور اعجاب حسین میں ہزیمت دکھائی اور فضل خدا نے اسلام کو باقی رکھا وہی نتیجہ ہر جگہ ملا کہ محض فضل خدا سے اسلام باقی رہا ورنہ کارروائیاں تو انھوں نے ایسی کی تھیں کہ دین اسلام اوسی وقت مٹ جاتا۔

فکانھم وجدوا اذا لم یصبھم ما اصاب الناس کی شرح میں لکھتے ہیں الموجب الغضب یعنی معنی اسکے یہ ہے کہ صحابہ حضرت پر غضبناک ہوئے غصہ ہوئے رنج ہوئے کیا یہی شان اسلام ہے یہی شان ایمان ہو کہ رسول اللہ پر رنج غصہ کیا جائے حالانکہ خداوند عالم فرماتا ہے ما اٰتیکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا جو کچھ رسول دیں اوسکو لیلو جس سے منع کریں اوس سے باز رہو پھر سورۂ احزاب میں ہے وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا یعنی کسی مومن ومومنہ کو اختیار ہی نہیں ہو جبکہ خدا و رسول کوئی فیصلہ کر دے اور جو خدا و رسول کی نافرمانی کرتا ہے وہ گمراہ ہوتا ہے مگر یہی ظاہر ہو کیا اون لوگوں نے ان آیات کو نہیں پڑھا تھا جو ایمان فروشی پر آمادہ ہوئے وہ بھی تھوڑے سے مال دنیا کیلیے تو انکی آئندہ امور پر کیونکر تعجب ہو سکتا ہے کیونکہ غرض تو اونکی جو کچھ تھی دنیا تھی اگر ملی تو خوش ہوئے نہ ملی تو کھا گئے دین کہاں گیا ایمان۔

برادران صحابہ نے یہاں یہ بات بھی بنائی ہو کہ اصل وجہ رنج یہ تھا کہ اونکو خوف ہوا حضرت کو چھوڑ کر پھر کہ تشریف لیجائیں مگر ابن حجر اس تاویل کو رد کرتے ہیں والاصح ما فی الصحیح حیث قال ما ذالم یصبھم ما اصاب الناس یعنی صحیح یہی ہو جو صحیح بخاری میں ہو کہ اونکا رنج اسوجہ سے تھا کہ اونکو نہ ملا جو اوروں کو ملا تھا

اس حدیث کے آخر میں ہو کہ حضرت نے انصار سے فرمایا انکم ستلقون بعدی اثرۃ یعنی تمہاری بعد کو سختی اور شدت پیہم بیگانگی والمعنی انہ یستأثر علیھم بالمھم فیہ اشتراک فی الاستحقاق یعنی جن امور میں انصار کو استحقاق میں شرکت ہو اوس میں دوسرے لوگ محروم کیے جائینگے یفضل نفسہ علیکم فی الفی اپنے نفس کو تم پر فضلیت دینگے فی مال غنیمت میں۔

تو کیا اس سے خلفاء ثلثہ کا ظلم نہیں ثابت ہوا کہ انصار کو محروم کر کے خود زیادہ مال لیا فاصبروا حتی تلقونی علی الحوض ای اصبروا حتی تموتوا یعنی مرتے دم تک صبر کرو وفیہ علم من اعلام النبوۃ لقولہ ستلقون بعدی اثرۃ فکان کما قال یعنی اس میں ایک نشان ہو اعلام نبوۃ سے کہ جیسا حضرت نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کہ انصار کو سختی اور شدت پیہم بیگانگی

ناظرین کتب احادیث دیکھکر معلوم ہوگا کہ اسکی بشارت کیسی ہوئی کہ انصار نے سقیفہ میں عبادہ

منتخب کیا عمر نے ابوبکر سے جا کر اونکی قتل کا حکم دیا اقتلوا سعدا یہانتک کہ سعد نے قیام مدینہ
چھوڑا اور وادی عرب میں جا کر رہے وہاں ہوا خواہ خلیفہ دوم نے ایک تیر مار کر شہید کیا اگر
اجماع سے خلافت کا انتخاب ہوتا ہے تو پھر سعد بن عبادہ والا اجماع کیوں باطل کیا گیا اور
اجماع ابوبکر کیونکر حق ہو گیا۔

بہر حال خیال اختصار مانع ہے کہ ہم پورے احادیث کی شرح کریں مگر یہ تو یقینی طور پر معلوم ہوا کہ
صرف مال دنیا کیلیے حضرت پر کیا کیا اتہام لگائے گئے ایک کہتا ہے یغفر اللہ لرسول اللہ
یعطی قریشا ویترکنا کہ خدا رسول کو بخشے کہ وہ قریش کو دیتے ہیں اور ہمکو چھوڑ دیتے ہیں فغضب الانصار
انصار حضرت پر غضبناک ہوئے ایک صحابی کہتے ہیں ما اراد بہا وجہ اللہ خدا کی خوشی کیواسطے
یہ تقسیم نہیں ہوئی جسپر حضرت فرماتے ہیں رحمۃ اللہ علی موسی قد اوذی باکثر من ھذا
خدا کی رحمت ہو حضرت موسی پر کہ وہ اس سے زیادہ ایذا دیئے گئے اب اس سے بڑھکر ایذا دہی صحابہ
کی کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ حضرت نے صحابہ کو ایذا دہی کو صریح لفظوں میں فرمایا حالانکہ قرآن مجید
میں ہے والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم سورہ برارت ۱۰/۱۴ جو لوگ ایذا
دیتے ہیں رسول اللہ کو اونکے لیے عذاب الیم ہے۔

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لھم عذابا
مھینا احزاب ۲۲/۴۔

جو لوگ ایذا دیتے ہیں خدا اور اوسکے رسول کو اونپر لعنت ہے خدا کی دنیا و آخرت میں
اور اونکے لیے عذاب مہین مہیا کیا گیا ہے۔

اب ہم چند آیتیں قرآن مجید کی ایسی دکھاتے ہیں جنسے ان صحابہ کی دنیا داری واضح طور پر
نمایاں ہو (۱) فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ کذکر اباءکم او اشد ذکرا فمن الناس
من یقول ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وما لہ فی الاخرۃ من خلاق ومنھم من یقول
ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار ۲/۱۰

جب ارکان حج بجا لاؤ تو خدا کو یاد کرو جسطرح اپنے باپ دادا کو یاد کرتے ہو یا اوس سے زیادہ
اور بعض آدمی ایسے ہیں جو کہتے ہیں خداوندا دنیا میں ہمیں دیدے جو کچھ دنیا ہے ایسے لوگوں کو

آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور بعض ایسے ہیں جو کہتے ہیں خداوندا دنیا میں بھی نعمت
عطا کر اور آخرت میں بھی نعمت دے اور عذاب جہنم سے بچا

(۲) ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا ویشھد اللہ علی ما فی قلبہ وھو
الد الخصام واذا تولی سعی فی الارض لیفسد فیھا ویھلک الحرث والنسل واللہ لا
یحب الفساد واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم فحسبہ جھنم ولبئس المھاد
ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد۔

بعض آدمیوں سے وہ ہے جسکی باتیں زندگی دنیا میں بھلی معلوم ہوتی ہیں اور وہ اپنے دلی باتوں پر خدا کو
گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ بہت بڑا جھگڑالو ہے اور جب حاکم ہوتا ہے تو سعی کرتا ہے کہ زمین میں فساد
کرے اور کھیتی اور نسل کو خراب کرے اور خدا نہیں دوست رکھتا فساد کو اور بعض آدمیوں سے وہ ہے
جو خدا کی خوشنودی کیلیے اپنی جان بیچ ڈالتا ہے اور خدا بندوں پر بہت مہربان ہے۔

ان دونوں آیتوں کا تقابل خود بتا رہا ہے کہ صحابہ رسول میں دونوں قسم کے لوگ تھے دنیادار
بھی اعلی درجہ کے اور دیندار بھی اعلی درجہ کے۔

(۳) ولقد صدقکم اللہ وعدہ اذ تحسونھم باذنہ حتی اذا فشلتم وتنازعتم فی الامر
وعصیتم بعد ما اراکم ما تحبون منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاخرۃ آل عمران ۴/۵

اور خدا نے اپنا وعدہ سچا کر دیا جسوقت تم اون کافروں کو قتل کر رہے تھے یہانتک کہ جو تم چاہتے تھے
خدا نے تمکو دکھا دیا اسکے بعد تمنے ہمت ہار دی اور حکم رسول میں جھگڑا کرنیلگے اور اوسکی
نافرمانی کی بعض تم میں دنیا کے خواستگار ہیں اور بعض آخرت کے طلبگار

اب اس سے بڑھکر صحابہ کا نقشہ کن لفظوں میں کھینچ سکتا ہے کہ خدا کی قدرتیں یہ صحابہ دیکھ رہے ہیں
کافروں کو قتل کر رہے ہیں اسپر بھی حکم رسول کی نافرمانی کرتے ہیں ہمت ہارتے ہیں باخود ہار
تنازع کرتے ہیں جسکا نتیجہ خداوند عالم بتاتا ہے کہ بعض تم میں دنیا دار ہو بعض آخرت کے
طلبگار اسپر بھی تمام صحابہ کو ممدوح و مقتدا سمجھنا کیسی بے ایمانی ہے۔

(۴) ما کان لنبی ان یکون لھم اسری حتی یثخن فی الارض تریدون عرض الدنیا
واللہ یرید الاخرۃ واللہ عزیز حکیم لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب

عظیم برارت ۱۵ع ۵

نبی کو مناسب نہیں ہے کہ اسکے قبضہ میں قیدی رہیں جب تک زمین میں خوب خونریزی نہ ہو چکے تم لوگ دنیا کا مال کو طلب کرتے ہو اور خدا آخرت کو چاہتا ہے اور خدا عزیز و حکیم ہے اگر خدا کا حکم پہلے سے نہ ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس پر بڑا عذاب نازل ہوتا۔

(۵) یا ایھا الذین اٰمنوا مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیوٰۃ الدنیا من الاخرۃ فما متاع الحیوٰۃ الدنیا فی الاخرۃ الا قلیل ۱۲

اے مومنین کیا ہو گیا ہے تمکو کہ جب کہا جاتا ہے خدا کی راہ میں جہاد کیلیے نکلو تو تم بوجھل ہو کر زمین پر بیٹھے جاتے ہو کیا تم اسپر راضی ہو کہ آخرت کے عوض دنیا پر خوش ہو حالانکہ دنیا کی زندگی کے فائدے آخرت کے مقابلہ میں بہت کم ہیں۔

غرض ایسے صدہا آیات ہیں جنمیں خداوند عالم نے ان صحابہ کی مذمت کی ہے جو حضرت کے احکام سے سرتابی کرتے اور دنیا دی کیلیے آپکو دق اور پریشان کرتے جسکو آپنے صدہا احادیث میں بیان فرمایا ہے صحیح بخاری میں ہے صفحہ ۱۰ ج ۴

عن ابی ھریرۃ عن النبی قال انکم ستحرصون علی الامارۃ وستکون ندامۃ یوم القیامۃ فنعم المرضعۃ وبئست الفاطمۃ یعنی رسول اللہ نے فرمایا قریب ہے کہ تملوگ حرص کرو امارت پر اور قریب ہے کہ وہ ہو گا ندامت تمکو بروز قیامت بہتر ہے مرضعہ دنیا میں اور بری ہے جس کا دودھ قطع ہو جائے۔

حرص دنیا کی کوئی نظیر اس سے بڑھکر نہیں ہو سکتی کہ دنیا دار دنیا نے رسول اللہ کا جنازہ بغیر دفن چھوڑ کر سقیفہ کی راہ لی اور کیا جو کچھ کیا۔

ہاں ایک روایت یاد پڑی جو کنز العمال میں ہے صفحہ ۳ ج ۳ عن طارق بن شہاب عن رافع بن ابی رافع قال لما استخلف الناس ابابکر قلت لصاحبی الا ارکب فاسئل ان کان امر علی رجلین فارتحلت فاتیت المدینۃ فتعرضت لابی بکر فقلت لہ یا ابابکر اقر فنی قال فمن قلت افتکر شیئا قلت لا ان اللہ امر علی رجلین وقد ولیت امر الامۃ تقال ان اللہ لم یقبض رسولہ حتی خفف علیھم امرھم ورتاط وان یختلفوا خلت تھامۃ وانا کارہ

ولم یزل بی اصحابی فلم یزل یعتذر حتی عذرتہ (ابن راویہ والعدنی والبغوی وابن خزیمہ)

۷ یعنی رافع بن ابی رافع صحابی کا بیان ہے کہ جب ابوبکر کو لوگوں نے خلیفہ بنایا تو میں نے کہا یہ تو ہمارا وہی صاحب ہے جو ہمکو حکم کرتا تھا کہ کبھی دو آدمی پر بھی حکومت نہ کرنا۔ اسی خیال سے میں گھر سے سفر کیا اور روانہ مدینہ ہوئے۔ ابوبکر سے ملاقات کر کے کہا ہمکو سچا بتاتے ہو کہا ہاں تب میں نے کہا۔ یہ بھی تمکو وہ ہے کہ ہمکو نصیحت کیا کرتے تھے۔ دو آدمی پر بھی حکومت نہ کرنا پھر کیا ہو گیا جو تم ساری امت کے حاکم بن بیٹھے۔

ابوبکر نے کہا حضرت نے انتقال کیا اور لوگ تازہ عہد تھے کفر کے ساتھ (حضرت کی نبوت کو ۲۳ سال گذر چکے تھے اسپر بھی وہ تازہ عہد تھے) لہذا ہمکو یہ خوف ہوا کہ کہیں مرتد نہ ہو جائیں اور اختلاف نہ پیدا ہو۔ اسلیے ہم اس میں داخل ہوئے حالانکہ کارہ تھے اور ہمیشہ تمہارے اصحاب سمجھاتے رہے۔ ابوبکر اسی قسم کا عذر بیان کرتے رہے یہانتک کہ میں نے انکا عذر قبول کیا۔

اس حدیث کو دیکھئے اور رافع بن ابی رافع کی نمایش اور فرمایش کو کس طرح حضرت ابوبکر کے قول کو یاد دلا رہے ہیں اور بتایا ہے کہ خود راقم نصیحت دیگر ہے راقم نصیحت بھی ہے کہ ہمکو تو یہ نصیحت کرتے کہ دو آدمی پر بھی حکومت نہ کرنا اور خود تمامی امت کے حاکم و مالک بن بیٹھے حالانکہ صحابیت میں دونوں شریک ہیں۔

رہا ابوبکر کا عذر کرنا تو اپنے کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ یہ معاذ اللہ رسول اللہ سے بھی زیادہ خیر اسلام تھے کہ حضرت کو یہ مصلحت نہ سوجھی کہ ابھی یہ لوگ تازہ اسلام میں ہیں لاؤ کسی کو خلیفہ کر دیں اور سوچا تو ابوبکر و عمر نے اور جبکہ تمامی صحابہ کا اجماع ایک دوسرے مقدس صحابی پر ہو رہا تھا تو آپکو مداخلت کی ضرورت کیا تھی وہ بھی تو صحابی تھے تو اب بچ کر اسکے کیا باعث ہو سکتا ہے کہ بجز اسکے حدیث بخاری انکہ ستحرصون علی الامارۃ وستکون ندامۃ یوم القیامۃ ابوبکر نے خلیفہ رسول کو بھی محروم کیا جو منصوص تھا اور نیز اوس خلیفہ کو جسپر امت کا اجماع ہو چکا تھا یعنی سعد بن عبادہ جسکو انصار نے خلیفہ بنایا تھا۔

انکو حضرت سعد بن عبادہ کے خلافت کی خبر نہ تھی کی وقعت نہ معلوم ہوگی کیونکہ ابھی انکی بیعت ہوئی تھی نہ باضابطہ خلیفہ بنائے گئے تھے۔ مگر صرف اسیقدر توجہ قوم نے ادنکے انتخاب پر انکو وہ درجہ دیا ہے کہ حضرت ابوبکر کی خلافت بلکہ خلفائے ثلثہ کی تمام خلافتیں قیامت تک باطل ہوگئیں کیونکہ علامہ فخر الاسلام علی بن محمد بزودی اپنی کتاب کشف الاسرار میں جو مشہور بہ شرح بزودی ہے اور اصول فقہ میں نہایت معتبر کتاب ہے لکھتے ہیں

ملاحظہ ہو صفحہ ۳۶۳ جلد ۳

واما امامة ابی بکر فلم تکن ثابتة قبل موافقة علی وسعد وسلمان بالاجماع بل بالبیعة من الاکثر وھی کافیة لانعقاد الامامة ثم رجعوا الی ما اتفق علیه العامة وتقرر الاجماع وتاکدت الامامة اذ خالف بالاجماع۔

امامت ابوبکر ثابت نہ تھی قبل موافقت علیؓ و سعد و سلمان اجماع سے بلکہ بیعت اکثر سے اور وہ کافی ہے انعقاد امامت کے لئے پھر لوگوں نے رجوع کیا تو اجماع بھی ہوا۔

(۱) اب سوال یہ ہے کہ قبل موافقت جناب امیرؓ و سلمان و سعد حبب خلافت ابوبکر ثابت نہ تھی تو اس درمیان جتنے صحابہ کی موت ہوئی وہ کیسی ہوئی کیونکہ صحیح مسلم میں ہے من مات بغیر امام فقد مات میتة الجاهلیة تو چونکہ امامت ابوبکر اس وقت تک بالاجماع ثابت نہ تھی لہذا ان سب کی موت جاہلیت ہوئی۔

(۲) جناب امیرؓ کی موافقت جیسی تو چھ مہینہ بعد ہوئی جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے جلد ۲ صفحہ ۷۱

فاتی ابوبکر فدخل علیها فاطمة فشهد علی ابی بکر من ذلک المال فجرت فدک کلها حتی توفیت وعاشت بعد رسول ستة اشهر فلما توفیت دفنها زوجها علی بن ابیطالب لیلا ولم یوذن بها ابا بکر وصلی علیها علی وکان لعلی من الناس جهة حیاة فاطمة فلما توفیت استنکر علی وجوه الناس فالتمس مصالحة ابی بکر ومبایعته ولم یکن یبایع تلک الاشهر۔

جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جب ابوبکر نے فدک دینے سے انکار کیا تو جناب سیدہ رضی اللہ عنہا بہت ناراض ہوئیں پھر کبھی ابوبکر سے کلام نہ کیا چھ مہینہ زندہ رہیں جب انتقال کیا تو رات ہی کو دفن کی گئیں اور ابوبکر کو

اجازت نہ دی۔ اسکے بعد سب نے حضرت علیؓ سے پھر گئے تو مضطر ہوئے کہ ابوبکر سے صلح کریں اسلئے وفات سے چھ مہینے تک حضرت علیؓ نے بیعت نہیں کی تھی تو چھ ماہ تک خلافت ابوبکر ثابت نہیں رہی۔

رہا دوسرا جزو موافقت سعد کا تو کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ میں ہے صفحہ ۱۰

فقال سعد بن عبادة رضی الله عنه عن البیعة - فقال سعد بن عبادة اما والله حتی ارمیک بکل سهم فی کنانتی من نبل واخضب منک سنانی ویدی ورمحی واضرب بسیفی ما ملکته یدی واقاتلک بمن معی من اهلی وعشیرتی وکا والله لوان الجن اجتمعت لکم مع الانس ما بایعتک حتی اعرض علی ربی واعلم حسابی فلمّا اوتی بذلک ابوبکر من قوله قال عمر لا تدعه حتی یبایع فقال له قیس بن سعد انه قاتلی ولم ولیس یبایع حتی یقتل ولیس بمقتول حتی یقتل ولده معه واهل بیته وعشیرته ولن تقتلوهم حتی تقتل الخزرج ولن تقتل الخزرج حتی تقتل الاوس فلا تقتلوا انفسکم وامر قد استقام لکم فاترکوه فلیس ترکه بضارکم وانما هو رجل واحد فترکوه وقبلوا مشورة قیس بن سعد واستصحبوا معهم منه فکان سعد لا یصلی بصلاتهم ولا یجمع بجمعتهم ولا یفیض بافاضتهم ویجد علیهم اعوانا انصال بهم ولو بایعه احد علی قتالهم لقاتلهم فلم یزل کذلک حتی توفی ابوبکر رحمة الله علیه وولی عمر بن الخطاب فخرج الی الشام فمات بها ولم یبایع لاحد رحمه الله۔

سعد بن عبادہ نے کہا قسم خدا کی اگر ہم میں کھڑے ہونے کی طاقت ہوتی اے گروہ انصار تم ہمارے شہر اور آواز کو سنتے جس سے تمام لوگ نکال دیے جاتے اور پھر اوسی قوم میں جاتے جس میں نکلے تھے نہ متبوع گمنام تھے نہ عزیز۔

ادھر سعد بن عبادہ یہ تقریر کر رہے تھے۔ ادھر عمر نے ابوبکر کی بیعت شروع کی جس سے قریب تھا کہ سعد کچل جائیں۔ سعد نے غل مچایا کہ ہمکو تم نے مار ڈالا کہا گیا کہ قتل کر ڈالو اسکو خدا قتل کرے سعد نے کہا ہمکو یہاں سے لیچلو۔ کچھ دنوں تو بوجی چھوڑے گئے۔ پھر ابوبکر نے بلا بھیجا کہ آؤ تم بھی بیعت کرو کہ تمھاری قوم اور سب بیعت کر چکے ہیں۔

سعد نے جواب دیا کہ قسم خدا کی ہرگز نہیں جبتک ہم اپنے تیر ترکش کے سب تیر زمین پر نہ گرا لیں اپنے نیزوں سے اپنے نیزہ بیکار کو نہ گرا لیں اور جس وقت تک طاقت ہے۔ اوس وقت تک تم پر تلوار نہ چلا لیں اور اپنے اہل و عشیرہ کے ساتھ تم سے قتال نہ کر لیں۔ بلکہ نہیں قسم خدا کی اگر تمام جن و انس کے ساتھ جنات بھی شریک ہوں تب بھی تمھاری بیعت نہ کریں۔ جبتک کہ اپنے اوسے حوالہ نہ کر دیں اپنا حساب کتاب سمجھ لیں۔

سعد کا جب یہ پیام ابوبکر کو پہونچا تو عمر نے کہا جبتک بیعت نہ کریں نہ چھوڑو مگر قیس بن سعد نے کہا کہ اب اوس نے انکار کیا اور انکار پر مصر ہے۔ تو جبتک قتل نہ کر دو بیعت نہ کریگا اور جبتک اوسکی اولاد اور اوسکے ساتھ غل نمودہ قتل نہ ہوگا۔ اور اولاد کا قتل ہونا اوسی وقت ہوگا کہ تمام قبیلہ خزرج قتل ہو جائے جسکے ساتھ قبیلہ اوس بھی قتل ہو جائے لہذا تم اون کو اپنے حال پر چھوڑ دو کہ تنہا حاکم بن گیا ہے وہ تنہا ہے اوسکے چھوڑ دینے سے تمھارا کچھ بگڑتا نہیں کیونکہ تنہا آدمی ہے لوگوں نے اون کا مشورہ قبول کیا۔

سعد بن عبادہ نہ انکے ساتھ نماز پڑھتے نہ ان کے جمع میں شامل ہوتے نہ حج میں انکے ساتھ آتے۔ اگر کوئی بھی اون کی بیعت کو آتا وہ ضرور ان سے جنگ کرتے وہ اسی حال میں رہے یہانتک کہ ابوبکر نے وفات کی۔ اور عمر خلیفہ ہوئے تو مدینہ سے شام چلے گئے اور وہیں وفات کی۔ نہ عمر اور نہ کسی کی بیعت کی۔

اب حضرات اہلسنت فرمائیں کہ خلافت ابوبکر کا کیا حشر ہوا۔ کیونکہ فخر الاسلام نے کہا جب

جناب امیر و سعد و سلمان نے بیعت کی اوس وقت خلافت ابوبکر پوری ہوئی۔ مگر اس عبارت سے تو معلوم ہوا کہ سعد نے کبھی بیعت ہی نہ کی تو پھر خلافت کا کیا نتیجہ ہوا۔

استیعاب میں ہے و تخلف سعد بن عبادہ عن بیعۃ ابی بکر و خرج من المدینۃ ولم یرجع الیھا الی ان مات بحوران من ارض الشام سنتین و نصف مضتا من خلافۃ عمر و ذلک سنۃ خمس عشرۃ و قیل سنۃ اربع عشرۃ و قیل بل مات سعد بن عبادہ فی خلافۃ ابی بکر سنۃ احدی عشرۃ و لم یختلفوا انہ وجد میتا فمضلہ وقد اخضر جسدہ و لطشیرا (موتہ صفحہ ۵۲۲ جلد ۲)

یعنی سعد بن عبادہ کنارہ کش ہوئے بیعت ابوبکر سے اور نکل گئے مدینہ سے اور پھر مدینہ میں نہ آئے یہانتک کہ تمام حوران میں اخیر شام میں وفات پائی۔ ڈھائی برس گذرنے پر خلافت عمر سے اور نہ ہی کسی سے بیعت کی۔ کہتے ہیں کہ ابوبکر نے ان کو قتل کرا دیا۔ مگر اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ وہ اپنے محل خاص میں مرے پائے گئے جو لوگوں کا مذہب گویا متواتر اور کسی کو اونکی موت میں شک نہ ہوا۔

اس تقریر سے اچھی طرح معلوم ہوا کہ سعد بن عبادہ کا وجہ بھی اہلسنت کے یہاں استحقاق خلافت میں جناب امیر کے برابر یا قریب ہے کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ جناب امیر کیلئے بجز نص رسول اور کوئی ذریعہ استحقاق خلافت کا نہ تھا کہ حضرت نے جنازہ رسول چھوڑ کر طلب خلافت کے لئے نہ اوس مشورہ میں شریک تھے۔ تو اب سعد بن عبادہ کا استحقاق بجز اسکے کس وجہ سے ہو سکتا ہے کہ اون کی خلافت پر اجماع ہو چکا تھا اگرچہ بدرجہ تکمیل نہ پہونچا ہو۔

مگر سب سے زیادہ حیرت اسپر ہوتی ہے کہ حضرت سلمان فارسی کی عدم مشارکت سے ابوبکر کی خلافت کیوں باطل ہوتی ہے کیونکہ وہ قریشی ہیں نہ مہاجرین سے بلکہ عرب بھی نہیں جس سے کسی طرح اون کو استحقاق خلافت ہو۔

شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید میں ہے مطبوعہ مصر جزو سادس صفحہ ۱۶

فلما بویع ابوبکر قال سلمان للصحابۃ اصبتم الخیر ولکن اخطاتم المعدن قالہ وفی روایۃ اصبتم ذا السن منکم ولکنکم اخطاتم اھل بیت نبیکم لو انا وجعلتموھا

فیہم ما اختلف منکم اثنان ولا کلمتموہا رغداً قلت ہذا الخبر ہو الذی رویہ المتکلمون فی باب الامامۃ عن سلمان انہ قال کردید ونکردید فقسرہ الشیعۃ فنقول اراد اسلمتم وما اسلمتم وتفسیرہ اصحابنا فیقولون معناہ اخطأتم واصبتم۔

یعنی جب ابوبکر کی بیعت کی گئی تو حضرت سلمان نے صحابہ سے کہا کہ اچھا کیا مگر معدن میں خطا کیا یعنی یہ تو اچھا ہوا کہ بوڑھے کو خلیفہ بنایا مگر بڑی غلطی کی کہ اہلبیت نبوت کو چھوڑ دیا اگر تم اونکو خلیفہ بناتے تو پھر دو آدمیوں میں بھی اختلاف نہوتا اور ہمیشہ خوشگواری سے کھاتے رہتے مصنف کہتے ہیں کہ اس روایت کو متکلمین نے اس طرح لکھا ہے کہ سلمان نے کہا تھا کردید نکردید جسکے معنی شیعہ تو یہ بیان کرتے ہیں کہ اسلام تو لائے مگر درحقیقت اسلام نہ لائے اور معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ اس کام میں خطا و صواب دونو ہے۔

بہرحال چونکہ علامہ فخر الاسلام بزدوی نے لکھا تھا کہ جبتک حضرت سلمان فارسی نے بیعت نہ کی اوس وقت تک ابوبکر کی خلافت بہ اجماع نہیں ثابت ہوئی لہذا ہمکو اسقدر تحقیقات کرنی پڑی کیونکہ خود اونکو خلافت کا دعوی تھا نہ کسی نے اونکو خلیفہ بنانا چاہا مگر تاہم اون کی یہ عظمت تھی کہ بغیر اونکی شرکت کے ابوبکر کی خلافت کا دعوی صحیح نہو سکا مگر تواریخ اہلسنت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مثل حضرت سلمان فارسی اور بھی بہت سے صحابہ تھے جو اس خلافت کو ناجائز جانتے جس میں سب سے جلیل القدر حضرت خالد بن سعید بن العاص ہیں استیعاب بن عبد البر مکی میں ہے صفحہ ۱۵۴ جلد اول

خالد بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی القرشی الاموی یکنی ابا سعید اسلم قدیما یقال انہ اسلم بعد ابی بکر الصدیق فکان ثالثاً او رابعاً وقیل کان خامساً وقال ضمرہ بن ربیعہ کان اسلام خالد مع اسلام ابی بکر الصدیق۔

پھر لکھتے ہیں قال الواقدی وحدثنا جعفر بن محمد بن خالد بن الزبیر عن محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمان قال اسلام خالد بن سعید وکان

احادیث ذم دنیا و دنیا داری صحابہ

اول اخوتہ اسلاما وکان بدء اسلامہ انہ رای فی النوم انہ وقف بہ علی شفیر النار فذکر من سعتہا ما اللہ اعلم بہا وکان اباہ یدفعہ فیہا ورای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ حفوتہ لا یقع فیہا ففزع وقال احلف باللہ انہا لرویا ولقی ابا بکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہما فذکر ذلک لہ فقال ابوبکر ارید بک خیر ہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتبعہ وانک ستتبعہ فی الاسلام یحجزک من ان تقع فیہا وابوک واقع فیہا فلقی رسول اللہ علیہ وہو باجیاد فقال یا محمد الی من تدعو فقال ادعوک الی اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمداً عبدہ ورسولہ وتخلع من انت علیہ من عبادۃ حجر لا یسمع ولا یبصر ولا یضر ولا ینفع ولا یدری من عبدہ ممن لم یعبدہ قال خالد فانی اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد انک رسول اللہ فسر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باسلامہ وتغیب خالد وعلم ابوہ باسلامہ فارسل فی طلبہ من لقی من ولدہ ولم یکونوا اسلموا فوجدوہ فاتوا بہ اباہ ابا احیحۃ فسبہ وبکتہ وضرب بمقرعۃ فی یدہ حتی کسرہا علی راسہ ثم قال لہ اتبعت محمدا واصحابہ وانت تری خلافہ قومہ وما جاء بہ من عیب الہتہم وعیب من مضی من ابائہم فقال قد واللہ اتبعتہ علی ما جاء بہ فغضب ابو احیحۃ ونال منہ وشتمہ وقال اذہب یا لکع حیث شئت واللہ لا منعنک القوت فقال خالد ان منعتنی فان اللہ یرزقنی ما اعیش بہ فاخرجہ وقال لبنیہ لا یکلمہ احد منکم الا صنعت بہ ما صنعت بہ فانصرف خالد الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان یلزمہ ویعیش ویغیب عن ابیہ فی نواحی مکہ حتی خرج اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ارض الحبشۃ فی الہجرۃ الثانیۃ فکان خالد اول من خرج الیہا وقال محمد بن سعد حدثنا الولید بن علی بن الاعز المکی واحمد بن الولید الازرقی قالا نا عمرو بن یحیی بن سعید الاموی عن

عن شعیب عن سیف عن مغیرۃ بن فضیل عن جبیر بن صخر حارس النبی صلے اللہ علیہ وآلہ سلم عن ابیہ قال کان خالد بن سعید بن العاص بالیمن زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتوفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو بھا وقد عربھا وغلبہ نبتھا وعلیہ جبۃ دیباج فلقی عمر بن الخطاب وعلی بن ابیطالب فصاح عمر بن یلیہ مزقوا علیہ جبتہ ایلبس الحریر وھو رجل من انصار فمزقوا جبتہ فقال خالد یا ابا حسن یا بنی عبد مناف اغلبتم علیھا فقال علی علیہ السلام امۃ غالبۃ مرتی ام خلافۃ قال لا یغالب علی ھذا الامر ولی منکم یا بنی عبد مناف وقال عمر خل الرجل فقد اللہ فاک واللہ لا یزال کاذب یخوض فیما قلت ثم لا یضرہ الا نفسہ فابلغ عمر ابابکر فقالہ فلما عقدا بوبکر الالویۃ لقتال اھل الردۃ عقد لہ فیمن عقد فیھا وعنہ عمر فقال انہ لمخذول وانہ لضعیف الترویۃ ولقد کذب کذبۃ لا یفارق الارض مسلط بھا وحائض فیھا فلما استنصرہ فلم یحمل ابوبکر علیہ جعلہ عاتبا علی اطاع عمر فی بعض امرہ وعصاہ فی بعض۔

یعنی جبیر بن صخر حارس رسول اللہ سے روایت ہے کہ خالد بن سعید وفات رسول اللہ کے سال یمن میں رہا کہ حضرت نے وہاں کے ایک مقام کا حاکم مقرر کیا) انکی بعد وفات رسول اللہ یمن سے واپس آئے اور حلہ دیبا پہنے ہوئے تھے تو عمر اور جناب امیر سے ملاقات ہوئی۔ عمر نے چیخ کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس کا جبہ پھاڑ دو کیا وہ ریشمی لباس پہنتا ہے حالانکہ وہ جزیرہ عرب میں رہتا ہے تو لوگوں نے اسکا جامہ چاک کر دیا۔ خالد نے کہا اے ابوالحسن یا فرزندان عبد مناف کیا لوگ اس امر خلافت میں مغلوب ہو گئے جناب امیر نے کہا یہ مقابلہ ہے یا خلافت؟ خالد نے کہا اے فرزندان عبد مناف تمہارے مقابلہ میں دوسرا کوئی غالب نہیں آسکتا۔ عمر نے خالد سے کہا خدا تیرے منہ کو توڑے کہ کاذب ہمیشہ تمہارے اس قول میں خوض کرتا رہے گا اور اسکا ضرر جو کچھ ہوگا اسکے نفس پر۔ عمر نے اس کلام کو خالد کے ابوبکر تک پہونچایا۔

ابوبکر نے قتال اہل ردہ کے لیے جب علم مقرر کرنا شروع کیا تو خالد بن سعید کیلئے بھی ایک علم مقرر کیا عمر نے اس سے منع کیا اور وہ مخذول ہے اور ضعیف الرائے اور جھوٹ بولتا ہے یہ اوس زمین سے جدا نہ ہوگا جہاں جائیگا وہیں جو کچھ چاہیگا کریگا اسکو اپنا مددگار نہ بناؤ۔ ابوبکر نے اس کلام سے کوئی کینہ نہیں بلکہ بمقام تبالہ عمر کو امیر مقرر کیا۔ تو بعض امر میں عمر کی متابعت کی اور بعض امر میں مخالفت۔

ان حالات سے آپکو یہ ضرور معلوم ہوگیا ہوگا کہ جس طرح حضرت سلمان فارسی اس خلافت کے مخالف تھے اوسی طرح خالد بن سعید بن عاص بھی مگر عبارت تاریخ طبری بہت مبہم ہے کیونکہ عمر کا خالد کو دیکھکر بھڑکنا اور ادنے جامہ دیبا کو چاک کرانا بلا وجہ نہیں ہو سکتا۔

پھر ان کو محض اس کہنے پر کہ جناب امیر سے کہا آپلوگ خاندان عبد مناف مغلوب ہو گئے **کاذب** کا خطاب دینا کسی طرح مناسب نہیں کیونکہ حسب قواعد مقررہ اہلسنت صحابہ سب ہر لسان کر سکتے ہیں مگر جھوٹ نہیں بول سکتے لہذا تفصیل واقعہ کے لیے مجبوری ہوئی کہ ہم احادیث و تواریخ شیعہ سے اسکی تفصیل دکھائیں کہ اصلیت ظاہر ہو۔

کتاب ناسخ التواریخ میں لکھتے ہیں جسکا مصنف شیعہ ہے اگرچہ باخذ اوسکا تمام کتب اہلسنت سے ہے صفحہ جلد ۲

ابان بن تغلب از جعفر صادق مخبر میدہد کہ بعد از تقرر امر ابوبکر دوازدہ تن از صحابہ انحضرت خویش را برادر آشکار کردند و ایشان شش تن از مہاجرین بودند اول خالد بن سعید بن العاص دوم سلمان فارسی سیم ابوذر غفاری چہارم مقداد بن الاسود پنجم عمار بن یاسر ششم بریدۃ بن الاسلمی و از انصار نیز شش تن بودند اول ابوالہیثم بن تیہان دوم سہم پسر حنیف کہ یکے سہل و اندیگر عثمان نام داشت چہارم خزیمہ بن ثابت کہ ذوالشہادتین لقب داشت و پنجم ابی بن کعب ششم ابوایوب انصاری ایشان ہمہ استوان شدند در مخالفت ابوبکر چنانچہ بموافقت راحکم نمودند آگاہ کہ ابوبکر بر منبر رسول خدای صعود و او آتش خشم در کانون خاطر ایشان زبانہ زدن گرفت بایکدیگر ہی گفتند سوگند باخدای کہ او را از منبر بزیر آریم بعضی پاسخ دادند کہ اگر چنین کنیم نفس خود را عرضہ ہلاک خواہیم داشت

وخداوند فرمود ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکة باید بحضرت امیر المؤمنین رفت و مشاورت
کرد و رای او را بدانست بدانچه فرماید فرمان پذیر شد پس در خدمت علی علیه السلام آمدند
و گفتند یا امیر المؤمنین ترک حق خویش کنی و حال آنکه تو اولی و احقی چه ما از رسول خدا
شنیدیم که فرمود علی مع الحق والحق مع علی یمیل مع الحق کیف مال
و ما بران سریم که بردیم و او را از منبر بزیر آوریم اکنون چه فرمائی تا اطاعت کنیم امیر المؤمنین
فرماید این رای نیست اگر چنین کنید کار شما بمقاتلت انجامد و شما اندک باشید و ایشان
بسیار اند هرگاه شما اینکار نخواهید کرد با شمشیر کشیده و اعدا و حرب باید حاضر بود و اگر نه اصحاب
ابوبکر مرا مایه این شورش دانند و بر من گرد آیند و گویند بیعت کن و اگر نه ترا عرضه دار داریم
از این روی من ناچارم که مردم را از خود دور دارم همانا قبل از رحلت رسول خدای مرا فرمود
یا ابا الحسن الامة ستغدر بک بعدی وتنقض فیک عهدی وانک منی بمنزلة
هرون من موسی فرمود یا ابا الحسن زود باشد که بعد این امت با تو غدر کنند و نگران وصیت
من در حق تو نشنوند و حال آنکه تو از برای من چنانی که هرون از برای موسی بود همانا بعد از من
مثل آنان که پیروان تو باشند و آنان که جز تو را اختیار کنند مثل هارون و پیروان او و سامری
و متابعان اوست علی گوید عرض کردم یا رسول الله از برای چنین روز که پیش آید چه فرمائی
فقال ان وجدت اعوانا فبادر الیهم وجاهدهم وان لم تجد اعوانا کف یدک
واحقن دمک حتی تلحق بی مظلوما فرمود در چنین روز اگر اعوان و انصار بدست
کردی با ایشان از در مقاتلت بیرون شود و جهاد بده و اگر نه دست از طلب باز دار و حفظ
نفس واجب شمار تا آنگاه که مرا همچنانکه مظلوم باشی ملاقات کنی چون رسول خدای از جهان
بیرون شد بغسل و کفن پرداختم و سوگند یاد کردم که جز از بهر صلوة ردا بر دوش نیفکنم چندانکه
قرآن را فراهم آرم و چنان کردم پس دست فاطمه و فرزندان خود حسن و حسین را بگرفتم و در
تمامت مردم بدر و سابقین بگذشتم ایشان را در نصرت خویش سوگند دادم و دعوت کردم
هیچکس مرا پاسخ نداد جز سلمان و مقداد و عمار و ابوذر و اینکار از بهر آن کردم که حجت خود را
بخلق تمام کنم و خدای را شاهد گیرم آنگاه روی بآنجماعت کرد و فرمود کید و کین این مردم و بغض

ایشان را با خدا و رسول و خصمی ایشان را با اهل بیت پیغمبر دانسته اید اکنون بنزدیک
ابوبکر شوید و او را از آنچه از رسول خدای شنیدند تنبیه دهید تا تاکید از برای حجت باشد و عذری
از برای ایشان نماند و دور مانند از رسول خدای روزی که بر او در آیند پس آن دوازده تن
همگروه بسجده شدند و در کناری جای کرده نگران منبر رسول خدای بودند و این روز جمعه
پنجم رحلت رسول خدای بود بالجمله چون ابوبکر بر منبر صعود کرد و آغاز سخن نمود آن شش
تن که مهاجر بودند با انصار گفتند ابتدا بسخن کنید انصار گفتند کار شما راست چه خداوند شما
را مقدم داشته و فرموده لقد تاب الله علی النبی والمهاجرین والانصار الذین
اتبعوه فی ساعة العسرة من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منهم ثم تاب علیهم
انه بهم رؤف الرحیم پس فرماید خداوند پذیرفت توبت و انابت پیغمبر و مهاجر و انصار را و
ایشان که پیروی پیغمبر کردند در سختی و شدت از پس آنکه نزدیک بود دلهای ایشان از امر
خداوند بگردد پس طریق توبت گرفتند و خدای بر ایشان بخشود همانا حضرت صادق علیه
السلام هنگام روایت این حدیث چون بدین آیت رسید فرمود لقد تاب بالنبی و
والمهاجرین ابان بن تغلب عرض کرد یا ابن رسول الله این آیت را عامه لقد تاب
الله علی النبی قرائت میکنند فرمود وای بر ایشان کدام گناه رسول خدا را باشد تا مغفور گردد
بلکه خداوند بسبب او امت او را بیامرزد مع القصه انصار بدین آیت حجت کردند و هدایت
سخن را با مهاجرین انداختند لاجرم نخستین خالد بن سعید بن العاص برخاست و قال
اتق الله یا ابابکر فقد علمت ان رسول الله صلی الله علیه وآله قال ونحن
محتوشوه یوم بنی قریظة حین فتح الله له وقد قتل علی یومئذ عدة من
صنادید رجالهم واولی الباس والنجدة منهم یا معاشر المهاجرین والانصار
انی موصیکم بوصیة فاحفظوها ومودعکم امر فاحفظوها الا ان علی بن ابی
طالب امیرکم بعدی وخلیفتی فیکم بذلک اوصانی ربی الا وانکم ان لم
تحفظوا فیه وصیتی وتوازروه وتنصروه اختلفتم فی احکامکم واضطرب
علیکم امر دینکم وولیکم شرارکم الا ان اهل بیتی هم الوارثون لامری

والعاملون بامرا مقه من بعده، اللهم من اطاعهم من امتی وحفظ فیهم
وصیتی فاحشره فی زمرتی واجعل لهم نصیبا من مرافقتی یدرکون به
فوز الآخرة اللهم ومن اساء خلافتی فی اهل بیتی فاحرمه الجنة التی
عرضها کعرض السماء والارض فقت اے ابوبکر بترس از خدای تعالی و دانستہ کہ رسول خدا
فرمودہ انجمن شدیم در جنگ بنی قریظہ وعلی از ابطال رجال ایشان کشت بان ای مردم
مہاجر و انصار وصیت مرا گوش دارید بدانید کہ علی بعد از من امیر شماست و خلیفہ من است
درمیان شما این سخن از خود نمیگوید بلکہ خداوند مرا بلقائے این کلمہ مامور داشت بدانید کہ اگر
بند من نید یزید و نصرت علی نکنید و این شما فاسد شود و سلطنت شما بدست بدترین شما افتد
آگاہ باشید کہ اہل بیت من بعد از من وارث من و فرمانگذار است من باشند آگاہ فرمود
الٰہا پروردگارا آنکس کہ اطاعت اہلبیت من کند و وصیت مرا بکار بندد و ارا اہل من محشور
کن و از نعمت آخرت بہرہ بخش و آن کس کہ جز این کند او را از بہشت محروم بدار عمر بن الخطاب
چون این کلمات شنید بانگ بر او زد کہ اے خالد خاموش باش تو را با اہل مشورت نیست
و اگر من نباشی کہ کس برای تو اقامہ کند فقال خالد اسکت یا ابن الخطاب فانک تنطق
عن لسان غیرک وایم الله لقد علمت قریش انک من لائمها حسبا وادناها
منصبا واخسها مقدارا خاملها ذکرا واقلهم غناء آعن الله ورسوله وانک لجبان
فی الحروب بخیل بالمال لئیم العنصر مالک فی قریش من فخر ولا فی الحروب
من ذکر وانک فی هذا الامر بمنزلة الشیطان اذ قال للانسان اکفر فلما
کفر قال انی بری منک انی اخاف الله رب العالمین فکانت عاقبتهما انهما
فی النار خالدین فیها وذلک جزاء الظالمین خاموش باش اے پسر خطاب زبان
در بند و از زبان دیگر کس چند بن سخن کمن سوگند باخدائے کہ قریش تو را نکو ستائش نکند کہ نزد
مردم لئیم تری و در حسب نکو سیده تر و منصب و نا کس تر و در نظر ناستائیده تر و در ذکر و فخر
تر و در ثروت چنانچہ جبانی در جنگ و جدال و مدخلی هنگام خرج و بذل مال بر شتی سرشت
و نکوهش نداند و افسانه نزد زبان قریش تو را فخری است و نه در داستانهائے حرب

از تو ذکری اکنون در امر خلافت منزلت شیطان داری گاہی کہ انسان را کافر کند چون
کافر کند برائت جوید پس ہر دو تن تکفیر کفر خانہ جاودانہ از دوزخ کنند چون کلمات خالد
بپای رفت عمر دم فرو بست و خالد بنشست آنگاہ سلمان فارسی برخاست و گفت
کردید و نکردید و ندانید چہ کردید آگاہ باشید کہ من کردم فقال یا ابابکر الی من تستدامرنا
اذا نزل بنا ما لا نعرفه والی من نفزع اذا سئلت عما لا نعلمه وما عند زاد
فی تقدم من هو اعلم منا واقرب الی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم
واعلم بتاویل کتاب الله عز وجل وسنة نبیه ومن قدمه النبی صلی الله
علیه وآله فی حیوته وامرنا بمعاونته ونصرته فانه منبئنا بقوله وتناسینا وصیته
واخلفنا الوعد ونقضتم العهد وحللتم العقد الذی کان عقد علیکم
من الغدیر وتحت رایة اسامة بن زید حدادا من مثل ما اتیتموه وبتنبیها
للامة علی عظیم ما اجترمتموه من مخالفة امره وضعف قلیل لعهوده لا کامر
وقد نقلت الوزر وثقلت الی قبرک وحملت معک ما اکتسبت یداک
فلو راجعت الحق من قریب وتلافیت نفسک وتبت الی الله من عظیم ما اجترمت
کان ذلک اقرب الی نجاتک یوم تقوم فی حفرتک ویسلمک ذووا نصرتک فقد
سمعت کما سمعنا ورایت کما رأینا فلم یرد علی ذلک شیئا فالتفت به
من هذا الامر الذی لا عهد لک فی تقدمه ولا حظ للدین والمسلمین فی قیامک
به فانظر لله فی نفسک فقد اعذر من انذر ولا تکن ممن ادبر واستکبر
گفت ای ابوبکر چون چیزی بر تو عرض دہند کہ نشناسی و از چیزی بپرسند کہ ندانی از کہ پرسی
و از کجا فہم کنی چہ عذر گوئی از اینکہ پیشی گیری بر کسیکہ از تو دانا تر و در رسول خدای نزدیک تر
است تاویل کتاب خدا و سنت رسول را از تو نیکتر دانستہ است و بہ پیغمبر در حیاة و ہنگام
وفات خلافت بدو داده و بخلافت او وصیت کرده شما فرمان او را بگیسوی افگندید پیمان نقض
عہد و خلف وعده اقدام کردید و از تخلف جیش اسامه مخالفت پیغمبر نمودید برای غصب خلافت
زود است کہ امر بر شما شود و تو را در تنگنای قبر جای کنند و آن گناه عظیم کہ خود فراہم کرده بر تو

حمل دهند اگر امروز طریق توبت سپاری وحق راپیش گیری گذاری دور نباشد که اعوان
وانصارت چون بخاک لب سپارند در سپار شوند خداوند ست فریاد رس گرد دبان ای
ابوبکر تو نیز شنیدی انچه ما دیدیم پس بفرمائی بچه کس روی طلب کاری
که تو از بهران بستی از ذمه در دین وخلیل درکار مسلمین پرهیزدار از تکبر و تمرد بیکسوی باش
سلمان این بگفت وخاموش شد از پس او ابوذر آغاز سخن کرد وقال یا معاشر قریش
اصبتم قباحة وترکتم قرابة والله لترتدن جماعة من العرب ولتشکن فی
هذا الدین ولجعلتم الامر فی اهل بیت نبیکم ما اختلف علیکم سیفان ولقد
صارت لمن غلب ولتطمحن الیها اعین من لیس من اهلها ولیسفکن فی
طلبها دماء کثیرة - گفت اے مردم قریش نکو بسته وکاری کردید و زشت وندی پیغمبر را
خشمگین گذاشتید سوگند بخدای که مردم عرب ازدین برگردند وعقیدت ایشان محتل گردد
واگر این امر را باهل بیت نبی گذاشتید و خصام بر خلافت یکدیگر از عرب نیم گردن نزنند ولکن
سوگند بخدای که خلیفتی پیغمبر بجای نگذاشتید و عکس بدست کردید که غلبه جوید بهمانا طمع ایشان در
خلافت آنان که از اهل آن نباشند و در طلب آن خونها بناحق گردد و مفاسد این امر
در پایان کار چنان بود که ابوذر گفت چه معویه بنی امیه و بنی عباس و هر کس که بناحق متصدی
این امر گشت الا نکه این روز بود ثم قال لقد علمتم وعلم خیارکم ان رسول الله
صلی الله علیه وآله وسلم قال الامر بعدی لعلی ثم الحسن والحسین ثم
للطاهرین من ذریتی فاطرحتم قول نبیکم وتنا میتم ما عهد به الیکم فاطلعتم
الدنیا الفانیة وبعتم الاخرة الباقیة التی لا یکدر عشبها ابدا ولا یزول نعیمها ولا
یحزن اهلها ولا یموت سکانها بالحقیر الفانی الزائل وکذلک لا حرص
قبلکم کفرت بعد نبیها فکم وانکصت علی اعقابها وغیرت وبدلت واختلفت
فساویتموهم حذو النعل بالنعل والقذة بالقذة وهما قلیل تذوقون
وبال امرکم وتجترون بما قدمت ایدیکم وما الله بظلام للعبید گفت شما دانستید
که پیغمبر فرمود بعد از من خلیفتی خاص علی است واز پس او حسن وحسین فرزندان من انگاه

پاکان ذریت من خواهند داشت فرمان پیغمبر خویش را پس گوش انگندید وعهدی که شما
بسته فراموش کردید ودر طلب دنیای فانی شدید وسرای جاودانی را که در آنجا جوانی
فرسوده پیری نشود ونعیمش زوال نپذیرد ومردش عمر نکند نگرد ودر مرگ راه نکند نفرو خیتید
دنیای آن را چیزی اندک وزائل برابر گذاشتید مانند امم سابقه که بعد از پیغمبران
خویش کافر شدند یا فرزندان پیغمبران خویش خصمی شدند وفرمان ایشان را تغییر دادند و
دیگر گونه ساختند شما نیز پیروی آن کرده گردیده از فرمان پیغمبر سر بتافتید وبر اهل بیت
او عاصی شدید زود باشد که کیفر این گناه شما را تباه کند وبکافات این کردار گرفتار گردید
ابوذر این بگفت ونشست ومقداد برخاست وقال ارجع یا اباذر عن ظلمات
وتب الی ربک والزم بیتک وابک علی خطیئتک وسلم الامر لصاحبه
الذی هو اولی به منک فقد علمت ما عقد رسول الله صلی الله علیه
والدفی عنقک من بیعته والزمک من النفوذ تحت رایة اسامة بن زید
وهو مولاه وبنیه علی بطلان وجوب هذا الامر لک ولمن عمد لک
علیه بعینه لکما الی علو النفاق ومعدن الشقاق والشقاق عمرو بن
العاص الذی انزل الله فیه علی نبیه ان شانئک هو الابتر گفت
اے ابوبکر دست باز دار از ظلم وطریق توبت سپار وبدین گناه که کردی ورزاویه
خانه خویش زاری بسکن وامر را بخداوند امر باز سپار گذار چه علی بدین کار سزاوار تر از تست
زیرا که پیغمبر جمل بیعت او را بر گردن تو افگند وترا ملازم جیش غلام خود اسامه بن زید ساخت
وبیا باید که خلافت از برای تو واز برای عمر گشتوان نست روا نیست چه شما را نیز در
غراة ذات سلاسل محکوم معدن شقاق ونفاق عمرو بن العاص ساخت که خداوند در
شانش این آیت را فرستاد ان شانئک هو الابتر از پس این کلمات مقداد چنین
فرمود فلا اختلاف بین اهل العلم فی انها نزلت فی عمرو وهو کان امیرا
علیکما وعلی سائر المنافقین فی الوقت الذی انفذه رسول الله صلی

الله علیه وآله فی غزاة ذات سلاسل وان عمرو اقلد کما حرس عسکره
فمن الحرس الی الخلافة اتق الله وبادر الاستقالة قبل فوتها فان ذلک اسلم
لک فی حیاتک وبعد وفاتک ولا ترکن الی دنیاک ولا تغررک قریش وغیرها
فعن قلیل تضمحل عنک دنیاک ثم تصیر الی ربک فیجزیک بعملک وقد علمت
ان علی بن ابیطالب علیه السلام صاحب هذا الامر بعد رسول الله صلی
الله علیه وآله فسلمه الیه بما جعله الله له فانه اتم لسترک واخف لوزرک
فقد والله نصحت لک ان قبلت نصحی والی الله ترجع الامور وگفت هیچ
خلاف نیست که آیت ان شانئک هو الابتر در شان عمرو بن العاص آمد واین عمرو
در غزوه ذات سلاسل بر شما و بر دیگر منافقان امیر شد و شما را بپاسبانی لشکر باز می داشت
اینک از پاسبانی بخلافت پیغمبر تاخته اند هان ای ابوبکر بترس از خدا واین حمل را از گردن
فرو گذار که در زندگی و مردگی شاهراه سلامت تست شیفته دنیا مشو و فریفته قریش و جز
قریش مباش زود اکه دنیای تو دیگرگونه شود و بکیفر کردار گرفتار شوی همانا دانسته و بی
گمان دانی که خلافت پیغمبر علی راست پس بدو گذار چه خداوند بدو گذاشت چون چنین کنی
حمل تو سبک شود و گناه تو اندک گردد و سوگند با خدای اگر بپذیری پندی نیکو گفتم و زشت
و زیبای هر کار در حضرت پروردگار بشمار آید چون مقداد این سخن بپای برد بریده الاسلمی
برخاست فقال انا لله وانا الیه راجعون ماذا لقی الحق من الباطل یا ابابکر
انسیت ام تناسیت ام خدعتک نفس سولت لک الاباطیل ولم تذکر ما
امرنا به رسول الله صلی الله علیه وآله من تسمیة علی بامرة المومنین والنبی
علیه السلام بین اظهرنا وقوله فی عدة اوقات هذا امیر المومنین وقاتل
القاسطین فاتق الله وتدارک نفسک قبل ان لا تدرکها وانقذها مما
یهلکها واردد الامر الی من هو احق به منک ولا تتمار اغتصابه وراجع
وانت تطیع ان تراجع فقد محضتک النصح ودللتک علی طریق النجاة
فلا تکونن ظهیرا للمجرمین. گفت بازگشت ما بحضرت بزدانست و باز پرس ما بدو

چه دیدار کرد حق از باطل هان ای ابوبکر فراموش کردی یا فراموشی بخود بستی واگر نه نفس تو ترا
فریفته خواست و اباطیل را در چشم تو بیاراست آیا بیاد نمی آری وقتی را که پیغمبر در نزد ما بود و
فرمود علی را امیر المومنین بخواهم و بسیار وقت همی فرمود انیست امیر المومنین و قامع و قاتل قاسطین
ای ابوبکر از خدای بترس و پیش از آنکه کار از دست بشود کار خویش بساز و خود را در مهلکه مینداز
و بازوه خلافت را بدان کس که شایسته تر از تست و در غصب آن مدتی دراز مکن و تا نیروی بازگشت
داری فرصت از دست مگذار همانا من ترا براستی پند و انذار کردم و بطریق نجات دلالت
نمودم پشتوان آن گناهکاران مباش بریده این سخن بگفت و خاموش شد عمار یاسر جنبش
کرد و ندا در داد فقال یا معاشر قریش یا معاشر المسلمین ان کنتم علمتم والا فاعلموا
ان اهل بیت نبیکم اولی به واحق بارثه واقوم بامور الدین وامر علی امیر المومنین
واحفظ لملته وانصح لامته فمروا صاحبکم فلیرد الحق الی اهله قبل ان یضطرب
حبلکم ویضعف امرکم ویظفر عدوکم ویظهر شتاتکم وتعظم النمیمة بکم و
وتختلفوا فیما بینکم ویطمع فیکم عدوکم فقد علمتم ان بنی هاشم اولی بهذا
الامر منکم وعلیا من بینهم ولیکم بعهد الله وبرسوله وفرق ظاهر قد عرفتموه
فی حال بعد حال عند سد النبی صلی الله علیه وآله ابوابکم التی کانت
الی المسجد فسدها کلها غیر بابه وایثاره ایاه بکریمة فاطمة دون سائر من
خطبها الیه منکم وقوله علیه السلام انا مدینة العلم وعلی بابها فمن اراد الحکمة
فلیاتها من بابها وانتم جمیعا مضطرون فیما اشکل علیکم من امور دینکم الیه
وهو مستغن عن کل احد منکم الی ماله من السوابق التی لیست لافضلکم
عند نفسه فما بالکم تحیدون عنه وتغیرون علی حقه وتوثرون الحیوة
الدنیا علی الاخرة بئس للظالمین بدلا فاعطوه ما جعله الله له ولا تتولوا
عنه مدبرین ولا ترتدوا علی اعقابکم فتنقلبوا خاسرین. گفت ای گروه
قریش و جماعت مسلمین اگر ندانید و ندانسته اید بدانید که اهل بیت پیغمبر اولی و احق اند بخلیفتی
او و اخذ میراث او و استوارتر و امین ترند بکارهای دین و نفوس مومنین و نگاهداشت

ملت واند راست پس ای مردم ابوبکر را فرمان دهید تا حق را بایش و از دو بدانان پیش
که جایگاهی شود مهیا سستی شما و سستی پذیرد کار شما و نیرو زگردد دشمن شما و آشکار شود پراگندگی
شما و بزرگ شود فتنه در میان شما و اختلاف پزیرد و ابتلاف شما و طمع در شما بندد و عددی شما
همانا دانسته اید که نبی هاشم شالسته تر از شما بیند و علی مرتضی بکجا خدا و رسول ولی شما است و
نگریسید که رسول در های خانهای شمار البسوی مسجد مسدود داشت و در سرای علی
را باز گذاشت و فاطمه را بر کس خواستار شد انگار کرده علی را مصاهرت اختیار کرد و فرمود
من شهر دانش و حکمت و علی باب آن شهر است پس آن کس که در طلب بیاید باید که از آن در بیاید
در فضلات امور شمار البسوی او حاجت است و او از شما بی نیاز باشد چه او دارای فضلی
است که در افضل شما نیافت و تو دچه رسیده است شما را که از علی پرستایید و بر حق
او غارت میبرید و دینار بر عمی میگزینید و تبدیل میکنید انچه خداوند از برای علی نهاده
پشت با او میکنید و روی بر میگردانید تا خائب و خاسر نباشید از پس عمار یاسر ابن کعب
بپای خاست فقال یا ابابکر لا تجحد حقا جعله الله لغیرك ولا تکن اول من
عصی رسول الله صلی الله علیه و اله فی وصیته و صیّره و صدّ عن امره و الحق الی اهله تسلم و لا تحاد فی غیك فتندم و بادر الانابة بخف
ذلك و لا تحضض بهذا الامر الذی لم یجعله الله لك نفسك فتلق
وبال عملك فمن قلیل تفارق ما انت فیه و تصیر الی ربك فیسالك
عما جنیت فما ربك بظلام للعبید گفت ای ابوبکر انگار کین انچه را خدا و نماز
برای غیر تو نهاده و مباش اول کس که عاصی شود و میغمانی رسول خدا کند و در حق وصی
او و سر پیمانی بدار محکم او اکنون بازده حق را بخدا و ندحق و از طریق طغیان بشاهراه سلامت
گرای و دور گرای چندین بپای بندانست و نابت حمل خویش سبک سکین و کار بر اگه خدای
از بهر تو نخواسته خاص خویش بلا رزود اگر دو داع این جهان گوی و بکیفر کردار باخود گردی
چه خداوند ستم نکند و بندگان را مظلوم نخواهد از پس او خزیمه بن ثابت برخاست فقال
ایها الناس الستم تعلمون ان رسول صلی الله علیه و اله قبل شهادة

دحذای و لم یرد معی غیری قالوا بلی قال فاشهد انی سمعت رسول الله
صلی الله علیه و اله یقول اهل بیتی یفرقون بین الحق و الباطل و هم الائمة
الذین یقتدی بهم و قد قلت ما علمت و ما علی الرسول الا البلاغ المبین
گفت ای جماعت مهاجر و انصار آیا نمیدانید که رسول خدا شهادت مرا بجای دو کس پذیرفت
گفتند چنین است گفت اکنون شهادت میدهم که خود از رسول خدای شنیدم که فرمود
اهل بیت من فارق حق و باطلند و ایشانند شالسته امامت است و جماعت بان ای مردم
انچه شنیدم ابلاغ کردم و بر رسول جز ابلاغ واجب نیست آنگاه ابوالهیثم بن التیهان
برخاست فقال و انا اشهد علی نبینا صلی الله علیه و اله انه اقام علیا
یعنی یوم غدیر خم فقالت الانصار ما اقامه الا لخلافته و قال بعضهم ما اقام
الا لیعلم الناس انه مولی من کان رسول الله صلی الله علیه و اله مولاه
و اکثروا الخوض فی ذلك فبعثنا رجلا منا الی رسول الله صلی الله علیه و اله
فسالوه عن ذلك فقال قولوا لهم علی امیر المومنین بعدی و اعلم الناس
لامتی و قد شهدت بما حضرنی فمن شاء فلیکفر ان یوم القصر کان میقاتا
گفت من حاضر بودم و شهادت میدهم که رسول خدای در غدیر خم علی را بپای داشت و
گفت انچه گفت از پس آن انصار دو گروه شدند جماعتی گفتند این نه برای نصب
خلافت است و بعضی گفتند بپیغمبر نمود بر این مولای او یعنی علی نیز مولای اوست لاجرم جمعی از
مردم خویش را بنزد یک پیغمبر فرستادیم تا خبر از نگیرند رسول خدا فرمود انصار را آگهی دهید
که بعد از من علی ولی مومنین و فاضح ترین مردم است بر امتی است من اکنون شهادت
میدهم بانچه مکشوف است بر اپس هر که خواهد ایمان آورد و اگر نه کافر شود و اگر نه چنانروزی آید
که حق از باطل جدا گردد و آنگاه سهل بن حنیف آغاز سخن کرد و فحمد الله و اثنی علیه
و صلی علی النبی محمد و المفضال یا معاشر قریش اشهد و اعلی فی اشهد
علی رسول الله صلی الله علیه و اله و قد رایته فی هذا المکان یعنی الروضة
و سمعت اخذ بید علی بن ابیطالب علیه السلام و هو یقول ایها الناس

هذا علیٌّ امامکم من بعدی ووصیی فی حیاتی وبعد وفاتی وقاضی دینی
ومنجز وعدی واوّل من یصافحنی علی حوضی فطوبیٰ لمن اتبعه ونصره والویل
لمن تخلف عنه وخذله پس حمد خدا وصلوات بر رسول بپای برد گفت ای مردم قریش
گوش فرای من دهید ونگران من باشید که من شهادت میدهم بر رسول خدای همانا بچشم خود
دیدار کردم که درین مکان پیغمبر دست علیؑ را بگرفت وهمیگفت ای مردم اینک علی بعد از من
امام شماست ودر زندگی ومردگی وصی من است وفای بوعده من او کند وگذارنده دین
من او باشد اول کس اوست که در کنار کوثر با من مصافحه کند فرخا حال کسی که متابعت او کند و
نصرت او جوید وای بر آنکس که بر خلاف او رود وخذلان او خواهد از پس او برادرش عثمان
بن حنیف برخاست فقال سمعنا رسول الله صلی الله علیه وآله یقول اهل بیتی
نجوم الارض فلا تتقدموهم فهم الولاة بعدی فقام الیه رجل فقال یا رسول
الله وای اهل بیتک فقال علی والطاهرون من ولده وقد بین علیه السلام
فلا تکن یا ابا بکر اول کافر به ولا تخونوا الله والرسول وتخونوا اماناتکم وانتم
تعلمون گفت از رسول خدای شنیدم که فرمود اهل بیت من ستارگان روی زمین اند
بر ایشان پیشی نجویند وایشان را مقدم بدارید که بعد از من ولایت امر ایشان راست مردی گفت
یا رسول الله اهل بیت تو کیست فرمود علیؑ وفرزندان اوست ویکیک را بشمار گرفت بان
ای ابوبکر اول کس مباش که بر پیغمبر کافر شوی خیانت با خدا ورسول مکنید ودر امانات خویش
جز امین مباشید وحال آنکه از حقیقت امر آگاهید آنگاه عثمان بنشست وابو ایوب انصاری
برخاست فقال اتق الله عباد الله فی اهل بیت نبیکم وردوا الیهم حقهم الذی جعله
الله لهم فقد سمعتم مثل ما سمع اخواننا فی مقام بعد مقام لنبینا علیه السلام
ومجلس بعد مجلس یقول اهل بیتی ائمتکم بعدی ویومی الی علی ویقول هذا امیر
البررة وقاتل الکفرة مخذول من خذله منصور من نصره فتوبوا الی الله
من ظلمکم ان الله تواب رحیم ولا تتولوا عنه معرضین گفت ای بندگان خدا
بترسید از خدا وآنچه را خداوند خاص اهل بیت قرار داده باز دهید همانا من حاضر بودم وآنجمله شنیدم

چنانکه این جماعت شنیدند چه رسول خدا بسیار وقت ودر بسیار مجلس همی گفت اهل بیت من بعد
از من امان است من اند واشاره بسوی علی کرد وگفت اینک امیر ابرار وکشنده کفار است
مخذول کسی است که خذلان او خواهد ومنصور کسی است که نصرت او جوید پس ازین ظلم که
کردید توبت وانابت جوئید واز اطاعت علی سر بر متابید تا خداوند رحیم توبت شما بپذیرد وبر شما
رحمت کند چون سخن این دوازده تن بپای رفت عبدالله بن مسعود وزید بن واهب وگروهی
از مردم دل قوی شد واقتفا بایشان کردند وچنان گفتند حضرت صادق علیه السلام میفرماید
چون این سخنان گوش زد ومهاجر وانصار شد وصایای پیغمبر تذکره گشت حشمت ابوبکر را ثلمه
افتاد پاسخی که خردمند را پسند افتد نتوانست داد ثم قال ولیتکم ولست بخیرکم اقیلونی
اقیلونی گفت خلیفتی رسول خدا وولایت امر شما شایسته من نیست چه من از شما افزون نیستم
وبرتری ندارم مرا بگذارید وآن را که شایان دانید بردارید گواه این سخن است بعضی از کلمات
علی علیه السلام که در خطبه شقشقیه فرماید فیا عجبا بینا هو یستقیلها فی حیوته اذ عقدها
لآخر بعد وفاته میفرماید العجب ابوبکر در حیات خود خویش را شایسته خلافت نمیدانست
ومیگفت با وجود علی من افضل واعلم شما نیستم مرا واگذارید با اینهمه هنگام وفات خویش اعداد
خلیفتی از بهر عمر کرد ۔ صـ ۵۳

بہر حال اگرچہ ہم کتب شیعہ سے کسی روایت کا لکھنا پسند نہیں کرتے مگر چونکہ روایات
اہلسنت میں اس مواقع پر ابہام واجمال سے کام لیا گیا ہے اسلئے مجبوراً لکھنا پڑا کہ ناظرین
کو حقیقت حال معلوم ہو۔

اب ہم پھر اصلی بحث پر آتے ہیں کہ خداوند عالم نے جس طرح دنیاداران صحابہ کی مذمت
کی ہے اوسی طرح رسول اللہ ﷺ نے نہایت تصریح سے ان کے دنیاداری کی مذمت کی
ہے اور بخوبی توضیح فرمایا کہ دنیا کے لئے تم کیا کروگے ازالۃ الخفا میں ہے صـ ۹۲ مقصد اول

(۱) عن عقبة بن عامر الجهنی ان رسول الله خرج یوما فصلی علی اهل احد
صلوته علی المیت ثم خرج الی المنبر فقال انی فرط لکم وانی شهید علیکم
وانی انظر والله الی حوض الآن وانی قد اعطیت مفاتیح خزائن الارض

وانی واللہ ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی ولکنی اخاف علیکم ان تنافسوا فیہا۔ یعنی ایکروز حضرت باہر تشریف لائے اور اہل احد پر نماز میت پڑھی پھر منبر پر تشریف لائے اور فرمایا ہم تم سب کے پہلے جائینگے اور ہم تم پر گواہ ہیں اور ہم قسم خدا کی اپنے حوض کی طرف اسوقت بھی دیکھ رہے ہیں اور ہمکو خدا نے خزانہ ہائے زمین کی کنجیاں دی ہیں اور قسم خدا کی ہمکو اسکا خوف نہیں ہے کہ تم ہمارے بعد شرک کروگے لیکن ہم تم پر اسکا خوف کرتے ہیں کہ تم اس میں تنافس کرو۔

(۲) پھر اوسی کتاب میں ہے اخرج ابن ماجہ عن عیاض بن عبد اللہ انہ سمع ابا سعید الخدری یقول قام رسول اللہ فخطب الناس فقال واللہ لا اخشی علیکم ایہا الناس الا ما یخرج لکم من زہرۃ الدنیا ص۴۴

یعنی عیاض بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت نے خطبہ میں فرمایا ہمکو تم سے اسکا خوف ہے کہ دنیا کی تروتازگی پر فریفتہ ہوجاؤ۔

(۳) وفی المشکوۃ انہ سیخرج فی امتی اقوام تتجاری بہم تلک الاہواء کما یتجاری الکلب لصاحبہ لا یبقی منہ عرق ولا مفصل الا دخلہ ص۱۴۵

یعنی نکلینگی جاری امت میں ایسی قومیں کہ اون کو خواہشیں لئے پھرینگی جیسا کہ داء الکلب (مرض کا نام ہے) اپنے مریض کو ہر آفت میں مبتلا کرتا ہے کہ کوئی رگ یا مفصل اوس کا نہیں بچتا۔

(۴) صحیح مسلم میں ہے مع شرح نواب صدیق حسن خان صاحب مسمی بہ سراج وہاج جلد ۲ ص۷۵۲

عن عمرو بن عوف رض ان رسول اللہ ص بعث ابا عبیدۃ بن الجراح رض الی البحرین یاتی بجزیتہا وکان رسول اللہ ص ہو صالح اہل البحرین وامر علیہم العلاء بن الحضرمی فقدم ابو عبیدۃ بمال من البحرین فسمعت الانصار بقدوم ابی عبیدۃ فوافوا صلوۃ الفجر مع رسول اللہ فلما صلی رسول اللہ ص انصرف فتعرضوا لہ فتبسم رسول اللہ ص حین راہم ثم قال اظنکم سمعتم ان ابا عبیدۃ

قدم بشیء من البحرین فقالوا اجل یا رسول اللہ قال فابشروا واملوا ما یسرکم فواللہ ما الفقر اخشی علیکم ولکنی اخشی علیکم ان تبسط الدنیا علیکم کما بسطت علی من کان قبلکم فتنافسوہا کما تنافسوہا وتہلکوا کما اہلکتہم۔

یعنی حضرت نے ابو عبیدہ جراح کو بحرین کی طرف اس غرض سے بھیجا تھا کہ وہاں سے جاکر مال جزیہ لائیں۔ کیونکہ بحرین والوں سے اور حضرت سے مصالحہ ہوچکا تھا اور حضرت نے علاء بن حضرمی کو اون کا امیر بنایا تھا۔ ابو عبیدہ مال بحرین لیکر آئے تو انصار کو یہ خبر معلوم ہوئی وہ صبح ہی کو حاضر خدمت ہوئے اور نماز صبح ساتھ پڑھی۔ بعد نماز جب حضرت تشریف لے جانے لگے تو اون لوگوں نے حضرت کو ٹوکا حضرت نے اسپر تبسم فرمایا اور کہا شاید تم لوگوں نے یہ سنا ہے کہ ابو عبیدہ مال بحرین لائے ہیں سب نے کہا ہاں یا حضرت۔ آپنے فرمایا بشارت ہو تمکو اور امید کرو اوسکی جس سے خوش ہو قسم خدا ہمکو اس کا خوف نہیں ہے کہ تم لوگ فقر میں مبتلا ہوگے۔ بلکہ ہمکو اسکا خوف ہے کہ دنیا تم پر اوس طرح پھیلے جیسا کہ تم لوگوں کے پہلے لوگوں پر پھیلی تھی جس سے اونھوں نے تنافس کیا اور ہلاک ہوئے تو کہیں ایسا نہو کہ تم بھی تنافس کرو اور ہلاک ہو۔

مولوی صدیق حسن خان اسکی شرح میں لکھتے ہیں واصل الحدیث متفق علیہ وہو علم من اعلام النبوۃ فقد وقع مصداقہ من زمن طویل ص۷۵۲

یعنی اصل حدیث متفق علیہ ہے اور یہ بھی حضرت کے اعلام نبوت سے ہے کیونکہ مدت طویل سے یہ امر واقع ہوچکا ہے۔

(۶) اوسی صحیح مسلم میں ہے عن عبد اللہ بن عمرو العاص عن رسول اللہ ص انہ قال اذا فتحت علیکم فارس والروم ای قوم انتم قال عبد الرحمن بن عوف نقول کما امرنا اللہ قال رسول اللہ ص او غیر ذلک تتنافسون ثم تتحاسدون ثم تتدابرون ثم تتباغون او نحو ذلک ثم تنطلقون فی مساکین المہاجرین فتجعلون بعضہم علی رقاب بعض۔

عبد اللہ بن عمرو عاص سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا جب ملک فارس وروم

فتح ہوگا تو تم کونسی قوم ہو جاؤ گے۔ عبد الرحمن بن عوف نے کہا کہ مطابق حکم خدا ہم عمل کرینگے حضرت نے فرمایا کہ اسکے خلاف عمل کروگے کہ پہلے تنافس کروگے پھر حسد پھر قطع رحم شروع کروگے۔ پھر باخود ہا میں بغض کروگے یا مثل اسکے پھر جاؤگے مساکین غربا مہاجرین میں اور ایک کو دوسرے کی گردن پر سوار کروگے۔

سرح وہاج میں ہے کہ تنافس کسی چیز کے لینے میں جلدی کرنا ہے اس طرح کہ دوسرا نہ لے سکے یہ اول درجہ حسد ہے (خیال کرو ابوبکر عمر کا جنازہ رسول کو چھوڑ کر سقیفہ کی طرف جانا کہ سعد بن عبادہ نہ پاسکیں اور جناب امیر نہ آسکیں) حسد اسکا نام ہے کہ اگر کسی کو وہ نعمت ملجائے تو اوسکے زوال کی تمنا کرنا (طلحہ زبیر عائشہ کا کوشش کرنا کہ خلافت جناب امیر کے ہاتھ میں نہ رہے) تدابر کے معنی تقاطع ہے مگر اوسکے ساتھ کچھ محبت و مودت باقی رہتی ہے یا وہ درجہ ہوتا ہے کہ نہ مودت ہو نہ بغض۔ تباغض کا درجہ اسکے بعد ہے اسی لئے حدیث میں یہ ترتیب رکھی گئی۔ پھر جاؤگے مساکین مہاجرین یعنے ضعفا میں اور اون میں سے بعض کو بعض پر امیر کروگے ایسے ہی شرح کی گئی ہے۔

صحیح مسلم شرح نووی جلد ۲ صفحہ ۴۰۰ میں بھی یہی ہے مگر افسوس کسی نے یہ نہ لکھا کہ یہ حدیث اعلام نبوت سے ہے جسکی تصدیق ایسی نمایاں ہوئی کہ شاید کسی دوسری حدیث کی تصدیق ایسی کمتر ہوئی ہو۔

(۱) حضرت نے اون سے یہ سوال کیا تھا کہ جب تم فارس و روم کو فتح کروگے تو کونسی قوم بنجاؤگے جس سے معلوم ہوا کہ حضرت انکے تغیر کو اس طرح ظاہر فرما رہے ہیں کہ تم میں ایسا ہوگا کہ گویا تم دوسری قوم بنجاؤگے مگر افسوس اس نکتہ کو صحابہ نے نہ سمجھا اور نہایت بے پروائی سے کہدیا کہ ہم تو حکم خدا و رسول پر چلتے رہینگے جسپر حضرت نے اون کی وہ تنبیہ کی کہ ہمیشہ کے لئے یادگار رہیگی۔

اس قسم کا غرور اور پندار کچھ انہیں کے ساتھ نہیں مخصوص تھا بلکہ خلیفہ اول میں سب سے زیادہ یہ صفت تھی۔ کیونکہ آپنے صدہا روایات میں دیکھا ہوگا کہ جب حضرت نے فرمایا کاش ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے تو یہ کہہ اوٹھتے کیا ہم آپکے بھائی نہیں ہیں

جب آپ شہداء احد پر سلام و دعا فرماتے اور کہتے کہ ہم ان پر گواہ ہیں تو یہ کہہ اوٹھتے کیا ہم اون کے بھائی نہیں ہیں اوسی طرح ایمان نہیں لائے اوسی طرح جہاد نہیں کیا تو حضرت فرماتے نہیں معلوم تم ہمارے بعد کیا کیا بدعتیں کروگے جیسا کہ سابقاً مذکور ہوا۔ اوسی طرح عبد الرحمن نے جلدی بازی کرکے یہ جواب دیا اور ہمیشہ کے لئے فضیحت ہوئے۔

(۲) حضرت نے بجواب عبد الرحمن بن عوف فرمایا ایسا نہیں ہوگا کہ تم مطابق حکم خدا و رسول عمل کرو اس میں نفی کلی ہے اونکے متابعت احکام خدا و رسول کی مگر افسوس اسپر بھی یہ لوگ عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں۔

(۳) حضرت نے ان لوگوں کے اعمال و افعال کو نہایت لطافت کے ساتھ ایسے الفاظ میں ظاہر فرمایا کہ اوس سے بڑھکر ہو نہیں سکتا کیونکہ تنافس اول درجہ حسد ہے جسکو حضرت نے ان میں ثابت کیا پھر تحاسد۔ تدابر پھر تباغض کو جس سے کل مراتب کا ان میں پایا جانا یقیناً ثابت ہوا۔

اب اگر واقعات میں اسکی تطبیق دیجئے کیونکہ ابتدائے امر میں یہ ضرور خلافت کے جھگڑوں سے علیحدہ رہے جس سے ممکن ہے یہ سمجھا جائے کہ وہ اوسی خلیفہ رسول کو خلیفہ جانتے تھے جسپر حضرت کا نص تھا چنانچہ کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ میں ہے صفحہ ۱۸

واجتمعت بنو امیۃ الی عثمان واجتمعت بنو زہرۃ الی سعد وعبد الرحمان بن عوف فکانوا فی المسجد الشریف مجتمعین فلما اقبل علیہم ابوبکر وابو عبیدۃ وقد بایع الناس ابابکر قال لہم عمر مالی اراکم مجتمعین حلقا شتی قاموا ومن معہ من بنی امیۃ فبایعوہ وقام سعد وعبد الرحمان بن عوف ومن معہما من بنی زہرۃ فبایعوا واما علی والعباس بن عبد المطلب ومن معہما من بنی ہاشم انصرفوا الی رحالہم ومعہم الزبیر بن العوام صفحہ ۱۸

کہ بنی امیہ گرد عثمان کے آکر جمع ہوئے بنی زہرہ عبد الرحمان بن عوف و سعد بن ابی وقاص

کے پاس - یہ سب مسجد شریف میں تھے جب ابوبکر اور عمر سقیفہ سے آئے تو عمر نے للکارا کیا
حلقہ باندھے متفرق بیٹھے ہو اوٹھو بیعت کرو تو عثمان عبدالرحمان بن عوف سعد بن ابی وقاص
اوٹھے اونکے ساتھ بنی امیہ و بنی زہرہ بھی اوٹھے حضرت علی و عباس و بنی ہاشم مع زبیر
اپنے گھر چلے آئے -

جس سے معلوم ہوا کہ یہ کل قبائل جو مہاجرین سے تھے اس قصہ خلافت سے علیحدہ تھے
کوئی اون میں سے شریک حال نہ تھا مگر اسکے بعد سے تو یہی عبدالرحمان بن عوف ہیں جو خلافت
اور خلیفہ کے ایسا دمساز ہیں کہ ان سے بڑھکر کوئی خلیفہ کا محرم راز نہیں -

خلافت عمر میں تمامی صحابہ مخالف ہیں مگر صرف عبدالرحمان بن عوف حضرت ابوبکر کے
ہمراہ ہیں یا حضرت عثمان جنھوں نے وصیت نامہ میں جعل بنایا اور اوس جعل کو ابوبکر صاحب
نے بحال رکھا -

خلیفہ دوم نے جو خلافت کیلئے اصحاب شوری مقرر کیا تو اس میں عبدالرحمن بن عوف
کو دو ووٹ کا حق دیا کیونکہ کہدیا تھا اگر منجملہ چھ آدمیوں کے تین ایک طرف ہوں اور تین
ایک طرف تو عبدالرحمان بن عوف والی پارٹی خلیفہ بنائی جائے جسپر جناب امیر نے حضرت
عباس سے کہدیا کہ اس دفعہ بھی خلافت ہمسے گئی کیونکہ عمر نے کہدیا ہے بوقت اختلاف
وہی پارٹی حقدار قرار پائے گی جس میں عبدالرحمان بن عوف ہوں اور عبدالرحمان عثمان
کے بہنوئی ہیں اور سعد بن ابی وقاص عبدالرحمان بن عوف کے ابن عم ہیں - یہ تین
تو جدا نہیں ہو سکتے اب اگر دو آدمی طلحہ زبیر ہمارے ساتھ بھی ہوں تو کیا نفع - آخر وہی
ہوا کہ عبدالرحمان نے عثمان کو خلیفہ بنا کر قصہ طے کیا حالانکہ کیسے کیسے مقدس صحابی سمجھا رہے
ہیں کہ اگر تم چاہتے ہو مسلمانوں میں تفریق نہو تو حضرت علی کو خلیفہ مقرر کرو مگر اونھوں نے
وہی کیا جو عمر کی تعلیم تھی -

اب فرمائے تصدیق کلام رسول ملک علام میں کیا عذر ہو سکتا ہے جو حضرت نے
فرمایا تھا پھر تم ضعفاء مہاجرین پر ظلم کروگے کہ بعض کو بعض کی گردن پر سوار کروگے -
طرہ تو یہ ہے کہ جنکی خیر خواہی میں عبدالرحمان بن عوف نے یہ سب کیا وہ بھی تو انکے

افعال سے خوش نہ تھے بلکہ ایسے کلمات کہہ گئے جس سے ان کی ایمانداری واضح ہے -
خلیفہ دوم نے تو کچھ کہا وہ قصہ شوری میں مذکور ہے کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں ہے -
انت فرعون ھذہ الامۃ کہ تم اس امت کے فرعون ہو - واقعاً فرعون تھا مگر بے سامان -
خود خلیفہ سوم عثمان نے جنکو عبدالرحمان نے خلیفہ بنایا تھا منافق کا خطاب دیا جیسا کہ تاریخ خمیس
جلد ۲ صفحہ ۳۰۳ میں ہے

الحادی عشر قالوا انہ قال لعبدالرحمن بن عوف انہ منافق وذلک ان الصحابۃ
لما تفقہوا علی عثمان ما احدثہ وعاتبوا عبدالرحمن فی تولیتہ ایاہ واختیارہ فندم
علی ذلک وقال انی لا اعلم ما یکون وان الامر الیکم فبلغ قولہ عثمان وقال ان
عبدالرحمان منافق وانہ لا یبالی ما قال فحلف عبدالرحمان لا یکلمہ ما عاش ومات
علی ھجرتہ وقالوا فان کان ابن عوف منافقا کما قال فما صحت بیعتہ ولا اختیار
لہ وان لم یکن منافقا فقد فسق بھذا القول وخرج عن اھلیۃ الامارۃ -

یعنی جب صحابہ نے عثمان پر کثرت سے اعتراض کرنا شروع کیا اون کی بدعتوں کے سبب سے
تو عبدالرحمان بن عوف بہت نادم ہوئے اور کہا کہ مجھکو کیا معلوم تھا ایسے امور اون سے سرزد
ہونگے - عثمان کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو کہا عبدالرحمان منافق ہے نہیں پروا کرتا کیا کہتا ہے
عبدالرحمان کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو قسم کھایا کہ اب کبھی عثمان سے بات چیت نہ کرینگے چنانچہ
اسی حال میں عبدالرحمان نے وفات کی کہ عثمان سے کلام نہ کیا صحابہ نے کہا اگر عبدالرحمان
منافق تھا تو پھر اوسکی بیعت بخلافت صحیح نہوئی اور کوئی حق اوسکو نہ تھا کہ ان کو خلیفہ بنائیں
اور اگر عثمان نے غلط کہا تو عثمان فاسق ہوئے اور قابل خلافت نہ رہے -

مصنف تاریخ خمیس اپنی عادت کے مطابق انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں وانما الذی صح
فی قضیتہ ان عثمان استوحش منہ وان عبدالرحمان کان یتبسط الیہ
فی القول ولا یبالی بما یقول لہ ودون انہ قال لہ انی اخاف یا ابن عوف ان
تبسط فی دمی صفحہ ۳۰۳

یعنی صحیح واقعہ یہ ہے کہ عبدالرحمان عثمان سے مزاح بہت کرتے تھے جس سے عثمان

متوحش ہوئے اور کہا ہمکو خوف ہے کہ کہیں تم ہمارے قتل میں بھی یونہی مزاح نہ کرو۔

بہرحال اسقدر تو یقیناً ثابت ہوا کہ عبدالرحمان بن عوف نے آخری نتیجہ اپنی کارروائی کا دنیا میں بھی پالیا کہ عمران کو فرعون ہذہ الامۃ کہتے تھے اور حضرت عثمان منافق کا خطاب دیتے تھے اور عبدالرحمان ان کو مسلمان نہ سمجھتے کہ سلام وکلام کرتے۔

مالداری عبدالرحمان بن عوف اب ہم آخری نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ جس محبت کا دنیا کی خبر رسول اللہ نے دی تھی اور بتایا تھا کہ یہ سب کام محبت دنیا کیلئے کرینگے اوس میں ان کو عموماً اور عبدالرحمان بن عوف کو کسیقدر حصہ ملا تھا استیعاب میں ہے صفحہ ۴۰۱ جلد ۲

عن ام سلمہ قالت دخل علیہا عبدالرحمان بن عوف فقالت یا امہ قد خشیت ان یہلکنی کثرۃ مالی انا اکثر قریش مالا قالت یا بنی انفق فانی سمعت رسول اللہ ان من اصحابی من لا یرانی بعد ان افارقہ فخرج عبدالرحمان فلقی عمر واخبرہ فجاء عمر فدخل علیہا فقال باللہ منہم انا فقالت لا واللہ لا ابری احدا بعدک ابدا۔

اس روایت کو تین طریق سے لکھا ہے کہ عبدالرحمان بن عوف نے حضرت ام سلمہ سے کہا ہمکو خوف ہے کہ کہیں کثرت مال ہمکو ہلاک نہ کرے کیونکہ تمامی قریش سے ہم زیادہ مالدار ہیں حضرت ام سلمہ نے کہا اے فرزند سب راہ خدا میں خرچ کردو کیونکہ ہمنے رسول اللہ سے سنا ہے کہ ہمارے اصحاب سے بعض ایسے بھی ہونگے جو مفارقت دنیا کے بعد کبھی ہمکو نہ دیکھینگے یہ سنکر عبدالرحمان بن عوف عمر کے پاس گئے اور اس حدیث کو بیان کیا عمر نے آکر کہا قسم خدا کی ہم بھی اون لوگوں سے ہیں حضرت ام سلمہ نے کہا نہ قسم بخدا سوائے تمہارے کسی کو اس سے بری نہ کرینگے

اس روایت سے بخوبی معلوم ہوا کہ حضرت ام سلمہ نے اس کثرت مال کو اسکا سبب قرار دیا کہ دیدار رسول سے بروز قیامت محروم رہیں۔ مگر افسوس یہ نہو سکا کہ اسکی تلافی کرتے اور مطابق فہمایش حضرت ام سلمہ جاکر اوس مال کو تصدق کرتے۔ بلکہ کیا تو یہ کہ جاکر عمر کو خبر دی اور وہ آئے اور اپنی سطوت سے چاہا کہ حضرت ام سلمہ کو اس حدیث کے بیان کرنے سے روکیں۔

اس تنبیہ تادیب پر بھی جب عبدالرحمان نے نہ مانا تو بتایئے اونکے اور سرتابیوں پر کیونکر تعجب ہوسکتا ہے۔

استیعاب میں اون کے متروکہ کا حساب یوں بتایا گیا ہے کہ ہزار اونٹ تین ہزار بکری ۱۰۰ گھوڑا چھوڑا۔ نقدی کا یوں حساب لگایا گیا ہے کہ چار عورتوں سے ایک عورت کو زمانہ مرض میں طلاق دیدیا تھا جو چوتھائی ثمن کی مالک تھی۔ اوس سے ۸۳ ہزار پر مصالحہ ہوا تو ایک ثمن کا چوتھا حصہ اتنا تھا تو پھر اون کا مال کتنا ہوگا حساب لگا لیجئے۔

شاہ صاحب تحفہ میں لکھتے ہیں "و در ہمیں اثنا عبدالرحمان بن عوف کہ بالقطع مبشر بجنت و یکی از دہ بار بہشتی بود رحلت فرمود و مال فراوان گذاشت بحدے کہ بعد از ادائے وصایا و تنفیذ وصایائے او چون ترکہ او را تقسیم نمودند ثمن مال باقیش بچہار زن او رسید و منجملہ آن چہار یک زن را زیادہ بر ہشتاد ہزار درہم حصہ می رسید چوں او را در مرض مطلقہ نمودہ بود تمام حصہ اش ندادند بر ہشتاد ہزار درہم صلح نمودند"

مالداری زبیر اسی کے ساتھ زبیر کی مالداری کو بھی سن لیجئے تاریخ خمیس میں ہے وقد خلف املاکا بیعت بنحو فی اربعین الف الف درہم وھذا لم یسمع بمثلہ قط صفحہ ۳۱۱ جلد ۳

یعنی زبیر نے اسقدر ملک چھوڑا تھا کہ چار کروڑ پر اون کی املاک بیع ہوئی اور یہ وہ مقدار ہے کہ جو کسی کے لئے نہیں سنی گئی۔

مالداری طلحہ اب اوسکے ساتھ متروکات طلحہ کو بھی دیکھ لیجئے جو ابوبکر صاحب کے چھوٹے داماد ہیں تاریخ خمیس میں ہے وروی عمرو بن دینار عن مولی لطلحہ قال ان دخل طلحہ کان کل یوم الف درہم ویقال خلف من المال الفی الف درہم ومائتی الف دینار قال ابن الجوزی خلف طلحہ ثلثمائۃ جمل ذہبا صفحہ ۳۱۱ جلد ۳

کہ طلحہ کی آمدنی روزانہ ہزار درہم تھی اور مرتے وقت بیس لاکھ درہم اور دو لاکھ دینار چھوڑ گئے تھے۔ ابن جوزی نے کہا تین سو اونٹ کا بار سونا وہ چھوڑ کر مرے تھے۔

عمر کی مالداری لگے ہاتھ عمر کی مالداری بھی دیکھ لیجئے۔ آپکو اسپر تو بہت تعجب

آیا کہ رسول اللہ نے کیونکر اتنی بڑی جائداد اپنی بیٹی کو دیدی مگر اسپر نہ تعجب آیا کہ خود خلیفہ دوم نے رسول اللہ کی بدولت کیا پیدا کیا دیکھئے علامہ ابن ابی الحدید تاریخ طبری سے نقل ہیں ان عمر اکان لہ نخل بالحجاز غلتہ کل سنۃ اربعون الف درھم فکان یصرفھا فی النوائب والحقوق ویصرفھا الی بنی عدی بن کعب الی فقرائھم وارامل ایتامھم روی ذلک ابن جریر فی التاریخ صفحہ ۲۰۰ جلد ۲

کہ عمر کا ایک باغ تھا مکہ حجاز میں جسکی آمدنی چالیس ہزار دینار سالانہ تھی جسکو وہ اپنی ضرورتوں میں صرف کرتے اور اپنے خاندان بنی عدی کے فقرا و یتیموں کو دیا کرتے۔

کثرت مالداری عمر

اب اسپر ترقی سنیئے کہ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے کہ عمر نے بوقت موت کہا کہ دیکھو بیت المال روپیہ کسقدر ہمارے ذمہ ہے تو حساب سے معلوم ہوا چھیاسی ہزار ہے اسپر عمر نے کہا کہ اس مال کو عمر کی اولاد کے مال سے ادا کردو۔ اگر پورا نہو تو قبیلہ بنی عدی کے مال سے پورا کروادو۔ اس سے بھی نہ پورا ہو سکے تو قریش کے مال سے لیکر ادا کردو۔

اسکی شرح میں علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ عمر نے جو کہا کہ مال آل عمر سے ادا کرو اسمیں اس سے خود اپنا نفس ہے کان یرید بنفسہ ومثلہ یقع فی کلامھم کثیرا اصفحہ ۳۱ جلد ۳

کہ خود ہمارے مال سے ادا کردو اور ایسا اکثر بولتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر اسقدر مال دار تھے کہ اونکے مال سے چھیاسی ہزار ادا ہو جاتا۔ پھر لکھتے ہیں۔

وقد انکر نافع مولی ابن عمر ان یکون علی عمر دین فروی عمر بن شیبۃ فی کتاب المدینۃ باسناد صحیح ان نافعا قال لمن این یکون علی عمر دین وقد باع رجل من ورثتہ میراثہ بمائۃ الف انتھی وھذا لا ینفی ان یکون عنہ مصونۃ علیہ دین فقد یکون الشخص کثیر المال ولا یستلزم من وفی الدین عنہ فلعل نافعا انکر ان یکون دینہ فادحا لتحقق صفحہ ۳۱ جلد ۳

یعنی نافع غلام ابن عمر نے اس سے انکار کیا ہے کہ عمر پر قرض ہو کیونکہ عمر بن شیبہ نے کتاب مدینہ میں بسند صحیح روایت کیا ہے کہ نافع نے جب یہ سنا تو کہا عمر پر قرض کیونکر ہو سکتا ہے۔ حالانکہ اونکے ایک وارث نے اپنی جائداد کا لاکھ روپیہ بیچی تھی اسپر ابن حجر لکھتے ہیں اس سے

یہ کیونکر لازم آیا کہ عمر پر وقت موت دین نہو کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے آدمی بہت مالدار ہوتا ہے اور وہ قرضدار ہوتا ہے تو شاید نافع کا مطلب یہ ہو کہ عمر کا وہ قرض باقی نہیں رہا ادا ہو گیا ہو گا

ہمکو اس سے بحث نہیں کہ عمر نے جو بیت المال سے چھیاسی ہزار لیا تھا وہ کیا کیونکہ ان کے بعد تو عثمان خلیفہ ہوئے جنہوں نے بیت المال کا دروازہ عام طور پر کھول دیا تھا پھر وہ کیا اس کا مطالبہ کرتے جبکہ ابن عمر کو باوجودیکہ وہ سنے کئی خلا کیا تھا مرنے سے پہلے چھوڑ دیا کہ وہ عمر کا بیٹا ہے

بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ عمر صاحب نے صرف اسی خلافت کی بدولت کتنی دولت جمع کی تھی کہ اس کے ایک وارث نے اپنا حصہ ایک لاکھ کو بیچا۔

اب دیکھئے عمر کے ورثہ کتنے ہیں (۱) عبداللہ بن عمر (۲) عبید اللہ بن عمر (۳) عاصم بن عمر (۴) ابو عمر بن عمر (۵) زید بن عمر (۶) مہجر بن عمر و فاطمہ و بنات آخر صفحہ ۷۱ المعارف۔

اب آپ ہی حساب لگائیے کہ کتنی مالیت کی جائداد انہوں نے حاصل کی تھی۔ کیونکہ روایت ناقص ہیں اسکی تصریح نہیں ہے کہ وہ وارث عمر جسنے اپنی جائداد لاکھ روپیکی بیچی تھی وہ آیا عمر کی زوجہ تھی جس کا آٹھواں حصہ ہوتا ہے۔ یا بیٹی تھی جس کا نصف حصہ ذکور ہوتا ہے۔ یا بیٹا تھا جس کا حصہ ایک لاکھ تھا غرض حساب لگانے سے کروڑوں کا حساب جا کر بیٹھتا ہے۔

ہمارا مقصود اس تحقیقات سے یہ ہے کہ حضرت نے جو اس قدر مدت دنیا فرمایا تھا اوس کا نتیجہ یہی تھا کہ دنیا ایک ایسی چیز ہے کہ ہر شخص اوس کا طالب و خواہاں ہے جس سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ دنیا میں نہیں ہوتا حضرت اوس کی اصلاح چاہتے ہیں کہ کم از کم اپنے اصحاب کو تو اس سے روکیں کیونکہ یہی لوگ اصحاب رسول کہلاتے ہیں اگر اس طرح دنیا پر جان دینگے تو اور لوگ تو اس سے بھی بدتر ہونگے۔ اب حضرت عمر کی ایک دوسری مالداری کو دیکھئے تاریخ طبری ہیں صفحہ ۱۵ جلد ۲

اخبرنا ایوب عن محمد قال قلت انس رجلا کان نفیسہ دین عمر قرابتہ فاذا تزید واخرہ کلم فیہ فقیل یا ابا لوسنین فلان سالک فزیدہ واوجتہ فقال انہ سالنی من مال اللہ فما معذرتی ان القیتہ ملکا خالفا فلو اسالنی من مال فلان فاعطیتہ بعشرۃ الاف ×

یعنی عمرو بن العاص ایک شخص ہیں قرابت ہی اوس ذمہ [illegible] یہ سوال کیا تو عمر نے اوس کو [illegible]
لوگوں نے حضرت کی شکایت کی کہ بیت المال کو نکالدیا تو عمر نے کہا اوس نے مجھے مال [illegible]
تھا تو ہم کیا عذر کرتے گروہ جیسے ہاتھ لیتے مانگتا تو ہم دیتے۔ اوسکے بعد دو [illegible]
روپیہ اوسکو ہوگیا۔

کیا آپ اس مالداری پر غور کرسکتے ہیں کہ ایک معمولی قرابت مذکور میں ہزار اپنے مال خاص سے [illegible]
بیت المال سے۔ کیا اس کا اون کی مالداری نہیں ظاہر ہوتی کہ استقدر مال رکھتے تھے
ازالۃ الخفا [illegible] صفحہ ۱۹۹ مقصد دوم۔

روی [illegible] بن مسلمہ عن ابیہ قال مر عمر فی السوق ومعہ الدرۃ فخفقنی خفقۃ
[illegible] فقال امط عن الطریق فلما کان فی العام المقبل لقینی فقال
یا سلمۃ [illegible] الحج قلت نعم فاخذ بیدی فانطلق بی الی منزلہ فاعطانی
ستمائۃ درہم قال استعن بہا علی حجک واعلم انہا بالخفقۃ التی خفقتک
[illegible] فقلت ما ذکرتہا قال وانا ما نسیتہا۔

[illegible] روایت کہتے ہیں کہ اگر [illegible] جارہے تھے اور اون کا [illegible]
[illegible] کے کنارہ پر [illegible] رہے تھے دور ہوجا۔ دوسرے
[illegible] ملاقات ہوئی تو پوچھا کیا تیرا ارادہ حج کا ہے کہا ہاں۔ تو عمر نے ہاتھ پکڑ لیا
اور اپنے گھر لیجا کر [illegible] اور کہا کہ [illegible] چھ سو درہم [illegible]
[illegible] ہوگیا تھا۔

[illegible] خالد بن ولید نے اشعث بن قیس کو دس ہزار روپیہ دیا تھا
[illegible] تو اوس کو [illegible] معزول کیا اور کہا اگر مال غنیمت دیا تو خائن ہو
اور اگر [illegible] بہرحال وہ قابل معزولی ہوا۔ مگر یہاں دل سے کون
[illegible] سو درہم ہے [illegible] اگر مال غنیمت دیا تو خائن ہو اور اگر اپنے
[illegible] ہوا [illegible] کوئی الزام نہ آتا اور یہاں
[illegible] وہ بھی [illegible] فیاضی دکہانے کے اور اسکی

مگر کسی کو حق ہے کہ یہ سوال کرے کہ حضرت عمر کو دو وہ عالی حالت تھی یا الامظفر [illegible]
[illegible] فقیہ محمد بن اسحق [illegible] قال ان بالکل عقال مالک [illegible]
ملک [illegible] ما ھو تفرمنہ لسترو لوکنت [illegible] لا کشتہ فاقعد [illegible]
طعامک واحضر مالک فاما کان نفر احضر مالہ [illegible] بن محمد بالخن شطرا [illegible]
[illegible] عمرو ما جاء بمحمد بن المال فقال انی اقول قال قبل عائشۃ قال [illegible]
یوما کنت فیہ والیا بن الخطاب واللہ لقد رایتہ وراثت اباہ [illegible]
[illegible] فرانیۃ مو [illegible] ما یبلغ ما یبض رکبتیہ [illegible] کلوا [illegible]
وان العاص بن وائل [illegible] الدیباج فقال محمد ایہا یا عمرو [illegible] واللہ [illegible]
[illegible] فی النار واللہ لولا ما دخلت فیہ من الاسلام [illegible]
سیرک [illegible] بکہ ما قال صدقت فاکتم علی قال فعل

یعنی محمد بن مسلمہ کو [illegible] عمرو کا مال جاکر تقسیم کر دینے کو گیا [illegible]
[illegible] عمرو نے کہا کہ [illegible] کی طرف سے [illegible]
[illegible] کہ دونوں کو [illegible] تھا جسکو وہ تنگ [illegible]
اور ہر ایک کے سر پر لکڑی کا بوجھ تھا۔

احوال جناب [illegible] دیکھیے کہ خود [illegible]
[illegible] معلوم ہے کہ رسول کا بھی اور خلیفہ کیسا ہونا چاہیے [illegible]
[illegible] لوگوں کو [illegible] وہ نہ پہنچیں [illegible]
[illegible] عائشۃ قالت [illegible]

[illegible] فی المدینۃ من طعام برثلث لیال تباعا حتی قبض [illegible]
[illegible] گندم کہایا یہانتک کہ وفات پائی عن عائشۃ قالت [illegible]
ایام [illegible] عائشہ کہتی ہیں کہ [illegible]
[illegible] روٹی [illegible] حضرت [illegible]
عن عائشۃ قالت ان کنا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

وہ شہر کہی ہیں کہ ایک بھینہ گذر جاتا ہے کہ گھر تک آگ نہیں روشن کی جاتی صرف پانی اور جو ہمارے برتنے کی بسر کرتے ہیں۔

عن سماک قال سمعت النعمان بن بشیر یقول انتم فی طعام و شراب ما شئتم اقول رایت نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم و ما یجد من الرقل ما یملاء بطنہ

یعنی نعمان بن بشیر نے کہا کیا تم لوگ اچھے کھانے اور شراب میں ہو کہ جو چاہو کھاؤ اور پیو حالانکہ تمہارے نبی کو دیکھا ہے کہ ان کو سیر ہو کر ردی بھی نہ ملتا تھا کہ اپنا پیٹ بھرتے۔

اب غور فرمایئے کہ رسول اللہ نے تو یہ بیچوں اختیار کیا حالانکہ آپ معلوم ہے کہ تمام ملک عرب پر کے قبضہ اختیار میں تھا اور بہت سا فتوحات ہوئے تھے اور دن کہا کرڑوں درہم و دینار آپکی گرہ آپکی یہ حالت تھی۔ کیوں؟ اسلئے کہ لوگ بنا کو فقیر و ذلیل سمجھیں اور فقراء و مساکین پر مال کو تقسیم کریں نہ کہ خود مال و دولت جمع کر کے فرعون یا قارون بنجائیں۔

کیا آپ جناب میرکا یہ حال بتایا کہ اس میں نہیں۔ ملاحظہ فرمایا کہ حضرت فرمایا کرتے تھے دو کان عشی اربعۃ دلا ھو شن ازادہ ابوہ حصہ ۲ جلد ۳ ×

کہ حضرت فرماتے تھے اگر ہمارے پاس چار درہم بھی ہوتا جس سے ایک لنگ خریدتے تو اس سوا کو نہ لیتے اب بتلایئے وہی رسول کون تمہارے لاکھوں کی جائداد پیدا کی یا وہ جو ایک انار خریدنے کے چار درہم کو اپنی توہین سمجھتے

احوال جناب میر ۔ اہلسنت کا دعوی ہے کہ جناب میر بھی ویسے ہی صحابی تھے جیسے کہ یہ لوگ صحابی تھے جن کی اداری کی حالت بیان ہوئی چونکہ عشرہ مبشرہ میں علیہ۔ زبیر۔ عبدالرحمن بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص۔ ابوبکر۔ عمر۔ عثمان کیساتھ حضرت کا نام بھی لیا جاتا ہے کہ اور اصحاب سے تھے جو حضرت نے مقرر کیا تھا۔ میر بھی جناب میر کا نام درج ہے مگر حضرت کی دیانت حالت کیا تھی اسکا لفظ ملاحظہ ہو جلد ۲ صفحہ ۲۸ ×

عبداللہ بن عباس مروزی اور سعید بن سعد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ عقیل بن ابی طالب کے مقروض ہوگئے تو علی بن ابی طالب کے پاس کوفہ میں آئے تھا وہ نہوں نے اون کو اونا رادو اپنے بیٹے حسن کو حکم دیا کہ ان کو کپڑے پہنا دیں، پس جو نہوں نے اون کو اپنے کپڑے پہنائے

جب شام ہوئی تو انہوں نے اون کو شب کے کھانے کے واسطے بلایا کہ وہ روٹی اور نمک اور ترکاری کی پس عقیل نے کہا کہ مجھکو میں خیال کرتا ہوں ہی ہے حضرت علی نے کہا نہیں تو عقیل نے کہا آپ بہت فراخدلی کر دیجئے حضرت علی نے کہا کہ تمہارا فرضہ کتنا ہے انہوں نے کہا چار ہزار حضرت علی نے کہا کہ اتنا میرے پاس نہیں ہے لیکن اس وقت تک تم صبر کرو کہ مجھکو چار ہزار وظیفہ ملتا ہے وہ ملجائے تو میں تمکو دیدوں تو عقیل نے اون سے کہا کہ بیت المال کے تم مالک ہو اور تم مجھکو اپنے وظیفہ کی بابت تاخیر میں ڈالتے ہو حضرت علی نے کہا کہ تم مجھکو حکم دیتے ہو کہ مسلمانوں کا مال تمہیں دیدوں حالانکہ انہوں نے مجھکو امین بنایا ہے عقیل نے کہا مجھ کو معاویہ کے پاس جانیکی اجازت ہے حضرت نے اجازت دی اور یہ معاویہ کے پاس چلے آئے۔

حضرت معاویہ نے اون سے کہا کہ ای ابو یزید تجھے علی اور اون کے اصحاب کو کیوں چھوڑ دیا انہوں نے کہا ہاں وہ لوگ اصحاب محمد ہیں صرف میں اُن میں سے خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا نہیں ہوں اور تم ہو اور تمہارے اصحاب ابوسفیان اور اون کے اصحاب لیکن میں تمہارے درمیان میں ابوسفیان کو نہیں دیکھتا ہوں جب دوسرا دن صبح ہوئی تو معاویہ اپنے تخت پر بیٹھے اور اون کو بھی تخت کے پہلو میں کرسی پر بیٹھنے کا حکم دیا پھر تمام لوگوں کو آنیکا حکم دیا لوگ آنا شروع ہوئے اور ضحاک بن عقیل اون کیساتھ اون کے تخت پر بیٹھے پھر انہوں نے عقیل کو اذن دیا وہ بھی اون کے پاس آئے اور کہا اے معاویہ یہ تمہارے ساتھ کون ہے معاویہ نے کہا ضحاک بن قیس ہیں عقیل نے کہا الحمد للہ جسنے تمکو اور عرب کو ذلیل کیا اور عجم کو ذلیل کیا یہ وہ شخص ہے کہ جس کا باپ ہاشمیوں کو مقام البطیح میں قتل کیا کرتا تھا اس فن میں وہ خوب مہارت رکھتا تھا ضحاک نے کہا جبتک میں قریش کی خوبیوں کا عالم ہوں اور عقیل قریش کے معائب کے۔ حضرت معاویہ نے اون کو پچاس ہزار درہم دینے کا حکم دیا چنانچہ انہوں نے لے لئے اور لوٹ گئے

جواب تفصیلی ۔ یہاں تک تو بضرورت جوابی جواب تھا شاہ صاحب کی تقریر کا جس میں انہوں نے سنی بھائیوں پر احسان کیساتھ۔ دوسروں پر احسانات مذہب کا الزام قائم کیا تھا اب ہر ہر فقرہ کا جواب علیحدہ دیا جاتا ہے تاکہ حق واضح ہو۔

قولہ - مذہب شیعہ کا کب سے پیدا ہوا۔

اقول - یہ جملہ اسقدر مشکل ہے کہ اسکے اشکالات کا حصر اگر ناممکن دشوار ہے کیونکہ مصداق مذہب شیعہ فقط تو صرف جناب احدیت کے لئے مخصوص ہے پھر اسکے سوا احادیث ہوگی جس عرض سے آپنے یہ جملہ لکھا ہے وہ نہایت ہی موحش ہے کیونکہ قرآن حدیث سیر و تواریخ بتا رہی ہے کہ جب سے سلسلہ تکلیف قائم ہے اور سیدو قت سے مذہب شیعہ کا وجود ہے اگر مختلف از سنہ تا سنہ انبیاء کی بعثت سے ہمیں تغیر ہوتا رہا تو وہ ضروری تھا۔ مگر ہم اسپر بھی دعوے سے کہتے ہیں کہ ہمیں تغیر نہیں ہوا۔

تعریف مذہب شیعہ - اب ضروری ہوا کہ شیعہ کی تعریف از روئے لغت و حدیث پہلے آپ کو بتائی جائے کہ آپکو حقیقت حال معلوم ہو۔

قاموس میں ہے شیعۃ الرجل بالکسر اتباعہ و النصارۃ و الفرقۃ علی حدۃ و یقع علی المواحد و الاثنین و الجمع و المذکر و المونث و قد غلب ھذا الاسم علی کل من یتولی علیاً و اھل بیتہ حتی صار اسماً لھم خاصاً صفحہ ۴۸۰ جلد ۲۔

شیعہ اتباع و انصار کو کہتے ہیں۔ اور علی ہو فرقہ کو واحد۔ اثنین بہ جمع۔ مذکر مونث سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور یہ نام زیادہ تر انہی لوگوں پر بولا جاتا ہے جو جناب امیر اور اہلبیت طاہرین سے محبت رکھتا ہے یہانتک کہ خاص انہیں کا نام ہو گیا ہے۔

قرآن مجید میں یہ نام مکرر آیا ہے وان من شیعتہ لابراھیم صافات پارہ ۲۳ ع ۷

ضرور ان کے شیعہ سے ابراہیم ہیں۔

فوجد فیھا رجلین یقتلان ھذا من شیعتہ و ھذا من عدوہ فاستغاثہ الذی من شیعتہ علی الذی من عدوہ فوکز موسے فقضی علیہ قصص پ ۲۰ رکوع ۲

حضرت موسی نے شہر میں دو شخصوں کو لڑتے دیکھا جس میں سے ایک تو ان کے پیرؤں سے تھا اور دوسرا دشمنوں سے تو جو شخص ان کے پیرؤں سے تھا اونے حضرت موسی سے مدد چاہی پس انہوں نے اسکے دشمنوں سے تھا تو موسی نے اسکو مکا مارا جس سے وہ مر گیا۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ شیعہ کا اطلاق خود حضرت ابراہیم پر ہوا جو خلیل خدا ہے اور پیرو حضرت موسی پر یعنی ان دونوں کے دشمن کے

تو گویا وہابی صاحب کا سلف تغیرات مذہب شیعہ سے یہ ہوا کہ ہر نبی کے پیرو شیعہ کہلائے ہیں جو مختلف زمانہ ہوئے تو مسلم ہے کہ شیعہ مختلف و متباین ہوا ہوگا جیسا کہ اسلام میں ہوا کیونکہ مسلم کا لفظ بھی تو ہر نبی اور اوسکے امتیوں پر بولا گیا ہے۔

ما کان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما آل عمران پ ۳ ع ۵۶

اور اگر ہر نبی کے پیرو کا اصول و فروع میں اختلاف ہوتا رہا تو غلط ہے کیونکہ ان کے اصول و فروع خدا و رسول سے ماخوذ ہیں اس میں اختلاف کیسا ابھی پہلے انکے اصول کو آپ کتاب مسمی بہ [illegible] علامہ شہرستانی کی مذکورہ فرمائیے۔ ص ۱۰۱

الشیعۃ ھم الذین شایعوا علیا علیہ السلام علی الخصوص و قالوا بامامتہ و خلافتہ نصا و وصیتہ اما جلیا او خفیا و اعتقدوا ان الامامۃ لا تخرج من ولدہ و ان خرجت فبظلم یکون من غیرہ او بتقیۃ من عندہ قالوا و لیست الامامۃ قضیۃ مصلحیۃ تناط باختیار العامۃ و تنصیب الامام بتصبیھم بل ھی قضیۃ اصولیۃ ھو رکن الدین لا یجوز للرسول علیہ السلام اغفالہ و اھمالہ و لا تفویضہ الی العامۃ و ارسالہ و یجب علیھم القول بوجوب التعیین و التنصیص و ثبوت عصمۃ الائمۃ وجوبا من الکبائر و الصغائر و الفواحش اما التوالی فی الصغائر فقولا و فعلا و عمدا الا فی حال التقیۃ

شیعہ وہ ہیں جنہوں نے شیعیت کی حضرت علی اور اولاد کی بالخصوص ورقابل ہوئے امامت و خلافت کے خواہ بذریعہ نص ہو یا بذریعہ وصیت جلی ہو یا خفی اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ امامت انہی کی اولاد سے نہیں خارج ہو سکتی مگر بظلم جو غیر لوگ کریں یا وہ خود ہی لوگ اتقاء کریں ان کا اعتقاد ہے کہ مسئلہ امامت قضیہ مصلحیہ نہیں ہے جس کا تعلق عوام الناس سے ہو جسکو وہ چاہیں منتخب کریں بلکہ قضیہ اصولیہ ہے ارکان دین سے کہ جائز نہیں رسول اوس کو مہمل چھوڑ دیں اور عوام الناس کے حوالہ کریں عقیدہ

اجماعی اون کا یہ ہے کہ وہ اسکے قایل ہیں امام کا معین کرنا اور امام پر نص کرنا رسول اللہ پر واجب ہے۔ اور ائمہ کو ہر گناہ سے خواہ صغیرہ ہو خواہ کبیرہ واجب ہے وہ اسکے قایل ہیں کہ قولاً کبیرہ قولاً فعلاً۔ عقداً واجب ہے مگر حالت تقیہ میں البتہ بعض زیدیہ نے اس میں اون سے مخالفت کی ہے۔ انتہی

شاہ صاحب پر لازم تہا کہ وہ بتاتے اس اصول مقررہ کی شیعوں نے کس وقت مخالفت کی جو کہا جا سکے "مذہب شیعہ کا جب سے پیدا ہوا رنگ رنگ کے ظہور کرتا رہا" کیونکہ احادیث و تواریخ تو بتا رہی ہے شیعوں نے کسیوقت بھی اسکی مخالفت نہیں کی عہد حضرت آدم سے جو قانون الہی جاری ہوا کہ ہر نبی کے بعد کوئی اون کا جانشین اور خلیفہ بنص نبی سابق مقرر ہوا وہ آجتک مسلمانوں میں مسلم ہے اور رسول اللہ کو بہی اسی کا حکم تہا فبہدیہم اقتدہ کہ اون کی ہدایت کی پیروی کرو مگر اہلسنت نے قانون الہی کو توڑ کر اس منصب منصب امام کو اپنے ہاتھ میں لیا مگر نہ اس طرح کہ کوئی قانون مقرر کرتے بلکہ جس جس طرح خلفائے ثلثہ نے اس منصب کو حاصل کیا وہی اون کا قانون ہوا۔

پہلی خلافت اس طرح ہوئی کہ رسول کا جنازہ ہنوز بلا غسل و کفن پڑا ہے اور خلیفہ دو تین آدمیوں کی رائے سے منتخب ہوا چونکہ حضرت عمر کی خلافت کے تمام صحابہ مخالف تہے لہذا وہ قاعدہ توڑا گیا اور یہ ایجاد ہوا کہ خلیفہ بنص خلیفہ سابق ہوتا ہے۔ حضرت عثمان کی خلافت میں وہ قاعدہ بہی توڑا گیا اور ایک خاص طریقہ جاری ہوا کہ چہہ آدمی مل کر ایک کو خلیفہ بنائیں۔ معویہ کی خلافت کی کوئی صورت نہ تہی کیونکہ وہ امام زمان سے باغی تہا لہذا یہ ایجاد ہوا کہ خلیفہ قہر و استیلا سے ہو سکتا ہے۔ غرض شاہ صاحب نے جو دعوی کیا کہ مذہب شیعہ جب سے پیدا ہوا رنگ برنگ کے طرز پر ظہور کرتا رہا۔"

یہ تو خاصہ مذہب اہلسنت ہے۔ جو وفات رسول کے بعد سے پیدا ہوا اور مختلف رنگ اسمیں نمایاں ہوئے جو آجتک کے اصول پر نہیں آیا۔

تمام مسلمانوں کا شیعہ ہونا۔ اب ہم بنظر اختصار یہ دکہاتے ہیں کہ دنیا میں سب سے مذہب کی بنیاد پڑی سب کے سب شیعہ ہے یعنی اون کا وہی اصول تہا جو شیعوں کا

اصول ہے کہ خدا کے حکم سے کوئی نبی ہوتا ہے یا امام چنانچہ جس روز رسول اللہ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا ہے اوسی روز جناب امیر کی خلافت و امامت کا بہی اعلان فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ نبوت کیساتھ امامت کا بھی اعتقاد ضروری ہے۔

تاریخ طبری میں ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۱۶ جلد ۲ مطبوعہ مصر

حدثنا ابن حمید قال حدثنا سلمہ قال حدثنی محمد بن اسحاق عن عبد الغفار بن القاسم عن المنہال بن عمرو عن عبد اللہ بن الحارث بن النوفل بن الحارث بن عبد المطلب عن عبد اللہ بن عباس عن علی بن ابی طالب قال لما نزلت ہذہ الآیۃ علی رسول اللہ ص وانذر عشیرتک الاقربین دعانی رسول اللہ ص فقال لی یا علی ان اللہ امرنی ان انذر عشیرتی الاقربین فضقت بذلک ذرعا وعرفت انی متی اباد یہم بہذا الامر اری منہم ما اکرہ فصمت علیہ حتی جاءنی جبرئیل فقال یا محمد انک لا تفعل ما تومر بہ یعذبک ربک فاصنع لنا صاعا من طعام واجعل علیہ رجل شاۃ واملأ لنا عسا من لبن ثم اجمع لی بنی عبد المطلب حتی اکلمہم وابلغہم ما امرت بہ ففعلت ما امرنی بہ ثم دعوتہم لہ وہم یومئذ اربعون رجلا یزیدون رجلا او ینقصونہ فیہم اعمامہ ابو طالب وحمزۃ والعباس وابو لہب فلما اجتمعوا الیہ دعانی بالطعام الذی صنعت لہم فجئت بہ فلما وضعتہ تناول ورسول اللہ ص حذیۃ من اللحم فشقہا باسنانہ ثم القاہا فی نواحی الصحفۃ ثم قال خذوا بسم اللہ فاکل القوم حتی ما لہم بشیء حاجۃ وما اری الا موضع ایدیہم وایم اللہ الذی نفس علی بیدہ وان کان الرجل الواحد منہم لیاکل ما قدمت لجمیعہم ثم قال اسق القوم فجئتہم بذلک العس فشربوا منہ حتی رووا منہ جمیعا وایم اللہ ان کان الرجل الواحد منہم لیشرب مثلہ فلما اراد رسول اللہ ان یکلمہم بدرہ ابو لہب الی الکلام فقال لقد ما سحرکم صاحبکم

فتفرق القوم ولم یکلمهم رسول الله فقال العذیا علی ان هذا الرجل
سبقنی الی ما قد سمعت من القول فتفرق القوم قبل ان اکلمهم فعد لنا من
الطعام بمثل ما صنعت ثم اجمعهم الی قال ففعلت ثم جمعتهم ثم
دعانی بالطعام فقربته لهم ففعل کما فعل بالامس فاکلوا حتی ما لهم بشیء حاجة
ثم قال اسقهم فجئتهم بذلک العس فشربوا حتی رووا منه جمیعا ثم تکلم
رسول الله فقال یا بنی عبد المطلب انی والله ما اعلم شابا فی العرب جاء قومه
بافضل مما قد جئتکم به انی قد جئتکم بخیر الدنیا والاخرة وقد امرنی الله
تعالی ان ادعوکم الیه فایکم یوازرنی علی ان یکون اخی ووصی وخلیفتی فیکم
قال فاحجم القوم عنها جمیعا وقلت وانی لاحدثهم سنا وارمصهم عینا
واعظمهم بطنا واحمشهم ساقا انا یا نبی الله اکون وزیرک علیه فاخذ
برقبتی ثم قال ان هذا اخی ووصی وخلیفتی فیکم فاسمعوا له واطیعوا
قال فقام القوم یضحکون ویقولون لابی طالب قد امرک ان تسمع
لابنک وتطیع۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب آیہ وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوا تو حضرت نے
جناب امیر سے فرمایا ہمکو خوف ہے کہ قوم ہماری تکذیب کرے دوبارہ جبرئیل آئے اور کہا کہ اگر اس
حکم کی تعمیل نہ کروگے تو خدا تم پر عذاب کریگا لہذا اے علی تم دعوت کا سامان کرو اوس کے
بعد سب کو بلا لاؤ چنانچہ بموجب حکم تعمیل کی گئی اور تمام بنی عبد المطلب بلائے گئے جو چالیس
سے ایک کم یا زیادہ تھے جن میں آپکے چچا سب تھے۔ حضرت ابو طالب حمزہ عباس اور ابو لہب بھی جب
سب کہا پی چکے تو ابو لہب نے جلدی کرکے کہا ایسا سحر کبھی نہیں دیکھا جس پر حضرت نے سکوت
اختیار کیا اور سب کہا پی کر چلے گئے۔ دوسرے روز بھی یہی سامان کیا گیا جب فارغ
ہوئے تو حضرت نے فرمایا اے بنی عبد المطلب یہ جان رکھو تمامی عرب میں کوئی نوجوان ایسا
نہیں ہوا جو ہمسے بہتر دعوت لایا ہو کہ خیر دنیا و آخرت تمہارے لئے لائے ہیں خدا نے ہمکو حکم دیا
ہے کہ تمہاری دعوت کریں اوس کی طرف تو کون تم سے ایسا ہے جو ہماری وزارت قبول

کرتا ہے اس معاہدہ پر کہ وہ ہمارا بھائی وصی خلیفہ ہوگا تم میں۔ سب نے اس سے روگردانی کی
مگر جناب امیر فرماتے ہیں کہ ہمنے سبقت کی حالانکہ سب سے کمسن تھے اور آنکھیں آشوب زدہ تھیں اور
ٹانگیں سب سے پتلی اور عرض کیا اے نبی خدا میں آپکی وزارت قبول کرتا ہوں تو حضرت نے میری
گردن پکڑی اور فرمایا یہ میرا بھائی۔ وصی خلیفہ ہے تم میں تم سب اسکی اطاعت کرو اور اوس کا
حکم مانو۔ حضرت کا یہ فرمانا تھا کہ قوم کے لوگ ہنستے ہوئے اوٹھ کھڑے ہوئے اور ابو طالب سے کہتے تھے کہ
اب تمکو حکم ہوا ہے کہ تم اپنے بیٹے کی فرمانبرداری اور اطاعت کرو۔

یہ تو اسلام کی ابتدائی حالت ہے جس روز حضرت نے اپنے نبوت کا اعلان فرمایا جناب امیر کے خلافت کا بھی اعلان
کیا اسکے بعد جو سلسلہ اسلام جاری ہوا اور بیعت وغیرہ ہونے لگی تو اوسکے متعلق کتاب مودۃ القربی سید علی ہمدانی لکھتے ہیں

عن عتبة بن عامر الجهنی رض قال بایعت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ان
الله وحده لا شریک له وان محمدا نبیه وعلیا وصیه فان تزکینا کفرنا وقال لنا احبوا
هذا فان الله یحبه واستحیوا منه فان الله یستحیی منه

عتبہ بن عامر جہنی صحابی کہتے ہیں کہ ہمنے رسول اللہ کی بیعت کی اس بات پر کہ خدا وحدہ لاشریک ہے اور محمد
نبی اوسکے اور علی اون کے وصی ہیں اگر ہم ان تینوں باتوں سے انکار کریں تو کافر ہو جائیں یہ بھی حضرت
نے فرمایا کہ محبت کرو علی سے کہ خدا اون سے محبت رکھتا ہے اور حیا کرو اون سے کہ خدا حیا کرتا ہے اون
سے

اب ہمنے جو دعوی کیا تھا کہ ابتدائے آفرینش سے دنیا میں مذہب شیعہ قائم ہے اوسکی دلیل بھی مودۃ
القربی میں دیکھ لیجئے

عن ابی هریرة قال قیل یا رسول الله متی وجبت لک النبوة قال قبل ان یخلق آدم ونفخ
الروح فیه وقال واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظهورهم ذریتهم واشهدهم
علی انفسهم الست بربکم قالت الملائکة بلی فقال انا ربکم ومحمد نبیکم
وعلی امیرکم صـ۱۴

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ کسی نے حضرت سے پوچھا آپکی نبوت کس وقت سے ہے فرمایا قبل اس کے کہ
پیدا کرے آدم کو اور نفخ روح کرے اون میں خدا فرماتا ہے واذ اخذ ربک من بنی آدم

واذا خذ ربک من ظھورھم وذریتھم ہ

تو ملائکہ نے کہا ہاں تو خدا نے کہا ہم تمہارے خدا ہیں اور محمد نبی ہیں اور علی تمہارے امام ہیں ہ
تمہارا حضار ہے صرف انہیں تین روایتوں پر اکتفا کیا۔ ورنہ اسی طرح روایتیں ہم اسکے متعلق
کتب اہلسنت سے لاسکتے ہیں کہ جو لوگ پابند حکم خدا اور رسول تھے عہد حضرت آدم سے لیکر آسوقت تک
وہ سب مسلمان شیعہ تھے۔ ان اہلسنت میں وقت وفات رسول اسمیں سے کسی کو تغیرات ہوئے کسی کو کوئی
حد نہیں کیونکہ اول تو اصول خلافت میں جو تغیر ہوا وہ مذکور ہو چکا علمی حیثیت سے جو تغیرات
ہوئے وہ آئندہ مذکور ہونگے۔

قولہ آخر سلاطین صفویہ نے جو شاہ صفی الدین بن شاہ اسمٰعیل ایرانی کی اولاد سے تھے

اقول افسوس شاہ صاحب یہاں اس طرح خلاف بیانی سے کام لیا ہے جسکی کوئی حد نہیں
کیونکہ سلطنت صفویہ ۹۰۷ھ سے قائم ہوئی جس کے پہلے بادشاہ شاہ اسمٰعیل صفوی ہیں اور
آخر بادشاہ عباس ثالث بن طہماسپ ثانی ہے ۱۱۴۵ھ میں ان کی وفات ہے۔ گرشاہ عباس
ثالث کی سلطنت برائے نام تھی شاہ حسین پر سلطنت کا خاتمہ سمجھو ۱۱۳۵ھ میں خود بادشاہ قید ہوئے
غرض یہ سلطنت کل دو سو اٹھارہ برس قائم رہی اسکے مشاہیر علماء تین بزرگ مشہور ہیں ایک جناب
شیخ بہاء الدین عاملی رحمۃ اللہ دوسرے جناب شیخ محمد تقی صاحب طاب ثراہ تیسرے جناب ملا
محمد باقر صاحب مجلسی علیہ الرحمہ ان حضرات کی دینی خدمات سے کوئی انکار نہیں کرسکتا ہزار دل لعنتیں
ہوں اور تائید دین میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا شکر اللہ مساعیھم وحشرھم اللہ مع
موالیھم مگر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انہوں نے کوئی نیا اصول دین بنایا ہو جس سے کسی غلطی سابق کا
ازالہ کیا ہو بلکہ منتہائے کوشش ان کی یہی ہوئی کہ علوم آل اطہار کو تمام عالم میں بقدر امکان
شایع کریں۔ جناب شیخ بہاء الدین عاملی رحمۃ اللہ جامع عباسی فارسی میں ہے یہ لغت میں جو انکی
درس میں طلبہ کے داخل ہے نہ اصول دین میں۔ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کی حق الیقین فارسی میں
البتہ اصول دین میں ہے جو درس ابتدائی میں شامل ہے مگر ان کتابوں کو دیکھکر کوئی شخص
یہی نہیں کہہ سکتا کہ انہوں نے کسی طرح اصول یا فروع دین میں تغیر کیا ہو۔
شاہ صاحب آپنے صفحہ ۵ رسالہ میں مرزا محذوم شریفی کا یہ قول تو دیکھا ہوگا کہ علمائے اہلسنت نے شیعوں

پر یہ الزام لگایا تھا کہ وہ طول خدا کے قائل ہیں شاہ اسمٰعیل میں اور شاہ اسمٰعیل سب پر یہ الزام لگایا
تھا کہ معاذ اللہ وہ اپنی خواہر سے مرتکب فحشہ ہوئے جسکے بعد خود مرزا محذوم نے یہ بھی لکھا دعی
من تواطا علیھم وبھا قبل طالوا ما انھم علینا وتجنت علینا کہ یہ سب اون پر افترا
ہے اون کی زبانیں ہمپر تیز ہوئیں اور ہمارے علمائے عصر اوس سے خجل اور شرمندہ ہوئے
جس طرح آپکے علمائے سلف اس افترا سے شرمندہ ہوئے اسی طرح آپ بھی اپنے اس افترا سے شرمندہ
ہوئے کہ سلاطین صفویہ کے زمانہ میں تغیر و اختلاف مذہب شیعہ میں سکون پیدا ہوا کیونکہ سلاطین
صفویہ کا اگر قصور تھا تو اسی قدر کہ اونہوں نے ایرانی سلطنت کو خاص شیعوں کی سلطنت قرار
دی سنیوں کو ملک ایران سے نکال کر کابل و بخارا کی طرف روانہ کیا اور شیعیان کابل و بخارا کو
بلا کر ایران میں جمع کیا اور اسوقت سے آجتک وہ شیعی سلطنت قائم ہے اگرچہ اوسکے
بعد ہزاروں انقلاب آئے مگر وہ سلطنت شیعوں کی رہی۔
اگر کسی بنا پر شاہ صاحب یہ دعوی کریں کہ یہ طرز حکومت ہے کیونکہ امور سلطنت دوسرے
ہیں اور امور مذہب دوسرے اگر آپ سلطنت کی مداخلت کہانے تو ایک بات بھی مگر
یہاں تو فضل خدا سے مذہب کو کسی طرح سلطنت سے تعلق ہی نہیں۔
اگر آپنے اس دعوی کو سلطان الجایتو خدابندہ کی طرف منسوب کرتے تو پھر بھی ایک بات
تھی کیونکہ سلطان الجایتو محمد خدابندہ آنہوں بادشاہ اس خاندان کا تھا جسکو الجایتہ
مغل کا خاندان کہتے ہیں یہ ۷۰۳ھ میں تخت نشین ہوا اور جناب علامہ حلی علی اللہ مقامہ
کی ہدایت سے اس مذہب حق کو قبول کیا اور اوسی زمانہ میں علامہ نے اسقدر تصنیفیں کیں کہ علمیت
اون کے فیوض سے مالا مال ہوگئی۔
اصول دین کے متعلق جس قدر تصنیفیں علامہ کی ہیں بتا دیجئے کسی دوسرے نے لکھی ہو سوا
منہج الحق انہیں کی تصنیف ہے جسکے جواب میں فضل بن روزبہان نے ابطال الباطل لکھا
اور قاضی نور اللہ شوستری علی مقامہ نے اسکے جواب میں احقاق الحق تحریر فرمایا۔ فحراہم
اللہ خیرا۔ غرض جس قدر تصنیف و تالیف علامہ کی اصول دین میں شایع ہوئیں وہ کسی کی
کی نہیں۔ شرح تجرید علامہ کی آج تک درس میں داخل ہے ہمارون کو چھوڑ کر سلاطین

صفویہ کا نام لینا یا اوس زمانہ کے علماء کا ذکر کرنا داد حماقت دینا ہے۔

قولہ۔ سوا اسکے کسی اہل مذہب نے گو اختلاف فروع مذہب میں کیا ہو لیکن اصول مذہب کو کبھی تبدیل نہیں کیا۔

اقول۔ اس غلط بیانی کا کیا جواب دیا جائے کیونکہ دعوی تو کیا تہا ہم جو کچھہ لکھینگے اوسکو مذہب کتب شیعہ سے لکھینگے حالانکہ ان دعاوی کو نہ کتب مذہب شیعہ سے ثابت کیا نہ کتب اہلسنت سے۔

رہا یہ دعوی کہ اس طرح کا اختلاف کسی مذہب میں نہیں ہوا تو ایسا دعوی ہے کہ اہل علم جس قدر مضحکہ کریں کم ہے۔

کیونکہ **رسالہ اتمام حجت** مندرجہ الشمس جلد اول میں پوری توضیح اسکی کردی گئی ہے کہ اہلسنت میں علم کلام کے کتنے دورے ہوئے اور کسقدر اون میں تغیرات ہوئے اصول دین کو کسقدر بدلا ہے کہ موجودہ مذہب وہ مذہب ہی نہیں رہا جو پہلے تہا

چونکہ شاہ صاحب نے آئندہ اپنے ان دعووں پر نہ کوئی دلیل دی نہ اسکی تفصیل کی لہذا ضرورت ہے کہ کچھہ مختصر حالات اتمام حجت سے نقل کیا جائے تاکہ حق واضح ہو مولوی شبلی لکھتے ہیں

اختلاف عقاید کے اگرچہ یہ سب اسباب فراہم تہے لیکن ابتداء پالیٹکس یعنی ملکی ضرورت سے ہوئی۔ بنو امیہ کے زمانہ میں چونکہ سفاکی کا بازار گرم رہتا تہا طبیعتوں میں شورش پیدا ہوئی۔ لیکن جب کبھی شکایت کا لفظ کسی کی زبان پر آتا تہا تو طرفداران حکومت یہ کہکر اوسکو چپ کر دیتے تہے کہ جو کچھہ ہوتا ہے خدا کی طرف سے ہوتا ہے ہمکو دم نہیں مارنا چاہیے امنا بالقدر خیرہ وشرہ حجاج بن یوسف کے زمانہ میں جو ظلم و جور کا دیوتا تہا معبد جہنی ایک شخص تہا جسنے صحابہ کی آنکھیں دیکھی تہیں اور دلیر و راستگو تہا۔ وہ امام حسن بصری کے حلقۂ درس میں شریک ہوا کرتا تہا ایکدن اوسنے امام حسن بصری سے عرض کی کہ بنو امیہ کے طوفان سے قضا و قدر کا جو عذر پیش کیا جاتا ہے وہ کہاں تک صحیح ہے امام صاحب نے کہا کہ یہ خدا کے دشمن جہوٹے ہیں وہ پہلے سے بنو امیہ کی زیادتیوں پر طیش سے بہرا ہوا تہا اب علانیہ بغاوت کی اور جان سے مارا گیا۔

معبد کے بعد غیلان دمشقی نے اس خیال کو ترقی دی وہ حضرت عثمان کا غلام تہا اور محمد بن حنفیہ سے بیک واسطہ تعلیم پائی تہی حضرت عمر بن عبد العزیز جب خلیفہ ہوئے تو اوسنے ایک نہایت آزادانہ خط لکہا اور بنو امیہ کے مظالم پر توجہ دلائی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اوسکو بلا بہیجا۔ اور شاہی توشہ خانہ کے نیلام کی خدمت سپرد کی وہ بر سر عام نیلام کرتا تہا اور پکار پکار کر کہتا جاتا تہا کہ یہ "وہ مال و اسباب ہے جو ظلم و جبر سے حاصل کیا گیا تہا" اوسوقت اگرچہ اسلام کی قدیم سادگی بہت کچھہ باقی تہی تاہم سامان عیش کو اسقدر ترقی ہو چکی تہی کہ توشہ خانہ میں تیس ۳۰ ہزار اونی جرابیں نکلیں۔

غیلان نے کہا صاحبو! اس ظلم کی کچھہ حد ہے کہ عوام فاقے کرتے تہے اور ہمارے فرماں روا تیس ۳۰ تیس ۳۰ ہزار جرابیں توشہ خانہ میں مہیا رکہتے تہے۔ عمر بن عبد العزیز نے سنہ ۱۰۱ھ میں وفات پائی اور ہشام بن عبد الملک تخت حکومت پر بیٹھا وہ غیلان کی کارروائیاں اپنی آنکھوں سے دیکھہ چکا تہا۔ تخت نشینی کیساتھ اوسکو طلب کیا اور بغاوت انگیزی کے جرم میں اوس کے ہاتھ پاؤں کٹوا ڈالے تاہم غیلان کی زبان دار زیاں نہ گئیں اور آخر اسی جرم میں جان سے مارا گیا۔

اسی زمانہ میں جہم بن صفوان پیدا ہوا اور وہ بہی امر بالمعروف کے جرم پر قتل ہوا مگر یہ خون خالی نہ گئے عدل اور امر بالمعروف کا مسئلہ زیادہ پہیلا اور اسقدر زور پکڑا کہ ایک گروہ کثیر نے جو بالآخر معتزلہ کے لقب سے پکارا گیا۔ اسکو اسلام کے اصول اولیہ میں داخل کر لیا۔ فرقہ معتزلہ کے پانچ اصولوں میں وہ اصول جن کا نام عدل اور وجوب امر بالمعروف ہے اوس کی یہی ابتدا ہے۔ یہ گروہ برابر ترقی کرتا گیا سنہ ۱۲۵ھ میں جب ولید تخت نشین ہوا تو اوس فرقہ کا شمار ہزاروں سے متجاوز ہو چکا تہا یہاں تک کہ خاندان بنی امیہ میں یزید ابن الولید نے یہ مذہب اختیار کر لیا تہا ولید تخت نشینی کیساتھ عیش پرستی میں مشغول ہوا اور علانیہ میخواری اور عیاشی شروع کی یہ رنگ دیکھکر یزید نے امر بالمعروف کے دعوے سے علم بغاوت بلند کیا اور ہزاروں معتزلہ اوس کے ساتھ ہو گئے۔ ولید محصور ہو کر قتل ہوا اوس کے قتل کے بعد یزید تخت نشین خلافت ہوا اور یہ پہلا دن تہا کہ اعتزال نے تخت پر جگہ پائی اس موقع پر یہ بات یاد رکہنے کے قابل ہے کہ یزید نے جب ولید کے خلاف بغاوت کی تہی تو اوس کے طرفداروں میں سے ایک عمرو بن عبید بہی تہا جو

مذہب معتزل کا بہت بڑا امام گذرا ہے ملکی ضرورت نے اگرچہ صرف جبر و قدر کے مسئلہ پر توجہ دلائی تھی لیکن جب ایکدفعہ کسی وجہ سے خیالات میں حرکت پیدا ہوئی تو بڑھتی گئی یہاں تک کہ کلام کا دروازہ بند نہیں ہو چکا تھا کہ خلق قرآن۔ تنزیہ و تشبیہ صفات باری وغیرہ کی بحثیں چھڑ گئیں اور جس کے منھ سے جو بات نکلی ایک مذہب بنگئی اسی طرح چند روز میں بیسیوں فرقے نکل آئے صہ ۱۹

اس تحریر سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ علم کلام کو اپنی وجود کی وجہ انتہائے ظلم و جور ہے کہ کتنی امیہ کے مظالم سے دنیا میں ندہبیر چھا گیا اور اس تاریکی سے نکلنے کے لئے علی رقتی سے کام لینا پڑا جس پر بنی امیہ نے روکنا چاہا خون ریزیاں ہوئیں مگر علی رقتی غالب آئی اور آخر وہ اندھیرا زائل ہو گیا جس کیساتھ سلطنت بھی اون کی زائل ہوئی تو اب جہاں یہ معلوم ہوا کہ مناظرہ کی طرح اصل اشتاق حق ہے اور ابطال باطل وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ علم کلام مقتزلہ بغرض اظہار حق ہے اور علم کلام اہل سنت یا مناظرہ بغرض اسکے کہ ظالموں کا ظلم ثابت ہے اور کوئی انہیں جبر و زیادتی کرے اسی وجہ سے مرادف ہے مدلول اصول معتزلہ میں داخل ہوا اور اصول اہل سنت سے خارج رہا اور آگے چل کر معلوم ہوگا کہ جو اصول اہل سنت نے مقرر کئے ہیں وہ سب ان مظالم بنی امیہ اور اون کے معاملہ سے ماخوذ ہیں

ادھر تو یہ کارروائی شروع ہوئی اور ادھر اہل سنت کے علماء جو تائید بنو امیہ کے قدیم الایام سے طرفدار تھے اسپر آمادہ ہوئے جس طرح ہو علم کلام کو بار دیں سے دور کریں چنانچہ ان قبول معتزلی یعنی امام شافعی امام احمد بن حنبل سفیان ثوری اور اکثر محدثین نے اس علم کو حرام بتایا صہ ۲۲

پھر لکھتے ہیں "محدثین اور اہل ظاہر کو کلام کی مخالفت میں شدت ہی اسنے علم کلام کو بالکل چھپا دیا ہوتا مگر خلفائے عباسیہ خصوصاً مامون کے ارکان دولت بڑی مستعدی کیساتھ تائید کی اور شاہانہ حوصلہ سے اسکو برابر ترقی دیتے رہے۔ عباسیہ کے علاوہ دیلمیوں نے بھی اسکی پرورش کی صہ ۲۵

خود مولوی شبلی صاحب علی بخیل شہرستانی سے ناقل ہیں واما دونق علم الکلام فانہ لما زال الخلفاء العباسیہ خصوصا المامون والمعتصم والواثق والمتوکل و البرامکۃ فانہ اتصل بہم جماعۃ من الدیالمۃ

اور چونکہ یہ امر بخوبی واضح ہے کہ سلاطین دیالمہ جو آل بویہ بھی کہلاتے ہیں اور صاحب بن عباد بھی جو اون کا وزیر تھا سب شیعہ تھے تو اب بخوبی معلوم ہوا کہ علم کلام کا وجود بھی شیعوں کی بدولت قائم ہوا

اہل سنت کی پہلی تصنیف علم کلام میں | اسی ذیل میں اس کا لکھنا بھی مناسب ہے کہ اس علم
اور مصنف کا مغلوب ہونا شیعوں سے | کلام نے اہل سنت میں کتابی صورت میں کیسے جنم لیا
اور اوس کے مصنف کی کیا حالت تھی مولوی شبلی صاحب لکھتے ہیں "جہاں تک ہمکو معلوم ہے سب سے پہلے ابو الہذیل علاف نے اس فن میں کتاب لکھی ابو الہذیل کا پورا نام محمد بن الہذیل بن عبداللہ بن مکحول ہے ۱۳۱ھ میں پیدا ہوا اور ۲۳۵ھ میں وفات پائی صہ ۳۵

پھر لکھتے ہیں "اسی زمانہ میں ہشام بن الحکم کوفی ایک مشہور متکلم تھا وہ یحیی برمکی کی مجالس علمی کا فخر اور علوم عقلیہ کا ماہر تھا۔ ابو الہذیل مناظرہ میں اگر کسی سے دبتا تھا تو اسی سے دبتا تھا مسعودی نے اسکے متعدد مناظرہ نقل کئے ہیں جن میں اس نے ابو الہذیل پر فتح پائی۔ ابن الندیم نے کتاب الفہرست میں اسکی بہت سی تصنیفات کا ذکر کیا ہے جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔ الرد علی الزنادقہ۔ الرد علی اصحاب الاثنین۔ الرد علی اصحاب الطبائع (یعنی مہرست کا رد) کتاب الرد علی ارسطاطالیس فی التوحید۔ یہ کتابیں آج ناپید ہیں مگر کتابوں کے نام سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کیسے مہم مضامین پر تھیں۔

خلیفہ مہدی کے علاوہ درباری اور امراء نے بھی علم کلام کی طرف توجہ کی یحیی بن خالد برمکی جو دولت عباسیہ کی روح رواں خلیفہ مہدی کا وزیر اعظم اور سلطنت کا دست و بازو تھا اس نے خاص علم کلام کی مباحثات کے لئے دربار میں ایک مجلس مقرر کی جس کا تذکرہ مورخ مسعودی نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

وکان یحیی بن خالد ذا بحث ونظر	یحیی بن خالد مناظرہ والا اور صاحب
وله مجلس یجتمع فیه اهل الکلام	نظر تھا وہ ایک جلسہ کیا کرتا تھا جسمیں ہر
من اهل الاسلام وغیرهم	مذہب کے اہل کلام جمع ہوتے تھے۔

اس مجلس کا قیم (سکریٹری) ہشام بن الحکم ایک مشہور فاضل تھا مجلس میں ہر مذہب و ملت کے لوگ جمع ہوتے تھے اور ہر قسم کے علمی مضامین پر گفتگو ہوتی تھی۔

افسوس کہ مولوی شبلی صاحب یہ سب نوکھہ گئے کہ ہشام بن الحکم سے اہلسنت کے علم کلام کا موجد الوالہذیل علاف بتاتا ہے اور برابر مغلوب ہوتا رہا۔ ہشام نے یہ کتب تصنیف کیں جس سے مناظرے کر سکے ہیں مگر یہ نہ لکھا کہ یہ ہشام بن الحکم کون بزرگ ہے حالانکہ سبکو معلوم ہے کہ یہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے خاص صحابی ہیں جن کی صحبت سے وہ امتیں کتب مذہب شیعہ میں موجود ہیں اور کیسے کیسے علماء اہل سنت گواہی دیتے ہیں کہ وہ لوگ ان کے سامنے زبان نہیں ہلا سکتے تھے دیکھئے وہی علامہ شہرستانی جن کے اقوال سے اکثر مولوی صاحب استدلال کیا ہی ملل ونحل میں لکھتے ہیں۔ وکان حفظہ من اجل من تکلم من متکلمی الشیعہ وحرر طینہ ودین ابی الہذیل مناظرات فی علم الکلام ۲۱ ×

بہرحال اگرچہ مولوی شبلی صاحب نے ہشام بن الحکم کے تشیع اور صحابی امام جعفر صادق علیہ السلام ہونے کو نہ ظاہر کیا مگر وہ تمام عالم میں مشہور شیعہ ہے جسکے لئے کسی سند کی ضرورت نہیں اور بخیال طول تقریر اون کے حالات یہاں قلمانداز کئے جاتے ہیں کسی آئندہ موقع پر اوس کا اظہار کیا جائیگا مگر اس قدر سب کو معلوم ہوگیا کہ بقول شبلی صاحب اہل سنت کے علم کلام کا موجد عبایہ علاف تھا بمقابلہ ہشام ابن الحکم ہمیشہ مغلوب رہتا تھا۔

تقسیم علم کلام اہلسنت یہاں تک تو اہل سنت کے علم کلام کی ابتدائی حالت بتائی کہ کن کن ضرورتوں اور کن کن صورتوں سے اسنے جنم لیا کیونکہ اصل مقصود علم کلام اہلسنت یہ ہے کہ امام غزالی فرماتے ہیں وانما مقصودہ حفظ عقیدۃ اھل السنۃ وحراستہا عن تشویش اھل البدعۃ کتاب المنقذ من الضلال صفحہ ۔

یعنی مقصود علم کلام یہ ہے کہ عقیدہ اہل سنت کی حفاظت کرے تشویش اہل البدعۃ سے یعنی حفاظت اسلام مقصود نہیں ہے بلکہ حفظ عقیدہ اہل سنت جس کا یہ مقتضا ہونا چاہیے کہ ہر شخص اس کی حفاظت میں مشغول ہوکر کوشش کرے اور اس عقیدہ کو مخالفوں کے حملوں سے بچائے اگر ایسا نہیں ہوا بلکہ جس اصول پر چار ضلالت مانی گئی اور فقہ کے جو اصل شریعت سے چار امام بنائے گئے اوسی طرح علم کلام کی بھی چار قسمیں کے نام سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان اصول میں کس قدر اختلاف پیدا ہوگا۔

قسم اول معتزلیہ جن کی ابتدا حسب تحریر مولوی شبلی صاحب مذکور ہوچکی کہ ملکی ضرورتوں سے عہد بنی امیہ تک تمام عالم پر جبریہ مذہب کا قبضہ تھا جسکے موجد جاری کرنیوالے خلیفہ دوم ہے مگر معبد جہنی غیلان دمشقی جعد بن درہم صفوان بن یعقوب نے بعد کو امر بالمعروف کے ذریعہ سے مخالفت پر آمادہ ہوئے جو خود قتل ہوگئے مگر مذہب معتزلہ کی بنیاد ڈال گئے ۱۲ سنہ میں یہ فرقہ ہزاروں سے متجاوز ہوچکا تھا یہاں تک کہ خلیفہ یزید بن الولید نے بھی یہی مذہب اختیار کیا۔

قسم دوم اشاعرہ اس کے موجد کا نام ابوالحسن علی بن اسمٰعیل اشعری ہے جو ابوموسیٰ اشعری کا پوتا ہے ۲۷۰ھ میں بمقام بصرہ پیدا ہوا اور ۳۲۳ھ میں بمقام بغداد وفات پائی اوہوں نے ابتدا میں عبدالوہاب جبائی معتزلی سے تعلیم پائی تھی صفحہ ۵۰ علم کلام

۳۳۳ھ سے اسی فرقہ کا نام اہل سنت قرار پایا اور معتزلہ اس لقب سے خارج ہوئے اس زمانہ میں جتنے سنی ہیں سب اشعری ہیں ان کے اصول آئندہ مرقوم ہونگے کیونکہ اصل بحث انہیں سے ہے اور اون کے عقائد تفصیل طلب ہیں۔

قسم سوم ماتریدیہ اس کے موجد کا نام ابومنصور محمد بن محمد بن محمود ہے وہ ماتریدیہ ایک قصبہ کے رہنے والے تھے جو سمرقند کے مضافات سے ہے ان کی وفات ۳۳۳ھ میں ہوئی مولوی شبلی صاحب لکھتے ہیں "یہ عجیب بات ہے کہ اگرچہ فرقہ حنفیہ جو تمام فرقہ ہائے اسلام سے تعداد میں زیادہ ہے اعتقادات کے لحاظ سے ماتریدی ہے مگر علم کلام میں اشعری کے مقابلہ میں ماتریدیہ کی شہرت نہایت کم ہے اس عدم شہرت کا یہاں تک اثر ہوا کہ آج اکثر علمائے حنفیہ اشاعرہ ہی کے ہم عقیدہ ہیں حالانکہ قدیم زمانہ میں کسی حنفی کا اشعری ہونا نہایت تعجب کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ علامہ ابن الاثیر تاریخ کامل واقعات صفحہ ۲۷۰ میں لکھتے ہیں وھذا مما ینکر ان یکون حنفی اشعریا یعنی یہ نہایت عجیب بات ہے کہ کوئی شخص حنفی ہوکر اشعری ہو ماتریدیہ کی گمنامی کی وجہ یہ ہوئی کہ علمائے حنفیہ نے علم کلام میں بہت کم تصنیفات کیں اس فن میں جس قدر مشہور اور معرکہ آرا کتابیں ہیں وہ شافعیہ کی تصنیفات ہیں جو عموماً اشعری ہے۔

ماتریدی کے اصول یہ ہیں اشیاء کا حسن وقبح عقلی ہے (۲) خدا کسی کو تکلیف مالایطاق

نہیں دیتا۔ خدا ظلم نہیں کرتا اور اوس کا ظالم ہونا عقلاً محال ہی (۴) خدا کے تمام افعال مصالح پر مبنی ہیں (۵) آدمی کو اپنے افعال پر قدرت حاصل ہی اور یہ قدرت اون کی ان افعال کے وجود میں اثر رکھتی ہی۔ (۶) ایمان کم اور زیادہ نہیں ہوتا ہی (۷) زندگی سے ناامیدی کی حالت میں بھی توبہ مقبول ہی (۸) حواس خمسہ سے کسی چیز کو محسوس کرنا علم نہیں ہے بلکہ ذریعہ علم ہے (۹) اعراض کا اعادہ نہیں ہو سکتا۔

پہر لکھتے ہیں امام تریدی نے اشعری کے اون تمام اصولوں سے جن کو ہم نے مختصات اشاعرہ میں گنا ہی اختلاف کیا اور یہی وجہ ہی کہ ان کا علم کلام اشعری کے علم کلام سے جداگانہ خیال کیا جاتا ہے صفحہ ۹۱

یہ بھی عجب انقلاب ہے کہ ۴۶۶ھ تک تو حنفی علما سب ماتریدی ہوتے تہے اور اب سب اشعری ہوتے ہیں حالانکہ ماتری کے اصول پہر بہی غنیمت تہے۔

چوتہی قسم حنابلہ کی ہی | جو امام احمد بن حنبل کے پیرو ہیں مولوی شبلی صاحب لکھتے ہیں اشاعرہ کی مذہبی حکومت اگرچہ تمام دنیا پر چہا گئی تہی مگر حنابلہ ہمیشہ ان کے مخالف رہے۔ حنابلہ نہایت ظاہر پرست تہے یہاں تک کہ مجسمہ اور ان میں برائے نام فرق رہ گیا تہا اشاعرہ اون نصوص قرآنی کی جس سے یہ ظاہر خدا کا ذو جہت اور جسمانی ہونا ثابت ہی تاویل کرتے تہے حنابلہ کو یہ ناگوار تہا اور یہ ناگواری اس حد تک پہنچی تہی کہ دونوں فرقوں میں اکثر کشت و خون کی نوبت پہنچ جاتی تہی چنانچہ ابن اثیر نے اس قسم کے بہت سے واقعات اپنی تاریخ میں لکہی ہیں صفحہ ۱۰۱۔

یہانتک تو اجمالی حالات تہی اہل سنت کے تین قسم کے موجدان علم کلام کے کیونکہ معتزلہ تو لقب اہل سنت سے خارج کئے گئے اور ماتریدی کے پیرو کم رہے اور حنابلہ خاص مجسمہ ہیں جو جسمیت خدا کے قائل ہیں۔

اصول اشاعرہ | مولوی شبلی صاحب لکھتے ہیں اس علم کلام کے جو مہمات مسائل ہیں اور جو اشعریوں کے نزدیک سنت اور اعتزال میں حد فاصل ہیں اون کو ہم اس مقام پر امام غزالی اور اشعری کے اصل الفاظ میں لکھتے ہیں

انہ یجوز علی اللہ سبحانہ ان یکلف | خدا کو جائز ہے کہ انسان کو اس کام کی تکلیف دے

الخلق ما لا یطیقونہ خلافا للمعتزلہ | جو اس کی طاقت سے باہر ہے

(۲) ان اللہ عز وجل یلام الخلق و تعذیبہم من غیر جرم سابق و من غیر ثواب لاحق خلافا للمعتزلہ | خدا کو حق ہی کہ وہ مخلوقات کو عذاب دے بغیر اس کے کہ ان کا کوئی جرم ہو یا اون کو ثواب ملے

(۳) انہ تعالی یفعل بعبادہ ما یشاء فلا یجب علیہ رعایۃ الاصلح لعبادہ | خدا اپنے بندوں کیساتھ جو چاہے کرے اس کے لئے یہ ضرور نہیں کہ وہ کام کرے جو مخلوقات کے لئے مناسب ہوں

(۴) ان معرفۃ اللہ سبحانہ و طاعتہ واجبۃ بایجاب اللہ و شرعہ لا بالعقل خلافا للمعتزلہ | خدا کا پہچاننا شریعت کی رو سے واجب ہے نہ عقل کی رو سے

(۵) المیزان وھو حق و وجہہ ان اللہ تعالی فی حدیث فی صحائف الاعمال وزنا | ترازو حق ہی اور وہ اس طرح کہ خدا نامہ اعمال کے دفتروں میں وزن پیدا کر دیگا۔

یہ عقائد ان ہی عبارتوں کیساتھ احیاء العلوم امام غزالی میں مذکور ہیں

(۶) قال اصحابنا دلت الآیۃ علی انہ تعالی لا یراعی مصالح الدین والدنیا تفسیر کبیر سورہ مائدہ۔ آیت ولیزیدن کثیرا منہم ما انزل الیک من ربک طغیانا و کفرا | ہمارے اصحاب (اشاعرہ) اس بات کے قائل ہیں کہ آیت قرآنی سے ثابت ہو کہ خدا تعالی دین و دنیا کی مصلحتوں کا لحاظ نہیں رکہتا

(۷) ان البنیۃ لیست شرطا فی الحیوۃ فالنار علی ما ہی علیہ یجوز ان یخلق اللہ الحیوۃ والعقل والنطق فیہا و عند المعتزلۃ ذلک غیر جائز | زندگی کے لئے کوئی جسم یا خاص بناوٹ شرط نہیں مثلاً آگ میں خدا عقل اور زندگی و گویائی پیدا کر سکتا ہے۔ معتزلہ اس کے خلاف ہیں۔

(۸) لا یمتنع ان یحضر عندنا جبال شاہقۃ واصوات عالیۃ ونحن لا ننکرہا | یہ جائز ہے کہ ہمارے سامنے اونچے پہاڑ موجود ہوں اور بلند آوازیں آتی ہوں اور ہم کو

ولا تسمعها ولا تمتنع ایضا ان یعبر
الا الذی یکون بالمشرق نقطة
بالمغرب وبالجملة فلن کرجمیع تاثیرات
الطبایع والقوی

(مطالب عالیہ امام رازی کت شبہات بر نبوت)

(۱) اما اهل السنة فمجوزون ان یقدر
الساحر علی ان یطیر فی الهواء ویقلب الانسان
حمارا والحمار انسانا (تفسیر کبیر قصہ ہاروت وماروت)

(۱۰) الآیة تقریر لقدرة الصنم فی افعاله

(۱۱) الله یرمی الکفر من الکافر والعصیان
من العاصی

اور کہانی اور رسالی قبول اسی طرح یہ بھی جائے
کہ ایک اندھا مشرق میں بیٹھا ہوا مغرب میں ایک
مچھر کو دیکھے محقر یہ کہ امام شعری طبیعت
اور قوا کی تمام تاثیرات کے منکر ہیں (مطالب عالیہ)

اہل سنت کا نزدیک جادوگر اس بات پر قادر ہے کہ
ہوا میں اڑے آدمی کو گدھا اور گدھے کو آدمی بنا دے
(تفسیر کبیر قصہ ہاروت وماروت)

آدمی کا افعال میں قدرت کا کچھ دخل نہیں۔
کافر کا کفر اور گنہگار کا گناہ خدا نے چاہا
تھا۔

یہ عقائد تمام کتب عقائد میں مذکور ہیں یہ وہ عقائد ہیں جو اشعریہ کیساتھ مخصوص ہیں ان کے سوا اور
عقائد بھی ہیں جن کو امام غزالی نے احیاء العلوم کے شروع میں نقل کیا ہے اور پھر ان کی تفصیل کی
ہے صفحہ ۱۰ علم الکلام

یہ پوری عبارت مولوی شبلی صاحب کے رسالہ علم الکلام سے اس غرض سے نقل کی گئی کہ مسلمانوں کو معلوم ہو
کہ اگر ان کو سنی ہونا ہے تو ان عقائد کو یاد کرلیں ان ہی عقائد سے آدمی اہلسنت کا خطاب پا سکتا ہے اور اگر
ان میں سے ایک عقیدہ کا بھی منکر ہوگا تو وہ اس فرقہ سے خارج ہو جائیگا۔

ان عقائد کو نہ خدا کی توحید سے علاقہ ہے نہ اسکے عدل سے نہ انبیاء کی نبوت سے نہ آئمہ یا خلفاء کی امامت
وخلافت سے نہ اقرار قیامت سے بلکہ اہلسنت کہلانیکو یہ عقیدہ لازم ہے کہ خدا امر محال کا حکم دے
سکتا ہے۔

یہ پہلا ازینہ ہے خدا کے ظالم اور جابر ماننے کا کہ ایسی باتوں کا حکم دے جو ہماری طاقت
سے باہر ہو۔

دوسرا ازینہ اس کا یہ ہے کہ نہ طاعت کو ثواب میں مدخلیت ہے نہ گناہ کو عذاب میں بلکہ جسکو چاہے

جنت میں عمل کرے اور جسکو چاہے جہنم میں پھر تمہارے کوئی نبی اپنی نبوت یا خدا کی توحید پر کس طرح
کسی کو دعوت کرسکتے ہیں اور جب کفار یہ جواب دینگے کہ ایمان لانیکا کیا فائدہ جب وہ گناہ کرکے
دنیا اور نیکوکار کو دوزخ تو نبی صاحب کیا جواب دے سکتے ہیں

تیسرا زینہ انکار رعایت صلح کا ہے کہ کوئی کام میں کچھ مصلحت نہیں ہوتا معاذ اللہ اوسکا کام
بیہودہ اور عبث ہوتا ہے

چوتھا زینہ انکار رسالت ہے جو کہ سبب معرفت خدا شرع کے ذریعت واجب ہوئی اور شرع
فرع معرفت خدا کی ہے اور لازم آیا جو کہ رسول کی رسالت ثابت ہو سکتی ہے نہ خدا کی معرفت
لازم ہوئی نہ اوس کے احکام کی تعمیل لہذا وہ اعمال جو رسول کی بتائی ہیں کیونکر جب خدا نے رسالت
کو ہی نہ ثابت کی کہ وہ ہیں اور سکتا ہے اور آدمی کو گدھا بنا سکتا ہے (اہسنت) اور جب بندہ ہی اعمال
میں مجبور ہے کام بھی اوس کے قبضہ سے نہیں ہوتا اور خدا کی یہی خواہش ہے کہ کافر کفر کرے اور گنہگار
گناہ تو پھر نبی کی نبوت اور رسول کی رسالت سے کیا فائدہ ہے۔

ان عقیدوں میں جو آٹھواں عقیدہ ہے وہ ایسا عقیدہ ہے کہ خدا کی وحدانیت کو باقی رکھتا ہے نہ حضرت کی رسالت
کو کیونکہ جب آنکھ والا ایسا اندھا ہو سکتا ہے کہ سامنے کے پہاڑ کو نہ دیکھ سکے اور نہ ہی ہو سکتی
ہے کہ خود رہے مشرق میں اور مغرب کے مچھر کو دیکھ لے اور کل امور مبینہ میں تو تمامی قرآن میں خدا نے اپنا
وجود تو نہیں سو جیسے سے ثابت کیا ہے وہ سب غلط ہوا۔

یہی سبب ہے کہ اہل سنت کے یہاں کیسا ہی بڑا دروغ بیہودہ دعوی کیا جائے وہ قبول ہو جاتا ہے گمبھیر بظاہر
محال ہی کیوں ہو اور حسی اور صحیح بات میں سے اسکا انکار کیا جاتا ہے کیونکہ جب آنکھ والا یہ نہیں
دیکھ سکتا تو کیا ممکن ہوگا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار کا مجمع حضرت کے فرمان واجب الاذعان ان کنت مولاہ
فعلی مولاہ کو نہ سنے مگر افسوس اس کا دعوی نہیں کیا جاتا بلکہ قبول اور تسلیم کے بعد معنی اوسکے پھیر
جاتے ہیں اور اوس میں تحریف کی جاتی ہے جو کہ اہل سنت کے مذہب کا مدار ہے اسکا یہ بیہودہ ہے
ان تصریحات کے بعد اب سنی کی تقریر سنئے کہ خود علمائے اہسنت نے اپنی حقیقت آپ کہدی ہے مولوی
کمال الدین مہمالی عروۃ الوثقی میں بذیل رد کرشمہ حیرت واعتبار میں لکھتے ہیں نعم یجوز الاشتباہ
لعارض بالقدرة الوهمیة تلک الشبهة الباطلة فلذلک قیل لهم اکفوا الجبر

یعنی اشاعرہ جو قایل ہیں بقدرہ وہیتہ اون پر یہ الزام آتا ہے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ یہ مذہب ہمسر جبر ہے پھر اوسی کتاب میں لکھتے ہیں یلزم نسبۃ الظلم الیہ تعالی اللہ عن ذلک یعنی اسی اصول پر لازم آتا ہے نسبت کرنا ظلم کا خدا کی طرف مولوی عبد العلی صاحب بحر العلوم شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں والحق انہ کفو للجبر وھو ظاھر فانہ متی لم یکن فی العبد قدرۃ حقیقۃ فای فرق بینہ وبین الحمار۔ یعنی حق یہ ہے کہ یہ مذہب اہلسنت جبر کی برابر ہے کیونکہ جب بندہ کو حقیقۃً قدرت نہیں ہے تو اوس میں اور پتھر میں کیا فرق ہے اور ان کے والد شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں قالوا ای الاشعریۃ ان ذلک ای وجود قدرۃ متوھمۃ کاف فی التکلیف والحق انہ کفو للجبر عند التحقیق فھم وان احترزوا عن الجبر لفظا لکن قلوبھم بہ مومنون اذ لیس نسبۃ الفعل الی العبد نسبۃ الفاعلیۃ ولا نسبۃ الشرطیۃ فلا علاقۃ بینھما فالعبد کالسکین للہ تعالی وھذا ھو الجبر حقیقۃ یعنی اشعریہ قائل ہیں وجود قدرۃ متوہمہ کے کہ وہی کافی ہے تکلیف میں اور حق یہ ہے کہ وہ ہمسر جبر ہے نزدیک تحقیق کے کیونکہ اگرچہ اونہوں نے لفظ جبر سے احتراز کیا ہے مگر دل اون کے اوس پر ایمان لا چکے ہیں۔ کیونکہ جب عبد میں اور فعل میں نہ نسبت فاعلیہ ہے نہ شرطیہ تو بندہ گویا چھری ہے خدا کی اور یہی جبر ہے حقیقۃً

مولوی عبد العلی شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں علی ان الاشاعرۃ التابعین للشیخ ابی الحسن الاشعری یختارون الشق الثانی ویلتزمون عبثا فانھم لا یرون اشتمال احکامہ علی المصالح فان اللہ یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید یعنی اشاعرہ تابعین ابو الحسن اشعری التزام کرتے ہیں عبث کا خدا پر کہ اوسکے احکام مصالح پر مشتمل نہیں ہیں بلکہ فعل عبث اور بیکار کرتا ہے۔

عقل مندی متکلمین اہل سنت اگرچہ جناب امام اشعری نے طبیعت اور قوی کی تمام تاثیرات سے انکار کر دیا ہے تو اون کی عقل مندی ظاہر ہو گئی مگر مولوی شبلی نے دو مثالیں ایسی دی ہیں کہ احمق سے احمق بھی اون کی عقل کو سمجھ لیگا۔

ارباب نقل (مراد اس سے اہل سنت کے محدثین ہیں) عموماً رویت باری تعالی کے قائل تھے حکما

اور معتزلہ کو انکار تھا لیکن ارباب نقل جہاں رویت باری کے قائل تھے اس بات کے بھی قائل تھے کہ خدا عرش پر متمکن ہے وہ جہت ہے قابل اشارہ ہے (یعنی خدا کے جسم ہے کیونکہ یہ سب صفات جسمیت کے ہیں جس سے تمامی محدثین اہل سنت کا مجسمہ ہونا ظاہر ہوا) امام اشعری نے حکما اور معتزلہ کے برخلاف ارباب نقل کا عقیدہ اختیار کر لیا مگر اس بات کے قائل نہ ہو سکے کہ خدا متحیز اور قابل اشارہ ہے کیونکہ علوم عقلیہ کی وجہ سے اس قدر ان کے نزدیک مسلم ہو چکا تھا کہ متحیز ہونا حادث کا خاصہ ہے اور خدا حادث نہیں ہے اب یہ مشکل پیش آئی کہ اگر خدا متحیز نہیں تو نظر بھی نہیں آسکتا کیونکہ جو چیز متحیز نہیں وہ نظر نہیں آسکتی مجبوراً اون کو یہ ماننا پڑا کہ کسی شے کے نظر آنے کے لئے اس کا متحیز یا قابل اشارہ ہونا ضروری نہیں رفتہ رفتہ اون کو علم المناظرہ کے تمام اصولوں سے انکار کرنا پڑا شرح مواقف میں ہے ان الاشاعرۃ جوزوا رویۃ ما لا یکون مقابلا ولا فی حکمہ اشاعرہ اس بات کو جائز کہتے ہیں کہ ایک چیز باوجود سامنے نہ ہونے کے نظر آئے۔

اب تیسری مشکل یہ پیش آئی کہ اگر خدا نظر آسکتا ہے تو ہمیشہ اوس کو نظر آنا چاہئے کیونکہ جب اس کا وجود ہی رویت کے لئے کافی ہے تو حالت منتظرہ کیا ہے اور قیامت کی کیا تخصیص ہے؟ مجبوراً یہ پہلو اختیار کرنا پڑا کہ کسی شے کے نظر آنے کے تمام شرائط کے موجود ہونے کے ساتھ بھی ممکن ہے کہ وہ نظر نہ آئے شرح مواقف میں ہے لا نسلم وجوب الرویۃ عند اجتماع الشروط الثمانیۃ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ آٹھوں شرائط کے پائے جانے کے ساتھ بھی یہ ضروری ہے کہ وہ شے نظر آئے۔

آخر میں لکھتے ہیں غرض اسی طرح سلسلہ بسلسلہ وہ تمام مسائل و عقاید پیدا ہوتے گئے جن کا ذکر اوپر گذرا صفحہ ۶۴ یہاں تک اہلسنت کے علم کلام کا پہلا دور تھا مولوی شبلی صاحب لکھتے ہیں دوسرا دور امام غزالی سے شروع ہوتا ہے جنہوں نے علم کلام کا قالب بدل دیا صفحہ ۶۵

مولوی شبلی صاحب نے بڑی قابلیت سے امام غزالی کی کارگذاریوں کو لکھا ہے جس کا دور ہی جملہ کافی ہے۔

(۵) امام صاحب نے ابتداء میں اشعری کے طریقہ کی حمایت کی لیکن بالآخر اون کی یہ رائے قائم ہو گئی کہ یہ اشعری طریقہ جمہور کے لئے اچھا ہے لیکن نہ وہ اصل حقیقت پر مشتمل ہے نہ اوس سے حقیقی تشفی ہو سکتی ہے صفحہ ۶۷

جب امام غزالی کی یہ رائے ہے جو پانچویں صدی کے عالم ہیں جبکہ تمام دنیا میں اسلام و مذہب کی جابرانہ حکومت

قائم تھی تو اس روشنی میں وہ اصول کس درجہ لایق ہونگے پھر سمجھتے ہیں۔

(۷) امام صاحب کی یہ رائے تھی کہ اسرار شریعت عام طور پر ظاہر نہیں کئے جا سکتے اسی بنا پر اونھوں نے
بہت کتابوں کی اشاعت دی جو اشاعرہ کے عقائد کے موافق تھیں اور بعض خاص لوگوں کے موافق جو
ہونگی ہیں مخصوص ان کی نسبت تاکید کی کہ عام طور پر شائع نہ کی جائیں منتہی

اب اہلسنت فرمائیں کہ ان لوگوں کے عقائد کیسے ہیں جو صرف جاہل عوام سمجھنے کے کام کے ہیں کہ گمراہ
بھی ہیں حکومت قائم کی جاوے جو حقیقۃ ما حقیقت ہے۔

ہائے اہلسنت جب تمہارے امام ہی چاہتے ہیں کہ غیر اسرار شریعت مظاہر ہوں اور تم اوسی تاریکی میں
پڑے رہو جو ابوالحسن اشعری تم پر ڈال گئے تو اب کون تم کو اس اندھیری سے نکال سکتا ہے۔

ہائے جب تمہارے علماء اپنے لئے تو ایسی کتابیں تصنیف کریں جو مخفی چھپائی جائیں اور تاکید پر تاکید ہو کہ
عوام اس سے مطلع نہ ہوں تو پھر تمہاری نجات کی کیا صورت ہو سکتی ہے اور دیکھو کہ تم ہدایت پا سکتے ہو۔
دیکھو یہی امام غزالی اپنی کتاب سر العالمین و کشف ما فی الدارین میں کیا لکھتے ہیں۔

اختلف العلماء فی ترتیب الخلافة و تحصیلها لمن آل امرها الیه فمنهم من زعم انها
بالنص و دلیلهم فی المسئلة قوله تعالی قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی
بأس شدید تقاتلونهم او یسلمون فان تطیعوا یؤتکم الله اجرا حسنا وان تتولوا
کما تولیتم من قبل یعذبکم عذابا الیما وقد دعاهم ابوبکر بعد رسول الله
الی الطاعة فاجابوه وقال بعض المفسرین فی قوله تعالی واذ اسر النبی الی بعض ازواجه
حدیثا قال فی الحدیث ان اباك هو الخلیفة من بعدی یا حمیراء وقالت امرءة
اذ فقدتك الی من نرجع فاشار الی ابی بکر ولانه امام المسلمین فی بقاء رسول الله
والامامة عماد الدین هذه جملة ما تعلق به القائلون بالنصوص ثم تاولوا وقالوا
لو کان علی اول الخلفاء لانسحب علیهم ذیل الفناء ولما اتوا بفتوح ولا تبرح
فی کونه رابعا کما لا یقدح فی نبوة رسول الله اذ کان آخرا والذین عدلوا عن هذا
الطریق زعموا ان هذا وما یتعلق به تعلق خسیس وتاویل بادی علی زعمکم
وانه یمکن وقوع المیراث فی الخلافة والاحکام مثل داؤد وزکریا وسلیمان

ویحیی قالوا کان زوجاته ثمر الخلافة فبهذا تعلقوا وهذا باطل اذ لو کان میراثا
لکان العباس اولی لکن اسفرت الحجة عن وجهها واجمع الجماهیر علی متن الحدیث من
خطبته فی یوم غدیر خم باتفاق الجمیع وهو یقول من کنت مولاه فعلی مولاه فقال
عمر بخ بخ لك یا ابا الحسن لقد اصبحت مولای ومولی کل مومن ومومنة فهذا
تسلیم ورضا وتحکیم ثم بعد هذا غلب الهوی لحب الریاسة وحمل عمود الخلافة
وعقود البنود وخفقان الهوی فی قعقعة الرایات واشتباك ازدحام الخیول وفتح
الامصار سقاهم کاس الهوی فعادوا الی الخلاف الاول فنبذوه وراء
ظهورهم واشتروا به ثمنا قلیلا فبئس ما یشترون ا ہ

ترجمہ کلام غزالی یعنی اختلاف کیا ہے علماء نے ترتیب خلافت اور اس کی تحصیل میں جس کو یہ
خلافت ملی بعض نے گمان کیا کہ از روئے نص ابوبکر خلیفہ ہوئے اور دلیل میں اس امر کے یہ قول باری
ہے کہ کہہ تو اے پیغمبر مخلفین سے کہ قریب بلائے جاؤ طرف ایک قوم کی جو صاحب باس شدید ہو الخ یعنی
بلایا ان کو ابوبکر نے بعد وفات آنحضرت کے طرف طاعت کے اور ان لوگوں نے اجابت کی پس معلوم ہوا
کہ یہی خلیفہ ہیں۔

دوسرے یہ کہ بعض مفسرین نے تفسیر آیہ اذ اسر النبی میں کہا ہے کہ حضرت نے فرمایا ہے تیرا باپ خلیفہ ہوگا میرے
بعد اے حمیرا اور ایک عورت نے پوچھا کہ اگر ہم آپکو نہ پائیں تو کس کی طرف رجوع کریں تو حضرت نے
ابوبکر کی طرف اشارہ کیا۔ چوتھے یہ کہ ابوبکر نے حضرت کی زندگی ہی میں امامت نماز کی اور نماز عمود دین کی
ہے جو لوگ ابوبکر کے بارے میں نص کے مدعی تھے ان کی یہی دلیلیں ہیں اس کے بعد اون ہی مدعیان نص ابوبکر
نے تاویل کی اور کہا کہ اگر علی اول خلیفہ ہوتے تو سب کے سب ہلاک ہو جاتے اور یہ فتوح نہ ہوتی اور
حضرت کا آخر خلفا ہونا قادح نہیں ہے جیسا کہ جناب سالتمآب کا آخر الانبیاء قادح نہیں اور جن لوگوں
نے اس راہ سے عدول کیا وہ اسکے قائل ہیں کہ یہ سب عقائد فاسدہ اور تاویلات ہیں اور صحیح
یہ ہے کہ امر خلافت میں بھی میراث جاری ہوئی جیسا کہ اور امور میں میراث جاری ہوئی داؤد و زکریا و
سلیمان و یحیی علیہم السلام کو نبوت بمیراث ملی اور روی از زوج کو یہی ثمر ترکہ خلافت کا ہوتا ہے
مگر یہ دعوی بھی باطل ہے کیونکہ اگر میراث ہوتی تو حضرت عباس زیادہ مستحق خلافت تھے

تحت دربان ابی کا نقاب چہرہ سے ہٹ گیا کیونکہ اجماع کیا ہے جمہور محدثین نے اوپر صحت متن حدیث کی حضرت کے باتفاق خطبۂ غدیر خم غدیر میں فرمایا کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ جس کا میں مولا ہوں اس کے مولا علی ہیں اس پر عمر نے مبارک دی اور کہا کہ مبارک ہو مبارک ہو اے علی کہ آج صبح کی آپ نے اس حالت میں کہ مولا ہو گئے ہمارے اور کل مومن اور مومنہ کے پس یہ قول عمر تسلیم و رضا کے ساتھ امامت جناب پیر کے اور اظہار ہے اس کا کہ حضرت ابی کی خلافت در حکومت منظور ہے مگر بعد اسکے خواہش نفسانی نے غلبہ کیا واسطے تحصیل ریاست اور حکومت کے۔ لیکن بہ است عظمی کا ہاتھ آنا اور خلافت کے جھنڈوں کا شہر و دیار میں گڑ جانا اور علم کے پھریروں کا ہوا پر ہر جگہ اڑنا اور بیرقوں سے ہوا کا لپٹنا اور سواروں کا دور دور علاقوں میں جانا اور گھوڑوں کی تاپوں کا مثال جال کے جو گرد معلوم ہونا اور ملکوں اور شہروں کا فتح کرنا ان سب خیالات نے اون لوگوں کو جام خواہش نفسانی بھر کر متوالا کر دیا اور اسی بدمستی نے خلیفہ بنا دیا اور جیسے قبل سلام کے تھے پھر ویسے ہی ہو گئے اور اپنے اس عہد مبارکباد کو پس پشت ڈال دیا اور اس عہد شکنی کیساتھ اونی چیز کو حکومت چند روز کا دنیا سے خرید لیا۔ اس کیا چیز ہے مول لی اون لوگوں نے (تمام ہوا ترجمہ کلام امام غزالی) ۱۲

اسکے بعد امام فخر الدین رازی المتوفی ۶۰۶ھ کا نام آیا جن کی نسبت مولوی شبلی صاحب لکھتے ہیں امام صاحب یا تو بالکل ملک العلم تھے ایک دنیا کی نگاہیں سے اپنے لوگوں کی بڑائی کرے اس قدر مال حاضر جمع کیا کہ شہاب الدین غوری فاتح ہند و ہنان نے اون سے ایک قسم کثیر قرض لی جب قرضہ ادا کیا تو اپنی طرف سے صلہ کی طور پر بہت بڑی رقم اس پر اضافہ کی امام فخر الدین رازی کو اہلسنت کے یہاں یہ رتبہ ملا ہے کہ عام طور پر جب لفظ امام بولا جاتا ہے تو یہی مراد ہوتے ہیں۔ علم کلام کی حقیقت اور ہیولی ذہنی ہے اس کا کچھ تفصیلی حال ذیل کی عبارتوں سے معلوم ہو سکتا ہے جو مولوی شبلی صاحب اپنے رسالہ علم کلام میں لکھتے ہیں

(۱) علم کلام کے متعلق ان کا بہت بڑا کام نہ فلسفہ کا رد ہے لیکن زور طبع کی وجہ سے اس میں انہوں نے اسقدر غلو کیا کہ ضروری و غیر ضروری کی کچھ تمیز نہ رکھی بلکہ تمام فلسفہ کو اعتراضات کے تیروں سے چھلنی کر دیا فلسفہ کے سیکڑوں مسائل فی نفسہ صحیح ہیں اور نہ ہب کے مخالف

بھی نہ تھے۔ امام صاحب نے ان کو بھی نہ چھوڑا یہانتک کہ جن مسائل پر اعتراض کرنا ممکن نہ تھا مثلاً اثبات باری و توحید باری وغیرہ ان پر اس پیرایہ میں اعتراض کرتے ہیں کہ یہ مسائل فی نفسہ گو صحیح ہیں مگر فلاسفہ کا استدلال صحیح نہیں اگرچہ امام صاحب اس علم کے موجد نہیں ہو سکتے تھے چنانچہ محقق طوسی باقر داماد وغیرہ نے ان کے مقابلہ میں فلسفہ کی حمایت کی

صفحہ ۷۱ علم کلام

اس تعریف سے امام فخر رازی کا حال بھی اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ بوجہ تعصب صحیح باتوں کو بھی غلط بنایا اور جو امر محال تھا اوس کا قصد کیا پھر ایسا شخص کہاں تک حق کا پیرو ہو سکتا ہے اہل فہم کے لئے کافی ہے

(۲) پھر مولوی شبلی صاحب لکھتے ہیں امام صاحب نے علم کلام کی بنیاد اشاعرہ کے عقائد پر قائم کی اور اس سینہ زوری سے اسکی حمایت کی کہ اشاعرہ کے جو مسائل تاویل کے محتاج تھے ان میں تاویل کا سہارا بھی نہ رکھا اور بہت سے مسئلوں کی صحت پر سیکڑوں دلیلیں قائم کیں مثلاً اشاعرہ اس بات کے قائل تھے کہ انسان اپنے افعال پر قدرت مؤثرہ نہیں رکھتا ہم سمجھ نہ سکے کہ اس کے لئے اونہوں نے کسب کا پردہ کیوں لگا رکھا تھا امام صاحب نے یہ پردہ بھی اٹھا دیا اور صاف صاف جبر کا دعوی کیا چنانچہ تفسیر کبیر میں جا بجا اس کی تصریح ہے اور اسپر دلیلیں قائم کیں صلے اب اہلسنت غور کر سکتے ہیں کہ اون کے مسائل دین و ایمان کی اگر قرآن و حدیث سے ماخوذ ہوتے تو اس قدر کثرت کیوں ہوتی اور جب سینہ زوری ہی پر مدار ہو تو یہ ہر شخص کو حاصل ہے مگر وہ ہادی اور راہبر کیونکر ہو سکتا ہے۔

میں ان کی نسبت اپنی طرف سے تو کچھ کہنا پسند نہیں کرتا کیونکہ خود مولوی شبلی صاحب اس کا فیصلہ اپنے اسلاف سے یوں نقل کرتے ہیں۔

امام صاحب نے اگرچہ معقول کے مقابلہ میں منقول کا پلہ بھاری رکھا ہے اور معتزلہ و غیرہ کی رد میں مستقل کتابیں لکھیں تاہم فقہاء محدثین ان کے متعلق یہ رائیں قائم کی ہیں۔ علامہ ذہبی میزان میں کہتے ہیں۔

الفخر بن الخطیب صاحب التصانیف فخر ابن الخطیب نے بہت سی تصانیف

راس فی الذکاء والعقلیات لکنہ عری من الاثار ولہ تشکیکات علی مسائل من دعائم الدین تورث حیرۃ نسال اللہ ان یثبت الایمان فی قلوبنا ۔

راس و رئیس ہیں لیکن حدیث سے بالکل بے بہرہ ہیں اور ان مسائل پر جو مذہب کے ستون ہیں ایسے شکوک پیدا کئے جن سے حیرت پیدا ہوتی ہے خدا سے دعا ہے کہ ہمارے دلوں میں ایمان کو قائم رکھے ۔

حافظ ابن حجر لسان المیزان میں ابن الربیع کے حوالہ سے لکھتے ہیں ۔

وکان یعاب بایراد الشبہ الشدیدۃ ویقصر فی حلہا حتی قال بعض المغاربۃ یورد الشبہۃ نقدا ویحلہا نسیئۃ

ان پر یہ عیب لگایا جاتا تھا کہ وہ نہایت قوی شبہات پیدا کرتے تھے اور ان کے جواب میں عاجز ہو جاتے ہیں چنانچہ بعض مغربیوں نے کہا کہ ان کے اعتراضات نقد ہوتے ہیں اور جوابات ادھار ۔

پھر اکسیر فی اصول التفسیر کے حوالہ سے لکھتے ہیں ۔

عن شیخہ سراج الدین الرساجی المغربی انہ صنف کتاب الماخذ فی مجلدین بین فیہما ما فی تفسیر الفخر من الزیف والہرج وکان ینقم علیہ کثیرا ویقول یورد شبہ المخالفین فی المذہب والدین علی غایۃ ما یکون من التحقیق ثم یورد مذہب اہل السنۃ الحق علی غایۃ من الوہی قال الطوفی ولعمری ان ہذا دابہ فی کتبہ الکلامیہ حتی اتہمہ بعض الناس

سراج الدین مغربی نے ایک کتاب جس کا نام ماخذ ہے دو جلدوں میں لکھی جس میں انہوں نے امام رازی کی تفسیر کی فروگذاشتیں اور غلطیاں ظاہر کیں وہ امام رازی پر سخت اعتراض کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مخالفین مذہب کے اعتراضات نہایت قوت اور زور دے کر بیان کرتے ہیں اور اہل سنت کی طرف سے جواب دیتے ہیں تو نہایت کمزور طوفی کہتے ہیں کہ یہ ان کا اندازہ ہے جو ان کی تمام کتب کلامیہ میں پایا جاتا ہے چنانچہ اس بنا پر بعض لوگوں نے ان پر بدگمانی کی ۔

حافظ ابن حجر نے اس عبارت کے بعد طوفی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امام فخر الدین رازی پر بدگمانی

صحیح نہیں کیونکہ اگر ان کے کچھ اور خیالات ہوتے تو اوسکو ظاہر کرنے میں ان کو ڈر کس کا تھا ۔ لیکن طوفی کو یہ معلوم نہیں کہ امام صاحب پر یہ مصیبت پڑ چکی تھی حافظ ابن حجر اسی کتاب میں لکھتے ہیں وہموا بہ فاستتر لوگوں نے ان کی دار و گیر کا قصد کیا لیکن وہ روپوش ہو گئے امام صاحب کی دینی کی ثبوت پر ان کے جن مسائل سے استدلال کیا گیا ہے ان کو حافظ ابن حجر نے اسی کتاب میں ابن خلیل کی زبانی نقل کیا ہے

ان مذہب الجبر ہو المذہب الصحیح وقال بصحتہ بقاء الاعراض وبنفی صفات اللہ الحقیقیۃ وزعم انہا مجرد نسب واضافات کقول الفلاسفۃ وسلک طریق ارسطو فی دلیل التمانع ونقلوا عنہ انہ قال عندی کذا وکذا مائۃ شبہۃ علی القول بحدوث العالم

جبر یہ مذہب صحیح ہے اعراض باقی رہتے ہیں خدا کی صفات صرف نسب اور اضافات کا نام ہے جیسے کہ فلاسفہ کہتے ہیں نیز یہ کہ امام رازی نے برہان تمانع میں ارسطو کا طریقہ اختیار کیا اون سے یہ بھی منقول ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ عالم کے حادث ہونے پر مجھکو سو اعتراضات ہیں ۔ تمام ہوئی عبارت رسالہ علم کلام مولوی شبلی صفحہ ۸۱ ۔

یہاں تک امام فخر الدین رازی کے حالات تھے جن کے نام نامی پر تمام اہل سنت کو فخر و ناز ہے اور ان سے بڑھکر کوئی محقق علم کلام کا یہاں نہ پیدا ہوا تو اب اور کسی عالم کی نسبت علمائے کلام سے لکھنے کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ خود مولوی شبلی لکھتے ہیں کہ امام غزالی کے بعد امام رازی نے ان مسائل کو زیادہ صاف کیا امام رازی کے بعد سب انہیں کے خوشہ چین ہوتے آئے ص ۵۸

پس جب اصل خرمن کلام اہل سنت کا یہ حال ہو کہ تمام کفر و بد دینی سے مالا مال ہے تو خوشہ چینوں کا کیا حشر ہوگا کیونکہ خود مولوی شبلی صاحب لکھتے ہیں ۔

قاضی عضد ۔ علامہ تفتازانی وغیرہ نے علم کلام میں بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھیں اور ان ہی کتابوں کے چند اجزاء جو آج کل درس نظامیہ میں داخل ہیں ہمارے علماء کا سرمایہ کمال ہیں لیکن اولاً تو جو کچھ ہے امام رازی اور آمدی کی خوشہ چینی ہے دوسرے ان کتابوں میں فلسفہ کے خالص مسائل اس قدر شامل کر دیئے گئے ہیں کہ فلسفہ و کلام میں فرق نہیں معلوم ہوتا ص ۸۲

پھر اب کسی کلام کیا جائے اور اب کون شخص علماء اہل سنت سے اس قابل ہے کہ جو متکلمین کے شبہوں کے سامنے آئے اور ایسے علم کلام سے خواص و عام کو کیونکر دل چسپی ہو سکتی ہے کیونکہ جس سب تو بے عقل نہیں پیدا ہوئی نہ سب بہت وہم ہیں بجز ان علماء کے جو زبردستی بات بنایا کریں۔ مذہبی امور تو بالکل سیدھے سادہ طریق پر واقع ہوئے ہیں جو عام طور پر فہم العوام میں جب ہی تو حق جو حق لوگ اسلام میں داخل ہوئے اور اوس کے محاسن و محامد پر فریفتہ ہوئے ابھی ہم تحفہ پہلے شاہ ولی اللہ صاحب کا قول ان علماء علم کلام قاضی عضد و علامہ تفتازانی کے متعلق نقل کر آئے ہیں دیکھو اتقان جلد ۲ صفحہ ۱۰۷ جس میں وہ ان خوشہ چینوں کو سوفسطائیہ ملت کا خطاب دیا ہے اوس کو پھر بغور ملاحظہ فرمائیے اوس کے بعد مولوی شبلی صاحب کی اس تحریر کو ملائیے جو انہوں نے ابن تیمیہ کے رد کلام میں لکھی ہے۔

علم کلام جو ایک مدت سے ایک لگے بندھے راستہ پر چلا آتا تھا اور جس کی بیسیوں غلط مسائل اصول موضوعہ کے طور پر اس قدر مسلم ہو گئے تھے کہ کسی کو اون پر چون وچرا کی جرأت نہیں ہو سکتی تھی" علامہ موصوف نے نہایت دلیری اور آزادی سے علانیہ اون کی مخالفت کی ہے اور ظاہر کیا کہ متکلمین جن چیزوں کو مذہب کی تائید سمجھتے ہیں وہ درحقیقت مذہب کو اور نقصان پہونچانیوالی ہیں الرد علی المنطقیین میں لکھتے ہیں۔

و امکان رویۃ تعلم بالدلائل العقلیۃ	خدا کا ممکن الرویہ ہونا دلائل عقلیہ سے ثابت
القاطعۃ لکن لیس ھو الدلیل الذی	ہے لیکن وہ دلیل نہیں ہے جو ابوالحسن اشعری
سلکہ طائفۃ من متاخری المتکلمین کالی	وغیرہ نے قائم کی ہے یعنی یہ کہ جو چیز موجود ہے
الحسن و امثالہ حیث ادعوا ان کل	وہ ممکن الرویۃ بھی ہے ابوالحسن اشعری
موجود یمکن رویتہ بل قالوا یمکن	وغیرہ اس بات پر زور دیتے ہیں
ان یتعلق بہ الحواس الخمس فان ھذا	کہ جو چیز موجود ہے وہ حواس خمسہ
ما یعلم فسادہ بالضرورۃ و ھذا من	سے محسوس ہو سکتی ہے حالانکہ یہ دعوی بداہتہً
اغالیط بعض المتکلمین کغلطھم فی	غلط ہے اور یہ اسی قسم کی غلطی ہے جس طرح متکلمین
قولھم ان الاعراض یجمع بقاءھا	غلط دعوی کرتے ہیں کہ اعراض کا بقا ممکن ہے

و ان الاجسام متماثلۃ و انھا	یہ کہ تمام اجسام یکساں ہیں اور یہ کہ تمام اجسام
مرکبۃ من الجواھر المفردۃ و کذلک	جواہر مفردہ سے مرکب ہیں اور اسی طرح
غلط من غلط من المتکلمین و ادعی	متکلمین کی یہ بھی غلطی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ خدا نے کسی
ان اللہ لم یخلق شیئاً بسبب لا حکمۃ	چیز کو کسی سبب اور کسی حکمت سے نہیں پیدا
و لا خص شیئاً من الاجسام بقوی	کیا اور یہ کہ اجسام میں خدا نے خاصیتیں
و طبائع و ادعی ان کل ما یحدث	اور خاص قوتیں نہیں رکھی ہیں اور یہ کہ جو
فان الفاعل المختار الذی یخصص احد	چیز پیدا ہوتی ہے فاعل مختار اوس کو ملا
المتماثلین بلا تخصیص یعرفہ و انکر	سبب کے پیدا کرتا ہے اور یہ کہ خدا کی مخلوقات
ما فی مخلوقات اللہ و ما فی شرعہ	میں اور شریعت میں خاص مصالح اور حکم ماخوذ
من الحکم التی خلق و امر لاجلھا فان	نہیں ہیں جن کی وجہ سے وہ انشا و پیدا کی
غلط ھولاء مما سلط اولئک المتفلسفۃ	گئیں یا اون احکام کا حکم دیا گیا۔ متکلمین
و ظنوا ان ما یقولہ ھولاء و امثالھم	کی ان غلطیوں نے فلسفیوں کو چیرہ کر دیا
ھو دین المسلمین و قول الرسول	ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ یہ متکلمین کہتے
و اصحابہ۔	ہیں یہی مسلمانوں کا مذہب ہے اور رسول اللہ کا قول

علامہ موصوف اگرچہ نہایت متعصب متقشف اور فلسفہ کے سخت دشمن تھے تاہم چونکہ تقلید کے پابند تھے اور حق و باطل میں تمیز رکھتے تھے اسلئے متکلمین اور حکماء کی مخالفت میں ہر جگہ نہایت انصاف سے راجوی ایک جگہ لکھتے ہیں۔

و اما فیما یقولونہ فی علوم الطبیعۃ	باقی حکمائے یونان نے علوم طبعی و ریاضی کے
و الریاضۃ فقد یکون جوابہ المتفلسفۃ	متعلق جو کچھ کہا ہے تو ان علوم میں اون کے
اکثر من جواب من یرد علیھم من	اقوال بہ نسبت متکلمین کے زیادہ صحیح ہوا کرتے ہیں
اھل الکلام فان اکثر کلام اھل	کیونکہ ان علوم میں متکلمین کا اکثر کلام نہ
الکلام فی ھذا الامور بلا علم و لا	علم پر مبنی ہے نہ عقل پر نہ شریعت پر۔
عقل و لا شرع۔	

اکثر لوگوں کا خیال تہا اور اب بہی ہی کہ اشاعرہ کے عقاید گو دلائل عقلی کے لحاظ سے مضبوط نہوں لیکن اکابر سلف کے یہی عقائد تہے علامہ موصوف نے اس غلطی کا بہی اکثر جگہ اظہار کیا مثلاً عام خیال ہے کہ قرون اولی میں لوگ حسن و قبح عقلی کے قایل نہ تہے اور اس بنا پر احکام شرعی کا مصالح عقلی پر مبنی ہونا ضرور نہیں سمجہتے تہے لیکن علامہ موصوف لکہتے ہیں کہ تمام اکابر سلف حسن و قبح عقلی کے قائل تہے سب سے پہلے اس کا انکار امام ابو الحسن اشعری نے کیا ہی اور وہی اس خیال کے موجد ہیں چنانچہ اس پر مفصل بحث کے بعد لکہتے ہیں۔

بل هولاء ذكروان نفي ذلك هو من البدع التي حدثت في الاسلام في زمن ابي الحسن الاشعري لما ناظر المعتزلة في القدر

بلکہ لوگوں نے بیان کیا ہی کہ حسن و قبح عقلی کا انکار منجملہ ان بدعتوں کے ہے جو اسلام میں ابو الحسن اشعری کے زمانہ میں پیدا ہوئیں جبکہ اونہوں نے معتزلہ سے مسئلہ قدر کے بارے میں مناظرہ کیا تہا۔

علامہ موصوف نے جیسا کہ مقریزی نے تاریخ مصر میں لکہا ہی عقاید اسلامی کو حشو اور زواید سے پاک کرکے پورا پورا وہ نمونہ قائم کرنا چاہا تہا جو قرون اولی میں تہا لیکن کچہہ فقہا کے رشک و حسد اور کچہہ خود علامہ موصوف کی درشتی تقریر کی وجہ سے تمام لوگوں میں اس قدر برہمی پیدا ہوگئی کہ علامہ موصوف کو مدت تک قید خانہ میں زندگی بسر کرنی پڑی اور اون کا اثر دب کر رہ گیا تاہم ان کے تلامذہ ابن القیم وغیرہ نے ان کی پیروی کی اور گو علم کلام کے متعلق کوئی خدمت انجام نہ دیسکے تاہم سیکڑوں بدعات کی بنیادیں جو مدت سے قائم ہو چکی تہیں ان کے زور قلم کی وجہ سے متزلزل ہوگئیں رسالہ علم کلام صفحہ ۱۰۹

چونکہ ابن تیمیہ کی عقل اور فہم کے متعلق ہم پہلے لکہہ چکے ہیں لہذا اب اس کی ضرورت نہیں رہی کہ جو شخص اس فہم و فراست کا ہوگا وہ کیونکر ان اغلاط کی اصلاح کر سکتا ہے جو قدیم الایام سے چلا آتا ہے۔

افسوس کہ ان علمائے متکلمین سے کوئی متنفس اس الزام سے نہ بچا کہ کفر و زندقہ کا الزام اوس پر نہ لگایا گیا ہو دیکہو امام غزالی جن کی اس قدر مدح خود مولوی شبلی صاحب نے لکہی اون کی نسبت لکہتے ہیں لولا تخبطه في الاعتقاد وميله الى اهل الزيغ والالحاد لكان هو

هو الامام في الاسلام اگر ان کے تخبط نہونا اور ملحدون کی طرف مائل نہوتے تو وہ اسلام کے امام ہوتے صفحہ ۶۷ علم کلام۔

وجہ اشاعت علم کلام اہل سنت

یہاں اس حیرت کا دفعیہ بہی ضروری ہی کہ جو علم کلام ایسا کمزور ہو اور اوس کے مسائل و اصول اس قدر عقل و مشاہدہ کے خلاف ہوں اوس نے ترقی کیونکر پائی اس کا جواب بہی خود مولوی شبلی صاحب رسالہ علم کلام میں لکہتے ہیں۔

فلما ملك السلطان صلاح الدين كان هو وقاضيه عبد الملك على هذا المذهب وحفظ صلاح الدين في صباه عقيدة الفهالة قطب الدين وصار يحفظها صغار اولاده فلذلك عقد والخناصر وشدوا البنان على مذهب الاشعري وحملوا في ايام دولتهم كافة على التزامه فتمادى الحال على ذلك جميع ايام الملوك من بني ايوب ثم في ايام مواليهم الملوك من الاتراك واتفق مع ذلك توجه محمد بن تومرت واخذه عن ابي حامد الغزالي مذهب الاشعري فلذلك صارت دولة الموحدين ببلاد المغرب تستبيح دماء من خالف عقيدة ابن تومرت فكم واقو بسبب ذلك من دماء خلائق لا يحصيها الا الله فكان هذا هو السبب في اشتهار

جب سلطان صلاح الدین بادشاہ ہوا تو اور اسکے دربار کا قاضی عبد الملک اسی مذہب (اشعری) پر تہے صلاح الدین نے بچپن میں وہ مجموعہ قواعد حفظ کیا تہا جو قطب الدین نے اس کے لئے تیار کیا تہا صلاح الدین کے بچے بہی اسی مجموعہ کو حفظ کرتے تہے اسی کا اثر تہا کہ صلاح الدین اور اوسکے خاندان نے اشعری مذہب کی ترویج پر کمر باندہی اور تمام لوگوں کو اسکے قبول کرنے پر مجبور کیا یہی حالت تمام خاندان بنی ایوب اور اون کے ترکی غلاموں کے زمانہ سلطنت میں قائم رہی اس کے ساتھ ادہر یہ اتفاق پیش آیا کہ محمد بن تومرت نے امام غزالی سے اشعری مذہب سیکہا تہا اس کا یہ اثر ہوا کہ موحدین کی سلطنت (ابن تومرت نے یہ سلطنت قائم کی تہی) میں اون لوگوں کا خون حلال سمجہا جاتا تہا جو ابن تومرت کے مخالف

مذهب الاشعري وانتشاره في
امصار الاسلام ۱۲

عقیدہ رکھتے ہیں چنانچہ اس بنا پر لوگوں
نے اس قدر بیشمار لوگوں کو قتل کیا جنکی تعداد
بجز خدا کے کوئی نہیں جانتا یہ سبب تھا جسکی وجہ سے اشعری مذہب تمام ممالک اسلامیہ
میں پھیل گیا۔

ایک اور موقع پر موٴرخ مذکور امام اشعری کے عقاید کو نقل کرکے لکھتے ہیں۔

فهذه جملة من اصول عقيدة التي
عليها الان جماهير اهل الامصار
الاسلامية والتي من خرج عنها فهو
عندهم زائغ ۱۲

یہ اشعری کے عقاید کے چند اصول ہیں اور آج
تمام دنیائے اسلام کا یہی عقیدہ ہے اور جو
شخص اسکی مخالفت کا اظہار کرتا ہے قتل
کردیا جاتا ہے رسالہ علم کلام ص۸۶

اس نمونہ سے آپکو بھی بخوبی معلوم ہوگیا ہوگا کہ جس طرح خلافت خلفاء ثلثہ بزور شمشیر
منوائی گئی کہ سب سے پہلے خود رسول اللہ کا وہ گھر جلایا گیا یا آگ لگاکر جلانے کی دھمکی
دی جس میں حسن کی یادگار فاطمہ الزہرا صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہا مع اپنے دونوں لخت
جگر حسن حسین کی مدینہ جناب امیر المومنین میں مشغول نہیں جو قرآن کی مسودات کو جمع
کررہے تھے اور اوسکے بعد صدہا مسلمان قتل کرکے جلائے گئے اوسی طرح علم کلام اہل سنت
نے شمشیر کے زور سے رواج پایا کہ جو اوس کا خلاف ہوا اوسکا خون بہایا گیا جس کی اوس
قدر مسلمانوں کا خون ہوا کہ خدا ہی اوسکو گن سکتا ہے بس اشاعت اسلام کا زور شمشیر جو الزام
قائم کیا جاتا ہے سکا باعث یہی حضرات اہلسنت ہیں جن کی کارروائیوں نے اسلام پر یہ الزام لگایا
اگر انصاف کا خیال نہ ہوتا تو تاریخی حیثیت سے بتا دیا جاتا کہ اہل سنت کے بتنے مذاہب ہیں
اونہوں نے جسقدر رواج پایا صرف بزور شمشیر و سلطنت دیکھو امام ابوحنیفہ کے شاگرد ابو یوسف
مدت خلافت مہدی عباسی میں قاضی مقرر ہوئے۔ خلیفہ ہارون رشید نے اون کو قاضی القضاۃ
بنایا اب جو قاضی مقرر ہوتا ہے وہ ان کے حکم اور مشورے سے کہ سوائے حنفی کے کسی کو دخل نہیں
ملا علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں قال عماد بن ابی مالک ماکان فی اصحاب ابی حنیفہ
مثل ابی یوسف ولا ابو یوسف ماذکر ابو حنیفہ ولا محمد بن ابی لیلیٰ ولکنہ

هو الذي نشر قولهما وبث علمهما يعني شاگردان ابو حنیفہ میں کوئی شخص
ہمسر ابو یوسف نہیں ہوا اگر وہ نہ ہوتے تو ابو حنیفہ کا نام بھی کوئی نہ سنتا اسکا کام ہے
ہے قوی تعصب کہ امام ابو یوسف کے ہمشاگردان امام اعظم کسی کو محکمۂ قضا میں رہنے دیا۔
مگر خود اپنے استاد کے مجموعہ کو درست کرتے گئے جیسا کہ امام غزالی منخول میں فرماتے ہیں
استنكف ابو يوسف ومحمد عن اتباعه في كثير من مذهبه ما رأيا فيه من كثرة
الخط والتورط في المشتبهات قضات یعنی ابو یوسف اور محمد حسن شیبانی نے وہ اکثر مذہب
ابو حنیفہ سے انکار کیا یہ سبب اسکا کہ دیکھا اونہوں نے کثرۃ خبط و سقط کو اور کثرت تنازعات
کو ان مسائل میں۔

یہ تسلط ان کا ایسا قوی ہوا کہ مذہب امام مالک کا قدم اسلامی دنیا سے بالکل اکھڑ گیا حالانکہ
خود منصور و رشید و مہدی و موسیٰ عباسی خلیفہ نے اس من شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر
کی تہی اور اسی منصور کی ہدایت و تعلیم کے مطابق امام مالک نے موطا تصنیف کی مگر کچھ
تو اس وجہ سے کہ امام مالک مدینہ کے رہنے والے تھے کچھ اس وجہ سے کہ امام ابو یوسف ایک
جگہ پر رہتے تھے عراق بلکہ عرب سے مذہب امام مالک قدم اکھڑ گئے اور اندلس میں جاکر
ایسکو پناہ ملی جو خلافت بنی امیہ سے ہمیشہ تھا دفیات الاعیان ابن خلکان میں ہے۔
ج ۲ ص ۱۲۷ جلد ۲ قال ابو محمد علي بن حمد المعروف بابن الجوزي الاندلسي مذهبان
انتشرا في مبدء امرهما بالرياسة والسلطان مذهب ابي حنيفة فانه
لما ولي قضاء القضاة ابو يوسف يعقوب صاحب ابي حنيفة كانت القضاة
من قبله فكان لا يولى قضاء البلدان من اقصى المشرق الى اقصى الغرب
والمنتمي اليه والى مذهبه ومذهب مالك بن انس رضي الله عنه قاضي بلاد
الاندلس دانما يجب ان يكون عند السلطان مقبول القول في القضاة لانه
لا يولى قاض في قطر من اقطار بلاد الاندلس الا بمشورته واختياره ولا يشير
الا لصاحبه ومن كان على مذهبه والناس مسارعون الى مذهبه
على ما يجوز ويقع اعراضهم عن علماء بلدهم حتى لا يولى قضاء

ولا اجاب الیہ وکان ذلک زائدا فی جلالتہ عندھم وداعیا الی قبول رایہ لدیھم
یعنی کہا امام ابن حزم نے کہ دو مذہب نے ابتداء امر سے بذریعہ ریاست وحکومت رواج پایا
ایک مذہب ابو حنیفہ نے کہ ابو یوسف اون کا شاگرد چونکہ بغداد کا قاضی القضاۃ مقرر ہوا لہذا بلاد
مشرق سے افریقہ تک کوئی قاضی بلا اون کی مشورہ اور حکم کے مقرر نہوتا اور یہ اونہیں لوگوں
کو مقرر کرتے جو مذہب ابو حنیفہ پر ہوتے دوسرا مذہب مالک بن انس ہے جس نے بلاد اندلس میں
رواج پایا کیونکہ یحیی بن یحیی کو مزاج سلطان میں دخل تہا بہت کچہہ محکمہ قضا میں اس کا قول
وحکم مقبول تہا لہذا تمامی بلاد اندلس میں جو قاضی مقرر ہوتا اسی کی صلاح ومشورہ سے یہ
اونہیں لوگوں کو مقرر کرتا جو اس مذہب مالکی پر ہوتا لہذا تمام مسلمانوں نے بطمع دنیا اسی
مذہب کو قبول کیا اور اسی کو رواج ہوا علامہ مقریزی لکہتے ہیں ثم ان معز بن بادیس
حمل جمیع اھل افریقیۃ علی التمسک بمذھب مالک وترک ما عداہ من المذاھب
فرجع اھل افریقیۃ واھل الاندلس کلھم الی مذھب مالک الی الیوم رغبۃ فیما
عند السلطان وحرصا علی طلب الدنیا اذا کان القضاء والافتاء فی جمیع تلک المدن
وسائر القری لا یکون الا لمن تسمی بالفقہ علی مذھب مالک فاضطرت العامۃ
الی احکامھم وفتاویھم فنشا ھذا المذھب ھناک فسوا طبق تلک الاقطار
کما نشا مذھب ابی حنیفۃ ببلاد المشرق ص ۳۳۳
یعنی معز بن بادیس نے تمام اہل افریقہ کو مجبور کیا اس پر کہ مذہب امام مالک کو قبول کریں اور دیگر
مذاہب کو ترک کریں جس سے تمام اہل افریقہ واندلس نے اسی مذہب کو قبول کیا بغرض طلب دنیا
کیونکہ قاضی یا مفتی وہی شخص مقرر ہوتا ہے جو مذہب امام مالک پر ہوتا لہذا رعایا مضطر ہوئی طرف
قبول کرنے مذہب مالک کے جس سے اس مذہب نے وہاں ویسا ہی رواج پایا جیسا کہ مذہب
ابو حنیفہ نے بلاد مشرق میں رواج پایا تہا۔
اسکے بعد امام شافعی کا دورہ آیا جنہوں نے مذہب امام مالک اور امام ابو حنیفہ کو مخلوط
کرکے ایک نیا مذہب بنایا جیسا کہ ابن خلدون لکہتے ہیں ثم کان بعد مالک بن انس
محمد بن ادریس المطلبی الشافعی رحل الی العراق من بعد مالک ولقی اصحاب

الامام ابی حنیفۃ واخذ عنھم ومزج طریقۃ اھل الحجاز بطریقۃ اھل العراق
واختص بمذھب وخالف مالکا فی کثیر من مذھبہ
چونکہ امام ابو یوسف کی بدولت تمامی ملک عراق میں مذہب حنفی کا پورا چرچا تہا اسلئے امام
شافعی کی امامت نہ چلی ۱۹۸ھ میں وہ مصر تشریف لائے جو اگرچہ خلافت بغداد کا تابع تہا مگر
ہمیشہ سے ایک علیحدہ حصہ سمجہا جاتا مگر افسوس کہ یہاں بہی حسب خواہ فروغ اون کو نہ ہوا
کیونکہ چند ہی روز میں مصر پر خلفائے اسمعیلیہ کا قبضہ ہوگیا جس سے فقہ اہلبیت کا عمل
ودخل بیٹھ گیا اور کچہہ اوپر دو سو برس تک یہی حالت رہی مگر سلطان صلاح الدین نے
جو غدر میں بینظیر ہے ۵۶۴ھ میں آثار دولت اسمعیلیہ کو مٹانا شروع کیا اور عبد الملک بن
درباس بارانی شافعی کو قاضی مقرر کیا اوسنے مذہب شافعی کو مصر میں رواج دینا شروع کیا
علامہ مقریزی لکہتے ہیں فقام فی الوزارۃ بعدہ ابن اخیہ السلطان الملک الناصر
صلاح الدین بن یوسف بن ایوب فی جمادی الاخرۃ سنۃ اربع وستین و
خمسمائۃ وشرع فی تغیر الدولۃ وحجر علی العاضد واوقع بامراء الدولۃ
وعساکرہ وانشا بمدینۃ مصر مدرسۃ للفقہاء الشافعیۃ ومدرسۃ للفقہاء
المالکیۃ وصرف قضاۃ مصر الشیعۃ کلھم وفوض القضاء لصدر الدین
عبد الملک بن درباس المازنی الشافعی فلم یستنب عنہ فی اقلیم مصر
الا من کان شافعی المذھب فتظاھر الناس من حینئذ بمذھب مالک
والشافعی واختفی مذھب الشیعۃ والاسمعیلیۃ والامامیۃ حتی نفد من
ارض مصر کلھا ۔ خطط ص ۳۴۳ ج ۲ یعنی ۵۶۴ھ میں سلطان صلاح الدین
نے وزارت کو سنبہالا اور شروع کیا تغیر دولت اسمعیلی میں اور عاضد باللہ کو مجبور کرنا
شروع کیا اور امراء سلطنت سے وکردگان لشکر کے قلع وقمع میں مشغول ہوا اور مصر میں ایک
مدرسہ فقہاء شافعیہ کے لئے بنایا اور ایک مدرسہ فقہاء مالکیہ کے لئے اور مذہب شیعہ کے
کے جتنے قاضی وہاں تہے سبکو علیحدہ کردیا اور صدر الدین عبد الملک شافعی کو قاضی بنایا جو صرف
اونہیں لوگوں کو منصب قضا پر مامور کرتا جو شافعی ہوتا جس سے مذہب مالکی وشافعی نے

وہاں رواج پایا اور مخفی ہو گیا مذہب شیعہ و اسمٰعیلیہ و امامیہ یہاں تک تمام مصر سے یہ مذہب اوٹھ گیا

ان واقعات سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ ہر مذہب نے اہل سنت کے بزور سلطنت و حکومت رواج پایا اور لوگ مجبور کئے گئے گلا سب کا دبا دیا گیا وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ بالخصوص مذہب شیعہ کی بیخکنی میں بھی پوری کوشش کی گئی کیونکہ ایک صلاح الدین نے اپنے سمجھتے رہتے تمامی مصر سے مذہب شیعہ کو اوٹھا دیا حالانکہ خلفاء اسمٰعیلیہ کی دو ڈھائی سو سال تک خلافت رہی۔

اسی سے یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ سنی کس قدر متعصب ہیں اور شیعہ کس قدر کیونکہ تمامی تواریخ کو آپ پڑھ جائیں تو کہیں آپ کو کوئی واقعہ ایسا نہ ملیگا کہ خلفا یا سلاطین شیعہ نے کسی کو قبول مذہب شیعہ پر مجبور کیا ہو کیونکہ لا اکراہ فی الدین پر اون کا عمل ہے مگر ہر جگہ اہلسنت جبر و زبردستی سے کام لیتے ہیں کہ بزور شمشیر قبول مذہب پر مجبور کرتے ہیں

امام احمد بن حنبل کی ولادت ۱۶۰ھ اور وفات ۳۴۱ھ میں ہے اوس وقت تک ان کا درجہ ایک محدث کا تھا کہ علم حدیث میں کامل تھے ۳۱۰ھ سے اس فرقہ کا ظہور بحیثیت مذہب ہونے لگا کیونکہ امام محمد بن جریر طبری نے حسب فرمایش مکتفی باللہ خلیفہ عباسی فقہ میں ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام اختلاف العلما تھا اوس میں تمامی اہلسنت کے اقوال لکھے تھے مگر امام احمد بن حنبل کا نام نہ لکھا نہ کسی قول کو اون کی طرف منسوب کیا کیونکہ اون کے خیال میں یہ محدث تھے فقیہ نہ تھے لہذا طرفداران امام احمد بن حنبل ان سے ناراض ہوئے اور ان کو گھر میں بند کیا آمد و رفت لوگوں کی بند کر دی اسی زمانہ سے اس فرقہ نے بھی لباس شہرت پہنا اور لوگوں کو معلوم ہونے لگا کہ دنیا میں یہ بھی کوئی فرقہ ہے

۳۱۷ھ میں بغداد میں اس پر فتنہ قائم ہوا کہ ابوبکر مروزی حنبلی کے مقلدین نے آیہ عسیٰ ربک ان یبعثک مقاما محمودا کی تفسیر میں بیان کیا کہ خداوند عالم بروز قیامت عرش پر رسول اللہ کو اپنے ساتھ بٹھلائیگا اور دوسرے لوگوں کا یہ بیان تھا کہ مراد اوس سے شفاعت ہے اس اختلاف سے فتنہ عظیم قائم ہوا اور طرفین سے بے انتہا لوگ مارے

گئے صفحہ ۲۰ تاریخ کامل جلد ۸

۳۲۳ھ میں خاص بغداد میں حنابلہ کا زیادہ زور ہو گیا اور اونہوں نے عجب بے امنی اور شورش پیدا کی کوتوال شہر نے بہت کچھ کوشش کی کہ وہ اپنی حرکتوں سے باز رہیں مگر سود مند نہ ہوئی آخر ان کی فتنہ و فساد سے تنگ آکر خلیفہ راضی باللہ نے تہدیداً اون کے متعلق ایک فرمان جاری کیا جس میں زجر و توبیخ کے بہت سے مضامین درج تھے از انجملہ حنابلہ کے اعتقاد تشبیہ و تجسیم کا بھی یہ ذکر تھا کہ اے گروہ حنابلہ تمہارا گمان فاسد یہ ہے کہ تمہاری بھونڈی صورت اور قبیح شکل مثال رب العالمین ہے اور تمہاری رذیل ہیئت مثال ہیئات خدا ہے تمہارا اعتقاد یہ ہے کہ خدا کی ہاتھ اور انگلیاں اور پاؤں اور زردوزی جوتے اور گھونگروالے بال ہیں اور کبھی آسمان پر چڑھتا ہے اور کبھی دنیا کی طرف اوترتا ہے نعوذ باللہ من ذلک تعالی اللہ عما یقولون الظالمون والجاحدون علوا کبیرا تمہارا یہ یہ شعار ہے کہ برگزیدگان امت مرحومہ پر طعن و تشنیع کرتے ہو اور پیروان و ہواخواہان دودمان رسول اللہ (یعنی مطیعان عباسیہ و علویہ) کو گمراہی کی طرف منسوب کرتے ہو اور مسلمانوں کو اون کھلی ہوئی بدعتوں اور پر فجور طریقوں کی طرف بلاتے ہو جو بالکل مخالف قرآن ہیں ائمہ سلف کی زیارت قبور کو تو منع کرتے ہو اور خود ایک ایسے شخص کی زیارت قبر کے لئے جمع ہوتے ہو جو محض عوام میں سے تھا نہ ذی شرف تھا نہ عالی نسب۔ خدا لعنت کرے اوس شیطان پر جسنے تمہارے لئے ان منکرات کو زینت دی ہے اور تمہیں بہکا رکھا ہے۔

سنو امیر المومنین خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ اگر تم اپنے ان ناشائستہ اقوال افعال سے باز آئے تو تلوار تمہاری گردن پر چلیگی اور تمہارے محلوں میں اور گھروں میں آگ لگا دی جائیگی اور جلاوطن کئے جاؤ گے۔

اس واقعہ نے اور اس قسم کے صدہا واقعات نے جو اسکے بعد پے در پے ہوتے گئے اگرچہ اس فرقہ کو شہرت دی مگر اسلامی سلطنت تباہ ہوئی اور خلافت بغداد کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوا یہاں تک کہ آٹھویں صدی میں ابن تیمیہ نے اس مذہب کو از سر نو زندہ کیا۔ خود اگرچہ قید ہی میں مرے مگر اون کے شاگرد اور پیرو تازہ کرتے گئے پھر تیرہویں صدی میں عبدالوہاب نجدی نے اس

مذہب کی اشاعت میں جو کچھ مکہ مدینہ کر سکا ہیں۔ عہد کیں ہیں ظاہر ہے اسکے بعد شاہ ولی اللہ و محمد اسمٰعیل وغیرہ وغیرہ ہندوستان میں اس کے مروج ہوئی آخر میں نواب صدیق حسن خان کو بھوپال میں تسلط ہوا اور اون کی حکومت و اقتدار سے اس فرقہ کو وہ قوت حاصل ہوئی کہ اب حنفی پر یہی لوگ غالب ہیں

الغرض اہل سنت کے آج جتنے مذاہب یا مسلک پھیلے ہوئے ہیں سب زور اور زبردستی کے ذریعہ سے نہ کہ جہاں ان کو رسوخ حاصل ہوا انہوں نے خونریزی کرکے اپنے مذہب کو پھیلایا۔

نقصان علم کلام اہلسنت یہاں تک تو آپنے اس علم کلام کے وجود کی ضرورت بغرض برداری خلفا بنی امیہ اور اسکی اشاعت کی وجہ یعنی خونریزی ملاحظہ کی کہ ہر فرقہ کی اشاعت محض زور و سلطنت ہوئی اور یہ بھی دیکھا کہ ہر ہر زمانہ کے جدید عالموں نے اپنے اپنے فرقہ کے مطابق اس علم کلام کو درست کرنا چاہا مگر ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ کیونکہ سب بناء الفاسد علی الفاسد کے مطابق غلط اصول قائم کرتے گئے اور غلط رفتار پر چلتے رہے جس سے کچھ خرابی کوئی نتیجہ نہ پیدا ہوا یہی سبب ہے کہ مولوی شبلی صاحب کو صاف صاف لکھنا پڑا کہ علم کلام نے اگرچہ بارہ سو برس کی عمر پائی مگر کمال کے رتبہ تک نہ ہو پہنچ سکا پیدا ہونے کے ساتھ ہی اسکو سخت مخالفت کی پڑی تمام محدثین بلکہ ائمہ مجتہدین (بجز امام ابوحنیفہ) اسکے دشمن بن گئے۔ دولت عباسیہ کی حمایت کی بدولت وہ برباد ہونے سے بچ گیا لیکن مقبول عام نہ ہو سکا۔ جو محدود فرقہ اس کا طرفدار تھا اور اوسکو زندہ رکھنا چاہتا تھا وہ اعتزال کے نام سے بدنام تھا اہلسنت و جماعت مدت کے بعد اوسکی طرف متوجہ ہوئے لیکن وہ فلسفہ و عقلیت سے آشنا تھے کیونکہ اس گروہ میں ابتک فلسفہ تو فلسفہ منطق کا سیکھنا بھی ناجائز تھا امام غزالی نے برأت کرکے منطق کو مذہبی گروہ میں روشناس کیا اتنے تعلق سے فلسفہ کو بھی اس بزم میں باریابی ہوئی فلسفہ اور عقلیات کی آمیزش سے علم کلام نے ایک دوسرا قالب اختیار کرنا شروع کیا تھا اور امام رازی و آمدی جیسے لوگ پیدا ہونے شروع ہوئے تھے کہ فتنۂ تاتار نے اس زور کی آندھی اوٹھی کہ اسلام کا تمام دفتر پراگندہ ہو گیا۔ مشرق نے تو پھر سنبھالا ہی نہیں یا نام و رسوم میں ملی طاقت سنبھل گئی۔ لیکن وہاں کی خاک سے مشرق کے سے دل و دماغ کہاں پیدا کر سکتی تھی۔ اسکے ساتھ ہی جہاں

قوت تمام قوم سے سلوب ہو چکی تھی شاعرانہ کی فرقہ کے کچھ آثار باقی رہگئے تھے متاخرین اوسی پر رہے رکھتے گئے وہی عباسی پر مسند گاہ امام بن گئی تھی امام غزالی نے جو مینا کاریاں اور جواہر نگاریاں کی تھیں وہی کیسکوشی کرتے رہے

علم کلام کے ناقص رہنے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہوئی کہ خیالات کا آزادی سے ظاہر کرنا ممکن نہ تھا دولت عباسیہ کے آزادی پسند ہونے کی ہم تعریف کرتے ہیں لیکن یہ آزادی صرف حکومت تک محدود تھی عوام کا ہر زمانہ میں یہ حال رہا کہ جو بات اونکے فہم اور خیال سے باہر ہوتی تھی اوس کے اظہار پر وہ جان کو دشمن سمجھتے تھے سلطنت کی روک تھام سے صرف مسند حکومت کی تھا کسی کو خطرہ نہ پہنچنے پائے لیکن صرف اس بندش سے کام کیا چل سکتا تھا عوام جسکو چاہتے مردود عام کر سکتے تھے سب و دشنام دے سکتے تھے آرام و راحت سے سر کرنے میں خلل انداز ہو سکتے تھے اس سے بڑھ کر یہ آفت تھی کہ ظاہر پرست فقہا بھی عوام کے ساتھ ہو جاتے تھے اور انکے قولوں سے انسان کا زندہ رہنا مشکل ہوتا تھا امام غزالی۔ آمدی۔ رازی۔ ابن رشد شہرستانی اور ابن تیمیہ کے حالات اوپر بڑھ آئے ہیں ان سب ہی فقہا کے فتووں سے بچ سکے حالانکہ ان بزرگوں نے بہت کم آزادی سے کام لیا تھا اور جہاں تک ہو سکا پہلو بچا کر کہتے تھے امام غزالی وغیرہ کی تصنیفات پڑھو تو صاف نظر آتا ہے کہ سیکڑوں خیالات دل میں بھرے ہیں لیکن زبان تک نہیں لا سکتے **جواہر القرآن** میں لکھتے ہیں کہ بعض کتابوں میں میں نے کچھ اصلی خیالات بیان کئے ہیں لیکن قسم دلائی ہے کہ بجز خاص اہل علم لوگوں کے یہ کتابیں اور کسی کے ہاتھ میں نہ جانے پائیں اسی صاحب اور اور بزرگوں کی تصریحات ہم کتاب کے دوسرے حصہ میں نقل کرینگے۔

یہ اسباب تھے جن کی وجہ سے ائمہ فن کے اصلی خیالات اسی سے ظاہر نہ ہو سکے یا ہوئے تو اس طرح کہ کسی نے سمجھا اور کسی نے نہ سمجھا۔

المیہ معتزلہ نے جو کچھ کہنا تھا کہا جس کی وجہ یہ تھی کہ اون کو عوام سے سروکار نہیں ہوتا تھا یعنی نہ وہ واعظ ہوتے تھے نہ فتوی دیتے تھے نہ امامت و خطابت کرتے تھے لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج اون کی ایک تصنیف بھی موجود نہیں کتابوں میں اگر اون کے خیالات

اقوال مذکور نہیں ہوتے تو یہ پتہ لگنا ہی مشکل تہا کہ وہ دنیا میں کبہی تہی بہی یا نہیں۔
علم کلام ابتدا میں اگرچہ ایک مختصر اور سادہ علم تہا لیکن رفتہ رفتہ اس میں جو چیزیں اضافہ ہوتی گئیں اوس کے لحاظ سے اب علم کلام دو چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے۔
(۱) اسلامی عقاید کا اثبات (۲) فلسفہ ملاحدہ اور دیگر مذاہب کا رد" رسالہ علم کلام صفحہ ۱۶۳
یہ ہیں وہ حالات علم کلام اہلسنت کے جو آجتک عوام سے مخفی رکہے گئے اور مولوی شبلی صاحب نے اس آزادی سے اوسکو ظاہر کیا پہر کون ہی جو علمائے اہلسنت سے جو اس علم کلام کا شیعوں کے مقابلہ میں نام لے کیونکہ نہ کوئی ان کا عالم کفر و زندقہ کے الزام سے پاک ہے نہ کوئی اصل ان کی اصول و قواعد سے درست ہے بلکہ تمامتر حماقت جہالت بیعقلی کا مجموعہ ہی اور عوام کے خوف سے کوئی ولی راز اپنا نہیں ظاہر کر سکتا اور اسی فرسودہ عمارت پر روے رکہتے چلے جاتے ہیں جو تیز ہوا کے جہونکے میں ایک منٹ کے لئے بہی نہیں ٹہر سکتا جس سے آخر دست بردار ہونا پڑا چنانچہ مولوی شبلی صاحب شاہ ولی اللہ صاحب کے حالات میں لکہتے ہیں۔
شاہ صاحب کے زمانہ میں جو علم کلام کا سرمایہ موجود تہا وہ صرف متاخرین اشاعرہ کی تصنیفات تہیں شاہ صاحب کی تربیت و تعلیم بہی اسی طریقہ کے موافق ہوئی تہی لیکن ان کی ایجاد پسند طبیعت پر ان چیزوں کا کچہہ اثر نہوا اور اونہوں نے علم کلام کے مسائل بالکل نئے اصول کے موافق ترتیب دئے۔ اشاعرہ کی جو ممیزات مسائل ہیں شاہ صاحب ان کے عموماً مخالف ہیں" صفحہ ۱۱۵ علم کلام
اس عبارت سے ہر شخص سمجہہ سکتا ہی کہ یہ اصول اشاعرہ کے کیسے کمزور اور بودے تہے کہ آخر شاہ ولی اللہ کو یہ طلسم توڑنا پڑا اور نئے اصول بنانے پڑے اور کل مسائل اشاعرہ سے مخالفت کرنی پڑی
افسوس کہ اختصار کا خیال ہمارے قلم کو اس طرح روک رہا ہی کہ کچہہ لکہہ نہیں سکتے ورنہ بتا دیتے کہ شاہ صاحب نے جو اصول قائم کئے ہیں وہ کس درجہ غلط ہیں اور جب تک حکم خدا و رسول کی طرف کی طرف نہ رجوع کرینگے کسی طرح نہ ان کی اصول درست ہو سکتے ہیں نہ فروع اور وہ منحصر ہے علم کلام فرقہ حقہ اثنا عشریہ ایدہم اللہ میں یہی وجہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کو بہی وہی خطاب اب عطا ہوئے جو اون کے پیشواؤں کو ملے تہے۔

اصول علم کلام شیعہ اب ہم وہاں پہنچتے ہیں جہاں جملہ مسائل خواہ اصول دین کے ہوں یا فروع دین کے وہ ایک ایسے سلسلہ سے مسلسل ہیں جن میں بال بہر کا فرق نہیں صراط مستقیم ایک سیدہا راستہ بنا ہوا ہے جس پر اندہا بہی آنکہہ بند کرکے چلا جائے کیونکہ اس کی ابتدا رسول اللہ سے ہے جو خدا سے بذریعہ وحی و الہام لائے اور اوس کی انتہا اون بارہ اماموں پر ہے جن کی خلقت اوسی نور سے ہے جو رسول اللہ کا نور تہا اسی وجہ سے نہ اس میں تبدیل کی ضرورت ہی نہ تغیر کی۔ نہ کہیں غلطی ہی نہ کہیں اصلاح نہ کہیں اشاعرہ کی لاشعوری ہی نہ اعتزال کی عزلت گزینی نہ ہر صدی پر علم کلام کا نیا صفحہ شروع ہوتا ہی نہ ہر عالم کی آمد سے نیا دورہ۔
قرآن کو پڑہو۔ احادیث صحیحہ رسول اللہ کو دیکہو نہج البلاغہ سے ملاؤ جو جناب امیر المومنین ع کے خطبوں کا مجموعہ ہی۔ آئمہ اطہار کی دعاؤں اور حدیثوں خصوصاً صحیفہ کاملہ سے تطبیق دو تو ایک جو بلکہ بال برابر بہی فرق نہ پاؤ گے نہ کہیں عقل کی خلاف ہے نہ کہیں زبردستی کی تاویل نہ کسی کو اس میں باقی ہونے کا منصب ہے نہ موجد ہونیکا درجہ سب کے سب ایک اصول ایک قاعدہ کے پابند ہیں نہ کہیں کمزوری ہی جو دوسرا سہ زور اس کا مددگار ہو نہ کہیں پہیکا ہے جو رنگ چڑہایا جائے نہ کہیں زنگ آیا ہی جو صیقل ہو جو حکم خدا نے دیا رسول اللہ نے پہونچایا ائمہ نے اوسکی تعمیل کی اور رعایا کو بتایا نہ کہیں دو رنگ کی کتاب تصنیف ہوتی ہی اپنے لئے علیحدہ اور عوام کے لئے علیحدہ نہ سلطنت کیوقت دوسرا حکم ہی نہ زوال حکومت کیوقت دوسرا قاعدہ نہ مذہب کے لئے جنگ ہے نہ جدال نہ خونریزی کہ ہمارا علم کلام نہ مانوگے تو خون بہائینگے۔
جو کچہہ ہے وہ خدا و رسول کی تعلیم ہے اسی وجہ سے آج تیرہ سو برس گذرنے پر بہی ان کی وہی عقائد ہیں جو خاص عہد رسول اور ائمہ اطہار میں تہے ان کا وہی معمول ہی جو اوسوقت تہا نہ ان کی شریعت کا بجز خدا و رسول و امام کوئی بانی ہی نہ ان کے علم کلام کا کوئی درست کرنیوالا ہی جو طریقہ پہلے تہا وہی اب بہی ہی بلا کم و کاست کیونکہ سب خرابیوں کا منشا جہالت ہی اور جملہ محاسن کا سرچشمہ علم۔ وہاں وہ لوگ خلیفہ قرار پائے جو ایک مسئلہ میں درویزہ گری کرتے ان سے اون سے پوچہکر تو قضایا فیصل کرتے اور مسائل میں فتویٰ دیجاتے اور جو عالم تہا وہ معطل کیا گیا تہا بلکہ اوسکے

ارشاد و ہدایت کے مقابل میں اپنی اپنی اپج رائج کی جاتی سی کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہر وقت اوس میں جدت کرنے کی ضرورت پڑتی۔

اگر وہ عالم علم لدنی نہ موجود ہوتا تو بھی ان کی بات بنی رہتی کیونکہ سب جاہل ہی جاہل رہتے یا اوس عالم کی طرف رجوع کرتے تب سب باتیں درست ہو جاتیں مگر خدا نے اتمام حجت کے لئے اوس عالم علم لدنی کو اوس وقت تک زندہ رکھا جبتک اوس کی مصلحت تھی جس سے ان جاہلوں کی جہالت کھلتی رہی ادہر شیطان نے ان کے نفوس پر قبضہ کیا غرور یا غیرت نے جھکنے نہ دیا جو ہر امر کی حقیقت کو دریافت کرتے اون کی باتیں سنتے تھے اور اپنے علوم کو اوسی مرکز پر لانا چاہتے تھے مگر راہ بدل کر دوسرے طریقہ سے اسی وجہ سے خرابی بڑھتی گئی اور کسی طرح درست نہ کر سکے۔

ترتیب قرآن مجید اگر صرف قرآن مجید ہی پر غور کرو تو سب عقدہ کھل جائے کیونکہ باتفاق فریقین ثابت ہے کہ حضرت علی نے عہد رسول اللہ میں لکھا تھا یعنی جو وحی کے ذریعہ سے خدا کا کلام حضرت پر اوترتا اوسکو جناب امیر سے لکھوا دیتے تھے اور جو کچھ اوس کا مطلوب و مفہوم ہوتا تھا وہ بھی بتا دیتے جس پر حضرت نے بارہا مرتبہ فرمایا انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی یہاں تک کہ رسول اللہ نے دنیا سے انتقال کیا اور جناب امیر اس میں مشغول ہوئے کہ اون ریزوں پرزوں کو ایک جا کریں۔

اب بتاؤ وہ قرآن حضرت سے کیوں نہ لیا گیا اور اوس پر عملدرآمد کیوں نہ کیا گیا جو اسکی نوبت آئی کہ ہر خلافت میں ترتیب قرآن کی ضرورت پڑی اور رد و بدل کی نوبت آئی۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان نے آخری دور میں اوسکو مرتب کیا اور باقی نسخوں کو منگوا کر جلوا دیا۔ خود تمہیں انصاف کرو کہ آخر حضرت علی والا قرآن کیوں نہ لیا گیا۔ کیا اوس سے اون کی خلافت چھن جاتی یا خلافت میں نقص آجاتا یا معاذ اللہ حضرت علی نے اوس میں کچھ تحریف کر دیا تھا جب ان باتوں سے کوئی بات نہ تھی تو پھر کیا وجہ ہوئی کہ جو قرآن اس قاعدہ سے مرتب ہو کہ ہر روز رسول اللہ لکھوائیں اور اوسکی تفسیر بتائیں وہ تو چھوڑ دیا جائے اور ان سے اون سے جبکہ سات سو حافظ قرآن جنگ یمامہ میں قتل ہو چکے۔ پوچھ پوچھ کر مرتب کیا جائے تو پھر کیونکر ایسا مجموعہ کامل سمجھا جا سکتا ہے الزام یا اعتراض ان پر وارد ہوئے ہیں اوس کا کون ذمہ دار ہوگا قرآن کے متعلق جتنے اعتراضات ہوتے ہیں اصل وجہ یہ ہے کہ مجموعہ اوس کا مرتب چھوڑ دیا گیا اور چند جہال عرب نے مل کر ایک ایک

آیہ دو دو چار چار کو ادہر اودہر سے لے کر لکھا جس میں نہ ترتیب کا خیال ہے نہ تقدیم کا نہ تاخیر کا پھر اوس پر اعتراض نہ ہوگا تو کیا ہوگا

مخالفین اسلام کے مقابلہ میں نہ یہ اصلی راز ظاہر کیا جاتا ہے کیونکہ پھر شیعہ چڑھ بیٹھتے ہیں پورے طور پر جواب دے سکتے ہیں بجز اس کے کہ سینہ زوری سے کچھ بات بنائیں اور نیا مضمون گھڑیں جسے سنکر مضحکہ کری یا خاموش ہو جائے۔

متکلمین کی ذیر دلی قرآن سے مولوی شبلی صاحب لکھتے ہیں کہ علم کلام بہت بڑا نقص یہ تھا کہ قرآن مجید کے متعلق جو مخالفوں کے شبہات تھے ان سے بہت کم تعرض کیا جاتا تھا شرح مواقف وغیرہ میں صرف قرآن مجید کی بلاغت و فصاحت کے متعلق جو اعتراضات تھے ان سے تعرض کیا ہے حالانکہ مخالفین کو الفاظ سے زیادہ مطالب کے متعلق اعتراضات ہے ان میں بہت سے اعتراضات تفسیر کی کتابوں میں مذکور ہیں لیکن جوابات جو ہوئے وہ شافی نہیں۔ شاہ صاحب نے ان تمام اعتراضات کو نہایت خوبی سے رفع کیا صفحہ ۱۱۵۔

پھر لکھتے ہیں کہ آج کل ایک بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں کسی قسم کی ترتیب و نظام نہیں ایک مضمون شروع ہوا وہ ابھی ناتمام ہے کہ دوسرا شروع ہو گیا۔ فرائض کے مسائل بیان کرتے بیچ میں نماز عصر کا ذکر آجاتا ہے ایک مضمون کے متعلق معلومات فراہم کرتے ہوں تو سیکڑوں مختلف مقامات کی ریزہ چینی کرنی پڑیگی۔

قدماء سے کسی نے اس اعتراض کا جواب نہیں دیا بلکہ خود اعتراض سے تعرض نہیں کیا حالانکہ آج کل یہ ایک مشکل اعتراض خیال کیا جاتا ہے۔ کارلائل جو آنحضرت کی نسبت نہایت عمدہ خیال رکھتا ہے اور جو اسلام کی تمام باتوں کو حسن ظن کی نگاہ سے دیکھتا ہے قرآن مجید کے اس انتشار مضامین سے گھبرا گیا اور اس کی کوئی تاویل نہ کر سکا۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے اس اعتراض سے تعرض کیا اور نہایت خوبی سے جواب دیا صفحہ ۱۱۶

ہماری غرض نہ شاہ صاحب کی مدح سرائی سے متعلق ہے نہ مخالفین اسلام کے اعتراضوں سے بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ یہ اعتراض کیوں وارد ہوئے اور آجتک اون سے کیوں نہ تعرض کیا گیا کیونکہ شاہ ولی اللہ تو ۱۱۱۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۰۰ھ میں اونہوں نے وفات

پائی اس زمانہ تک یہ اعتراضات لاجواب ہے۔

اصل سبب وہی ہی کہ علم اپنے غیر ماخذ سے لیا گیا عالم کو چھوڑ کر جاہل کو عالم بنایا قرآن منزل من اللہ مرتب تہا مگر اوس سی روگردانی کی گئی جس سے ہر قسم کے اعتراضات پیدا ہوئے اور اونہیں لوگوں نے جواب بہی دئے مگر اصل امر کی طرف رجوع کیا نہ حق کی جستجو ہوئی اسیوجہ سے اہل سنت کا علم کلام اس طرح بڑہتا گیا کہ ہر رطب و یابس اوسمیں بہرتے گئے اور وقتاً فوقتاً اوس کی اصلاح کی ضرورت پڑتی گئی حالانکہ اگر خدا و رسول کی طرف وہ متوجہ ہوتے اور علوم کو اپنے ماخذ سے لیتے تو کبہی یہ خرابیاں نہوتیں۔

کیونکہ یہ قرآن وہی ہی جو وقت نزول سی تمام عالم کو مخاطب کرکے کہہ رہا ہی فاتوا بسورۃ من مثلہ ان کنتم صادقین۔

جس میں وہ اس طرح تمام عالم کو غیرت دلا رہا ہی کہ اگر سچے ہو تو ایک سورہ اس کے مانند بنا لاؤ اگر تم سب مل کر بہی چاہو کہ اوس کا ایسا لاؤ تو نہیں ممکن ہی اگرچہ ایکدوسرے کا معین و مددگار ہی نہو تو کیا جس قرآن پر اتنی اعتراضات ہو سکتے ہوں وہ کبہی ایسا دعوی کر سکتا ہے ہرگز نہیں پس معلوم ہوا کہ یہ جو کچہہ اعتراض ہیں وہ اصل قرآن پر نہیں ہیں بلکہ ہماری نالائقی اور شرارت نفس پر ہی کہ ہم اپنی نفسانیت اور جہالت سے قرآن سی روگردان ہوئے اور اوسکے ترتیب کو اولٹ دیا اور بے سمجہے بوجہے آیات کو مرتب کیا اور اب یہ بہی نہیں کہتے کہ یہ سارا قصور ہمارا ہی بلکہ سینہ زوری سی بات بناتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ شیعوں کا علم کلام ہر نقص و عیب سے پاک ہے نہ وہ کسی کی طرفداری کرتا ہے نہ کسی کے جرم کا اخفا بلکہ جو حق ہی اوس کا پیرو ہی اگرچہ اس میں جان جائے یا آبرو

اب تم شیعوں کے علم کلام کی اون کتابوں کو جو تیرہویں صدی میں تصنیف ہوئیں اون کتابوں سی ملاؤ جو دوسری صدی میں تصنیف ہوئیں یا جو روز اظہار نبوت کلام کیا گیا وہ سب تمکو ایک سلسلہ سی ملینگی بال برابر کا فرق نہوگا نہ عقل سی مخالفت ہوگی نہ حس سی اوس کا ابطال بلکہ جو طریقہ رسول اللہ کا تہا وہی اون کے خلفاء اور بانیوں کا اور وہی اون کے علماء کا نہ کبہی ملکی ضرورتوں سی مسئلہ جبر پاؤگے نہ آزادی ملنے سے اعتزال کا رنگ

دیکھوگے بلکہ لاجبر ولا تفویض بل امر بین الامرین پر ہمیشہ سے عمل ہے نہ تشبیہ پاؤگے نہ تجسیم بلکہ اصل الدین معرفتہ وکمال معرفتہ التصدیق بہ وکمال التصدیق۔ توحیدہ وکمال توحیدہ الاخلاص لہ وکمال الاخلاص لہ نفی الصفات عنہ لشہادۃ کل صفۃ انہا غیر الموصوف و شہادۃ کل موصوف انہ غیر الصفۃ پر ابتدا سے آجتک اعتقاد ہے اور عمل۔

یہانتک اجمالی حال تہا مناظرہ اور علم کلام اہل سنت کا جسکے نسبت وہ خود اقرار کرتے ہیں کہ ہنوز یہ فن ان کے یہاں ناقص ہے اور کلام اللہ سے ان کو کسی طرح سروکار نہیں پھر وہ کیونکر مناظرہ کر سکتے ہیں اون لوگوں سے جو بحکم رسول اللہ متمسک بالثقلین ہیں کتاب اللہ و عترت طاہرہ کے احکام پر اون کے اعمال دارومدار ہے۔

اقول یہ پوری عبارت اتمام حجت کی ہے جس میں تمامتر مولوی شبلی صاحب کی کتاب علم کلام سے لیا گیا ہے اسکے بعد غور فرمایئے کہ شاہ صاحب کا یہ کہنا کہانتک درست ہے "سو اس مذہب کے کسی اہل مذہب نے گو اختلاف فروع میں ہوا لیکن اصول مذہب کو کبھی تبدیل نہیں کیا" کیونکہ یہ سب تو خواص مذہب اہلسنت ہے جو اسی فرقہ کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ تمام دنیا کے مذاہب موجود ہیں کسی میں بھی یہ تغیر اور اختلافات نہیں ہوئے جو مذہب اہلسنت میں ہوا کہ ہر وقت اور ہر زمانہ میں نیا مذہب بنا اور نیا دین پھیلا یہانتک کہ آج بھی وہ سب بدلا جاتا ہے اور نئے اضافات ہو رہے ہیں اخباروں کو دیکھئے تو اسکی تصدیق ہو جائے

قولہ اب تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ خلفائے ثلثہ کے وقت میں۔ الخ

اقول اس تحقیقات سے معلوم ہوا کہ فتوحات ہونے سے رعایا مخالف مذہب میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے جس سے وہ آمادہ فساد و احداث ہوتے ہیں چنانچہ عبداللہ بن سبا نے ایسا ہی کیا اس اصل کے قائم کرنیکے بعد آپکو اس سے کب انکار ہو سکتا ہے کہ آپکے صحابہ اسکے باعث ہوئے جو مقہور سیف خدا و ذلیل و خوار ہوئے کیونکہ آپکو معلوم ہے عرب وہ قوم تھی جس نے نہ کبھی کسی رسول کے سامنے گردن اطاعت خم کی نہ کسی بادشاہ کے سامنے اپنے مذہب نسب اپنی زبان پر اوسکو وہ غرا تھا کہ کسی کو اوس نے کوئی چیز بھی نہ سمجھا پھر اوسکا بعد مفتوحیت کینہ کشی پر آمادہ ہونا زیادہ قرین قیاس ہے یا اون ممالک مفتوحہ کے

رعایا برایا کا جو ہمیشہ مقہور و مغلوب اجانب رہے کہ یہ اون کی طبیعت ثانیہ مین داخل تھا کہ جو بادشاہ ہوتا اوسکی اطاعت کرتے۔

آپ اون عربون کی سرکشی و تمرد پر غور فرمایئے جو صدہا ہزارہا معجزے دیکھتے ہین اور ایمان نہین لاتے بلکہ اور درپے آزار ہوتے ہین آپکو قرآن و حدیث و سیر و تواریخ سے معلوم ہے کہ انبیاء سابقین جتنے گذرے ہین اون مین سب سے زیادہ مخالف وہی ہوتا جو نبی کا اقرب ہوتا۔ حضرت نوحؑ کا مخالف اون کا بیٹا اور زوجہ تھین حضرت ابراہیمؑ کا مخالف سب سے بڑھکر اون کا چچا تھا جسکو اہلسنت حضرت ابراہیمؑ کا باپ کہتے ہین حضرت موسیٰؑ کے مخالف وہ اقربا تھے جو بنی اسرائیل سے تھے جنکی ہدایت کیلئے حضرت مبعوث ہوے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کے مخالف وہی لوگ تھے جو آپکے رشتہ دار تھے۔

مگر خداوند عالم نے اپنے رسول رحمۃ للعالمین کیلئے یہ فضل کیا کہ آپکے اعزا و اقربائے قریب کو حضرت کا سچا خادم و جان نثار بنایا۔ حضرت ابو طالب جو مکہ کے رئیس اعظم ہین اور اہلسنت اونکو کافر کہتے ہین اونکو خدا نے ایسا جان نثار بنایا کہ اپنی اولاد سے زیادہ عزیز رکھتے آپکی اولاد حضرت امیرؑ اور حضرت جعفر طیار رسول کے فدائی تھے حضرت حمزہ چچا ہین اور صاحب قوۃ و شوکت وہ بھی مشرف باسلام ہوے اور حمایت مین سرگرم رہے حضرت عباس اگرچہ ابھی اسلام نہین لائے ہین مگر حمایت مین سرگرم ہین یہانتک کہ ابولہب ایسا کافر بھی موافقت مین آیا حبس شعب ابو طالب کے بعد علیحدہ ہوا۔

غرض چونکہ خداوند عالم نے اس اسلام کو ناسخ الادیان و خاتم الادیان بنایا تھا اسلئے اوس نے یہ سامان کیا کہ رسولؐ اپنے قوم کے خاص عزیزون کی مخالفت سے مطمئن رہین اسلئے رسولؐ کو پہلے حکم بھی دیا گیا وانذر عشیرتک الاقربین و رھطک منھم المخلصین جسکی حضرت نے اس طرح تعمیل کی کہ اپنے کل اعمام کو جمع کیا اور حکم الٰہی سے آگاہ کیا اور اپنی نبوت اور جناب امیرؑ کی خلافت کا اعلان کیا۔

تاریخ خمیس مین ہے روی عن عروہ ابن الزبیر و غیرہ من اھل العلم انہ کان رسول اللہ ص من حین ما انزل علیہ اقرأ باسم ربک الی ان کلف الدعوۃ

واظہارھا وانزل فاصدع بما تؤمر۔ وانذر عشیرتک الاقربین ثلاث سنین لا یظہر الدعوۃ فی تلک المدۃ الا للمختصین ثم اعلن وصدع بما یامر اللہ تعالیٰ بہ نحو عشر سنین بمکۃ صفحہ ۲۳۴ جلد اول۔

جس سے معلوم ہوا کہ حضرت جبتک محکوم باظہار دعوت اسلام نہ ہوے جبتک اپنے خاص مخصوص لوگون پر ظاہر کرتے اسکے بعد عام دعوت شروع کی جسکی مصلحت ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اول خویش بعدہ درویش اسکے بعد بھی جب اظہار دعوت کا حکم ہوا تو بھی خدا نے انذار عشیرہ اقربین کو مقدم کیا تاکہ بخیال قرابت وغیرہ زیادہ تنفر نہ کرین چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دعوت عشیرہ مین جو سب آپکے چچا لوگ جمع تھے حضرت نے اس حکم کی تبلیغ کی اور زیادہ مخالفت نہ پایا۔

غیرون کی آمد

تین برس یا سات برس اسی طرح گذرا کہ جو داخل اسلام ہوتا وہ مخلصانہ طور پر نہ رسول کے کسی فعل پر اعتراض کرتا نہ کسی امر کا اصرار۔ حضرت جو حکم دیتے ہین اوسکو بجالاتے ہین جس طرح آپ فرماتے ہین اوسکی تعمیل ہوتی ہے یہانتک کہ پچاس ساٹھ آدمیون کے بعد حضرت ابوبکر اسلام لائے اور اوسی وقت سے اسلام کا رنگ بدلا۔ تاریخ طبری مین ہے

عن محمد بن سعد قال قلت لابی اکان ابوبکر اولکم اسلاما فقال لا ولقد اسلم قبلہ اکثر من خمسین صفحہ ۲۱۵ جلد ۲

یعنی محمد بن سعد نے اپنے باپ سے پوچھا کہ کیا ابوبکر سب سے پہلے تم لوگون مین اسلام لائے کہا نہین بلکہ اونکے پہلے پچاس آدمیون سے زیادہ مسلمان ہوے۔

جس سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ حضرت کی دعوت مخفی نے یہ اثر کیا تھا کہ پچاس آدمیون سے زیادہ مسلمان ہو چکے تھے۔ حضرت ابوبکر کا اسلام ظاہری لانا تھا کہ اسلام کی روحانیت مین مادیت شریک ہوئی اور ایسا تخلل پڑا کہ حضرت کے تمامی مصالح پر پانی پڑگیا۔

آپنے ملل و نحل شہرستانی کی تحقیق مین دیکھ لیا ہے کہ دنیا مین پہلا شبہہ جو پیدا ہوا وہ شیطان ملعون کی بدولت جسنے اپنی رائے کو حکم خدا مین دخل دیا اور اپنی خواہش

نفس کو مقدم سمجھا ملاحظہ ہو صلح ۱۲ رسالہ ہذا۔

وہی سلسلہ یہاں پیش آیا کہ حضرت ابوبکر نے اسلام ظاہری میں داخل ہوتے ہی اپنی رائے اور خواہش نفس کو احکام خدا و رسول میں دخل دینا شروع کیا چنانچہ تاریخ خمیس میں ہے صفحہ ۳۳۲ جلد اول

وفی المنتقی وکان حمزۃ بن عبدالمطلب اسلم یوم ضرب ابوبکر وذلک ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رضی عنہم لما اجتمعوا وکانوا ثمانیۃ وثلاثین رجلاً اتی ابوبکر علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الظاہر فقال یا ابابکر انا قلیل فلم یزل یلح علیہ حتی ظہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی نواحی المسجد وقام ابوبکر فی الناس خطیباً ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس وکان خطیب دعا الی اللہ عزوجل والی رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم وثار المشرکون علی ابی بکر وعلی المسلمین یضربونہم فی نواحی المسجد ضرباً شدیداً ووطی ابوبکر وضرب ضرباً شدیداً ودنا منہ الفاسق عتبہ بن ربیعہ فجعل یضربہ بنعلین مخصوفتین ویحرفہما بوجہہ واثر علی وجہہ ابی بکر حتی ما یعرف انفہ من وجہہ۔

حضرت حمزہ کا اسلام اوسی روز ہے جس روز ابوبکر پر مار پڑی کیونکہ اصحاب رسول سے جب ۳۹ آدمی جمع ہوئے تو ابوبکر نے اصرار کیا رسول اللہ پر کہ اب ظاہر ہو جائے حضرت نے فرمایا اے ابوبکر ہلوگ ابھی بہت کم ہیں مگر ابوبکر نے نہ مانا ضد کرتے رہے بیچارہ ہو کر حضرت نے نواحی مسجد میں ظہور فرمایا۔ اور ابوبکر نے خطبہ دینا شروع کیا اور حضرت بیٹھے تھے۔ اس خطبہ سے تمام مشرکوں میں ہیجان ہوا اور سب ابوبکر اور مسلمانوں پر چمک پڑے تمام مسلمانوں پر نواحی مسجد میں مار پڑنے لگی اور ابوبکر کو تو زمین پر گرا دیا اور عتبہ بن ربیعہ نے اپنے پیوند دار نعلوں سے اسقدر مارا اور ہر دفع اوسکے گنارون کو انکے چہرہ پر پھیرتا جاتا تھا جس سے چہرہ اور ناک اسقدر ورم کر گیا کہ ناک پہچانی نہ جاتی تھی۔

یہ پہلا سنگ بنیاد ہے تفریق اسلام کا کہ کہاں اسلام کی یہ شان تھی کہ کوئی شخص حکم خدا و رسول میں ذرہ برابر چون وچرا نہ کرتا۔ بلکہ اس اخفا سے کام کیا جاتا کہ آج مورخین اسلام میں کوئی ایسا بھی نہیں ہے جو خبر وار بتا سکے کہ کون کسکے بعد مسلمان ہوا۔ اور اب یہ دور جدید پیدا ہوا کہ اپنی ذاتی مصلحتوں کو خدا و رسول کی مصلحتوں پر مقدم کرنے لگے اور رسول اللہ کو مجبور کرتے کہ ان کی مرضی کے مطابق کام کریں یہ پہلا اصول ہے مخالفت خدا و رسول کا جسکی خبر قرآن مجید میں مذکور ہے فرماتا ہے

فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبہم فتنۃ او یصیبہم عذاب الیم پ ۱۸ ع ۱۵ سورہ نور

جو لوگ حکم خدا و رسول کی مخالفت کرتے ہیں اون کو ڈرنا چاہیے کہ ایسا نہو کہ انپر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب کیونکہ حضرت ابوبکر نے حکم رسول کی پوری مخالفت کی حضرت فرما رہے ہیں ابھی ہم بہت کم ہیں اس کا وقت نہیں آیا مگر ابوبکر صاحب نہیں مانتے اور حضرت کو مجبور کرتے ہیں کہ مسجد الحرام میں ظہور فرمائیں جسکی آفت سب سے زیادہ انہی پر پڑی اور عذاب الیم کا علم تو خدا کو ہے۔

یہ فتنہ اسقدر بڑھ چلا تھا کہ قریب تھا مکہ کی زمین خون سے بھر جائے کیونکہ اگرچہ ابوبکر کے خاندان والے کوئی وقعت نہیں رکھتے مگر ہم ہیں کہ انتقام لیا جائے عتبہ بن ربیعہ وہاں کا رئیس ہے اوسکے طرفدار ہزارون ہیں پھر نتیجہ کیا ہوتا مگر خدا نے فضل کیا کہ حضرت ابوبکر بیہوش ہو کر نیم مردہ ہو کر گھر میں پڑے رہے اور اون کی قوم نے اوکو زندہ پا کر قصد انتقام چھوڑ دیا۔ جس سے خونریزی تو نہ ہوئی مگر وہ مصلحت رسول بالکل غائب ہو گئی جو آپ چاہتے تھے کہ بلا فتنہ و فساد اور خونریزی کے اسلام کو تمام ملک میں شائع کریں جس میں ایک حد تک کامیابی بھی ہو چکی تھی۔ کہ قریب سو آدمیوں کے مسلمان ہو گئے ہیں۔

تاریخ خمیس میں ہے انہ کان رسول اللہ

رسول اور اسلام کی ہر دلعزیزی

یسر النبوۃ ویدعو الی الاسلام سراً وجہراً ثلاث سنین وعن الزہری قال دعا رسول اللہ الی الاسلام سراً وجہراً

فاستجاب اللہ من احداث الرجال وضعفاء الناس حتی کثر من امن بہ وکفار قریش غیر منکرین لما یقول فکانوا اذا مر علیہم فی مجالسہم یشیرون الیہ ان غلام بنی عبد المطلب لیکلم من السماء وکان ذلک حتی عاب الہتہم ص۲۲۵

حضرت نے تین برس اپنی نبوت کو پوشیدہ رکھا اور اسلام کی طرف مخفی طور پر لوگون کی دعوت کرتے جس سے بہت سے نوجوان اور کمزور لوگ مشرف باسلام ہوئے اور کفار قریش کسی طرح اس پر انکار نہین کرتے تھے۔ بلکہ جب حضرت کا گذر انکی مجلسون کی طرف ہوتا تو وہ کہتے تھے عبد المطلب کے اس لڑکے سے آسمان سے باتین ہوتی ہین یہانتک کہ حضرت نے اون کے بتون کی مذمت کرنی شروع کی۔

جس سے معلوم ہوا کہ اسلام اپنے محاسن ذاتی کی وجہ سے عام طور پر قریش مین پھیل رہا تھا بلکہ کفار قریش فخریہ طور پر کہا کرتے کہ اس لڑکے سے خدا آسمان سے باتین کرتا ہے مگر حضرت ابوبکر کی اس بیجا حرکت نے سبکو خاک مین ملا دیا۔ کیونکہ یہ تو بدیہی بات ہے کہ جہان نوجوان اس مذہب جدید مین آرہے ہین۔ وہان بڈھے پرانے لوگ ضرور دل ہی دل مین کڑھتے ہونگے اور آتش مخالفت سینہ مین سلگ رہی ہوگی۔ اس حرکت اور اس جرأت نے کہ ابوبکر نے ایسا کیا سبکو بغل در آتش کر دیا۔ کیونکہ ایک تو نئے مذہب یا نئے دین سے پرانے لوگون کی نفرت فطری ہے دوسرے حضرت ابوبکر کے قوی ذلت نے اور بھی اون کو برافروختہ کیا۔

آمد ابوبکر از یمن اب دیکھیے کہ حضرت ابوبکر جب یمن سے مژدہ خلافت سنکر آئے ہین اور کفار قریش سے ملاقات ہوتی ہے تو حالانکہ وہ سب انتہا درجہ کے دشمن حضرت تھے مگر جن الفاظ سے واقعہ کی خبر دیرہے ہین اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سے مخالفت زیادہ نہین کی جاتی تاریخ خمیس مین ہے ص۳۲۲ اور ازالۃ الخفا مین ہے ص۳۱ جلد اول۔ ۱۱۶،۱۱۷

اخرج ابن عساکر عن ابن مسعود قال قال ابوبکر خرجت الی الیمن قبل ان یبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنزلت علی شیخ من الازد عالم قد قرا الکتب واتت علیہ

اربعمائۃ سنۃ الا عشر سنین فقال لی احسبک حرمیا قلت نعم قال واحسبک قرشیا قال قلت نعم قال واحسبک تیمیا قلت نعم قال بقیت لی فیک واحدۃ قلت وما ہی قال تکشف الی عن بطنک قلت لم ذاک قال اجد فی العلم الصحیح الصادق ان نبیا یبعث فی الحرم یعاونہ علی امرہ فتی وکہل اما الفتی فخواص غمرات ودفاع معضلات واما الکہل فابیض نحیف علی بطنہ شامۃ وعلی فخذہ الیسری علامۃ وما علیک ان تریني ما سالتک فقد تکاملت لی فیک الصفۃ الا ما خفی علی۔ قال ابوبکر فکشفت لہ بطنی فرای شامۃ سوداء فوق سرتی فقال انت ہو ورب الکعبۃ۔

اور تاریخ خمیس مین ہے قال ابوبکر فقضیت بالیمن اربی ثم اتیت الشیخ لاودعہ فقال احامل عنی ابیاتا من الشعر قلتہا فی ذلک النبی قلت نعم فذکر ابیاتا قال ابوبکر فقدمت مکۃ وقد بعث صلی اللہ علیہ وسلم فجاءنی عقبۃ بن ابی معیط وشیبۃ بن ربیعۃ وابوجہل وابوالبختری وصنادید قریش فقلت لہم ہل نابتکم نائبۃ او ظہر فیکم امر قالوا یا ابابکر اعظم الخطب یتیم ابی طالب یزعم انہ نبی ولولا انت ما انتظرنا بہ فاذ قد جئت فانت الغایۃ والکفایۃ قال ابوبکر فصرفتہم علی احسن مس وسالت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقیل لی فی منزل خدیجۃ فقرعت علیہ الباب فخرج الی فقلت یا محمد فقدت من منازل اہلک وترکت دین ابائک واجدادک قال یا ابابکر انی رسول اللہ الیک والی الناس کلہم فآمن باللہ قلت وما دلیلک علی ذلک قال الشیخ الذی لقیتہ بالیمن قلت وکم من شیخ لقیت بالیمن قال الشیخ الذی افادک الابیات قلت ومن خبرک بہذا یا حبیبی قال الملک المعظم الذی یاتی الانبیاء قبلی قلت مد یدک فانا اشہد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ قال ابوبکر فانصرفت وما بین لابتیہا اشد سرورا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باسلامی۔

یعنی خالد جہنی ابن مسعود سے روایت کرتے ہین کہ ابوبکر نے بیان کیا ہم قبل بعثت
یمن کی طرف گئے اور وہان ایک شیخ کے مہمان ہوے جو قبیلہ ازد سے تھا اور بڑا عالم
و قریب سو برس کا سن تھا اوس نے ہمکو دیکھکر کہا کہ معلوم ہوتا ہے تم مکہ کے رہنے
والے ہو ابوبکر نے کہا ہان - پھر اوس نے کہا قبیلہ قریش سے ہو ابوبکر نے کہا ہم قریشی
ہین تب اوس نے کہا تو قبیلہ تیم سے ہو کہا ہان میرا نام عبداللہ بن عثمان ہے اولاد
کعب بن سعد سے جو تیم بن مرہ کی اولاد سے ہے شیخ نے کہا بس ایک علامت رہ گئی
ہے تم اپنا پیٹ کھولو تو ہم دیکھین ابوبکر نے کہا ہم ایسا نہ کرینگے جبتک تم اپنا مطلب نہ
بیان کروگے شیخ نے کہا ہمکو بعلم صادق معلوم ہوا ہے کہ حرم مین ایک پیغمبر مبعوث ہونیوالا ہے
جسکے دو مددگار ہونگے ایک بڈھا اور ایک جوان جوان تو مصیبتون کا جھیلنے والا ہوگا
اور مشکلون کا حل کرنیوالا - بڈھا سفید رنگ ہوگا - اور لاغر اندام جسکے پیٹ پر مسہ ہوگا
اور اسکی ہائین ران پر ایک علامت تو اگر تم اپنا پیٹ دکھاؤ تو کیا حرج ہے کیونکہ سب صفتین
تم مین پائی جاتی ہین مگر یہی صفت جسکو ہم نہین دیکھ سکتے ابوبکر نے اپنا پیٹ کھول دیا تو شیخ
نے دیکھا کہ ناف پر ایک مسہ ہے دیکھکر کہا خدا کی قسم تو ہی وہ شخص ہے اور ہم تجھے ایک بات
بتاتے ہین دیکھ خلاف نہ کرنا پوچھا وہ کیا ہے کہا کہ راہ ہدایت سے گمراہ نہونا اور طریق وسطی
کو نہ چھوڑنا اور خدا سے خوف کرنا اون باتون مین جو وہ تجھے عطا کرے ابوبکر کہتے ہین جب
ہم اپنے کاروبار سے فارغ ہوے تو بغرض وداع اوس شیخ کے پاس آئے اوس نے
ایک قصیدہ حضرت کی مدح مین دیا مگر اوس قصیدہ کو یہان نہین لکھا) ابوبکر کہتے ہین
جب ہم داخل مکہ ہوے تو عتبہ بن ابی معیط شیبہ بن ربیعہ - ابوجہل - ابوالبختری اور صنادید
قریش ملاقات کو آئے ہمنے اون سے احوال مکہ دریافت کیا کہ کوئی نئی خبر تو نہین ہے اوسنے
بیان کیا اس سے بڑھکر کیا ہو سکتا ہے کہ یتیم ابوطالب یہ گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے صرف
تمھارا انتظار تھا اب تم بھی ان سب باتون کو کافی ہوا سکے بعد ابوبکر حضرت کی ملاقات کو
گئے اور پوچھا یہ کیا ہے حضرت نے فرمایا خدا نے ہمکو رسول بناکر تمھاری طرف اور تمامی عالم کی
طرف بھیجا ہے ابوبکر نے دلیل نبوت پوچھا تو حضرت نے فرمایا وہی شیخ دلیل ہے جس سے

تمسے ملاقات ہوئی ابوبکر نے کہا کتنے شیوخ سے ملاقات ہوئی ہے حضرت نے فرمایا وہ
شیخ جس نے ہمکو قصیدہ دیا تھا ابوبکر نے پوچھا آپکو اسکی کیا خبر ہے فرمایا وحی فرشتہ یہ خبر
لایا ہے جو تمامی انبیا پر نازل ہوتا ہے ابوبکر نے اسکے بعد اسلام قبول کیا اور نہایت خوش
ہوے -

اس روایت سے بخوبی معلوم ہوا کہ یہ سب سردار قریش ہین جن سے ابوبکر کی ملاقات
ہو رہی ہے اور وہ احوال کہ کی خبر دیرہے ہین اور حضرت کے دعوی نبوت کو بتا رہے
ہین کہ یہی ایک امر نیا ہوا ہے ورنہ اس مین کچھ سختی ہے اور نہ کچھ ندت جس سے معلوم
ہوا کہ اگر حضرت کی مصلحت نہ سمجھی جاتی اور وہ بیجا جوش و خروش نہ دکھایا جاتا
جو ابوبکر صاحب نے دکھایا تو یقینًا اسلام اس طرح ملک عرب مین عمومًا اور مکہ مین خصوصًا
پھیل جاتا کہ پھر ایک بھی مخالف اسلام نہ ہوتا - کیونکہ فخریہ طور پر کہا جاتا تھا خاندان
عبدالمطلب مین ایک ایسا لڑکا ہے جس سے آسمان سے باتین ہوتی ہین -

اس امر کی حقیقت کہ اونھون نے ابوبکر صاحب کو مژدہ خلافت سنایا آیندہ
لکھی جائیگی کیونکہ اصلی مژدہ یہی تھا جو نہین ظاہر کیا گیا - مگر یہ تو دیکھ لیا کہ اوس راہب
کی خبر پر حضرت ابوبکر صاحب کا ایمان کیسا پختہ ہوا کہ مکہ مین آنے کے ساتھی اوس کی
تصدیق چاہی مگر یہ اوسکا عتبہ بن ابی معیط ابوجہل وغیرہ سے اس خبر کو بیان
کرکے اسلام کی رونمائی کرنے کہ یہ وہ اسلام ہے جسکی خبر بھی ہم راہب یمنی سے سنے
آتے ہین - کیونکہ یہ تو ظاہر ہے عرب جتنے تھے وہ کاہن اور نجومیون کی خبر پر پورا
اعتقاد رکھتے تھے اگر حضرت ابوبکر دن سے اوس وقت کہتے کہ تم تو ہمیشہ سے سنتے
آئے ہو کہ ایک پیغمبر نسل اسمٰعیل مین مبعوث ہوگا اور ہم بھی راہب یمنی سے ایسی خبر
سنتے آرہے ہین تو کیا مجال تھی کہ وہ اسلام نہ لاتے اور اگر بالفرض مسلمان نہوتے
تو کم سے کم مخالفت تو اون کی کم ہوتی مگر گمان تھا اونکے دل مین ورود اسلام سے پہلے
لوگون سے اسکو بیان کرتے -

اسلام طلحہ و زبیر وغیرہ | حضرت ابوبکر کے جوش و خروش کی وجہ تو آپکو معلوم

ہوچکی کہ اسلام لاتے ہی اسکی فرمایش کرنے لگے کہ اب اسلام کو ظاہر ہونا چاہیئے حضرت سمجھاتے ہین مگر نہین مانتے کیونکہ راہب کی خبر دل مین بیٹھ چکی تھی اور سکا ظہور کمال استعجال چاہتے تھے۔ اسلئے وہ سب کیا جسپر رسول اللہ مجبور ہوئے اور بحکم اٰیہ فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ نتیجہ اوسکا خود بدولت نے اٹھایا اور تمامی اہل اسلام نے اوسپر طرہ یہ ہوا کہ اپنے احباب خاص کو شریک اسلام بنایا چنانچہ اوسی تاریخ خمیس مین ہے صفحہ ۳۲۲

فمضی ابوبکر فجاء بعثمان وطلحۃ بن عبید اللہ والزبیر بن العوام وسعد بن ابی وقاص فاسلموا ثم جاء الغد بعثمان بن مظعون وابی عبیدہ بن الجراح وعبد الرحمن بن عوف وابی سلمۃ بن عبد الاسد والارقم بن ابی الارقم فاسلموا

یعنی ابوبکر حضرت کی خدمت سے اوٹھکر گئے تو عثمان۔ طلحہ بن عبید اللہ۔ زبیر بن العوام سعد بن ابی وقاص کو لائے اور سب نے اسلام قبول کیا۔ دوسرے روز عثمان بن مظعون۔ ابو عبیدہ جراح۔ عبد الرحمان بن عوف ابی سلمہ ابن عبد الاسد۔ ارقم بن ابی الارقم کو لائے اور سب اسلام لائے۔

دنیا مین کون مسلمان ہے جو اتنے لوگون کے بیکوقت اسلام لانے سے خوش نہو۔ مگر درحقیقت اسلام کی مخالفت کا یہ دوسرا سنگ بنیاد ہے جس نے اسلام کی سادگی اور ہر دلعزیزی کو مٹادیا کیونکہ آپ پہلے دیکھ چکے ہین کہ جب ابوبکر صاحب۔ زید خلافت سنگرمین سے آئے ہین تو ابو جہل۔ عتبہ ابوالبختری سے ملاقات ہوئی ہے جو روسا مکہ سے تھے اور اونھون نے حضرت کے نبوت کی خبر دی ہے تو اون سے کچھ نہ کہسکے نہ دعوت اسلام دی نہ اسکی حقیقت کو بیان کیا نہ وہ قصیدہ سنایا جو اوس کاہن نے حضرت کی خان مین سنایا تھا جس سے امید ہوتی تھی کہ وہ لوگ ضرور مشرف باسلام ہونگے کیونکہ اکثر ان مین ایسے بھی تھے کہ باوصف مخالفت اسلام وہ ہمدرد تھے لہذا اون سے ایسی تقریر کرنا جس سے وہ ناخوش نہون اور ان لوگون کو لاکر مشرف

باسلام کرنا صاف بتارہا ہے کہ ابوبکر صاحب نے سمجھا ہوگا اگر یہ لوگ مسلمان ہوجائینگے تو ہمکو کوئی نفع نہوگا کیونکہ جس طرح آج وہ سردار ہین اوسی طرح کل بھی سردار رہینگے لہذا عثمان وطلحہ وزبیر ایسے لوگون کو مسلمان بنانا صاف بتارہا ہے کہ اونھون نے ایسے ہی لوگون کو منتخب کیا جو ہمیشہ اگلے ہمراہی رہے لیکن کیونکہ تین برس تک حضرت دعوت کرچکے ہین اور ان لوگون سے کوئی مسلمان نہوا اور دفعۃً ابوبکر کے کہنے سے سب کا مسلمان ہوجانا بغیر اسکے کہ کوئی دلیل نبوت حضرت سے طلب کرین صاف بتارہا ہے کہ ابوبکر صاحب نے اوس پیشگوئی کو بصیغہ راز ان سے بیان کیا ہوجو اس کاہن سے سنکر آئے تھے جس سے دل اونکا قوی تھا اور چاہتے تھے کہ کسی طرح وہ زمانہ جلد آئے جس مین وہ پیشین گوئی پوری ہو۔

تحریر سابق مین آپ دیکھ چکے ہین کہ قبل ابوبکر جتنے مسلمان ہوئے تھے وہ اسی جنس کے تھے کہ بجز اتباع رسول اون کا کوئی کام نہ تھا حضرت ابوبکر کے اسلام کے بعد سے خود رائی بھی شریک ہوئی جسکا نتیجہ خود اونکو پہلے بھگتنا پڑا اور تمام مسلمانون کو آپ دیکھ چکے کہ اون لوگون کو اسلام سے کیا نتیجہ پیدا ہونے لگا جس سے اسلام کو کسقدر زحمت اٹھانی پڑی کیونکہ تاریخ طبری مین ہے صفحہ ۲۱۲

وکان اصحاب رسول اللہ اذا صلوا ذهبوا الی الشعاب فاستخفوا من قومهم فبینا سعد بن ابی وقاص فی نفر من اصحاب النبی فی شعب من شعاب مکۃ اذ ظهر علیهم نفر من المشرکین وهم یصلون فنا کروهم وعابوا علیهم ما یصنعون حتی قاتلوهم فضرب سعد بن ابی وقاص یومئذ رجلا من المشرکین بلحی جمل فشجه فکان اول دم اهریق فی الاسلام۔

یعنی اصحاب رسول کا معمول یہ تھا کہ نماز کے وقت وہ کسی درہ مین پہاڑ کے چلے جاتے اور وہان چھپکر نماز پڑہتے کہ کوئی نہ دیکھے ایک روز سعد بن ابی وقاص اصحاب کے ساتھ چھپکر نماز پڑہ رہے تھے کہ ایک کافر کا ادھر گذر ہوا نماز پڑہتے دیکھکر اونھون نے انکار کیا اور مضحکہ کرنے لگے جس سے کفار اور مسلمانون مین قتال کی نوبت آئی۔

سعد بن ابی وقاص نے اونٹ کی ہڈی اوٹھا کر سر پر مارا جس سے اوس کا سر زخمی ہوا یہ پہلا خون ہے جو اسلام مین گرایا گیا۔

دیکھیے یہ سعد بن ابی وقاص وہی ہین جو بقول مورخین ابوبکر کے بعد اسلام لائے اور اسی وجہ سے سادس الاسلام کہلاتے ہین مگر وہی جوش ان مین بھی بھرا ہوا ہے جو حضرت ابوبکر مین تھا حالانکہ صدہا مسلمان انکے قبل مسلمان ہو چکے ہین۔

مگر چونکہ وہ تابع مرضی رسول تھے کوئی کام ایسا نہین کرتے کہ جوش پیدا ہو۔ مگر سعد جو آوردہ ابوبکر تھے اونھون نے وہی راہ اختیار کی جو ابوبکر کا طرز تھا۔ کیونکہ آپ سمجھ سکتے ہین سعد بن ابی وقاص کی اس حرکت سے کہ ایک کافر کو زخمی کیا قریش مین کیا اثر پیدا ہوا ہوگا اور نتیجہ اوسکا اسلام کو اور رسول اللہ کو بھگتنا پڑا ہوگا یہ سب مقدمات تھے اون مصائب کے جو حضرت پر گذرے۔

اختلافات اہلسنت - یہان تو آپنے دیکھا کہ سعد بن ابی وقاص بذریعہ حضرت ابوبکر مسلمان ہوئے تاریخ طبری و کامل مین بھی یہی ہے مگر خود سعد بن ابی وقاص کا دعوی صحیح بخاری مین اس طرح ہے عن عامر بن سعد عن ابیہ قال رایتنی وانا ثالث الاسلام کہ تمنے ہمکو دیکھا تھا کہ ہم ثالث الاسلام تھے جسکی شرح مین ابن حجر عسقلانی لکھتے ہین ظاہرہ انہ لم یسلم احد قبلہ کہ اونکے پہلے کوئی مسلمان نہین ہوا۔ تفصیل کے لیے تنقید بخاری صفحہ ۲۰۳ جلد ۴ ملاحظہ ہو۔

یہان تو یہ بیان ہے کہ ابوبکر جا کر اونکو لائے اور وہ مسلمان ہوئے مگر کتب رجال مین اونکے اسلام کی وجہ یہ لکھی ہے ریاض المستطابہ مین ہے جنکے مولف یحیی بن ابی بکر مینی ہین المتوفی ۸۹۳ھ

وسبب اسلامہ ما روی عنہ قال رایت فی المنام کانی فی ظلمۃ لا ابصر شیئا اذ اضاء لی قمر فاتبعتہ ورایت سبقنی الی ذلک القمر ابوبکر وعلی وزید بن حارثہ فلما استیقظت انتہیت الی رسول اللہ فی شعب اجیاد فاسلمت صفحہ ۲۲

خود سعد اپنے اسلام کی وجہ یہ بیان کرتے ہین کہ ہمنے خواب مین دیکھا کہ ایک ایسی اندھیری

مین پڑے ہین کہ کچھ دکھائی نہین دیتا اوسکے بعد ایک چاند دیکھا اور ہم اوس طرف چلے ابوبکر۔ علی۔ زید بن حارثہ نے ہمسے سبقت کی ہے جب خواب سے بیدار ہوئے تو حضرت کی خدمت مین حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔

اب وہ بیان کہ ابوبکر انکو لائے اور مسلمان ہوئے اور کہان یہ بیان کہ ہمنے یہ خواب دیکھا اور اسلام لائے کیونکر جمع ہو سکتا ہے۔ پھر صحیح بخاری کا یہ بیان کہ یہ سب سے پہلے مسلمان ہین اور اس روایت کا یہ بیان کہ ابوبکر نے سبقت کیا ہے کیونکر جمع ہو سکتا ہے۔

زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ جس واقعہ کو یہان مورخین نے لکھا ہے کہ انھون نے پہلے پہل اسلام مین خون کیا اہل رجال نے بالکل نہین لکھا نہ ریاض مستطابہ مین یہ واقعہ ملتا ہے نہ استیعاب مین نہ اصابہ مین۔

بلکہ برعکس اسکے استیعاب مین ہے کہ سریہ عبیدہ بن حارث مین جو بعد ہجرت ہوا انھون نے تیر چلایا تھا جسپر کہا گیا وھو اول من رمی بسہم فی سبیل اللہ وذلک فی سریہ عبیدہ بن الحارث صفحہ ۵۵۸ جلد ۲

مگر ہم زیادہ طول دینا نہین چاہتے۔ کیونکہ ہر عاقل جانتا ہے مصلحت رسول کے بالکل خلاف تھا نہ آپ ابھی ظاہر ہونا چاہتے تھے نہ جہاد و قتال ابوبکر و سعد بن ابی وقاص نے اس مصلحت کو بالکل خاک مین ملا دیا۔

ابوبکر کو تو خلافت ملی ان کو یہ فائدہ ہوا کہ زمانہ ابوبکر تک تو کوئی عہدہ انکو شاید نہین ملا عمر نے البتہ جنگ فارس مین ان کو سپہ سالار بنایا۔ کوفہ کی بنیاد انھین نے قائم کی۔ یہی وجہ ہے کہ عمر بن سعد قاتل امام حسین یہان کا ایک مشہور رئیس تھا۔ عمر نے ایکدفعہ ۲۱ھ مین سعد کو حکومت کوفہ سے بوجہ شکایت معزول کیا اور عمار یاسر اور عبد اللہ ابن مسعود و عثمان بن حنیف کو مختلف حکومتین دیکر انکا قائم مقام کیا اسکے بعد پھر سعد کو حاکم کوفہ بنا کر بھیجا اور پھر معزول کیا جسکے بعد مغیرہ بن شعبہ کو حکومت کوفہ دی اور تا وقت وفات عمر وہی حاکم رہا۔

شکایت اہل کوفہ تھی کہ وہ نماز پڑہنا اچھی طرح نہین جانتے (صحابی رسول اور نماز اچھی طرح نہ پڑہ سکے) عمر نے یہی نہین کیا کہ سعد کو حکومت کوفہ دیا بلکہ مرتے وقت انکا نام بھی اون لوگون مین داخل کیا جسکو بدانست خود انھون نے مستحق خلافت قرار دیا تھا جناب امیر عثمان طلحہ۔ زبیر عبدالرحمن بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص بلکہ اسکی وصیت بھی کی کہ جو خلیفہ ہو وہ ان سے مدد لے۔

نتیجہ اس نامزدگی عمر صاحب کا یہ ہوا کہ عمر بن سعد (قاتل امام حسینؑ) نے چاہا کہ سعد ہی بعد عثمان خلیفہ ہون۔ استیعاب صفحہ ۵۵۹ مگر ایسا نہو سکا۔

یہ سعد اون لوگون سے ہین جن سے جناب امیر نے بوقت قصہ شوریٰ استمداد چاہا مگر حضرت کی نصرت نہ کی اور بعد قتل عثمان بیعت جناب امیر سے دستکش رہے۔

عثمان کے بارے مین بھی یہ دعوی کیا گیا ہے کہ بذریعہ ابوبکر یہ بھی مسلمان ہوے مگر خود اون کا بیان اسکے خلاف ہے وہ کہتے ہین ہم بڑے عاشق مزاج تھے حسین عورتون پر عاشق جب حضرت نے رقیہ کا نکاح عتبہ بن ابولہب سے کیا تو ہمکو یہ حسرت ہوئی ہمنے کیون نہ سبقت کی اسلام مین کہ اس دولت سے کامیاب ہوتے گھر گئے تو خالہ ہماری کاہنہ تھی اوس نے حضرت کے نبوت کی تصدیق کی اور کہا کہ اگر تو مسلمان ہو جائیگا تو تیرا نکاح بھی ہوگا اسکے بعد وہ اسلام لائے ملاحظہ ہو تنقید بخاری حصہ ثالثہ صفحہ ۱۱۶

غرض جس طرح بھی ہو ابوبکر کے ہمراہی یہ چند اشخاص ہو گئے جس سے اونکا ایمان خبر کاہنہ پر پختہ ہوتا جاتا تھا اور چاہتے تھے کہ کسی طرح اوس وعدہ کا جلد ظہور ہو۔

تیسرا زینہ۔ مخالفت رسول کا اوسوقت قائم ہوا جب کہ خلیفہ دوم نے اسلام قبول کیا پھر کیا تھا اسلام مین خود رائی کا پورا مواد جمع ہو گیا اور اسلام ہمیشہ کیلئے مورد اختلاف و تفریق ہوا۔

خلافت عمر کی پیشگوئیان۔ ابوبکر کی طرح عمر صاحب کے لئے بھی یہ حدیث بنائی گئی ہے کہ اون کو بھی کاہنون نے اسکی خبر دی تھی چنانچہ ازالۃ الخفا مین ہے صفحہ ۳۲ جلد اول۔

واخرج الدینوری فی المجالسۃ وابن عساکر من طریق زید بن اسلم قال اخبرنا عمر بن الخطاب خرجت مع ناس من قریش فی تجارۃ الی الشام فی الجاھلیۃ فلما خرجنا الی مکۃ نسیت قضاء حاجۃ فرجعت فقلت لاصحابی الحقکم فواللہ انی لفی سوق من اسواقھا اذا انا بطریق قد جاء فاخذ بعنقی فذھبت انازعہ فادخلنی کنیسۃ فاذا تراب متراکب بعضہ علی بعض فدفع الی محرقۃ وفاسا وزنبیلا وقال انقل ھذا التراب فجلست اتفکر فی امری کیف اصنع فاتانی فی الھاجرۃ فقال لی لم ارک اخرجت شیئا ثم ضم اصابعہ فضرب بھا اوسط راسی فقمت فضربت بھا ھامتہ فاذا دماغہ قد انتشر ثم خرجت علی وجھی ما ادری این اسلک فمشیت بقیۃ یومی ولیلتی حتی اصبحت فانتھیت الی دیر فاستظللت فی ظلہ فخرج الی رجل فقال یا عبد اللہ ما یجیئک ھھنا قلت ضللت عن اصحابی فجاء بطعام وشراب وصعد فی النظر وخفضہ ثم قال یا ھذا قد علم اھل الکتاب انہ لم یبق علی وجہ الارض احد اعلم منی بالکتاب وانی اجد صفتک الذی تخرجنا من ھذا الدیر وتغلب علی ھذہ البلدۃ فقلت لہ ایھا الرجل قد ذھبت فی غیر مذھب قال ما اسمک قلت عمر بن الخطاب قال انت واللہ صاحبنا غیر شک فاکتب لی علی دیری وما فیہ قلت ایھا الرجل قد صنعت معروفا فلا تکدرہ فقال اکتب لی کتابا فی رق لیس علیک فیہ شیء فان تک صاحبنا فھو ما نرید وان تکن الاخری فلیس یضرک قلت ھات فکتبت لہ ثم ختمت فلما قدم عمر الشام فی خلافتہ اتاہ ذالک الراھب وھو صاحب دیر القدس بذلک الکتاب فلما راہ عمر تعجب منہ فانشاء یحدثنا حدیثہ فقال اوف لی بشرطی فقال عمر لیس لعمر ولا لابن عمر منہ شیء واخرج ابن سعد عن ابن مسعود قال رکض عمر فرسا فانکشف ثوبہ عن فخذہ فرای اھل نجران بفخذہ شامۃ سوداء فقالوا ھذا الذی نجد فی کتابنا انہ یخرجنا من ارضنا واخرج عبد اللہ بن احمد فی زوائد الزھد من طریق ابی اسحق عن ابی عبیدۃ

قال رکض عمر فرسًا علی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانکشف فخذہ من تحت القبا فابصر رجل من اهل نجران شامة فی فخذہ فقال هذا الذی نجدہ فی کتابنا یخرجنا من دیارنا۔

یعنی دینوری نے کتاب المجالسہ مین اور ابن عساکر نے زید بن اسلم سے روایت کی ہے کہ خود عمر بن الخطاب نے خبر دی کہ ہم ایک تجارت مین قریش کے ساتھ طرف ملک شام کے گئے زمانہ جاہلیت مین جب مکہ کی طرف واپس آنے لگے تو ایک بات بھول گئے تھے جسکے لئے اپنے رفیق سے کہا کہ ہم آتے ہین۔ یہ کہکر ہم چلے تو ہمارا گذر ایک بازار مین ہوا وہان ایک بطریق کو دیکھا (عیسائیون کا پادری سرہنگ) وہ آیا اور ہماری گردن پکڑ کر لیچلا ہم اوس سے لڑنے لگے وہ ہمکو پکڑ کر لے گیا اور ایک کنیسہ مین داخل کیا جہان مٹی کا ڈھیر لگا ہوا تھا اوس نے ایک پھوڑا اور زنبیل ہمکو دیا اور کہا کہ اس مٹی کے ڈھیر کو یہان سے اوٹھا کر پھینکو وہ یہ کہکر چلا گیا اور ہم سوچنے لگے کہ کیا کرین دوپہر ہوتے پھر آیا اور کہا کہ تو نے تو ابھی تک مٹی کچھ بھی نکالا اسکے بعد ایک گھوسا اوس نے ہمکو مارا ہمنے بھی اوٹھکر ایک گھوسا اوسکے سر پر اس زور سے مارا کہ دماغ اوسکا پھٹ گیا اور بھیجا سر کا بہنے لگا۔ اسکے بعد ہم بھاگے اور دن بھر اور رات بھر چلتے رہے کچھ نہ معلوم ہوتا کہان جائین صبح ہوتے ہوتے ہم ایک دیر کے پاس پہونچے جہان تھم کر سایہ مین آرام لینے لگے کہ ایک شخص دیر سے باہر نکلا اور پوچھنے لگا تو کون ہے کیا نام ہے کیون یہان آیا ہے ہمنے کہا راہ بھول گئے ہین اور اپنے ساتھیون سے چھوٹ گئے یہ سنکر وہ کھانا اور پانی لایا اور اوسکے بعد پھر نظر ہمکو دیکھا نظر اونچی کی پھر نیچی اور کہا کہ اے شخص تمام اہل کتاب جانتے ہین ہمسے بڑھکر کوئی عالم نہین ہے اور ہم تجھ مین وہ علامات پاتے ہین جو ہمکو اس دیر سے نکالے گا اور اس ملک پر غالب آئیگا۔ مینے کہا تیرا خیال غلط ہے اوس نے پوچھا تمھارا کیا نام ہے ہمنے کہا عمر بن الخطاب اوس نے کہا قسم خدا کی تمھین وہ شخص ہو۔ تو ایک پروانہ ہمکو لکھدو جس مین ہماری اور دیر کیلئے امان ہو۔ ہمنے کہا اے شخص تو نے ہمارے ساتھ احسان کیا ہے اوسکو مکدر نہ کرو۔ اوس نے

کہا ایک کاغذ پر لکھدو تو اس مین تمھارا کیا ہرج ہے اگر تم ہی وہ شخص ہو تو یہ عین مقصود ہمارا ہے اور اگر تم نہین ہو تو تمھارا ہرج ہے تب ہمنے کہا اچھا لاؤ ہمنے لکھکر مہر کر دیا جب زمانہ خلافت مین عمر ملک شام مین آئے تو وہ وہ پروانہ لایا اور عمر کو تعجب ہوا اور اس حدیث کو بیان کیا اور کہا کہ بیشک ہم اپنے عہد کو پورا کرینگے عمر کو یا ابن عمر کو اس سے کوئی واسطہ نہین۔

ابن سعد ابن مسعود سے روایت کرتے ہین کہ عمر نے ایک دفعہ گھوڑا دوڑایا جس سے کپڑہ اون کی ران سے ہٹ گیا تو ایک شخص نے جو اہل نجران سے تھا انکی ران پر ایک مسہ دیکھا تو کہا یہی وہ شخص ہے جو ہمکو اس ملک سے بدر کریگا۔

عبد اللہ بن احمد نے زوائد زہد مین بطریق ابو اسحق روایت کیا ہے عبیدہ سے کہ عمر نے عہد نبی مین ایک مرتبہ گھوڑا دوڑایا تو انکی ران جو قبا کے نیچے چھپی تھی وہ کھل گئی نجرانی نے ایک مسہ اونکی ران پر دیکھا تو کہا یہی وہ شخص ہے جو ہمکو جلا وطن کریگا

پھر اوسی ازالۃ الخفا مین ہے ص ۳۳

واخرج ابن عساکر عن عبید بن آدم وابی شعیب بن عمر ان عمر بن الخطاب کان بالجابیہ فقدم خالد بن الولید الی بیت المقدس فقالوا له ما اسمك قال خالد بن الولید قالوا وما اسم صاحبك قال عمر بن الخطاب قالوا انعته لنا فنعته قالوا لها انت فلست تفتحها ولکن عمر فانا نجد فی الکتاب ان فی ریة تفتح قبل بیت المقدس فاذهبوا فافتحوها ثم تعالوا بصاحبکم واخرج الطبرانی وابو نعیم فی الحلیة عن مغیث الاوزاعی ان عمر بن الخطاب قال لکعب الاحبار کیف تجد نعتی فی التوراة قال خلیفة قرن من حدید امیر شدید لا یخاف فی الله لومة لائم ثم یکون من بعدك خلیفة تقتله امة ظالمون له ثم یقع البلاء بعده واخرج ابن عساکر عن الاقرع مؤذن عمر ان عمر دعا الاسقف فقال هل تجدونا فی شیء من کتبکم قال نجد فی کتبنا صفتکم واعمالکم ولا نجد اسماءکم قال کیف تجدونی قال قرنًا من حدید قال ما قرن من حدید

قال امیر شدید قال عمر اللہ اکبر قال فالذی من بعدی قال رجل صالح یوثر اقرباءہ قال عمر یرحم اللہ ابن عفان قال فالذی من بعدہ قال صداء من حدید فقال عمر وادفراہ قال مھلا یا امیر المومنین فانہ رجل صالح ولکن تکون خلافتہ فی ھراقۃ من الدماء والسیف مسلول

ابن عساکر وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ عمر بمقام جابیہ تھے (ملک شام کے ایک مقام کا نام ہے) تو خالد بن ولید بیت المقدس کی طرف آئے لوگون نے پوچھا تمھارا نام کیا ہے کہا خالد بن ولید پھر پوچھا تمھارا خلیفہ کون ہے کہا عمر بن الخطاب کہا کہ حلیہ اور نقشہ بیان کرو خالد نے جب بیان کیا تو کہا تم نہین فتح کر سکتے البتہ عمر فتح کرینگے کیونکہ ہماری کتابون مین ہے کہ بیت المقدس کے پہلے قیساریہ فتح ہوگا لہذا جاؤ پہلے اوسکو فتح کرو تب اپنے صاحب کو لیکر آؤ۔

طبرانی اور ابو نعیم نے مغیث اوزاعی سے روایت کی ہے کہ عمر نے ایک روز کعب الاحبار سے پوچھا ہمارا ذکر تم توراۃ مین پاتے ہو تو کہا ہان قرن من حدید۔ (لوہے کی شاخ) وہ ایسا سخت امیر ہوگا کہ کسی سے نہ ڈریگا تیرے بعد وہ خلیفہ ہوگا جسکو لوگ قتل کرینگے اوسکے بعد بلا آئیگی۔

ابن عساکر نے اقرع موذن عمر سے روایت کی ہے کہ عمر نے ایک پادری کو بلایا اور پوچھا اپنی کتابون مین کچھ ہم لوگون کا ذکر بھی پاتے ہو تو اوس نے کہا ہماری کتابون مین تم لوگون کا نام تو نہین مذکور ہے مگر تمھارے اعمال اور صفات البتہ مذکور ہین پھر پوچھا ہمکو کیسا پاتے ہو کہا قرن من حدید لوہے کی شاخ پوچھا قرن من حدید سے کیا مراد ہے کہا امیر شدید کہا اللہ اکبر پھر پوچھا ہمارے بعد کون ہوگا کہا ایک نیک مرد ہوگا جو اپنے اقربا کو سب پر ترجیح دیگا۔ عمر نے کہا خدا رحم کرے ابن عفان پر (عثمان) پھر پوچھا اوسکے بعد کون ہوگا کہا لوہے کی میل عمر نے کہا پناہ تیری۔ پادری نے کہا چپ رہو اے امیر المومنین کہ وہ مرد نیک ہوگا مگر اوسکے زمانہ مین خونریزی بہت ہوگی اور تلوار بلند رہیگی۔

ان روایتون کے راوی ایک تو زید بن اسلم ہین جو بہ اتفاق علمائے اہلسنت ضعیف بلکہ وضاع ہین دوسرے ابو اسحق سبیعی ہین جو شمر سے روایت کرتا ہے مگر ہمکو اوس سے بحث نہین کیونکہ اہلسنت نے اسکو قبول کیا ہے کہ یہ خبر کاہن ہے جس سے حقیت نہین ثابت ہوتی بلکہ جس طرح جوتشی اور پنڈت یا جفار و رمال کوئی خبر دیتے ہین اوسی طرح یہ خبرین بھی ہین کیونکہ آپنے ان سب روایتون مین اسکو دیکھ لیا ہے کہ کاہنون نے جب خلیفہ اول کے پیٹ پر اور خلیفہ دوم کی ران پر ایک مسہ دیکھا ہے تو کہا ہے یہ خلیفہ ہونگے جیسا کہ ہندوستان مین رائج ہے کہ قیافہ شناس لوگ اس ذریعہ سے حکم لگاتے ہین۔ جسکو وہ لوگ خوب جانتے ہین جو علم قیافہ اور جوتش سے واقف ہین کہ اس طرح کی صدہا پیشگوئیان ہوتی ہین جس سے حقیت کسی کی نہین معلوم ہوتی۔

یہی وجہ ہے کہ خود شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی ان روایات کے بعد لکھا ہے باید دانست کہ سنۃ اللہ جاری شدہ است برآنکہ چون امرے عظیم در عالم غیب مقدر شود و در ملاء اعلیٰ صورت آن مرتسم گردد ملاء سافل انرا تلقی نمایند چون نوبت اینجا رسید کہان بہ کہانت خود آن امر را بشناسند و اہل اذہان صافیہ بر دیا بلکہ در بعض اجسام و جسمانیات نیز صورت آن واقعہ مرتسم گردد صفحہ ۳۴

جس سے معلوم ہوا کہ یہ سب خبرین کاہنون کی تھین جنھون نے اپنی کہانت سے اسکی خبر دی اور وہ دلیل حقیت قرار دی جاتی ہے۔

چونکہ جوتشیون کی خبر کا حال ہر شخص کو معلوم ہے کہ نجوم کے ذریعہ سے وہ کیسی کیسی خبرین دیتے ہین اور اکثر سچی بھی نکلتی ہین لہذا ہم اون اخبار و حکایات کو نہین لکھتے بلکہ صرف چند واقعہ اسی خلافت کے متعلق لکھتے ہین کیونکہ اہلسنت نے اس قسم کی حکایات کو بھی دلیل حقیت خلافت خلفائے ثلثہ قرار دیا ہے جو کسی عاقل کے نزدیک بھی دلیل حقیت نہین ہو سکتی۔

اوسی ازالۃ الخفا مین ہے واخرج ابن راھویہ فی مسندہ بسند حسن

افلح مولی ابی الایوب الانصاری قال کان عبد اللہ بن سلام قبل ان یاتی اھل مصر یدخل علی رؤس قریش فیقول لھم لا تقتلوا ھذا الرجل یعنی عثمان فیقولون واللہ ما نرید قتلہ فیخرج وھو یقول واللہ لیقتلنہ ثم قال قال لھم لا تقتلوہ فواللہ لیموتن الی اربعین یوما فابوا فخرج علیھم بعد ایام فقال لھم لا تقتلوہ فواللہ لیموتن الی خمس عشرۃ لیلۃ ص۲۳

یعنی عبد اللہ بن سلام نے جو پہلے یہودی تھے اور بعد کو اسلام لاکر صحابی بنے۔ سرداران قریش کے پاس آئے قبل اسکے کہ اہل مصر بارادہ قتل خلیفہ سوم داخل مدینہ ہون عبد اللہ بن سلام نے اون صحابہ سے کہا کہ اس شخص یعنی عثمان کو قتل نہ کرو وہ لوگ کہتے قسم بخدا ہم ہرگز قتل کا ارادہ نہین رکھتے۔ عبد اللہ بن سلام اونکے پاس سے نکلکر کہتے واللہ یہ لوگ ضرور قتل کرینگے پھر کہتے کہ نہ قتل کرو کہ عثمان چالیس روز کے اندر مرجائینگے۔ مگر سب نے انکار کیا کچھ دن بعد پھر عبد اللہ بن سلام آئے اور کہا کہ نہ قتل کرو کہ وہ پندرہ روز کے اندر مرجائینگے

اب بتائیے یہ نجوم کی خبر نہ تھی تو کیا تھی کہ چالیس روز کے اندر اور پندرہ روز کے اندر عثمان مرجائینگے۔ کیونکہ رسول اللہ نے تو اسکی مطلق خبر نہ دی تھی پھر عبد اللہ بن سلام کا یہ کہنا کہ سرداران قریش ضرور عثمان کو قتل کرینگے۔ آخر اسکا علم بجز نجوم اونکو کیونکر حاصل ہوا۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قتل عثمان بمشورہ وصلاح کبار صحابہ ہوا کیونکہ صحابہ اگرچہ انکار کرتے ہین مگر عبد اللہ بن سلام بقسم کہتے ہین کہ ضرور یہ لوگ مار ڈالینگے

سکوت عثمان بمشورہ عبد اللہ بن سلام کاہنون کی خبر اور اون کے مشورہ پر اسدرجہ ایمان تھا کہ عثمان نے صرف اسی وجہ سے جنگ نہ کیا کہ عبد اللہ بن سلام نے مشورہ دیا تھا کہ جنگ نہ کرنا چاہیے چنانچہ اوسی ازالۃ الخفا مین ہے۔

واخرج ابن عساکر من طریق محمد بن یوسف عن جدہ عبد السلام انہ دخل علی عثمان فقال لہ ما تری فی القتال والکف قال الکف ابلغ للحجۃ وانا

نجد فی کتاب اللہ انک یوم القیامۃ امیر علی القاتل والامر واخرج من ھذا الطریق ان عبد اللہ بن سلام قال للمصریین لا تقتلوا عثمان فانہ لا یستکمل ذا الحجۃ حتی یاتی علی اجلہ ص۲۳

یعنی محمد بن یوسف اپنے دادا عبد السلام سے روایت کرتے ہین کہ وہ عثمان کے پاس آئے تو عثمان نے اون سے مشورہ لیا کہ بدائے ہے اس مین کہ ہم لڑین یا سکوت کرین تو اوسنے کہا کہ سکوت کرنا بہتر ہے جس سے حجت تمام ہوگی اور ہم کتاب اللہ مین پاتے ہین کہ تم بروز قیامت حاکم ہوگے امر اور قاتل پر اور دوسرے طریق سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن سلام نے مصریون سے کہا کہ عثمان کو نہ قتل کرو کہ ذیحجہ کا مہینہ ختم نہوگا کہ وہ مرجائینگے۔

دیکھیے دفاع ہر شخص پر عقلاً و نقلاً واجب ہے مگر اس یہودی کے مشورہ پر عمل کرکے خلیفہ سوم نے جنگ کو موقوف کیا کیونکہ وہ جانتے تھے اگر عثمان لڑینگے تو اسکو شریک جنگ ہونا ضروری ہے کیونکہ وہ قدیم نمک خوار ہے مگر صرف اس غرض سے کہ اوسکا قوم و قبیلہ محفوظ رہے اوس نے یہ مشورہ دیا کہ جنگ نہ کرو۔ کیونکہ علم نجوم اور واقعات سے اوسکو معلوم تھا اس لڑائی کا نتیجہ برعکس نکلیگا۔ پھر یہ کہنا کہ ذیحجہ کا مہینہ تمام نہوگا کہ عثمان مرجائینگے صاف بتا رہا ہے کہ وہ اسکی خبر از راہ نجوم دیرہے ہین۔

اب بتائیے دنیا مین کون شخص ہوسکتا ہے جو ایسے اخبار نجوم کو دلیل حقیت قرار دے جو اہلسنت ایسے ایسے کاہنون کی اس خبر سے کہ فلان شخص خلیفہ ہوگا یا فلان شخص فلان وقت مارا جائیگا یہ قرار دیتے ہین کہ انکی خلافت حق تھی۔

اب واقعات مابعد پر آئے کہ خود جناب امیر کے متعلق اوسی روایت خلیفہ دوم مین ہے کہ جب اسقف نے خبر دی ہے کہ جناب امیر کے زمانہ مین اختلافات بہت ہونگے تو خلیفہ دوم نے اوسپر افسوس ظاہر کیا ہے تو اسقف نے کہا مھلاً یا امیر المومنین فانہ رجل صالح ولکن تکون خلافتہ فی ھراقۃ من الدماء والسیف مسلول کہ اے خلیفہ تم افسوس نہ کرو کہ وہ خلیفہ مرد صالح ہوگا مگر خلافت ہی اوسکی ایسے زمانہ مین ہوگی جو خونریزی کا زمانہ ہوگا اور ہر طرف تلوار بلند ہوگی۔

پھر اوسی ازالۃ الخفا میں ہے واخرج الحاکم عن ابی الاسود الدیلی عن علی رضی اللہ عنہ قال اتانی عبد اللہ بن سلام وقد وضعت رجلی فی الغرز وانا ارید العراق فقال لا تاتی العراق فانک ان ایتہ اصابک بہ ذباب السیف قال علی واللہ اللہ قد قالہا لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلک قال ابو الاسود فقلت فی نفسی باللہ ما رایت کالیوم رجل محارب یحدث الناس بمثل ھذا ۳۳

امام حاکم ابوالاسود دیلی سے روایت کرتے ہین کہ جب جناب امیر بغرض سفر عراق سوار ہونے لگے تو عبد اللہ بن سلام صحابی نے جو یہودی تھا کہا کہ عراق کا قصد نہ کیجئے۔ کیونکہ وہان آپکو تلوار کی باڑہ سے سابقہ پڑیگا جناب امیر نے فرمایا قسم بخدا اس واقعہ کی خبر خود رسول اللہ مجکو تیرے پہلے دیچکے ہین۔ ابوالاسود دیلی کہتے ہین مینے کسی مرد جنگ آزما کو ایسا نہین دیکھا جو اس قسم کی خبر لوگون کو دے۔

دیکھئے یہی فرق ہے خلیفہ حق اور خلیفہ باطل مین کہ اسکو اظہار حق مین کوئی امر مانع نہین ہوتا نہ وہ کسی نجومی کی رائے اور مشورہ پر عمل کرتا ہے بلکہ جو کچھ رسول کہہ گئے ہین اوسپر عمل کرتا ہے کیونکہ عبد اللہ بن سلام حضرت کو مشورہ دیتا ہے کہ آپ عراق نہ جائین کہ وہان قتل کا سامنا ہے اور حضرت اوسکے رائے کی مخالفت کرتے ہین اور فرماتے ہین کہ رسول مجکو اسکی خبر دیچکے ہین اور تعمیل حکم رسول کیلئے چلے جاتے ہین۔ بخلاف اسکے عثمان اوسی عبد اللہ بن سلام کے اخبار پر ایسا ایمان لاتے ہین کہ باوصفیکہ دفاع اونپر واجب تھا مگر اوسکے مشورہ پر عمل کرتے ہین اور یہ بھی نہین کہتے کہ رسول اللہ نے مجکو اسکی خبر دی ہے یا اسکا حکم دیا ہے۔

ابوالاسود دیلی اسپر تعجب کرتے ہین کہ ہمنے کسی محارب کو نہین دیکھا کہ وہ ایسی خبر کو برملا بیان کرے مگر وہ کیا جانے کہ خلیفہ رسول ایسا ہی ہوتا ہے جو اظہار حق مین کبھی تامل نہین کرتا نہ ایسا شخص جو خود رسول سے اپنی خبر کو چھپاتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ یہ راز رسول اللہ سے مخفی ہے چنانچہ اوسی ازالۃ الخفا مین ہے۔

واخرج ابن عساکر فی تاریخ دمشق عن کعب قال کان اسلام ابی بکر الصدیق سببہ ہو حی من السماء وذلک انہ کان تاجرا بالشام فرای رؤیا فقصہا علی بحیرا الراہب فقال لہ من این انت قال من مکہ قال من ایہا قال من قریش قال فایش انت قال تاجر قال صدق اللہ رؤیاک فانہ یبعث نبی من قومک تکون وزیرہ فی حیاتہ وخلیفتہ بعد موتہ فاسرہا ابوبکر حتی بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجاءہ فقال یا محمد ما الدلیل علی ما تدعی قال اقرؤہا التی رایت بالشام فعانقہ وقبل ما بین عینیہ وقال اشہد انک رسول اللہ ۳۴

ابن عساکر نے تاریخ دمشق مین کعب سے روایت کیا ہے کہ اسلام ابوبکر کا سببی وحی تھا آسمان سے کیونکہ وہ ملک شام مین بغرض تجارت گئے تھے کہ اکبروز ایک خواب دیکھا اور اوسکو بحیرا راہب سے بیان کیا اوس نے پوچھا تم کہان کے رہنے والے ہو کہا کہ مکے پھر پوچھا کس قبیلہ سے کہا قریش سے پھر پوچھا کہ کیا کرتے ہو کہا تاجر ہون راہب نے کہا خدا تیرے خواب کو سچا کرے تیری قوم سے ایک نبی مبعوث ہوگا تم زمانہ حیات مین اوسکے وزیر ہوگے اور بعد موت خلیفہ ہوگے۔ ابوبکر نے اس قصہ کو اپنے دل مین چھپایا یہانتک کہ حضرت مبعوث برسالت ہوے تو ابوبکر نے آکر پوچھا آپکے نبوت کی کیا دلیل ہے حضرت نے فرمایا وہی جو تو نے شام مین دیکھا تھا ابوبکر نے اوسکو معانقہ کیا اور دونون آنکھ کے درمیان مین بوسہ دیا اور کہا گواہی دیتا ہون کہ آپ رسول خدا ہین۔

پہلے اس روایت کو دیکھئے اور اوس روایت سے ملایئے جو پہلے مذکور ہوئی کہ یمن مین گئے تھے اور ایک یہودی ازدی سے ملاقات ہوئی۔ پھر اسکو دیکھئے کہ وہ خبر خلافت دیرہا ہے اور یہ اوسکو چھپاتے ہین تو کیا آپ کہہ سکتے ہین کہ اس طرح سے اونھون نے نہین اسلام قبول کیا تھا کہ خلافت کی امید تھی۔ اور اگر وہ سبب نہ تھا تو آخر اسکی کیا وجہ تھی کہ جنازہ رسول کو بے غسل وکفن چھوڑ کر سقیفہ مین گئے۔

مگر حیرت اسپر ہے کہ گاہن خبر دیر ہے ہین کہ تم خلیفہ ہوگے۔ رسول اللہ کو یہ سب حال معلوم ہوتا ہے کہ ایسی بشارت دی گئی ہے۔ پھر آپ خواب دیکھ رہے ہین کہ ہمارے بعد ابوبکر ڈول کھینچے ہین انکے بعد عمر انکے بعد عثمان۔ جیسا کہ صحیح بخاری مین ہے اور تفصیل اوسکی تنقید بخاری مین درج ہے مگر حضرت کے منہ سے یہ کلمہ نہین نکلتا کہ ہمنے تمکو اپنا خلیفہ بنایا نہ یہ مذہب اہلسنت ہے کہ خلافت ابوبکر نص رسول تھی تو اسکی مصلحت بجز اسکے کیا ہوسکتی ہے کہ خلافت انکی برضی رسول نہ تھی ورنہ کوئی مانع نہین معلوم ہوتا کہ حضرت نص نہین فرماتے۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ وہ روایات جو ڈول کھینچنے کے بارہ مین بنائی گئی ہین محض وضعی ہین

نجومی روایتون کا سلسلہ آگے بڑھایئے تو اوسی ازالۃ الخفا مین ہے صہ ۳۳۲

واخرج ابو القاسم البغوی عن سعید بن عبد العزیز قال لما توفی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قیل لذی قربات الحمیری وکان من اعلم الیہود یا ذا قربات من بعدہ قال لا امین یعنی ابابکر قیل فمن بعدہ قال قرن من حدید یعنی عمر قیل فمن بعدہ قال لا زھم یعنی عثمان قیل فمن بعدہ قال الوضاح المنصور یعنی معاویۃ واخرج ابن راھویہ والطبرانی عن عبد اللہ بن مغفل قال قال لی ابن سلام لما قتل علیؓ ھذا راس اربعین سنۃ وسیکون عندھا صلح واخرج ابن سعد عن ابی صالح قال کان الحادی بعد عثمان وھو یقول شعر ان الامیر بعدہ علیؓ وفی الزبیر خلف مرضی۔ فقال کعب لابن عفان واخبر معاویۃ بذلک فقال یا ابا اسحق انی یکون ھذا وھلینا اصحاب محمد علیؓ والزبیر قال انت صاحبھا۔

یعنی سعید بن عبد العزیز روایت کرتے ہین کہ بعد وفات رسول اللہ کسی نے ذی قربات حمیری سے سوال کیا جو اوس زمانہ مین تمام یہودیون سے بڑھکر عالم تھا کہ بتاؤ اب کون ہوگا کہا امین یعنی ابوبکر پوچھا گیا کہ پھر اوسکے بعد کون ہوگا کہا قرن

من حدید یعنی عمر پھر کہا اوسکے بعد کون ہوگا کہا کہ ازہر یعنی عثمان پھر پوچھا اوسکے بعد کون ہوگا کہا **وضاح منصور** یعنی معاویہ اور عبد اللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ ابن سلام نے کہا کہ جب جناب امیرؑ نے شہادت پائی تو کہا پنسٹھ کی ابتدا ہے اور قریب ہے کہ اب صلح ہو۔ ابن سعد ابی صالح سے روایت کرتے ہین کہ عثمان اونٹ پر جا رہے تھے اور حدی خوان یہ شعر پڑھ رہا تھا کہ عثمان کے بعد خلیفہ علیؑ ہونگے اور زبیر مین علت مرضی ہے تو کعب نے کہا نہین بلکہ معویہ خلیفہ ہوگا۔ معویہ کو جب اسکی خبر ملی تو کہا ایسا کیونکر ہوگا حالانکہ یہان اصحاب محمدؐ موجود ہین علیؑ ہین زبیر ہین تو کعب نے کہا سب کچھ ہو مگر خلافت تمھی کو ملے گی۔

دیکھیے یہان بھی تو وہی خبرین ہین جس قسم کی ابوبکر اور عمر کو ملی تھین کہ خلافت تمکو ملیگی حالانکہ جناب امیرؑ خلیفہ ہو رہے ہین اور حسب عقائد اہلسنت ہی جناب امیرؑ خلیفہ ہوے مگر ذی **قربات حمیری** اوس خلافت کو خارج از بحث قرار دیتا ہے اور کعب الاحبار کہہ رہا ہے کہ عثمان کے بعد خلیفہ معویہ ہے۔

اب آیئے **خلافت یزید** پر اگرچہ کوئی روایت اہل کتاب کی اسکے بارہین علیحدہ نہین ملی مگر تاریخ **الخلفا** سیوطی مین ہے یہ روایت ابن عمر موجود ہے صہ ۱۳۱

واخرج ابن عساکر عن عبد اللہ بن عمر قال ابوبکر الصدیق اصبتم اسمہ عمر الفاروق قرن من حدید اصبتم اسمہ ابن عفان ذو النورین قتل مظلوما یرقی کقلبین من رحمۃ معویہ وابنہ ملکا الارض المقدسۃ والشفاح وسلام و المنصور وجابر والمھدی والامین وامیر الغضب۔ کلھم من بنی کعب بن لوی کلھم صالح لا بد مثلہ قال الذھبی لہ طرق عن ابن عمر ولم یرفعہ احد

یعنی ابن عمر نے کہا ابوبکر صدیق کا نام تھا عمر فاروق قرن حدید ہین جنکا نام تم نے پایا۔ عثمان کو دو حصہ رحمت کا ملا۔ معویہ سور اور انکا بیٹا (یزید) دونون مالک ہوے ارض مقدس (شام) کے۔ شفاح۔ سلام۔ منصور۔ جابر۔ مہدی۔ امین۔ امیر غضب سب کعب بن لوی سے ہین اور سب صالح ہین جنکا مثل نہین پایا جاتا کہا ذہبی نے

طرق سے ابن عمر سے مروی ہے مگر کسی نے یہ نہین کہا کہ حضرت نے اس حدیث کو فرمایا ہو۔

تو بجز کاہنون اور اہل کتاب کے کون اسکا راوی ہوسکتا ہے جس سے منکر ابن عمر نے بیان کیا کیونکہ اون کی وفات ستہ مین ہے بعہد عبدالملک ان خلافتون کا زمانہ نہین ملا مگر خبر اہل کتاب کو اونھون نے شرع کیا

خلافت عبدالملک ۔ اوسی تاریخ الخلفا مین ہے صفحہ ۱۴۷

قال بکر بن عبداللہ المزنی اسلم یہودی اسمہ یوسف وکان قرأ الکتب فمرّ بدار مروان فقال ویل لامۃ محمد من اھل ھذہ الدار فقلت لہ الی متی قال حتی تجی رایات سودٌ من قبل خراسان وکان صدیقاً لعبد الملک بن مروان فضرب یومًا علی منکبہ وقال اتق اللہ فی امۃ محمدؐ اذا ملکتہم فقال وعنی وعجبا ما شانی وشان ذلک فقال اتق اللہ فی امرھم قال وجھز یزید جیشًا الی اھل مکہ فقال عبد الملک اعوذ باللہ ابعث الی حرم اللہ فضرب یوسف منکبہ وقال جیشک الیہم اعظم وقال یحیی الغسانی لما نزل مسلم بن عقبۃ المدینۃ دخلت مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجلست الی جنب عبد الملک فقال لی عبد الملک امن ھذا الجیش انت قلت نعم قال نکلتک امک ادری الی من تشیر الی اول مولود ولد فی الاسلام والی ابن حواری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی ابن ذات النطاقین والی من حنکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما واللہ ان جیشہ نہارًا وجدتہ صائمًا ولئن جیشہ لیلاً لتجدنہ قائمًا فلوان اھل الارض اطبقوا علی قتالہ لاکبہم اللہ جمیعًا فی النار فلما صارت الخلافۃ الی عبد الملک وجہ الحجاج حتی قتلہ وقال ابن ابی عائشہ اضفی الامر الی عبد الملک والمصحف فی حجرہ فاطبقہ وقال ھذا الحزالعہد بک۔

یعنی بکر بن عبداللہ مزنی راوی ہے کہ ایک یہودی جسکا نام یوسف تھا جو عالم یہود تھا وہ اسلام لایا اور ایک روز اوسکا گذر مروان کے مکان کی طرف ہوا تو کہا وائے ہو اس امت

محمدیہ پر اس گھر والون کے ہاتھ سے مینے پوچھا کب تک کہا کہ جبتک علم سیاہ آئین خراسان سے۔ وہ عبدالملک کا دوست تھا ایک روز اوسکے شانہ پر ہاتھ رکھکر کہا خدا کا خوف کرا امت محمدیہ مین جب تو خلیفہ ہو عبدالملک نے کہا ان باتون کو چھوڑو ہمکو اس سے کیا واسطہ (یہ وہی کلمہ ہے جو معویہ نے کعب الاحبار سے کہا تھا) یوسف نے کہا اچھا خدا کا خوف کرا امت محمدیہ کے باب مین یزید نے جب لشکر اس غرض سے روانہ کیا کہ اہل مکہ سے قتال کرے تو عبدالملک نے کہا پناہ بخدا کیا حرم خدا کی طرف لشکر بھیجا جاتا ہے۔ **یوسف یہودی** نے اوسکے شانہ پر ہاتھ مارا اور کہا تیرا لشکر جو اس طرف آئیگا وہ اس سے اعظم ہوگا

یحیی غسانی بیان کرتے ہین ہم اوس لشکر مین تھے جسے یزید نے مکہ پر بھیجا تھا ہم مسجد رسول مین داخل ہوئے اور عبدالملک کے پاس بیٹھے تو اوس نے گاہی دیکر کہا کیا تو بھی اسی لشکر سے ہے مینے کہا ہان تو عبدالملک نے کہا جانتے ہو کس سے لڑنے جاتے ہو۔ یہ پہلا شخص ہے جو مسلمانون مین پیدا ہوا اور یہ فرزند حواری رسول ہے اور ذات النطاقین کا بیٹا جسکی تحنک خود رسول اللہ نے کی تھی دن کو روزہ دار ہے۔ رات کو شب زندہ دار اگر تمامی اہل زمین اسکے قتل پر آمادہ ہون تو خدا اسکو جہنم مین اوندھے منہ داخل کریگا جب خلافت عبدالملک کو ملی تو اوس نے ہم سبکو حجاج کے ساتھ اوسی عبداللہ بن زبیر کے قتل کو بھیجا یہانتک کہ جسنے قتل کیا ابن ابی عائشہ کہتے ہین کہ عبدالملک گود مین لیے ہوئے قرآن کی تلاوت کر رہا تھا کہ مژدہ خلافت ملا اوس نے قرآن کو بند کرکے کہا یہ آخری عہد ہے ہمارا تیرے ساتھ۔

غرض یہ سب اخبار کاہنین و منجمین ہین جنھون نے حسب روایات السنت قبل از واقعہ خبر دی اور مطابق اوسکے واقع بھی ہوا پھر تعجب ہے کہ ان سب اخبار سے تو اسکی حقیت نہین ثابت کی جاتی۔ اور خلفائے ثلثہ کے بارہین وہی خبرین دلیل حقیت قرار پاتی ہین

عبدالملک بن مروان کے چار بیٹے یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوئے ان سب کی جامع

حالت یہ ہے کہ اوسی تاریخ الخلفا مین ہے۔ قال مصعب الزبیری رای عبد الملک فی منامہ انہ بال فی المحراب اربع مرات فسال سعید بن المسیب فقال یملک من ولدہ بصلبہ اربعۃ فکان ھشام اخرھم وکان ھشام حازماً عاقلاً کان لا یدخل بیت مالہ مالاً حتی یشھد اربعون قسامۃ لقد اخذ من حقہ ولقد اعطی لکل ذی حق حقہ صفحہ ۱۶۵

یعنی مصعب زبیری کا بیان ہے کہ عبد الملک نے خواب مین دیکھا محراب مسجد مین اوس نے چار مرتبہ پیشاب کیا ہے سعید بن المسیب نے یہ تعبیر دی کہ چار فرزند حقیقی اوسکے خلیفہ ہونگے آخری اون کا ہشام بن عبد الملک تھا جو نہایت ہوشیار اور عاقل تھا کہ بیت المال مین کسی مال کو اوس وقت تک نہ داخل کرتا کہ چالیس آدمی اسکی گواہی دین کہ یہ مال بطور حق لیا گیا اور ہر شخص کو اوس کا حق دیا گیا۔

کیا ہے دنیا مین کوئی شخص ایسا جو اسکا دعوی کرے کہ خلیفہ دوم جو سب سے زیادہ عادل مانے جاتے ہین اونھون نے بھی کبھی اس قسم کا اہتمام کیا تھا مال کے حاصل کرنے مین مگر وہ خلیفہ بحق مانے جاتے ہین اور ہشام اوس درجہ سے خارج۔

واقعہ عمرو عاص۔ اب ہم ان نجومی قصون کو اس واقعہ پر تمام کرتے ہین کہ حسن المحاضرۃ امام سیوطی مین ہے صفحہ ۴۵

کہ عمرو عاص زمانہ جاہلیت مین بغرض تجارت ملک شام مین گئے تھے وہان ایک عالم یہودی سے ملاقات ہوئی جو نماز پڑھنے بیت المقدس مین آیا تھا۔ عمرو عاص اونٹ چرا رہے تھے کہ اوس یہودی کا ادہر گذر ہوا وہ بہت پیاسا تھا عمرو عاص نے پانی پلایا۔ اور وہ وہین سو رہا اتنے مین ایک بہت بڑا سانپ نکلا جو اوس یہودی کے قریب ہی تھا عمرو عاص نے تیر سے اوسکو ہلاک کیا۔ یہودی نے اوٹھکر جو سانپ کو دیکھا تو نہایت گھبرایا عمرو عاص نے سارا قصہ بیان کیا اور سر کا بوسہ دیکر اصرار کیا کہ ہمارے ساتھ ہمارے گھر چلو تو ہم اسکا معاوضہ کرین کیونکہ تم نے دو مرتبہ ہماری جان بچائی۔

اتفاقاً وہ یہودی عمرو عاص کو لیکر اوس روز داخل اسکندریہ ہوا جو روز عید تھا اور شاہزادے اوس روز گیند کھیلا کرتے اور ہر شخص اوچک اوچک کر اوس گیند کو اپنی آستین مین لیا کرتے

جسکے خواص سے یہ تھا کہ جسکے ہاتھ مین وہ گیند آجاتا کسی وقت وہ مصر کا ضرور بادشاہ ہوتا عمرو عاص اوس یہودی کے ساتھ وہان بیٹھا تماشا دیکھ رہا تھا کہ دفعۃً وہ گیند جو پھینکا گیا تو عمرو عاص کی آستین مین آگیا۔ یہ دیکھکر سب متعجب ہوے اور کہا کہ آجتک تو اس گیند نے دھوکھا نہین دیا تھا۔ اس دفعہ کیا ہوا جو اس اعرابی کی آستین مین چلا گیا۔ کیا کبھی یہ بھی ہمارا بادشاہ ہو سکتا ہے ہرگز نہین۔

اس واقعہ سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ کس نجوم کے قاعدہ سے وہ گیند بنا تھا کہ یہ باتین دکھاتا اسی گیند کے اس مجرب قاعدہ نے عمرو عاص کو اسپر اوبھارا کہ فتح مصر کا ارادہ کرین حالانکہ خلیفہ دوم اس سے راضی نہ تھے بلکہ استخارہ بھی منع آیا تھا مگر عمرو عاص نے حیلہ کرکے اوس خط ممانعت کو عمر کے نہ لیا صفحہ ۵۱ حسن المحاضرہ

غرض اس قسم کے صدہا واقعات ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان صحابہ کا کاہنون اور یہودیون کی خبرون پر کیسا اعتقاد تھا تو اب جو لوگ ایسے اخبار کاہنین سے حقیت پر کسی امر کے استدلال کرتے ہین بتاؤ وہ کس عقل کے ہین کیونکہ ایسی خبرین تو روزمرہ ہم جوتشیون کی دیکھتے ہین جس مین سچ بھی ہوتا ہے اور جھوٹھ بھی پھر اوس سے کسی کی حقیت کیونکر معلوم ہو سکتی ہے

یہی وجہ ہے کہ شاہ ولی اللہ نے ان حکایات کو تو لکھدیا مگر اوسکی بات یون بنایا جیسا کہ سابقاً مذکور ہوا کہ جو امور مقدر ہوتے ہین اوسکی خبر کاہنون کو بھی ملتی ہے اور وہ خبر دیتے ہین تو اس سے حقیت اوس امر کی کیونکر معلوم ہوئی کیا رسول اللہ نے اسکی خبر نہین دی تھی کہ ہمارا حسین شہید کیا جائیگا خانہ کعبہ جلایا جائیگا مدینہ منورہ غارت ہوگا تو اگر یہ امور جائز اور حق ہین تو خلفائے ثلثہ بلکہ معویہ و یزید و عبد الملک وغیرہ کی خلافت بھی حق تھی۔ کیونکہ اسکی خبر کاہن اور یہودی دیچکے تھے۔

اسلام عمر

یہانتک تو آپنے دیکھا کہ یہودیون اور کاہنون کی خبر وخبر کس طرح ان کا ایمان تھا مگر آپکو اس پر زیادہ حیرت ہوگی کہ ان سب حالات کے معلوم ہونے پر بھی عمر صاحب کو اسلام سے ایسی نفرت تھی کہ کسی طرح اسلام لانا نہین چاہتے تھے بلکہ سب سے زیادہ دشمن اسلام یہی تھے۔

تاریخ خمیس مین ہے کان اسلام عمر بعد خروج من خرج من اصحاب رسول اللہ الی الحبشۃ وبعد حمزۃ وبثلاثۃ ایام ص۳۳۳ ج۱ (ص)

یعنی عمر کا اسلام اوسوقت ہوا جبکہ اصحاب رسول ہجرت کرکے حبشہ کی طرف جاچکے تھے اسلام حضرت حمزہ کے تین روز بعد۔

ہجرت حبشہ سنہ پنجم بعثت مین ہوئی جس مین گیارہ مرد اور چار یا پانچ عورتین تھین منتہی تاریخ خمیس۔

پھر لکھتے ہین وفی سبب اسلام عمر اقوال اشہرھا ماروی ان قریشا اجتمعت فتشاوروا فی امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا ای رجل یقتل محمدا فقال عمر بن الخطاب انا لھا فقالوا انت لھا یا عمر فخرج متقلدا السیف فی طلب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع اصحابہ فی منزل حمزۃ فی الدار التی فی اصل الصفا فلما خرج عمر الی الصفا لقیہ سعد بن ابی وقاص الزھری فقال این ترید یا عمر فقال ارید ان اقتل محمدا قال انت احقر واصغر من ذلک فکیف تامن بنی ھاشم وبنی زھرۃ وقد قتلت محمدا وفی روایۃ قال لہ سعد اتریدان تقتل محمدا ویدعک بنو عبد مناف ان تمشی علی الارض فقال لہ عمر ما اراک الا قد صبات وترکت الدین الذی انت علیہ وفی روایۃ قال لہ عمر لعلک قد صبات الی محمد فابدا بک فاقتلک وعند ذلک قال سعد اعلم انی امنت بمحمد واشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ فسل عمر سیفہ وکشف سعد عن سیفہ فشد کل واحد منھما علی الاخر حتی کادان یختلطا فقال سعد مالک یا عمر

لاتصنع ھذا باختک امنہ بنت الخطاب وفی المواھب اللدنیۃ فاطمۃ بنت الخطاب وزوجھا سعید بن زید بن عمرو بن نفیل فقال اسلما قال نعم فترکہ عمر وسار الی منزل امنہ وفی الصفوۃ قال سعد افلا دلک علی العجب یا عمر ان اختک وختنک قد صبیا وترکا دینک الذی انت علیہ فمشی عمر مسرعا حتی اتاھما وعندھما رجل من الانصار یقال لہ خباب بن الارت وھو یقرؤن سورۃ طہ فلما سمع خباب حس عمر توارا فی البیت فدخل عمر علیھما فقال ما ھذہ الھینمۃ التی سمعتھا عندکم فقالا ما عدا حدیثا حدثناہ بیننا قال فلعلکما قد صبیتما فقال لہ ختنہ ارایت یا عمر ان کان الحق فی غیر دینک فوثب عمر علی ختنہ سعید وبطش بلحیتہ فنواثبا وکان عمر رجلا شدیدا قویا فقرب بسعید الارض وجلس علی صدرہ فجاءت اختہ فدفعتہ عن زوجھا فلطمھا عمر لطمۃ شج بھا وجھھا وفی الصفوۃ فنفحھا نفحۃ بیدہ فدمی وجھھا فلما نظرت الی الدم علی وجھھا غضبت وقالت یا عدو اللہ اتضربنی علی ان اوحد اللہ قال نعم اوقالت یا عمر ان کان الحق فی غیر دینک اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ لقد اسلمنا علی رغم انفک فاصنع ما انت صانع فلما سمعھا عمر ندم وقام من صدر زوجھا فقعد ناحیۃ ثم قال اعرضوا علی الصحیفۃ التی کنتم تدرسونھا۔ وفی الصفوۃ اعطونی ھذا الکتاب الذی عندکم فاقرأہ وکان عمر یقرأ الکتب قالت اختہ لا افعل قال ولم ویحک قد وقع فی قلبی ما قلت فاعطیتھا انظر الیھا واعطیک من المواثیق ما ان لا اخونک حتی تحرزیھا حیث شئت قالت لہ اختہ انک رجس فی نظلق فاغتسل او توضأ فانہ کتاب لا یمسہ الا المطھرون فخرج عمر لیغتسل وخرج الیھا خباب بن الارت فقال اندفعین کتاب اللہ الی عمر وھو کافر قالت نعم انی ارجوان یھدی اللہ اخی فدخل خباب البیت وجاء

عمر فدفعت الیہ الصحیفۃ فاذا فیہا بسم اللہ الرحمن الرحیم طہ ما انزلنا
علیک القران لتشقی الی قولہ اننی انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدنی واقم
الصلاۃ لذکری فقال عمر عند ہذہ ینبغی ان یقول ہذا ان لا یعبد معہ
غیرہ فقال عمر دلونی علی محمد فلما سمع خباب قول عمر خرج من البیت
فقال ابشر یا عمر فانی ارجو ان یکون قد سبقت فیک دعوۃ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم البارحۃ قال اللہم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب او
بابی جہل بن ہشام وفی سیرۃ مغلطای اللہم اید الاسلام بابی جہل بن
ہشام او بعمر بن الخطاب وفی کتاب الحاکم اللہم اید الاسلام بعمر بن الخطاب
ولم یذکر ابا جہل۔ ذکر الدارقطنی ان عائشۃ قالت انما قال النبی صلی اللہ
علیہ وسلم اللہم عز عمر بالاسلام لان الاسلام یعز ولا یعز فقال عمر یا خباب
انطلق بنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقام خباب وسعید معہ حتی
اتوا منزل حمزۃ دار الارقم التی باصل الصفا فدقوا الباب فخرج بعض الاصحاب
فنظر فی شق الباب فرجع الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول
اللہ ہذا عمر نعوذ باللہ من شرہ فقال افتحوا لہ الباب فان جاء بخیر قبلناہ
وان جاء بالشر فقتلناہ وفی الصفوۃ فانطلق عمر حتی اتی الدار وعلی الباب
حمزۃ وطلحۃ وناس من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما رای
حمزۃ وجل القوم من عمر قال نعم ہذا عمر فان یرد اللہ بعمر خیرا یسلم
ویتبع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وان یرد غیر ذلک یکن قتلہ علینا ہینا
قال والنبی صلی اللہ علیہ وسلم داخل بوحی الیہ ففتح العمر الباب فدخل
فاستقبلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صحن الدار فاخذ بمجامع ثوبہ
وحمائل سیفہ وفی المنتقی اخذ ساعدہ وانتہرہ فارتعد عمر ہیبۃ لرسول اللہ
اللہ علیہ وسلم وجلس فقال اما انت منتہیا یا عمر حتی ینزل اللہ بک
ما انزل بالولید بن المغیرۃ یعنی الخزی والنکال اللہم ہذا عمر بن الخطاب

اللہم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب فقال عمر اشہد انک رسول اللہ وقال
اخرج یا رسول اللہ۔

سبب اسلام عمر مین مشہور قول یہ ہے کہ قریش نے جمع ہو کر مشورہ کیا کہ حضرت کو قتل کرنا
چاہیے کون ہے ایسا جو اس کام کو انجام دے۔ عمر نے کہا مین اس کام کو انجام دونگا
سب نے تعریف کی اور کہا بیشک تم ہی اس کام کے ہو۔ عمر تلوار لگا کر حضرت کی تلاش
مین چلے۔ اوس وقت آپ اپنے اصحاب کے ساتھ حضرت حمزہ کے مکان مین تھے
جو کوہ صفا کی جڑ مین واقع تھا۔ عمر صفا پر چڑھے کہ وہان سعد بن ابی وقاص سے
ملاقات ہوئی پوچھا کہان چلے کہا محمد کو قتل کرنے سعد نے کہا انت احقر واصغر من
ذلک تو نہایت حقیر اور چھوٹا آدمی ہے جو ایسا کام کرے بنی ہاشم۔ اور بنی زہرہ سے
کیونکر بچ سکتا ہے اگر تو نے حضرت کو قتل کیا۔ دوسری روایت مین ہے کہ سعد نے
کہا کیا تو چاہتا ہے کہ محمد کو قتل کرے اور بنی عبد مناف تجھے چھوڑ دینگے کہ زمین پر
چلے۔ عمر نے کہا معلوم ہوتا ہے تو بھی بیدین ہو گیا تو لاؤ ہم پہلے تمھین سے شروع کرتے
ہین۔ سعد نے کہا جان لو محمد پر ایمان لائے ہین۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ ومحمد
رسول اللہ۔ عمر نے تلوار کھینچ لی اور سعد نے بھی اپنی تلوار کھول لی اور ایک
دوسرے پر وار کرنے لگا یہانتک کہ قریب تھا دونون گتھ جائین۔ تب سعد نے
کہا اپنی بہن آمنہ بنت خطاب کے ساتھ کیون نہین یہ سب کرتا اور بروایت فاطمہ
بنت خطاب اور اوسکے شوہر سعید بن زید کا نام لیا۔ عمر نے پوچھا کیا وہ دونون
مسلمان ہو گئے سعد نے کہا ہان۔ عمر نے سعد کو چھوڑ کر اپنی بہن کے گھر کی راہ لی
صفوہ مین ہے کہ سعد نے کہا ہم تمکو اس سے زیادہ عجیب بات نہ سنائین کہ تیری
بہن اور بہنوئی نے اسلام قبول کر لیا ہے عمر جلدی جلدی اودہر چلے جب وہان
پہونچے تو خباب بن الارت انصاری کو دیکھا کہ وہ سورہ طہ پڑھا رہے ہین عمر کی
آہٹ پا کر خباب تو ایک گوشہ مین چھپ رہے (تقیہ) عمر نے پوچھا یہ کیسی آواز تھی
آمنہ نے کہا آپس مین بات چیت کر رہے تھے (تقیہ) عمر نے کہا معلوم ہوتا ہے تم دونو

بیدین ہوگئے ؟ عمر کے بہنوئی نے کہا اے عمر اگر حق کسی دوسرے دین مین ہو تو کیا ہم اوسکو نہ مانین - یہ سنکر عمر اپنے بہنوئی پر اوچھل پڑے اور اوسکی ڈاڑھی کو پکڑا غرض دونون مین اوٹھا پٹک ہونے لگی عمر چونکہ مضبوط تھے لہذا سعید کو زمین پر گراکر اوسکے سینے پر چڑھ بیٹھے - عمر کی بہن نے یہ دیکھکر عمر کو گرادیا (یہ قوت ہے) عمر نے ایک طمانچہ مارا جس سے خون نکلنے لگا عورت نے جب اپنے چہرہ پر خون دیکھا تو اور بھی غصہ ہوئی اور کہا اے دشمن خدا کیا تو اسپر بہی مارتا ہے کہ خدا کی توحید کے قائل ہین یا یہ کہا حق اگر دوسرے دین مین ہو تو کیا ہم نہ مانین سے تیری ناک رگڑنے کو ہم اسلام لائے اب جو تیرا جی چاہے کر عمر اوسکا یہ کلام سنکر نادم ہوے اور شوہر کے سینہ سے اوترآئے اور کہا اچھا وہ صحیفہ ہمکو دکھاؤ جسکو پڑھ رہے تھے -

صفوہ مین ہے کہ عمر چونکہ پڑھے لکھے تھے کہنے لگے وہ کتاب ہمین دکھاؤ - عمر کے بہن نے کہا ایسا نہین ہوگا عمر نے کہا دائے ہو مجھپر کہ میرے دل مین بھی تیری بات پڑ گئی ہے لاؤ ہمکو دکھاؤ ہم قسم کھاتے ہین کہ خیانت نہ کرینگے - عمر کی بہن نے کہا تو ناپاک ہے جا پہلے غسل یا وضو کرے کیونکہ یہ ایسی کتاب ہے کہ اسکو وہی مس کر سکتا ہے جو پاک ہو عمر جب غسل کرنے چلے تو خباب نے باہر نکلکر کہا عمر کو نہ دینا کہ وہ کافر ہے عمر کی بہن نے کہا ہمکو امید ہے کہ خدا اوسکی بھی ہدایت کرے - عمر نے جب اوس صحیفہ کو لیا تو اوس مین سورہ طہ تھا جب آیہ انني انا الله لا اله الا انا فاعبدني تک پہونچے تو کہا بیشک جسکا یہ کلام ہو اوسکو مناسب ہے کہ غیر کی عبادت اوسکے ساتھہ نہ کی جائے - پھر کہا ہمکو محمد کے پاس لیچلو یہ سنکر خباب باہر نکل آئے اور کہا کہ بشارت ہو تجھے خدا نے چاہا تو حضرت کی دعا تیرے باب مین قبول ہوگی کیونکہ حضرت نے کل کے روز فرمایا تھا خدایا اسلام کو عزت دے عمر یا ابوجہل سے دوسری روایت مین ہے تائید کرا اسلام کی ابوجہل یا عمر سے کتاب حاکم مین صرف عمر کا نام ہے اور دارقطنی نے کہا کہ جب عائشہ نے اس حدیث کو سنا تو کہا خدایا عمر کو عزت دے اسلام سے کیونکہ اسلام تو خود معزز ہے دوسرون کو عزت دیتا ہے اوسکو کوئی کیا عزت

دیگا -

(اس روایت سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ یہ سب وضعی کارروائی خود صحابہ کی ہے کیونکہ عائشہ کے زمانہ کی بات ہے کہ جب کہ اس طرح روایت بنائی گئی تو پھر صحابی کون واضع ہو سکتا ہے اور خود حضرت عائشہ نے رد کیا کہ یون نہین فرمایا بلکہ یون فرمایا تھا - کیونکہ اوس مین اسلام کی ذلت نکلتی ہے جسکے عزت افزائی کی ضرورت تھی کہ اسلام عمر سے وہ عزت پائے اوسپر طرہ یہ ہے کہ خود حضرت عائشہ کی ولادت اسی سال مین ہوئی ہے وفی السنة الخامسة او الرابعة من النبوة ولدت عائشة بنت ابی بکر علیه ص ۳۲۵

یعنی ۴ یا ۵ سنہ مین ولادت عائشہ کی ہوئی تو اب بتائیے انکو کیسے علم ہوا کہ حضرت نے یہ فرمایا ہوا صلاح کرنے چلین کہ حضرت نے یون نہین کہا یون کہا)

غرض عمر نے خباب سے کہا ہمکو خدمت رسول مین لیچلو عمر کے بہنوئی سعید بھی ساتھہ ہولئے جب حضرت حمزہ کے مکان کے پاس پہونچے جہان حضرت قیام فرما تھے تو بعض اصحاب نے مشق الباب سے دیکھا کہ عمر آرہے ہین دوڑے ہوئے حضرت کے پاس گئے اور کہا یہ عمر ہین خدا پناہ دے انکے شر سے (یہ سب ہیبت عمر کی دکھائی جاتی ہے) حضرت نے فرمایا دروازہ کھول دو اگر نیت خیر آیا ہے تو ہم قبول کرینگے ورنہ قتل کرینگے ؛

صفوہ مین ہے کہ عمر جب قریب مکان پہونچے تو وہان حضرت حمزہ اور طلحہ موجود تھے حضرت حمزہ نے کہا اگر خدا اسکا خیر چاہتا ہے تو عمر اسلام لائیگا اور پیرو رسول بنجائیگا والا قتل اوسکا آسان ہے - اور حضرت اندرون مکان بیٹھے تھے جہان وحی کا نزول ہوا کرتا تھا اتنے مین عمر داخل مکان ہوئے تو حضرت نے انکو صحن دار مین پایا اور ان کا کپڑا پکڑکر ایک جھٹکا دیا اور تلوار پکڑلی دوسری روایت مین ہے کہ حضرت نے انکے ساعد و بازو کو پکڑکر جھٹکا دیا جس سے عمر مارے خوف کے کانپنے لگے اور بیٹھ گئے حضرت نے فرمایا اے عمر کیا تو باز نہ آئیگا جبتک تجھپر بھی وہ عذاب نہ نازل ہو

جو ولید بن مغیرہ پر نازل ہوا اسکے بعد عمر مسلمان ہوے اور حضرت سے کہا یا حضرت آپ خروج فرمایئے۔

اقول ہمکو یہان وہی شعر یاد پڑتا ہے جو فردوسی کہہ گئے ہین ؎

منم کردش رستم داستان ۔ وگرنہ بمے بود در سیستان

کیونکہ واقعات عالم کے بالکل خلاف ہے کہ کوئی اس طرح کسی کے قتل کرنے کو بیخوف وخطر جائے۔

اسلئے کہ دیکھا یون ہی گیا ہے اگر کوئی کسی کو مار ڈالنا چاہتا ہے تو چھپ چپا کر موقع سے نہ کہ وہ کسی بہادر ہو اس طرح کسی کو مارنے چلے اور خصوصاً ایسے شخص کو جو اپنی قوم وقبیلہ مین ایسا معزز ہو کہ کسی شاہزادہ کو بھی یہ عزت نہو یہ سب یارون نے اس غرض سے بنایا ہے کہ انکی جہالت جہیت قبل اسلام دکھائین۔

دوسرا رخ اس سے زیادہ تابناک ہے جس سے ان کا اسلام ایک معمولی اسلام بنتا ہے چنانچہ سیرۂ حلبیہ مین ہے کہ ہم رات کو چھپکر اس غرض سے گئے کہ رسول اللہ کو چھیڑین حضرت کو خانہ کعبہ مین پایا آپ سورہ الحاقہ پڑہ رہے تھے اوس نے یہ اثر کیا کہ ہمنے اسلام قبول کیا **دوسری** روایت اس طرح ہے کہ عمر نے کہا آج ہم مین محمدؐ کیا پڑہتے ہین اس غرض سے مسجد الحرام مین انکے قریب گئے اور دل مین سوچ لیا کہ حضرت کو ڈرا دینگے مگر قرآن کی تلاوت نے ہمارے دل کو نرم کر دیا۔ اور ہم رونے لگے حضرت جب نماز پڑہ چکے تو ہم بھی پیچھے پیچھے چلے حضرت نے ہمکو پہچان لیا اور ڈانٹا کہ رات کے وقت کیون لگا کہا کہ آپ پر ایمان لانے کیلئے **تیسری روایت** یہ ہے کہ عمر کی بہن کو دردزہ عارض ہوا عمر (دعا کرنے) خانہ کعبہ مین آئے پردۂ خانہ کعبہ سے لپٹے تھے کہ دیکھا حضرت تشریف لائے اور حجرے مین داخل ہوکر جسقدر چاہا نماز پڑھا اور نماز پڑہ کر جانے لگے ہمنے حضرت سے ایسا کلام سنا کہ کبھی نہین سنا تھا حضرت کے پیچھے چلے تو آپنے پوچھا کون ہے کہا عمر۔ حضرت نے فرمایا نہ تو دن کو ہمکو چھوڑتا ہے نہ رات کو ہمکو خوف ہو کہ کہین بددعا

نہ فرمائین ہمنے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ حضرت نے فرمایا تو اسکو چھپائیگا یا ظاہر کریگا عمر نے کہا نہین ہم اسکو ظاہر کرینگے جس طرح شرک کو ظاہر کرتے تھے حضرت نے ہمارے سینہ کو مس کیا اور دعا دی اور داخل دولت اسلام ہوے۔

ان روایتون کو پہلی روایتون سے ملائے تو صاف معلوم ہو جائے یہ روایتین کس غرض سے بنائی گئی ہین چنانچہ ان سب کے بعد خود صاحب سیرہ حلبیہ کہتے ہین ویحتاج للجمع بین ھذہ الروایات علی تقدیر صحتہا ثم رایت العلامۃ ابن حجر الھیثمی قال ویمکن الجمع بتعدد الواقعۃ قبل اسلامہ ھذا کلامہ فلیتامل فیہ ص ۳۱۳

یعنی یہ روایتین جو ایک دوسرے کے خلاف اور ایک دوسرے کی ضد ہین ان مین جمع کرنے کی ضرورت ہے بشرط صحت۔ ابن حجر مکی کہتے ہین ممکن ہے کہ یہ واقعات مختلف اوقات کے ہون۔ مگر یہ ایسا کلام ہے کہ بہت کچھ قابل تامل ہے۔

افسوس ان مورخون نے محض اس غرض سے کہ حضرت عمر کی ہیبت ثابت قبل اسلام دکھائین یہ روایتین گھڑین اور اسکا کسی کو نہ خیال ہوا کہ عمر صاحب کو ایسا مسلمان بنائین جنکے دل مین کچھ بھی سمجھ کا مادہ تھا اور جس طرح صدہا کفار قرآن کی فصاحت وبلاغت سنکر ایمان لائے۔ اسی طرح عمر صاحب بھی کلام الٰہی کو سنکر مبہوت ہوگئے۔

مگر ہمکو اس سے بحث نہین کہ عمر صاحب کیونکر اسلام لائے بلکہ اوسی روایت کو لیتے ہین جسکو وہ لوگ بڑے شد ومد سے بیان کرتے ہین چنانچہ اسکے بعد سیرۂ حلبیہ مین ہے۔

ومن ذلک ای مما کان سببا لاسلامہ حمران ابا جہل بن ہشام قال یا معشر قریش ان محمدا قد شتم الہتکم وسفہ احلامکم وزعم ان من مضی من اسلافکم یہا فنون فی النار الا ومن قتل محمدا فلہ علی مائۃ ناقۃ حمراء وسود ع

والف اوقية من فضة اى وفى لفظ اجعلوا لمن يقتله كذا وكذا اوقية من
الذهب وكذا وكذا اوقية من الفضة وكن اكذا اناقجة من المسك وكذا
كذا ثوبا وغير ذلك فقال عمر انا لها فقالوا له انت لها يا عمر وفعا هذا معهم
على ذلك قال عمر فخرجت متقلدا سيفى متنكبا كنانتى اى جعلتها
فى منكبى اريد رسول الله صلى الله عليه وسلم فبرزت على عجل يذبح فسمعته
من جوفه صوتا يقول يا ال ذريح صائح يصيح بلسان فصيح يدعو الى شهادة
ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله فقلت فى نفسى ان هذا الامر
يراد به لانت وذريح اسم للعجل المذبوح وقيل له ذلك من اجل الدم
لان الذبح شديد الحمرة يقال احمر ذريحى اى شديد الحمرة ثم مر برجل
اسلم وكان يكتم اسلامه خوفا من قومه يقال له نعيم اى ابن عبد الله
النحام كما تقدم فقال له اين تذهب يا ابن الخطاب فقال اريد هذا
الصابى الذى فرق امر قريش وسفه احلامها وسب الهتها فاقتله
فقال له نعيم والله لقد غرتك نفسك اترى بنى عبد مناف تاركيك
تمشى على وجه الارض وقد قتلت محمدا فلا ترجع الى اهل بيتك فتقيم
امرهم قال واى اهل بيتى قال ختنك اى زوج اختك وابن عمك سعيد
بن زيد بن عمرو بن نفيل واختك قد اسلما فعليك وانما فعل ذلك نعيم
ليصرفه عن اذية رسول الله صلى الله عليه وسلم ص۲۳۳ سيرة حلبيه جلد ۱

یعنی سبب اسلام عمر یہ لکھا ہے کہ ابوجہل نے کہا اے قوم قریش محمدؐ نے تمہارے تمہارے دین کو
گمراہی دین اور تمہارے عاقلوں کو بیوقوف بنایا اور گمان کیا کہ تمہارے اسلاف سب
داخل جہنم ہونگے تو اب کون شخص ایسا ہے جو محمدؐ کو قتل کرے تو ہم اوسکو سو اونٹ
دس سیر دیناہ دوا اسقدر سونا اور چاندی اور اسقدر نافہ مشک اور اسقدر کپڑا
وغیرہ وغیرہ عمر نے کہا ہم اس کام کو کرتے ہیں سب نے کہا ہاں تو ہی اس کام کو کر سکتا
ہے سب نے اسکا عہد لیا اور اس طرح چلے کہ تلوار کو حمائل کیا اور ترکش کو دوش پر

رکھا اور بقصد رسول روانہ ہوے۔ راہ میں ایک گائے کو دیکھا لوگ ذبح کر رہے ہیں
اور اوسکے جوف سے یہ آواز آرہی ہو یا ال ذریح صائح یصیح بلسان فصیح یدعو الی
شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ تو عمر نے اپنے دل میں کہا
اس سے مراد تو ہی ہے اور ذریح نام ہے اوس گوسالہ کا جو ذبح ہوا ہو۔ وہاں سے
عمر کا گذر نعیم بن عبداللہ نحام پر ہوا جو مسلمان ہو چکا تھا مگر قوم کے خوف سے ایمان کو
چھپائے تھا (نقیہ) اوس نے پوچھا کہاں جاتا ہے تو نے اپنا مطلب بیان
کیا اوس نے کہا تیرے نفس نے دھوکا دیا ہے کیا تو یہ خیال کرتا ہے کہ تو محمدؐ کو قتل
کریگا اور خاندان عبد مناف دے تجھے چھوڑ دینگے تم اپنے گھر کی خبر کیوں نہیں لیتے۔
اسپر خواہر عمر کا مسلمان ہونا بیان کیا اور غرض یہ تھی کہ ایذائے رسول سے باز آئے۔
روایتین دونوں قسم کی ہیں لیکن دین میں ایک تو وہ جس سے عمر صاحب کی حمایت اور
حرمت ثابت ہو کیونکہ اگر یہ طبع مال چلے تھے تو پہلے اونکو یہ سمجھنا چاہیے تھا حضرت کا
قتل کچھ ایسا آسان نہ تھا کہ یہ کر لیتے اسلئے کہ ابوجہل خود ایک بہادر آدمی تھا اور اپنی
قوم کا سردار اگر وہ اس امر کو ممکن جانتا تو خود پہلے قتل کرتا نہ کہ لاکھوں روپیہ خرچ
کرنے پر آمادہ ہوتا اور بفرض تسلیم اگر ایسا ہوتا بھی تو یہ کون عقلمندی تھی کہ عمر صاحب
اس طرح علانیہ اس کام کا قصد کرتے جس سے بقول نعیم کسی طرح کامیاب نہ ہوتے بلکہ
جان سے مارے جاتے۔ دوسری روایتین اس قسم کی ہیں جن سے صدہا بلکہ ہزارہا
کفار نے ہدایت پائی کہ کلام اللہ کے اعجاز نے اونکے دلوں پر اثر کیا اور وہ سربسجود
ہوے۔ مگر ان روایتوں میں یہ عیب ہے کہ حضرت عمر میں کوئی امتیازی بات نہیں
نمایاں ہوتی۔ بلکہ عام مسلمانوں کے مساوی ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہ کے
اخلاق اور عادات پر الزام آتا ہے وہ الگ ہے کیونکہ حضرت عمر تو مسلمان ہو کر خدمت
رسول میں حاضر ہوتے ہیں یا بفرض اسلام آتے ہیں اور حضرت اس طرح اون کا
گریبان پکڑتے ہیں اور فشار دیتے ہیں کہ وہ بیچارے زمین پر گر پڑتے ہیں اور حضرت
اوٹھاتے بھی نہیں۔ اسکے بعد وہ فرمایش خروج کی کرتے ہیں اور حضرت معمولی

عذر کے بعد فوراً اون کا کہا مان لیتے ہین اور خانہ کعبہ مین چلے جاتے ہین کون عاقل اسکو مان سکتا ہے اور کیونکر اون روایتون کی تصدیق کر سکتا ہے کہ انکو خلافت کی بشارت پہلے کاہنون سے ملی تھی کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو مثل حضرت ابوبکر یہ بھی بے چون وچرا مسلمان ہو جاتے۔

غرض کوئی بات ہو حضرت عمر کے اسلام نے اسلام مین وہ تہلکہ ڈالا کہ اگر خداوند عالم اس دین کا محافظ نہوتا تو اوسی روز اسلام مٹ جاتا۔

عمر کی بہن نے جو عمر کو کہا کہ **غسل** کر کہ تو نجس ہے تو سیرہ حلبیہ مین یون ہے کہ اوس عورت نے کہا لا تغتسل من الجنابۃ صـ۳۲

کہ تو جنابت کا غسل نہین کرتا۔ اس فقرہ سے اہلسنت مین کھلبلی پڑ گئی ہے کیونکہ ان اھل الجاھلیۃ کانوا یغتسلون من الجنابۃ۔ کہ اہل جاہلیۃ تو جنابت سے غسل کیا کرتے تھے مگر عمر صاحب مین یہ خصوصیت خاص تھی کہ وہ غسل جنابت بھی نہ کرتے حالانکہ کافر سے کافر گندہ سے گندہ بھی کوئی ایسا آدمی نہ ملیگا جو غسل جنابت نہ کرتا ہو۔ عمر کے اسلام مین یہ تو آپنے دیکھا کہ وہ اس شان وشوکت سے آرہے ہین کہ جناب اور سعید ان کا بہنوئی ساتھ ہے اور مسلمانون پر ان کا نام سنکر ہیبت طاری ہو رہی ہے مگر سیرۃ حلبیہ مین ہے وفی روایۃ لما جاء دفع الباب فوجد بلالا وراء الباب فقال بلال من ھذا فقال عمر بن الخطاب فقال حتی استاذن لک علی رسول اللہ فقال بلال یا رسول اللہ عمر بالباب فقال رسول اللہ ان یرد اللہ بہ خیرا ادخلہ فی الدین فقال لبلال افتح لہ واخذ رسول اللہ بصیعہ فنھزہ وفی روایۃ اخذ ساعدہ وانتھز فاربعد عمر عیبہ رسول اللہ وجلس وفی لفظ اخذ بمجامع ثوبہ ثم نثرہ نثرہ فمال تمالک عمر ان وقع علی رکبتیہ صـ۳۳۱

یعنی عمر آئے اور چاہا کہ دروازہ کھولکر اندر مکان داخل ہون وہان بلال کو موجود پایا پوچھا کون ہے۔ کہا عمر۔ بلال نے کہا رسول اللہ سے اجازت لے لین حضرت نے آنیکی اجازت

دی اور آتے کے ساتھ ہی حضرت نے ساعد وبازو کو پکڑا اور گریبان پکڑ کر جھٹکا دیا کہ عمر زانو کے بل گر پڑے۔

ان سب روایتون کا مطلب صرف اسقدر ہے کہ اسلام عمر کو ایک مہتم بالشان واقعہ بنائین۔ اسی لئے یہ روایتین گڑھی گئین ورنہ حضرت جو مصداق انک لعلی خلق عظیم تھے وہ کب عمر کو اس طرح جھڑکتے اون کی آستین پکڑتے اونکو جھٹکا دیتے کہ عمر زانو کے بل گر پڑتے حالانکہ آپ دیکھ چکے ہین کہ وہ اپنی بہن کے گھر مسلمان ہوے ہین جناب نے مبارکباد دی ہے۔ جناب۔ اور سعید کے ساتھ خدمت رسول مین حاضر ہوے۔ پھر حضرت کو اسکی کیا ضرورت تھی کہ آپنے یہان آکر جھٹکا دیا۔ الا اینکہ کہا جائے عمر نے اپنے بہنوئی وغیرہ کو دہوکہ دیکر چاہا ہو کہ حضرت کو بمکر وحیلہ شہید کرین اسپر حضرت نے فشار دیا ہو کہ عمر گرے ہون اور اسکے بعد اسلام قبول کیا ہو تو یہ دوسری بات ہے۔

فرمایش عمر بہرحال اسپر تمامی مورخین کا اتفاق ہے کہ عمر نے اسلام قبول کرتے ہی اسکی فرمایش کی کہ آپ باہر نکلئے جسکو بڑے زوردار لفظون مین مورخین نے بیان کیا ہے کہ خدا کی پرستش چھپ کر کیون ہونے لگی جسکے واقعات کو مختلف عنوان سے بیان کیا ہے ایک روایت تو یہ ہے کہ عمر نے پہلا کام یہ کیا کہ **ابوجہل** اپنے مامون کے دروازہ پر گئے دق الباب کیا کہ بشارت ہو تمکو ہم مسلمان ہو گئے حالانکہ اس مین پہلی غلطی یہ ہے کہ ابوجہل کو مامون بنایا حالانکہ بتصریح ابن عبد البر مکی ابوجہل کے ابن عم کی بیٹی عمر کی مان تھین۔ پھر یہ تاویل کی کہ عرب مین چچازاد مامون کو بھی مامون کہتے ہین۔

دوسری روایت یہ نکالی کہ عمر کہتے ہین ہم ایک دوسرے شخص کے پاس آئے جو عظماء قریش سے تھا اوس سے اس خبر کو بیان کیا کہ ہم مسلمان ہو گئے اوس نے بھی کچھ توجہ نہ کی تب ہمکو ایسے شخص کی فکر ہوئی کہ کوئی شخص ایسا ملتا جو اسکو قریش مین پھیلا دیتا کہ ہم مسلمان ہو گئے ہین تو لوگون نے کہا اگر تم یہ چاہتے ہو کہ یہ خبر مشہور ہو جائے

تو جمیل بن معمر سے کہو اوس نے سنتے ہی آواز بلند سے ندا دی کہ عمر بیدین ہوگیا اب کیا تھا سب جھک پڑے یہ دیکھکر ابوجہل نے مقام حجر پر کھڑے ہوکر اشارہ کیا اور کہا ہمنے اپنے بھانجے کو امان دی تب سب ہمسے ہٹ گئے صفحہ ۳۳۱ سیرۃ حلبیہ

اب ان واقعات پر غور فرما کر دیکھئے کہ آیا یہ اسلام کی خیر خواہی ہے یا کیا۔ کیونکہ رسول اللہ کی مصلحت تو یہ ہے لوگون کو آہستہ آہستہ اسلام پر راغب کرین اسلام کی خوبیان ذہن نشین کرائین۔ عمر صاحب یہ چاہتے ہین کہ جوش پیدا ہو لوگون مین فتنہ و فساد ہو تماشا دیکھا جائے اسلام جو پھیل رہا ہے وہ دب جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ عمر کو تو ابوجہل کے بدولت امان ملگئی اون کی جان بچ گئی مگر رسول اللہ کو وہ تکلیف اوٹھانی پڑی کہ پناہ بخدا۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ عمر کے اسلام سے جو جوش پیدا ہوا تو عاص بن وائل نے (پدر عمرو عاص) اس قصہ کو دفع کیا اور کہا کہ اگر وہ مسلمان ہوگیا تو تمہارا کیا چلے جاؤ کیا بنی عدی تمکو چھوڑ دینگے اور صحیح بخاری مین ہے کہ عمر کے اسلام پر سب سمٹ کر آئے عمر اپنے گھر مین خوف سے چھپے ہوئے تھے کہ عاص بن وائل نے آکر حال پوچھا عمر نے کہا لوگ ہمارے قتل کے درپے ہین تو وائل نے نکل کر کہا چلے جاؤ کہ وہ ہماری پناہ مین ہے۔

عتبہ بن ربیعہ نے عمر سے لڑنا شروع کیا تو عمر نے زمین پر گرا دیا اور سینہ پر چڑھ بیٹھے اور اوسکی آنکھ مین انگلی گھسیڑنے لگے جسپر عتبہ چیختا تھا اور جو آتا تھا وہ انکی پسلی پکڑتا تھا سیرۃ حلبیہ صفحہ ۳۳۲

ان واقعات کو دیکھو اور بتاؤ کہ اسلامی اخلاق اسلامی تعلیم اسلامی مصلحت کے کسقدر خلاف ہو رہا ہے کہان تو رسول اللہ کا وہ اہتمام کہ اسلام کے محاسن آہستہ آہستہ بتدریج قلوب مین اثر کرے۔ اور کہان یہ سامان کہ ہر شخص مین جوش پیدا ہو فتنہ و فساد کی آگ بھڑکے۔ کیونکہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے اس کا اثر مسلمانون پر پڑتا جنکی تعداد قلیل تھی۔

محاصرہ شعب ابوطالب تاریخ خمیس مین ہے کہ عمر نے ۲۶ برس کے سن مین اسلام قبول کیا انکے قبل ۳۳ مرد ۶ عورت مسلمان ہوئے تھے اور کہا گیا ہے کہ چالیس آدمی مسلمان ہوئے تھے پھر فرمایئے اس قلیل تعداد پر یہ فرمایش کہ آپ ظاہر ہو جیے کیسی بے عقلی تھی اور نتیجہ اسکا کس کو بھگتنا پڑا کیونکہ آپ پہلے پڑھ آئے ہین حضرت ابوبکر نے جو پچاس ساٹھ آدمیون کے بعد اسلام قبول کیا تھا تو یہی فرمایش کی تھی جسپر اونکو جو صدمہ اوٹھانا پڑا وہ مذکور ہوا۔ اب عمر صاحب نے ۳۳ یا ۴۰ اور بڑھنے پر یہ جوش پھیلایا تو خود تو اسوجہ سے محفوظ رہے کہ ایک طرف ابوجہل انکی حمایت پر آمادہ ہے اور دوسری طرف **عاص بن وائل** مگر رسول اللہ پر کیا گذری اوسی تاریخ خمیس مین ہے صفحہ ۳۳۵

وفی المواهب اللدنية ولما رات قريش عز النبي صلى الله عليه وسلم بمن معه وعز اصحابه بالحبشة واسلام عمر وفشوا الاسلام في القبائل اجمعوا على ان يقتلوا النبي صلى الله عليه وسلم فبلغ ذلك ابا طالب فجمع بني هاشم وبني المطلب وادخلوا رسول الله صلى الله عليه وسلم شعبهم ومنعوه ممن اراد قتله فاجابوه لذلك حتى كفارهم فعلوا ذلك حمية على عادة الجاهلية فلما رات قريش ذلك اجتمعوا واتمروا ان يكتبوا كتابا يتعاقدون فيه على بني هاشم وبني المطلب ان لا يناكحوهم ولا يبايعوهم ولا يخالطوهم ولا يقبلوا منهم صلحا ابدا حتى يسلموا رسول الله صلى الله عليه وسلم للقتل وكتبوا في صحيفة بخط منصور بن عكرمة بن هشام وقيل بغيض بن عامر فشلت يده وعلقوا الصحيفة في جوف الكعبة هلال المحرم سنة سبع من النبوة وانحاز بنو هاشم وبنو المطلب الى ابي طالب ودخلوا معه شعبه الا ابا لهب فكان مع قريش واقاموا على ذلك سنتين او ثلاثا۔ وقال ابو سعد سنتين حتى جهدوا وكانت قريش قد قطعت عنهم الميرة والمادة وكان لا يصل اليهم شيء الا سرا وكانوا لا يخرجون الا من موسم الى موسم

کہ جب قریش نے دیکھا حضرت کی عزت روز بروز بڑھ رہی ہے اور آپکے اصحاب حبشہ مین بعزت تمام مقیم ہین۔ عمر اسلام لائے اور تمامی قبائل مین اسلام پھیل رہا ہے تو سب نے اجماع کیا اسپر کہ حضرت کو قتل کرنا چاہیے۔ حضرت ابوطالب کو جب یہ خبر پہونچی تو آپنے اپنے خاندان بنی ہاشم اور بنی مطلب کو جمع کیا اور رسول اللہ کو اپنے شعب مین داخل کیا (جو شعب ابوطالب مشہور ہے) اور قوم سے اسکی استدعا کی کہ جس طرح ہو سکے حضرت کی حفاظت کرنی چاہیے چنانچہ جن کافرون نے اس قوم سے ابھی تک اسلام نہین قبول کیا وہ بھی مطابق عادت جاہلیت اس حفاظت مین شریک ہوے (۱) قریش نے جب یہ دیکھا تو دوسرا مشورہ قائم کیا اور اسکا معاہدہ کیا کہ خاندان بنی ہاشم سے نہ نکاح کیا جائے نہ کوئی چیز اونکے ہاتھ بیچی جائے نہ اون سے کسی قسم کا اختلاط رکھا جائے نہ کبھی اون سے صلح کی جائے جبتک رسول اللہ قتل کیلئے ہمارے حوالہ نہ کرین (یہ تو سارے قریش کی قوت ہے اور وہان صرف حضرت عمر اس غرض سے چلے تھے کہ جاکر حضرت کو قتل کر ڈالین این چہ بوالعجبی است) اس مضمون کا نوشتہ لکھا گیا اور خانہ کعبہ مین آویزان کیا گیا دو برس یا تین برس تک یہ معاہدہ قائم رہا بنی ہاشم اس مصیبت مین مبتلا تھے کہ ہر طرح کا خرید و فروخت غلہ پانی سب بند کر دیا گیا اور کوئی چیز ان کو نہ ملتی تھی مگر چھپ چھپا کر صرف زمانہ حج مین یہ لوگ اوس شعب سے باہر آتے۔

اس محاصرہ سے جب حضرت کو مہلت ملی تو اوسکے چھٹے مہینہ حضرت ابوطالب نے وفات کی اور تین روز بعد حضرت خدیجہ نے اور اسکے تیسرے مہینہ مین حضرت نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔

اب جو لوگ حضرت عمر کے طرفدار ہین وہ بتائین یہ مصیبت رسول اللہ پر کیون پڑی اگر حضرت عمر اس قسم کا بیجا جوش و خروش نہ دکھاتے تو رسول اللہ کو یہ روز بد کیون دیکھنا پڑتا بتائی اس سے اسلام کی ترقی رکی یا نہین۔ کیونکہ خود حضرت اس مصیبت مین مبتلا ہین اب کون تلقین کرے اور کون تعلیم۔

اسی لئے تو خداوند عالم فرماتا ہے فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبہم فتنۃ او عذاب الیم۔ جسکو سب نے دیکھ لیا کہ کیسا فتنہ ہوا اور عذاب آخرت تو جو ہوگا اوسکو سب دیکھینگے۔

غرض اسلام عمر تیسرا زینہ ہے تفریق اسلام کا جس سے خود رائی اور خواہش نفسانی نے مداخلت کی کیونکہ آپ دیکھ چکے ہین حضرت حمزہ انکے پہلے اسلام لائے ہین مگر کوئی جوش کفار مین نہین پھیلا حالانکہ وہ کیسے شجاع اور معزز تھے مگر چونکہ وہ تابع مرضی رسول تھے اور ذرہ برابر بھی مخالف حکم رسول نہ کرتے تھے نہ اپنی خواہشون کو دین مین داخل کرتے اسلئے اسلام کی سطح اوسی طرح ہموار رہی اور عمر کا اسلام لانا ہوا کہ آتش فتنہ و فساد مشتعل ہوئی اور پھر حضرت کا قدم مکہ مین نہ جم سکا یہانتک کہ مکہ چھوڑ کر مدینہ جانا پڑا اور خدا نے وہان دوسرا سامان کیا۔

اس تین برس کے زمانہ مین اسلام کی اشاعت مین جو کمی ہوئی وہ تو ظاہر ہے اوسکے علاوہ یاران طریقت کو اور موقع ملا کہ کچھریان پکائین کیونکہ حضرت ابوبکر ہین۔ عمر ہین طلحہ ہین۔ زبیر ہین۔ سعد بن ابی وقاص ہین۔ عبدالرحمان بن عوف ہین خدمت رسول مین تو کوئی جا نہین سکتا باخود ہا کا مجمع ہوگا اور خوف و رجا مین بسر کرتے ہونگے جہان یہ حالت اسلام کی اونکو مایوس کرتی ہوگی وہان کاہنون کی خبر جو ابوبکر و عمر کو پہلے مل چکی تھی وہ دل بڑہاتی ہوگی۔

سفر طائف اس محاصرہ شعب ابوطالب مین جو کچھ شدائد حضرت پر اور آپ کے خاندان پر گذرے اوسکا بایان کرنا تو طاقت قلم سے خارج ہے مگر اہل فہم کے لئے اسیقدر کافی ہے کہ تین برس تک حضرت پر اس طرح آب و دانہ بند تھا کہ نہ کوئی باہر نکل سکتا نہ کسی سے خرید و فروخت کر سکتا۔

حادثہ وفات حضرت ابوطالب و خدیجہ کے بعد مخالفین کا تشدد اسقدر بڑھ گیا کہ آخر ابولہب کو بھی رحم آگیا چنانچہ تاریخ خمیس مین ہے روی عن عبد اللہ بن ثعلبہ قال لما توفی ابوطالب وخدیجہ وکان بینہما ثلاثۃ ایام کما مر وھو المشہور

وقیل شہر وخمسۃ ایام اجتمعت علی رسول اللہ مصیبتان فلزم بیتہ و
قل الخروج وقالت قریش منہ ما لم یکن تنال قبلہ ذلک ابا لہب فجاءہ
فقال یا عم امض لما ردت واصنع ما کنت صانعا حین کان ابوطالب
حیا فقام ابو لہب بحمایتہ ومعونتہ ولم یتعرض لہ احد من خوف ابی
لہب صہ ۲۳۰

یعنی وفات حضرت ابوطالب اور خدیجہ میں تین روز کا فرق تھا اور بعض ایک
مہینہ پانچ یوم کہتے ہیں اسکے بعد حضرت نے گھر سے نکلنا کم کردیا اور تشدد قریش
بہت بڑھ گیا اور اسد رجہ ایذا دینے لگے کہ پہلے اسکی جرات نہ ہوئی تھی یہ خبر جب
ابو لہب کو معلوم ہوا تو اوس نے آکر کہا جو کچھ ترحیات ابوطالب میں کرتے تھے
وہ سب کرو ہم تمہاری حمایت کو موجود ہیں چنانچہ خوف ابو لہب سب کی ایذا دہی
کم ہوگئی اور کسیکی ہمت نہوئی کہ حضرت کو تکلیف دیں اسکے بعد بہ اغوائے
عتبہ بن ابی معیط ابو لہب بھی مخالف ہوگیا اور حضرت مجبور ہوئے کہ مکہ چھوڑ کر طائف
جائیں اوسی تاریخ خمیس میں ہے۔

قال لما توفی ابوطالب بالغت قریش فی ایذاء رسول اللہ فخرج رسول اللہ
حینئذ الی الطائف ومعہ زید بن حارثہ وفی معالم التنزیل خرج وحدہ
صہ ۲۳۱

وفات حضرت ابوطالب کے بعد جب ایذا دہی قریش کی بڑھ گئی تو حضرت نے طائف
کا قصد کیا اور انکے ساتھ زید بن حارثہ تھے اور بروایت معالم التنزیل تنہا تشریف
لے گئے۔

یہاں قدرتی سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت اس مصیبت میں طائف کی
طرف تشریف لیجائے ہیں تو وہ جان نثار خاص جو یار غار کہلاتے ہیں کہاں تھے کیونکہ
کہا جاتا ہے یہ بڑے ذی وجاہت شخص تھے ہزارے کی دوکان سے ہر شخص میں
انکی وقعت تھی اگر یہ ساتھ جاتے تو روسا طائف پر کیسا اثر پڑتا کہ ایسا معزز شخص آپکا

ہم عقیدہ ہے اور اسپر ایمان لاچکا حضرت ڈگمگا کر زمین پر گر پڑتے جاتے تو ان کا
لحاظ ضرور کیا جاتا اور حضرت اس لگلتے تو پھر تھہرا رہتے آئے۔ حضرت عمر فاروق
کہاں تھے جبکے اسلام لانے سے مکہ کے رکا پنے لگا تھا۔ اگر آج وہ ساتھ ہوتے
تو بتا ئیے کفار طائف پر کیسی ہیبت بیٹھتی اور یہ کہ کمن تھا دو چار آدمی بھی مسلمان ہوتے
غضب خدا کا شب ہجرت تو حضرت منع کریں کوئی گھر سے نہ نکلے اور ابوبکر صاحب اک
لگائے بیٹھے ہیں مگر سفر طائف میں جو سفر فرسخ پیدل کے واقع ہے اور اہل مکہ کے
لیے وہ ہوا خوری کی جگہ ہے وہ ہمراہ نکلنے نہ حضرت کا ساتھ دیتے ہیں نہ کوئی اسے
مشورہ آخر اسکا باعث کیا ہو سکتا ہے کہ کا ہنوں سے سنا ہوگا اس سفر میں کوئی
نفع نہیں ہے بلکہ نقصان کیونکہ وہاں کے لوگ انکی ذاتی اور خاندانی حالت سے
واقف تھے وہ سارا غبار ان سے نکالتے جیسا کہ تعصب رہتے تھے پھر ہوا تک اسقدر
مانوس ہوگئے کہ ہجرت میں غار ثور تک ساتھ نہ چھوڑا۔

ہمنے تمام تواریخ کو دیکھ ڈالا کہیں جھوٹ موٹ بھی ان کا نام نہیں پایا کوئی وجہ اسکے
معلوم ہوتی ہے کہ آخر یہ کیوں نہیں گئے حالانکہ ہر جگہ بداخلت کرنے کو تیار ہیں۔ اسلام لانے
ہی کو وہ شورہ و شغب دکھاتے ہیں اور یہاں کچھ بھی نہیں۔

اس سفر طائف کو مورخین نے بہت ہلکے لفظوں میں لکھا ہے مگر صحیح بخاری سے
معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اس واقعہ کو اپنے مصائب و شدائد کے اہم ترین وقائع سے
یاد فرماتے ہیں صحیح بخاری کے پارہ ۱۴ صفحہ ۹۰ ملاحظہ ہو۔

اگر زیادہ تفصیل کا شوق ہو تو شرح بخاری صفحہ ۲۸۵ ملاحظہ ہو۔

ضرورت ہمراہی ابوبکر و عمر کے لئے آپ تاریخ خمیس صہ ۳۴۱ ملاحظہ فرمائیں۔

وفی المواہب اللدنیۃ قال موسی بن عقبہ رجعوا عراقیہ بالجحارۃ حتی
احتفت نعلاہ الدماء وزید وغیرہ وکان اذا ذلقتہ الجحارۃ تعدل الارض
فیاخذونہ بعضدیہ فیقیمونہ فاذا مشی رجموہ وہم یضحکون وزید بن
حارثہ یقیہ بنفسہ حتی لقد شج فی راسہ شجاجا والحاوا النبی صلی اللہ

عليه وسلم الى حائط لعتبة وشيبة ابني ربيعة ورجع عنه من كان يتبعه
من سفهاء ثقيف وعد النبي صلى الله عليه وسلم الى ظل شجرة فجلس فيه
محزونا وابنا ربيعة كانا في حائط ينظران اليه فلما رايا ما لقيه من سفهاء
ثقيف تحركت له رحمهما فدعوا له ولما نصرانيا يقال له عداس فقالا
له خذ قطفا من هذا العنب وضعه في ذلك الطبق ثم اذهب به الى ذلك
الرجل وقل له ياكل منه ففعل عداس ثم اقبل به حتى وضعه بين
يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما وضع رسول الله صلى الله
عليه وسلم يده قال بسم الله الرحمن الرحيم ثم اكل فنظر عداس الى وجهه
ثم قال ان هذا الكلام ما يقوله اهل هذا البلد فقال رسول الله صلى الله
عليه وسلم ومن اي البلاد انت وما دينك قال انا نصراني وانا رجل
من اهل نينوى فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم امن قرية الرجل
الصالح يونس بن متى قال وما يدريك ما يونس بن متى قال ذلك اخي
نبيا وانا نبي فاكب عداس على رسول الله صلى الله عليه وسلم يقبل راسه
ويديه وقدميه واسلم وينظر اليه ابنا ربيعة فيقول احدهما للآخر اما
غلامك فقد افسده عليك فلما جاءهما عداس قالا له ويلك يا عداس
مالك تقبل راس هذا الرجل ويديه وقدميه قال يا سيدي ما في الارض
خير من هذا الرجل لقد اخبرني بامر لا يعلمه الا نبي ثم انصرف رسول الله
صلى الله عليه وسلم من الطائف حين يئس من خير ثقيف ولما نزل
نخلة وهو موضع على ليلة من مكة صرف اليه سبعة من جن نصيبين مدينة
بالشام وقد قام في جوف الليل يصلي وفي الصحيح ان الذي اذنه صلى
الله عليه وسلم بالجن ليلة الجن شجرة كذا في المواهب اللدنية واقام بنخلة
اياما ثم دخل مكة في جوار مطعم بن عدي۔

موسی بن عقبہ راوی ہین کہ حضرت کے پاے مبارک کو اسقدر زخمی کیا کہ نعلین مبارک خون سے

رنگین ہوگئی جب کوئی پتھر لگتا تو حضرت ڈگمگا کر زمین پر بیٹھ جاتے وہ لوگ
آکر بازو پکڑ کر اوٹھاتے جب آپ چلتے تو پھر پتھر مارتے اور مضحکہ کرتے زید
بن حارثہ آپکو بچاتے جاتے تھے یہانتک کہ اونکے سر پر چند جگہ زخم آیا۔ آخر
حضرت کو اوس باغ تک پہونچایا جو عتبہ اور شیبہ پسران ربیعہ کا تھا (یہ
دونون قریش سے ہین جو جنگ احد مین مارے گئے) حضرت اوس باغ
مین ایک درخت کے سایہ کے نیچے بیٹھ گئے اور ثقیف کے لوگ جو حضرت
کو دق کرتے تھے واپس گئے۔ عتبہ اور شیبہ نے جو حضرت کی یہ حالت
دیکھی تو بسبب اوس قرابت کے جو حضرت سے تھی اونکو رحم آگیا اور اپنے
غلام نصرانی کو کچھ انگور لیکر بھیجا کہ حضرت تناول فرمائین اوس غلام نصرانی کا
نام عداس تھا جو خوشہ انگور لیکر آیا اور حضرت نے بسم اللہ الرحمن الرحیم
اوسکو کھانا شروع کیا۔ عداس حضرت کے چہرہ کو بغور دیکھ رہا تھا آخر
کہا یہ کلمہ تو یہان کے لوگ نہین کہتے آپنے کہان سے کہا حضرت نے پوچھا
تو کہان کا رہنے والا ہے اور کس دین پر ہے۔ اوس نے کہا ہم نصرانی
ہین اور نینوی کے رہنے والے۔ حضرت نے فرمایا وہی نینوی جو شہر ہے
بندہ صالح یونس بن متی کا وہ ہمارے بھائی تھے وہ بھی نبی تھے اور
ہم بھی نبی ہین یہ سنکر عداس تو حضرت کے قدمونپر گر پڑا اور ہاتھون اور
قدمون کا بوسہ لینے [illegible] مسلمان ہوگیا۔

عتبہ اور شیبہ اس واقعہ کو دیکھ رہے تھے اور کہتے تھے لو غلام تو
خراب ہوا جب وہ واپس آیا تو اون دونون نے واقعہ پوچھا اوس نے
بیان کیا کہ حضرت نے وہ بات بیان کی جسکو غیر نبی نہین جان سکتا۔
جب حضرت اونکے اسلام سے مایوس ہوئے تو مکہ کی جانب روانہ ہوئے
اور مطعم بن عدی کے پناہ مین حضرت داخل مکہ ہوئے جسکا ہمیشہ آپ
آپ شکریہ ادا کرتے تھے حضرت جب نخلہ کے نیچے پہونچے تو وہان جنات

ملاقات ہوئی اور سب اسلام لائے۔

اس روایت سے جہان یہ معلوم ہوا کہ حضرت کا یہ سفر خالی نہین گیا بلکہ عداس نصرانی مسلمان ہوا وہان یہ بھی معلوم ہوا کہ زید ابن حارثہ جو حضرت کے ساتھ تھے وہ حضرت کو بچاتے جاتے تھے جس سے وہ زخمی بھی ہوئے۔ تو کیا حضرت ابوبکر یا عمر اگر آپکے ساتھ رہتے تو اتنی خدمت بھی نہین کرتے۔

اعوال سفر غار مین تو کہا جاتا ہے کہ ہر طرف غار مین دیکھتے اور اپنے کپڑے جھاڑ پھاڑ کر اوسکا سوراخ بند کرتے حالانکہ وہان اسکی ضرورت نہ تھی تو کیا اگر اس سفر مین ہوتے یہ بھی اون سے نہ ہو سکتا کہ جو پتھر آتا وہ اپنے بدن پر لیتے اور حضرت کی حفاظت کرتے۔

اس روایت مین یہ بیان کیا گیا ہے کہ جنات سے ملاقات ہوئی اور وہ مشرف بہ اسلام ہوئے اسکے متعلق ایک تازہ روایت اوسی تاریخ خمیس مین ملاحظہ ہو کہ جب دوسری مرتبہ آنحضرت کو حکم ہوا کہ جنات کو قرآن سناؤ فقال رسول اللہ انی امرت ان اقراء علی الجن اللیلۃ فایکم یتبعنی قالوا نلاث فالصحابۃ اطرقوا فاتبعہ عبد اللہ بن مسعود وقال عبد اللہ ولم یحضرمعنا احد صفحہ ۲۴۳

تو حضرت نے فرمایا مجکو یہ حکم ملا ہے کہ آج کی رات جنات کو قرآن سناؤن تو کون ہمارے ساتھ چلتا ہے۔ حضرت نے اس کلمہ کو تین مرتبہ فرمایا مگر کسی صحابی نے حامی نہ بھری سب گردن ڈالکر رہ گئے عبداللہ بن مسعود حضرت کے ساتھ روانہ ہوئے اون کا بیان ہے ہمارے ساتھ کوئی بھی نہین تھا۔

یہ وہی ابن مسعود ہین جنکو حضرت عثمان نے اسوجہ سے مارا تھا کہ اونھون نے اپنا قرآن جلانے کو نہین دیا حالانکہ ان آیات کے سننے والے تنہا وہی تھے ہمنے ان واقعات کو بطور اختصار صرف اس غرض سے لکھا ہے کہ معلوم ہو جائے

صحابہ کے فضائل و مناقب کو وہ شہرت دی جاتی ہے خصوصاً حضرت ابوبکر و عمر اونکے ایمان اور رفاقت کی کیا حالت تھی کہ آپ تن تنہا طائف تشریف لے جاتے ہین اور یہ مدعیان جان نثاری شہر سے نہین نکلتے حضرت جنات کو قرآن سنانے جاتے ہین اور صحابہ سے تین تین مرتبہ فرماتے ہین۔ مگر کسی مین ہمت نہین ہوتی۔ پھر بتائیے یہ کیسے ایمان دار تھے۔

چوتھا زینہ داخلہ مدینہ یہانتک تو اسلام عمر کی حالت تھی جس سے حضرت کو یہ مصیبت جھیلنی پڑی کہ شعب ابوطالب مین محصور ہوے اور تین برس بعد جب وہان سے نکلے تو وفات حضرت ابوطالب و خدیجہ کی مصیبت پیش آئی طائف چلے تو ان لوگون نے ساتھ چھوڑا۔ اب حضرت نے ہجرت مدینہ کا قصد کیا تو یہ حالت ہوئی۔

ہجرت عمر بعثت کے گیارہوین برس موسم حج مین کچھ لوگ مدینہ سے آئے تھے جنپر حضرت نے اسلام کو عرض کیا تو پہلے دو آدمی مشرف بہ اسلام ہوے اسعد بن زرارہ قیس بن ذکوان کیونکہ ان لوگون نے یہود سے سنا تھا کہ ایک نبی مبعوث ہونیوالا ہے بنی اسمعیل سے انکے دیکھا دیکھی چھ آدمی قبیلہ خزرج سے بھی مشرف بہ اسلام ہوے اور مدینہ مین اسلام پھیل چلا۔

سنہ ۱۲ مین حضرت کو معراج ہوئی جس مین بیحد اختلاف ہے مگر قول مشہور یہی ہے کہ ہجرت کے ایک سال قبل یہ واقعہ ہوا قال رسول اللہ ﷺ لما اسری بی الی السماء اذا علی العرش مکتوب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایدتہ بعلی صفحہ ۳۵۳ تاریخ خمیس

جسکے متعلق حضرت فرماتے ہین کہ جب مجکو معراج ہوئی تو عرش پر لکھا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایدتہ بعلی کہ ہمنے انکی تائید کی حضرت علیؓ کے ذریعہ سے۔ اس واقعہ پر جو کچھ انکار قریش نے کیا وہ تو ظاہر ہے مگر اوسپر

طرح یہ خبر بہت سے صحابہ مرتد ہوگئے کیونکہ اونکی عقل مین یہ بات نہ آتی
کہ جس ملک شام تک قافلہ ایک مہینہ مین جاتا ہے وہان کوئی شخص ایک شب
مین کیونکر پہونچ سکتا ہے۔ رص ۳۵۵

سنہ ۱۳ مین اسلام نے مدینہ منورہ مین خاص شہرت حاصل کی جس سے وہ اب
مسلمانون کا مرکز بننے لگا اور حضرت نے بجلت تمام صحابہ کو روانہ مدینہ کرنا شروع کیا
سب سے پہلے ابو سلمہ بن عبد الاسد مخزومی شوہر سابق حضرت ام سلمہ روانہ
مدینہ ہوئے کیونکہ وہ حبشہ سے کہ واپس آئے تھی تو کفار نے پھر اذیت
دینی شروع کی جس سے چاہا کہ حبشہ واپس جائین کہ انصار مدینہ کے اسلام
کی خبر سنی اسلئے مدینہ روانہ ہوئے صبح ہوتے یہ پہونچے تھے کہ شام کو عامر بن
ربیعہ داخل ہوئے۔ حضرت نے مصعب بن عمیر کو بغرض تعلیم اہل اسلام
روانہ کیا اور یکے بعد دیگرے لوگ جانے لگے۔

پھر عمر بن الخطاب۔ زید بن الخطاب۔ طلحہ۔ صہیب۔ حمزہ بن عبد المطلب۔ زید
بن حارثہ۔ عبیدہ بن حارث۔ عبد الرحمن بن عوف۔ زبیر بن عوام۔ عثمان بن
عفان وغیرہ روانہ ہوئے۔ سیرۃ حلبیہ مین ہے فتقدم المدینۃ عمر
بن الخطاب وعباس بن ربیعۃ فی عشرین راکبا ص ۲۱ جلد ۲

کہ عمر بن الخطاب اور عباس بن ربیعہ بیس سواروں کے ساتھ وارد مدینہ ہوئے
جس سے آپ جان سکتے ہین کہ اہل قریش مین کسقدر جوش ہوا ہوگا اور وہ
مصلحت رسول خاک مین ملی ہوگی کہ اسلام مخفی طور پر وسعت پیدا کرے اسی
سیرۃ حلبیہ مین ہے وعن علی قال ما علمت احدا من المهاجرين هاجر
الا مختفيا الا عمر بن الخطاب فانه لما هم بالهجرة تقلد بسيفه وتنكب قوسه
وانتضى في يده سهما واختصر عنزته اى وهى الحربة الصغيرة
علقها خاصرته ومضى قبل الكعبة والملاء من قريش بفنائها
فطاف بالبيت سبعا ثم اتى المقام فصلى ركعتين ثم وقف على الحلق

واحدة واحدة فقال شاهت الوجوه لا يرغم الله الا هذا المعاطس
اى الانوف من اراد ان تثكله امه اى يفقده او يوتم ولده او
ترمل زوجته فليلقني وراء هذا الوادى) ص ۲۱ جلد ۲

کہ جناب امیر فرماتے ہین ہم جہانتک جانتے ہین مہاجرین سے جس نے ہجرت
کی اوس نے چھپکر مگر عمر کہ وہ ظاہر نکلے اور اس طرح نکلے کہ جب قصد سفر
کیا تو تلوار کو حمائل کیا اور کمان کو دوش پر رکھا اور چند تیر ہاتھ مین لیا اور نیزہ
پشت کی جانب لٹکایا اور خانہ کعبہ کی طرف بڑھے سات مرتبہ طواف کیا حالانکہ
صحن کعبہ مین قریش جمع ہوئے تھے پھر مقام ابراہیم پر آئے اور دو رکعت
نماز پڑھی اور حلقہ ہائے قریش پر آئے اور کہا کہ منہ تمکو گون کے شاہ ہیچمین اور
تاکہ تم سبکی رگ گردن ہی جائے جو چاہتا ہو کہ اوسکی ماں سوگ نشین ہو یا اوسکی اولاد
یتیم ہو یا اوسکی زوجہ بیوہ ہو وہ نکلے اور اس وادی مین آئے۔

افسوس یہ سب سامان حرب وضرب اسوقت تو دکھایا جارہا ہے جبکہ مکہ سے
نکل رہے ہین اور خانہ کعبہ کے گرد یہ رجز خوانی ہو رہی ہے جسکے احترام مین
کفار قریش قتال وجنگ وجدال کو ناجائز جانتے مگر اوسوقت یہ سب ہتھیار
بیکار ہو جاتے ہین جب لڑائی کا موقع آتا ہے نہ بدر مین یہ تلوار چمکتی ہے نہ احد
مین بلکہ تیر کوہی سنگریزون پر اوچکتے پھرتے ہین۔

غرض رسول اللہ کی مصلحت تھی کہ ہر شخص آہستہ آہستہ یہان سے نکل جائے
وہ تو یقینا فوت ہوئی اور عمر مصلحت کو ہمسے سوچ لیا تھی کہ عیاش بن ربیعہ کے
ساتھ بیس سوار ہین اور ہشام بن العاص جو ابو جہل کا حقیقی بھائی ہے
وہ ساتھ ہے لہذا اس سے اطمینان تھا کہ ہمارا کچھ نہ بگڑیگا اگر رسول اللہ ہم پر
یا اور مسلمانون پر آفت آئے تو کیا مضائقہ۔

اب اسے آپ دیکھ رہے ہین کہ صحابہ رسول دو قسم کے تھے ایک تو وہ جو
ہر وقت اور ہر کام مین مصلحت رسول پر عمل کرتے ہین اوسکو یہان بھی دیکھ لیا

جسکو عوالی بھی کہتے ہین ۔

مولوی شبلی صاحب لکھتے ہین مدینہ منورہ کی وسعت چونکہ کم تھی مہاجرین زیادہ تر قبا مین قیام کرتے تھے جو مدینہ سے دو میل ہے حضرت عمر بھی نہین رفاعہ بن عبد المنذر کے مکان پر ٹھہرے آنحضرتؐ کے تشریف لانے پر بھی اکثر صبح سے قبا ہی مین قیام رکھا حضرت عمر بھی یہین مقیم رہے لیکن یہ معمول کر لیا کہ ایکدن ناغہ دیکر بالالتزام آنحضرتؐ کے پاس جاتے اور دن دن بھر خدمت اقدس مین حاضر رہتے ناغہ کے دن یہ بندوبست کیا تھا کہ انکے برادر اسلامی عتبان بن مالک آنحضرت کی خدمت مین حاضر ہوتے اور جو کچھ سنتے حضرت عمر سے جاکر روایت کرتے چنانچہ بخاری نے متعدد جابوں مثلاً باب العلم باب النکاح وغیرہ مین اس واقعہ کا ذکر کیا ہے صفحہ ۳۱

عتبان بن مالک کے نسبت استیعاب مین ہے وکان رضی اللہ عنہ اعمی ذھب بصرہ علی عھد رسول اللہ ﷺ ویقال کان ضریر البصر ثم عمی ومات فی خلافۃ معاویہ صفحہ ۵۳۶ جلد ۲

یعنی ان کی آنکھین عہد رسول اللہ مین جاچکی تھین اور یہ اندھی آنکھ کمزور بھی ۔ پھر بالکل اندھے ہوگئے اور اسد الغابہ مین ہے کہ مین اپنی قوم کی امامت کرتا تھا مگر جب مینہ آتی تھی تو مجھے اس نشیب کا پار اترنا مشکل ہوتا تھا جو کہ میرے اور مسجد کے درمیان مین تھا ایک مرتبہ رسول خدا کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اس نشیب کا اترنا بہت مشکل ہوتا ہے پس اگر آپ مناسب سمجھین تو میرے گھر تشریف لائین اور میرے گھر کے کسی مقام پر نماز پڑھ دین تاکہ مین اس مقام کو نماز کی جگہ بنالون حضرت فرمایا مین ایسا کرونگا پھر آپ دوسرے روز تشریف لائے مینے آپ کو خبر دی کہلایا جب آپ مکان مین تشریف لائے تو بیٹھے نہین یہانتک کہ فرمایا تم اپنے گھر کے کس مقام مین چاہتے ہو کہ مین نماز پڑھون مین وہ جگہ بتادی

جہان مین نماز پڑھا کرتا تھا آپنے اسی مقام پر دو رکعت نماز پڑھی راوی کی یہ درخواست اسوجہ سے تھی کہ یہ نابینا ہوگئے تھے اور بعض لوگون نے بیان کیا ہے کہ انکی بینائی مین کچھ کمزوری تھی ۔ عتبان بن مالک سے نقل کرکے خبر دی وہ کہتے تھے کہ انکی قوم انکو نماز مین امام بناتی تھی مگر وہ نابینا تھے انھون نے رسول خدا سے عرض کیا یا رسول اللہ بعض وقات یہ حالت ہوتی ہے کہ شب کو تاریکی ہوتی ہے اور مینہ آتی ہوتی ہے اور میری یہ حالت ہے کہ مین نابینا شخص ہون صفحہ ۱۹۲ جلد ۲

اس تحقیقات سے آپکو معلوم ہوگا کہ حضرت عمر کا یہ انتظام کہ ایک روز تو کسی حاضری خدمت رسول مین ناغہ کرتے اور جس روز عتبان جاتے اور حضرت کا بیان سنکر آتے تو انکی کیا حالت تھی کہ اکثر وہ حاضر رہتے اور اگر حاضر بھی ہوتے تو بوجہ نابینائی بہت سے فیوض سے محروم رہتے ۔ پھر آپ ہی خیال فرمایئے کہ حضرت عمر کو رسول اللہ سے کسقدر علمی فوائد ملتے اور وہ کہانتک آپکے فیوض سے مستفید ہوتے ۔ یہی تو باعث ہے کہ حضرت ابوہریرہ اور ابی بن کعب ہمیشہ اسکا طعنہ دیا کرتے کہ تم ان باتون کو کیا جانو تمھارا کام تو بازارون مین سودا سلف کرنا تھا حدیثون مین تو آپ صلعم کے ساتھ ہی رہتے تھے ۔ دیکھا ہوگا کہ عمر صاحب کو یہ معلوم تھا کبھی جناب امیرؓ تک کبھی زید بن ثابت کبھی ابن مسعود کبھی طلحہ کبھی عبد الرحمن بن عوف ۔ پر اوس سے زیادہ تعجب خیز یہ ہے کہ قرآن دانی مین بھی اون کا یہی حال تھا کہ بیسکڑون آیتون مین انکی یہی حالت تھی کہ بوجہ لاعلمی و بیخبری کچھ کا کچھ لکھدیتے اور اوسپر یہ فقرہ تھا حسبنا کتاب اللہ ۔

کتاب ازالۃ الخفا مین ہے عن عمر بن الخطاب انہ مرّ برجل وھو یقول السّابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ الی آخر الآیۃ فوقف علیہ عمر فقال اعرف

فلما انصرف قال له من اقرأك هذه الآية قال اقرأنيها ابی بن کعب
فقال انطلقوا بنا اليه فانطلقوا اليه فاذا هو متكئ على وسادته يرجل
راسه فسلم عليه فرد السلام فقال يا ابا المنذر قال لبيك قال اخبرني
هذا انك اقرأته هذه الآية قال صدق تلقيتها من رسول الله صلى
الله عليه وسلم قال عمر انت تلقيتها من رسول الله صلى الله عليه
وسلم فقال نعم انا تلقيتها من رسول الله صلى الله عليه ثلاث مرات
كل ذلك يقوله قال في الثالثة وهو غضبان نعم والله لقد انزلها
على جبريل وانزلها جبريل على محمد فلم يستامر فيها الخطاب ولا ابيه
فخرج عمر وهو رافع يديه وهو يقول الله اكبر الله اكبر اخرجه الحاكم
ومعنی این حدیث آنست که فاروق اعظم واو در الذین اتبعوهم نمی خواند و
بعد مناظره ابی بن کعب ظاهر شد که صحیح وجود اوست پس در مصحف همان صحیح
را اثبات نمود ص۲۱۱ مقصد دوم

اس روایت سے معلوم ہوا کہ عمر بن الخطاب کا علم قرآن کے متعلق کسقدر تھا کہ
اصل قرآن سے ایک واو نکالدیا تھا جس سے معنی ہی آیہ کے بدل گئے بروایت
درمنثور ابی بن کعب نے اس موقع پر کہا اگر تم یہ واو نہ لکھو گے تو ہم تلوار سے کام
لینگے اور دوسرے مقام پر باوصفیکہ ابی بن کعب کہہ رہے ہین کہ یونہی خدا نے
نازل کیا مگر عمر نے نہ مانا اور اوسی طرح رہنے دیا جس طرح زید بن ثابت نے پڑھا
تھا۔

ملازمت یہود آپکو ضرور حیرت ہوگی کہ عمر صاحب خدمت دین کیلئے ہجرت
کرکے مکہ معظمہ سے مدینہ آئے ہین جس سے چاہیئے تھا کہ ہر وقت
خدمت رسول مین حاضر رہتے اور آپکے فیوض سے مستفید ہوتے چہ جائیکہ تین
میل کے فاصلہ پر ہین اور بجائے روزانہ حاضری کے یہ انتظام کیا ہے کہ ایک روز
تو خود حاضر ہون اور دوسرے روز اپنے نائب کو بھیجین جو اندھا ہو اور معذور

کہ کبھی آئے کبھی نہ آئے۔
مگر یہ حیرت اوس وقت رفع ہوجائیگی جب آپکو معلوم ہوگا کہ عمر صاحب کا شغل
مہتم بالشان یہ رہا کہ وہان کے یہودیون سے تعارف بڑھائین جس سے کبھی تو
اونکے مدرسہ مین جاتے ہین اور کبھی اونکی کتابین نقل کرتے ہین۔
علامہ ابن القیم ہدایۃ الحیاری مین لکھتے ہین قال قال عمر بن الخطاب كنت
اتي اليهود عند دراستهم التوراة فاعجب من موافقة التوراة للقرآن
وموافقة القرآن للتوراة ص۹۸
یعنی خود حضرت عمر کا بیان ہے کہ یہود جسوقت توراۃ پڑھا کرتے ہم اونکے درس
مین حاضر ہوا کرتے اور اس امر سے تعجب کرتے کہ قرآن کسقدر موافق توراۃ ہے
اور توراۃ کسقدر موافق قرآن۔
پھر بتائے انکو کہان فرصت مل سکتی تھی جو خدمت رسول مین روزانہ حاضر ہوا کرتے
اور کیا ممکن تھا کہ اونھون نے جو تعلیم یہود سے حاصل کیا تھا اوسکو نہ صرف کرتے
اسی وجہ سے اونھون نے ایک نئی شریعت بنائی تفسیر درمنثور علامہ سیوطی مین ہے
بذیل تفسیر آیہ من كان عدوا لجبريل اني كنت اغشى اليهود يوم دراستهم
فقالوا ما من اصحابك احد اكرم علينا منك لانك تاتينا ۔ عن عكرمة
قال كان عمر ياتي يهود بكلهم فقالوا انه ليس من اصحابك احد اكثر
اتيانا الينا منك ۔ عن قتادة قال ذكر لنا ان عمر بن الخطاب انطلق
ذات يوم الى اليهود فلما ابصروا به رحبوا به ۔ واخرج ابن جرير عن
السدي قال لما كان لعمر ارضي باعلى المدينة فكان ياتيها وكان
ممره على مدارس اليهود ۔ ص۹۰ جلد ۱
خلاصہ ان سب روایتون کا یہ ہے کہ عمر صاحب کہتے ہین ہم یہود کے پاس اونکے
درس کے روز جایا کرتے (اس سے معلوم ہوا کہ اسی سبب سے خدمت رسول
ایک روز ناغہ کرکے جاتے تھے) تو اونھون نے کہا تمھارے اصحاب

نزدیک تمسے زیادہ اکرم نہین ہے کہ تم ہمارے پاس آیا کرتے ہو۔ عکرمہ کا بیان ہے کہ عمر یہود کے پاس جایا کرتے اور اون سے کلام کرتے اور وہ کہتے تمسے بڑھکر ہمارے نزدیک اکرم نہین ہے کہ تمھارے اصحاب مین تمسے زیادہ ہمارے پاس کوئی نہین آتا۔ قتادہ روایت کرتے ہین کہ عمر جو یہودی کے پاس گئے تو اوس نے دیکھکر مرحبا کہا۔ سدی کہتے ہین کہ عمر کا کھیت اعلی مدینہ مین تھا اور عمر کا گذر مدارس یہود پر ہوتا تھا۔

ان روایات سے آپ خود نتیجہ نکال سکتے ہین کہ عمر صاحب جو حاضری خدمت رسول مین ناغہ کرتے تھے اوسکی غرض کیا تھی کیونکہ عمر ہی وہ شخص ہین جنھون نے شریعت اسلام کو بدلا اور یہود کے مسائل کو اسلام مین داخل کیا جسکے نسبت خود شاہ ولی اللہ صاحب تصریح کرتے ہین وآن اول علم بیگانہ است کہ با علوم دینیہ مختلط شدہ کہ عمر صاحب کا توراہ کو لانا اور اوسکا پڑھنا پہلا علم بیگانہ ہے جو علوم دینیہ کے ساتھ مخلوط ہوا کیا اسکے بعد بھی شبہ رہ سکتا ہے کہ اہلسنت کا مذہب یہود سے ماخوذ ہے کیونکہ اسپر تو سب کا اتفاق ہے خلافت کے بانی مبانی عمر ہین جسپر ایمان لانا جزو بلکہ کل مذہب اہلسنت ہے اور وہ شاگرد یہود ہین جو برابر مدرسہ یہود مین جایا کرتے اور اسی کام کیلئے خدمت رسول کی حاضری مین ناغہ کرتے تھے اور اس غرض سے کہ حضرت بھی ناراض نہ ہون یہ انتظام کیا کہ ایک نابینا کمزور کو اپنا نائب کر دیا جو پہلے یہودی تھا۔

ہان اسکے ساتھ اس روایت پر بھی غور فرمایئے جو بخاری نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ کس طرح اونھون نے صحابہ کو اس سے منع کیا ہے کہ یہودیون سے پوچھا کرین کیونکہ اونکی کتاب تو محرف ہے خداوند عالم نے اسکی تصریح کر دی ہے کہ یہود نے اوس مین بہت کچھ تصرف کیا ہے اور اپنے دل سے جو چاہا اوس مین گھٹایا خدمت میل کے فا سے معلوم ہوا کہ جو لوگ یہود سے مسائل اخذ کرتے ہین وہ درحقیقت تو خود حاضر ہون مین اسپر نہین ایمان لاتے کہ خدا نے جو کچھ اوسکی تحریف و تبدیل کے

متعلق فرمایا ہے وہ سچ ہے۔ پھر فرمایئے حضرت عمر کے ایمان کا کیسا حشر ہوا جو اس طرح اوسکے جان دادہ اور عاشق تھے۔

اللہ اللہ حضرت ابن عباس سی غیرت دلا رہے ہین کہ یہود تو تمسے کبھی کچھ نہین پوچھتے حالانکہ اونکی کتاب بوسیدہ ہے اور تم صحابہ کیسے غیرت دار اور کیسے مسلمان کہ رسول جو تم مین موجود تھا جسپر قرآن نازل ہوا اور وہ بالکل تر و تازہ ہے جس مین کسی چیز کی آمیزش نہین ہوئی مگر اوسپر نہین ایمان لاتے اور جاتے ہو یہود سے پوچھنے۔

کیا ان واقعات کے بھی کوئی سنی کہہ سکتا ہے کہ عبداللہ بن سبا یہودی موجد مذہب شیعہ ہوا حالانکہ خود اونکے خلیفہ دوم جنکے فضائل و مناقب مین کتابون کی کتابین تصنیف ہوین اونکی یہ حالت تھی کہ شب و روز صحبت یہود مین بسر کرتے اور اونکے ہم نوالہ پیالہ رہتے جسپر رسول اللہ کس درجہ غصہ ہوتے اور اظہار ناراضی فرماتے۔

دیکھئے ابن عباس کون ہین؟ خانوادۂ رسالت کے ایک جزو جو جناب امیر کے شاگرد تھے وہ کس طرح ان صحابہ کی مذمت کر رہے ہین جو یہود اہل کتاب سے علوم حاصل کرتے ہین۔

یہی فرق ہے شیعہ و سنی کے درمیان مین کیونکہ شیعونکے خدا اور رسول و امام اور اونکے شاگرد یہود کی پیروی اور متابعت سے منع کرتے ہین اور کہتے ہین کہ صرف اسلامی باتون پر ایمان لاؤ۔ مگر اہلسنت کے خلیفہ اور صحابہ اور امام کہتے ہین کہ جہانتک ہوسکے یہود سے علم حاصل کرو حتی کہ یہی بخاری جو اونکے امام ہین وہ اسکے قائل ہین کہ توراۃ مین تحریف نہین ہوئی جو صریحی تکذیب کلام اللہ ہے۔

اب دوسری روایت سنئے اوسی ازالۃ الخفا مین ہے صفحہ ۱۹

فقال انطلقت انا فانتسخت کتابا من اهل الکتاب ثم جئت به فی

ادع فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما هذا فی یدک یا عمر
قلت یا رسول اللہ کتابا نسخته لنتزداد به علما الی علمنا فغضب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم حتی احمرت وجنتاہ ثم نودی بالصلوۃ جامعۃ
فقالت الانصار اغضب نبیکم السلاح السلاح فجاؤا حتی احدقوا بنبی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا ایها الناس انی اعطیت جوامع
الکلم وخواتیمه واختصر لی اختصارا ولقد اتیتکم بها بیضاء نقیة
فلا تتهوکوا ولا یغرنکم المتهوکون قال عمر فقمت وقلت رضیت باللہ ربا
وبالاسلام دینا وبک رسولا ثم نزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۹۷

یعنی خود حضرت عمر کا بیان ہے کہ مینے جاکر ایک کتاب لکھی اہل کتاب کی اور اوسکو
ایک ادیم مین رکھکر خدمت رسول اللہ مین لائے حضرت نے پوچھا تیرے ہاتھ مین
کیا ہے کہا مینے ایک کتاب لکھی ہے کہ اس کی بدولت ہمارے علوم مین زیادتی ہو
حضرت اس بیان سے اسقدر ناراض ہوئے کہ دونون رخسار آپکے سرخ ہوگئے
اوسکے بعد ندا دی گئی نماز کی کہ سب حاضر ہون۔ انصار نے کہا آج تمھارے
نبی غصہ ہوئے ہین سلاح (ہتھیار) لگا کر چلو یہانتک کہ سب آکر گرد منبر جمع ہوگئے
حضرت نے خطبہ مین فرمایا ایہا الناس خدا نے ہمکو جوامع کلم عطا فرمایا ہے اور
اوسکے خواتیم اور مختصر کیا گیا پورے طور پر اور مین کو ایسا لایا ہون جو بالکل
صاف اور پاک ہے تو اب تمکو گمراہ نہو اور گمراہ لوگ تمکو بدل نہ دین۔ عمر کہتے
ہین کہ ہم کھڑے ہوے اور کہا کہ خدا کے رب اور اسلام کے دین ہونے اور آپکے
رسول ہونے پر راضی ہوے اسکے بعد حضرت منبر سے اوتر آئے۔

یہ روایت آپکو بتا رہی ہے کہ یہ دوسرا واقعہ ہے کیونکہ پہلے توراۃ کا نسخہ لائے
تھے جسپر ابوبکر نے گالی دی اور اسدفعہ دوسری کتاب لائے ہین۔

(۲) پہلا نسخہ کسی دوسرے کا لکھا ہوا تھا اور اسدفعہ خود عمر صاحب نے اپنے ہاتھ
سے لکھا تھا اور یہ اہتمام کیا تھا کہ اوسکو ادیم مین لائے (بنا ہوا چمڑہ) مگر کسی روایت

سے آجتک یہ نہ معلوم ہوا کہ عمر صاحب نے قرآن مجید کا کوئی سورہ بھی لکھا ہو پھر اسکے
کہ جب ابوبکر نے قرآن جمع کرنا چاہا تو عمر صاحب بھی در مسجد پر بیٹھے ہوئے ورودند آمد سے
پوچھ پوچھ کر لکھتے تھے مگر وہ بھی اس ترکیب سے کہ ہزارون آدمی کو نکالدیا کیونکہ دو گواہ
کی شرط لگا دی تھی۔

(۳) پہلی حدیث مین یہ ہے کہ خود عمر نے آکر کہا تھا یہ نسخہ توراۃ ہے جسپر حضرت
خاموش ہو رہے اور یہان رسول اللہ سے پوچھا تیرے ہاتھ مین کیا ہے اے
عمر۔

(۴) عمر نے کہا یہ ایسی کتاب ہے جسکو مینے خود نقل کیا ہے کہ علم ہمارا بڑہے جس سے
معلوم ہوا کہ وہ قرآن کو بالکل ناکافی سمجھتے تھے اور حضرت کی اس دعا کو جو قرآن
مین ہے رب زدنی علما لغو جانتے تھے حالانکہ بہ اتفاق اہل اسلام ہر
نبی کی دعا مستجاب ہوتی ہے مگر یہ دعاے رسول کو غیر مفید جانتے جس سے
وہ ایک ایسی کتاب لکھکر لائے جس سے علم ان کا ترقی کرے تو وہ بجز علم جوتش
کے اور کونسا علم ہو سکتا ہے کیونکہ توراۃ مین تو بجز تاریخ اور چند احکام کے کچھ نہین
ہے۔

(۵) اس دفعہ حضرت کا چہرہ سرخ ہوا جسکو عمر نے بھی دیکھا حالانکہ پہلی دفعہ یہ محویت
تھی کہ اونھون نے چہرہ رسول کو دیکھا بھی نہین جب ابوبکر نے گالی دی ہے اور
بتایا ہے کہ چہرۂ رسول متغیر ہو رہا ہے تب اوسکو تنبیہ ہوا۔

(۶) اس دفعہ صلوۃ جامعہ کی آواز دی گئی کہ ہر شخص حاضر ہو جو حضور کا حکم رسول ہوگا
بخلاف پہلی دفعہ کے کہ یہ سب کچھ نہین ہوا۔

(۷) انصار نے کہا کہ آج تمھارے نبی غضبناک ہوے ہین ہتھیار لگا کر چلو۔

(۸) سب نے آکر منبر کو گھیر لیا پہلے یہ نہین ہوا تھا۔

(۹) حضرت نے بالاے منبر جاکر فرمایا کہ ہمکو جوامع وخواتم کلم ملا ہے اور ایسا صاف
اور پاک حکم لاے ہین تمکو گمراہ نہو یہ روایت مین اسکا بیان کچھ نہین ہے

کہ حضرت نے منبر پر جا کر کچھ کہا ہو۔

(۱۰) عمر نے اسدفعہ بھی وہی کہا کہ ہم خدا کی خدائی اور رسول کی رسالت پر راضی ہوے یہی اقرار پہلے بھی کیا تھا مگر حضرت نے پہلی روایت مین اس اقرار کے فرمایا تھا کہ اگر حضرت موسی ظاہر ہون اور تم لوگ ہمکو چھوڑ کر چلے جاؤ تو گمراہ ہوگے جس سے معلوم ہوا کہ یہ دو واقعہ الگ الگ ہے اور ہے بھی یہی کیونکہ پہلی دفعہ تو تنہائی مین حضرت نے بمواجہ ابوبکر سمجھایا تھا مگر وہ کافی نہوا تو یہ ترکیب کرنی پڑی جو آخری تدبیر تھی کہ مہاجرین و انصار کو جمع کر کے انکی یہودیت کو ظاہر کیا اور یہ کہ اگر ایسا کروگے تو گمراہ ہو جاؤگے۔

اب ہم نہین سمجھ سکتے کہ جس مذہب کی بنیاد ایک ایسے شخص نے قائم کی جسکی گمراہی اور میل طرف یہود کو حضرت نے اس صراحت سے فرمایا ہو اور اوسکے کل افعال عہد نبوت سے لیکر عہد خلافت تک خلاف اسلام ہوتے رہے اس فرقہ کا کوئی شخص کیونکر یہ کہہ سکتا ہے کہ فرقہ حقہ شیعہ کا بانی عبد اللہ بن سبا یہودی تھا حالانکہ آیندہ چلکر معلوم ہوگا کہ ایک حضرت ابوبکر و عمر ہی ایسے نہ تھے جو یہود پر ایمان لائے تھے بلکہ قریب قریب تمام یا اکثر صحابہ کی یہی حالت تھی کہ وہ یہود کے ذلہ خوار تھے اور جو کچھ اون سے سنتے تھے اوسپر ایمان لاتے اور اونکی باتون کو داخل اسلام کرتے۔

علم توراۃ۔ آپکو اس سے ضرور حیرت ہوگی کہ آخر توراۃ مقدس مین کونسی علوم ہین جس سے حضرت عمر کو اوس سے ایسا عشق تھا کہ بار بار خدمت رسول مین اوسکو لاتے اور حضرت کو ایذا دیتے مگر جب آپ توراۃ کو دیکھینگے تو معلوم ہو جائیگا کہ اوس مین کیا تھا۔

تاریخ ابو الفدا مین ایک مختصر سی تحقیق مین اجمالاً اسکی حالت دکھائی گئی ہے چنانچہ لکھتے ہین ص۸۷ جلد اول

ولیس فی التوراۃ ذکر القیامۃ ولا الدار الاخرۃ ولا فیہا ذکر

بعث ولا جنۃ ولا نار وکل جزاء فیہا انما ہو معجل فی الدنیا فیجزون علی الطاعۃ بالنصر علی الاعداء وطول العمر وسعۃ الرزق ونحو ذلک و یجزون علی الکفر والمعصیۃ بالموت ومنع القطر والحمیات والحروب وان ینزل علیہم بدل المطر الغبار والظلمۃ ونحو ذلک ولیس فیہا ذم الدنیا ولا الزہد فیہا ولا وظیفۃ صلوٰۃ معلومۃ بل الامر بالبطالۃ والقصف واللہو ومما تضمنتہ التوراۃ ان یہوذا بن یعقوب فی زمان نبوتہ زنی بامرأۃ ابنہ واعطاہا عمامتہ وخاتمہ رہنا علی جدی ہو اجرۃ الزنا وہو لا یعرفہا فامسکت رہنۃ عندہا وارسل الیہا بالجدی فلم تاخذہ وظہر حملہا واخبر یہوذا بذلک فامر بہا ان تحرق فانفذت الیہ بالرہن فعرف یہوذا انہ ہو الذی زنی بہا فترکہا و قال ہی اصدق ومما تضمنتہ ایضاً ان روبیل بن یعقوب وطی سریۃ ابیہ وعرف بذلک ابوہ ومما تضمنتہ ایضاً ان اولاد یعقوب من امتیہ کانوا یزنون مع نساء ابیہم وجاء یوسف وعرف اباہ بخبر اخوتہ القبیح ومما تضمنتہ ان راحیل اخت لیا وکان الاختان المذکورتان قد جمع بینہما یعقوب فی عقد نکاحہ وکان ذلک حلالا فی ذلک الزمان قال فاشترت راحیل من اختہا وضرتہا لیا میت ابن لیا وہو روبیل عند راحیل لیطأہا بنوبتہا من یعقوب لیبیت عند لیا وقد تضمنت من نحو ذلک کثیرا اضربنا عنہ۔ ص۸۷ جلد اول

یعنی توراۃ مین نہ ذکر قیامت ہے نہ ذکر دار آخرت نہ ذکر بعث ہے نہ ذکر جنت نہ ذکر نار جتنی جزائین ہین وہ سب معجل (تعجیلی) ہین دنیا مین۔ طاعت پر مدار نصرت ہے اعداء پر۔ طول عمر اور وسعت رزق کا دار و مدار بھی اسی پر ہے کہ حاکم کی اطاعت کی جائے۔ کفر و معصیت کا بدلہ یہ ہے کہ موت آئے۔ بارش بند ہو۔ تپ مین اور خارش مین مبتلا ہون اور باران کے عوض مین غبار و

تاریکی مین مبتلا ہون۔

توراۃ مین نہ دنیا کی مذمت ہے نہ زہد کا بیان ہے نہ نماز یومیہ کا ذکر ہے۔ بلکہ اسکا حکم ہے کہ بطالت کرو اور قصف ولہو مین بسر کرو۔

توراۃ مین یہ بھی مذکور ہے کہ یہودا اپنے زمانہ نبوت مین اپنے بیٹے کی زوجہ کے ساتھ زنا کیا اور اجرت اسکی ایک بچہ بکری قرار پائی مگر چونکہ بکری کا بچہ موجود نہ تھا عمامہ اور انگوٹھی رہن رکھا۔ اور یہودا اسکو پہچانتا تھا اوس عورت نے استیا مرہونہ کو رکھ لیا۔ دوسرے روز بکری کا بچہ بھیجا اور اپنی چیز کو مانگا جسکو رہن رکھا تھا تو اوس عورت نے بکری کا بچہ واپس کیا جب حمل ظاہر ہوا اور یہودا کو خبر ملی تو حکم دیا کہ اوسکو جلادو جب اوس عورت نے عمامہ اور انگوٹھی کو بھیجا تو کہا کہ یہ ہمارا قصور ہے تب اوسکو چھوڑ دیا۔ اسی توراۃ مین یہ بھی ہے کہ روبیل بن یعقوب نے اپنے باپ کی لونڈی سے زنا کیا اور یہ حال یعقوب کو معلوم ہوا۔ اسی توراۃ مین یہ بھی ہے کہ اولاد یعقوب جو لونڈیون سے تھی وہ اپنے باپ کی زوجہ کے ساتھ زنا کرتی تھی اور حضرت یوسف نے اسکی خبر دی اپنے باپ کو اسی توراۃ مین یہ بھی ہے کہ راحیل اور اوسکی بہن لیا دونون بہنین تھین جو حضرت یعقوب کے عقد مین تھین اور یہ اوس شریعت مین جائز تھا۔ تو راحیل نے اپنی بہن سے بہت بن لیا کو خرید لیا تاکہ یعقوب اوس سے بھی مباشرت کرین اور اس قسم کے بہت سے واہیات ہین توراۃ مین جسکو ہمنے چھوڑ دیا۔

اب غور فرمایئے کہ حضرت عمرؓ درس توراۃ مین روز انہ یا دوسرے روز شریک ہوا کرتے اور شب و روز اون سے ملاقات رکھتے وہ توراۃ جو لائے تھے تو اوسمین کونسا علم تھا جس سے علوم اسلامیہ مین ترقی ہوتی۔ کیونکہ اسلام کا تو یہ دعوی ہے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی پھر اوس توراۃ سے کیونکر زیادتی ہوتی جس مین نہ علم ہے نہ احکام۔

ہان رسول اللہ کے اس قدر غصہ کی وجہ بھی معلوم ہوئی ہوگی اور نیز انصار کے ہتھیار لگا کر آنے کی بھی وجہ معلوم ہوئی ہوگی کیونکہ وہ سب فطرۃً یہود تھے جو اب مسلمان ہوئے وہ جانتے تھے کہ توراۃ مین کیا ہے۔ پھر کیونکر نہ ہوتا کہ رسول اللہ کے غصہ پر غصہ آئے کیونکہ رسول اللہ کا غصہ تو اسپر تھا کہ عمر وہ کتابین لا رہے ہین اور اون کتابون پر ایمان لا رہے ہین جو خدا کے یاد سے غافل کرنے والی ہین احکام خدا کی معطل کرنے والی ایسے امور کی تعلیم دینے والی جس سے نہ آخرت پر کوئی ایمان لا سکے نہ دوزخ و جنت کو جان سکے اوس مین ایمان و اتباع کا نتیجہ صرف یہی ہے کہ دنیاوی خواہشین پوری ہون مال و دولت ہاتھ آئے۔

تو اب بتایئے حضرت عمر نے توراۃ مین کونسا علم زیادہ پایا تھا جو لکھکر حضرت کے پاس لائے کہ ہمنے اس غرض سے اسکو لکھا ہے کہ ہمارے علم مین زیادتی ہو۔

کیونکہ قرآن کی تعلیم تو تمام تر متابع تعلیم توراۃ محرف ہے جس مین انسان کو اسکی ہدایت ہے کہ دار آخرت پر ایمان لاؤ ایمان کا نتیجہ تمکو آخرت مین ملے گا۔ دنیا چند روزہ ہے اسپر مغرور نہ ہو اور دنیا کے فریب مین نہ آؤ کہ یہ دنیا تمکو ہلاک کر دیگی۔

اب آپکو اس آیہ کریمہ کی قدر معلوم ہوگی واذا تتلی علیہم ایاتنا بینات قال الذین لا یرجون لقاءنا ائت بقران غیر ھذا او بدلہ قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی ان اتبع الا ما یوحی الی انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم یونس پ ۱۱ ع ۱۔

اور جب ہماری آیتین پڑھکر سنائی جاتی ہین تو جو لوگ ہمارے ملاقات کی امید نہین رکھتے ہین وہ کہتے ہین دوسرا قرآن لاؤ یا اوسکو بدلدو۔ کہدو کہ مجھے اختیار نہین ہے کہ اپنے دل سے اوسکو بدلون مین تو اوسی حکم کا تابع ہون جسکی وحی مجھپر آتی ہے اگر نافرمانی کرون تو عذاب روز عظیم کا مجھکو خوف ہے۔

غور فرمایئے یہ آیہ کسقدر مناسب حال خلیفہ دوم ہے جو توراۃ کو اس غرض سے لاتے ہین کہ حضرت اوس سے کچھ علم حاصل کرین تو بتایئے حضرت اس سے کونسا

حاصل کرتے ہی نہ کہ حکم جنت و نار بیکار ہے نہ دار آخرت پر ایمان لانا ضروری ہے نہ نماز روزہ کی ضرورت ہے اسی کی فرمایش تھی یا اور کچھ کیونکہ توراۃ کی تعلیم تو یہی ہے جسے آپنے ملاحظہ کیا۔

اب اگر ہم اس اجمال کی تفصیل کرین کہ خلیفہ دوم کے عقائد سب یہود سے ماخوذ سے تھے تو ناحق طول ہوگا کیونکہ انکار بعثت و یوم آخرت اصل الاصول عقائد یہود ہے جسکی تصدیق آپکو اون واقعات سے ہو سکتی ہے جو خلیفہ دوم کے افعال و ترکیب سے ظاہر ہے کیونکہ جو حدیثین رسول اللہ سے دربارہ خلافت جناب امیر فریقین کی کتابون مین منقول ہین اون کا دیکھنے والا اگر مومن باللہ ہے تو ممکن نہین کہ اوس سے انکار کرے جب تک اون کا یہ عقیدہ نہو کہ جنت و نار کچھ نہین ہے قیامت آنے والی نہین ہے جو عقیدہ کفار عرب تھا دنیا کی طرف ان کا میل اسی تعلیم یہود کا اثر تھا جسپر نص قرآن شاہد ہے منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاخرۃ کہ تمسے کچھ لوگ ایسے ہین جو طالب دنیا ہین اور کچھ لوگ ایسے ہین جو طالب آخرۃ۔

نماز وغیرہ کا ذکر نہونا توراۃ مین اس سے ظاہر ہے کہ خلیفہ دوم کی اتنی سوانح عمریان لکھی گئین مگر کسی مین اسکا باب نہین کہ اونکو عبادت کا کسدرجہ شوق تھا ملاحظہ ہو مولوی شبلی صاحب کی الفاروق کہ خلیفہ دوم کے سب حالات کو تو بڑی عرق ریزی سے جمع کیا مگر اسکا کوئی باب ہی نہین کہ وہ نماز یا عبادات کے کسدرجہ شایق تھے بلکہ ازالۃ الخفاء مین ہے کہ اکثر نمازون مین روانگی لشکر وغیرہ سونچا کرتے۔

یہود کی کتاب مین جو انبیاء کے حالات مرقوم ہین اوسکی تصدیق اس سے ظاہر ہے کہ اہلسنت عموماً عصمت انبیاء کے قائل نہین اور جو افعال اون سلاطین کی طرف منسوب ہین کہ کسی نے اپنی مان سے زنا کیا اون سب کا نمونہ خلفائے اہلسنت مین موجود ہے کہ یزید مان بہنون کے ساتھ زنا کرتا اور حالات یزید بن ولید بن عبد الملک وغیرہ کے حالات سے تواریخ بھری پڑی ہوئی ہین پھر بجز خلیفہ دوم

اسکا کون معلم ہو سکتا ہے کیونکہ سب سے زیادہ یہی مدارس یہود مین جایا کرتے اور انکے علوم کو حاصل کرتے یہانتک کہ رسول خدا کے پاس توراۃ اور دیگر کتابون کو لاتے اور کہتے کہ ہمنے اس کتاب کو اسلئے لکھا ہے کہ ہمارا علم بڑھے جسپر حضرت کو غصہ آیا اور انصار مسلح ہو کر آئے یہانتک کہ خلیفہ سوم نے خود توراۃ کا ترجمہ عربی زبان مین کیا اور یہ نہ ہو سکا کہ کوئی اون مین سے قرآن کو لکھتا بلکہ اس کام کو بنی امیہ کے چند لونڈون کے حوالہ کیا اور جس طرح خلیفہ دوم نے اپنے ہاتھ سے ایک کتاب کو یہود کی نقل کیا تھا۔ اوسی طرح خلیفہ سوم نے خبر توراۃ کا ترجمہ عربی مین کیا کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ مین ہے صـ

ثم اشرف علیہم عبد اللہ بن سلام وکان من اہل الدار فقال یا معشر من حاصر دار عثمان من المہاجرین والانصار ممن انعم اللہ علیہم بالاسلام لا تقتلوا عثمان فواللہ ان حقہ علی کل مومن کحق الوالد علی ولدہ واللہ ان علی حوائط المدینۃ اثنی عشر الف ملک منذ امد اللہ بہم نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم وواللہ لئن قتلتموہ لیسخطن علیکم ربکم ولتفترقن ملائکتہ عنکم ولیقتلن بقتلہ اقواما ہم فی الاصلاب والارحام وما خلقوا وانی لاجدہ فی التوراۃ التی انزل اللہ علی موسی علیہ السلام وکتب بیدہ عز وجل الیکم بالعبرانی وبالعربی خلیفتکم المظلوم الشہید والذی نفسی بیدہ لئن قتلتموہ لا تؤدی بعدہ طاعۃ الا عن مخافۃ ولا توصل رحم عن مکافاۃ ولیقتلن بہ الرجال ومن فی الاصلاب فقالوا لہ یا یہودی اشبع بطنک واکسی ظہرک واللہ لا ینتطح فیہ شاتان ولا یتنافر فیہ دیکان فقال اما الشاتان والدیکان فصدقتم ولکن التیسان الاکبر ان یتناطحان فیہ فحصبوہ ورموہ حتی شجوہ فالتفت الی عثمان فقال لہ زعموا انک اشبعت بطنی وکسوت ظہری فاصبر یا امیر المومنین فوالذی نفسی بیدہ انی اجدک فی کتاب اللہ تعالی

المنزل الخلیفۃ المظلوم الشہید فرمیت بالسہام من کل جانب۔
یعنی جو صحابہ عثمان کو گھیرے تھے عبد اللہ بن سلام یہودی اونکے سامنے آیا اور وہ بھی
عثمان کے ساتھ محاصرہ مین تھا اور کہا اے **مہاجرین و انصار** جنپر خدا نے اسلام
کی بدولت انعام کیا عثمان کو نہ قتل کرو کیونکہ انکا حق مسلمانونپر ویسا ہی ہے جو والد کا
حق اولاد پر ہوتا ہے۔ حوائط مدینہ پر بارہ ہزار فرشتے مقرر ہین اگر عثمان کو تمنے قتل کیا تو
وہ سب غصہ ہوکر چلے جائینگے اور خدا اسکے عوض مین ایسے لوگون کو قتل کریگا جو
ہنوز پیدا نہین ہوئے قسم خدا کی ہم اوس توراۃ مین جسکو خدا نے اپنے پیغمبر موسیٰ
پر نازل کیا اور اوسکو تمھارے خلیفہ نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے عربی مین عبرانی سے ہے
کہ تمھارا خلیفہ مظلوم اور شہید ہے قسم خدا کی اگر تمنے اس خلیفہ کو قتل کیا تو پھر اطاعت
و انقیاد کا مادہ نکل جائیگا جو رعایا مین ہے کہ پھر نہ جب تک خوف ہوگا کوئی اطاعت
کریگا اور نہ صلہ رحم کیا جائیگا بلا مکافاۃ اور ایسے لوگ اسکے سبب سے قتل کئے
جائینگے جو ابھی پیدا نہوے۔

صحابہ نے کہا اے **یہودی** تو اپنا پیٹ بھرے اور پیٹھ چھپالے (کھانا کپڑہ خلیفہ سے لیلے)
قسم خدا کی اس مادہ مین دو بکری یا **دو مرغ** بھی نہ قتل ہونگے (عربی مثل ہی) عبد اللہ
بن سلام نے کہا یہ سچ ہے کہ دو دیک یا دو بکری تو نہ قتل ہونگے مگر دو سانڈہ لڑ پڑینگے
(اشارہ ہے طرف جناب امیر اور معویہ کے) اسپر صحابہ نے اوسپر پتھر برسانا شروع کیا
اور وہ عثمان کے پاس گیا اور کہا لوگ کہتے ہین کہ تمنے ہمارا پیٹ بھر دیا اور کپڑہ پہنا دیا
لہذا صبر کرو قسم خدا کی کتاب اللہ مین ہم تمکو مظلوم و شہید پاتے ہین اسکے بعد ہر طرف
سے تیر باران ہونے لگا۔

ہمارا مقصود صرف اسی فقرہ سے ہے کہ نہ صرف خلیفہ دوم ایسے عاشق توراۃ
تھے کہ حضرت کے پاس لائے جسپر حضرت نے اسقدر ناراضی ظاہر کی اور ابوبکر صاحب
نے گالیان دین بلکہ عثمان صاحب نے تو اوسپر یہ ترقی کی کہ خود **توراۃ کا ترجمہ عربی**
مین اپنے ہاتھ سے لکھا۔ اور یہودیون کو اپنا ہم نوالہ ہم پیالہ بنایا جسپر صحابہ نے پکار کر کہا

اے یہودی تو اپنا پیٹ بھرے تجھکو ان امور سے کیا تعلق پھر بتائے جس مذہب کے
خلفائے ثلثہ اس درجہ متوسل بہ یہودی ہون اونکی تعلیم کیسی ہوگی اور کس درجہ اسلام
کی تعلیم ہوگی۔

خلیفہ دوم کا تعلم مجوس سے۔ ہم چاہتے تھے اس سلسلہ تعلیم یہود کو یہین
ختم کرکے آگے بڑہین مگر مولوی شبلی صاحب کے **الفاروق** نے ہمکو مجبور کیا کہ یہ بھی
اسی مضمون مین لکھدین کہ خلیفہ دوم نے صرف یہود ہی سے نہین تعلیم حاصل کیا بلکہ مجوسیون
کی تعلیم بھی اونکے دین مین داخل تھی۔

پہلے تو یہ خیال ہوسکتا تھا کہ خلیفہ دوم چونکہ عرب تھے اور عرب کو کتابون وغیرہ سے
موانست نہ تھی اسلئے ممکن ہے کہ اونھون نے توراۃ پاکر اپنا شغف اس سے ظاہر
کیا ہو جس سے چاہیئے تھا کہ جب رسول اللہ نے اس سختی سے مخالفت کی تو اوس سے
باز آتے۔ اور اس آیہ کے نزول کے بعد الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم
نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا پورے مطمئن ہوجاتے کہ اب اس مین کسی
طرح کی کمی نہین ہے یہی دین اسلام جملہ ضروریات کو کافی ہے مگر ہائے ایسا نہین ہوا
بلکہ جو محبت انکو فطرۃً دوسرے ادیان سے تھی وہ انکو مجبور کرتی کہ زردشتیون اور
مجوسیون کے علوم سے بھی بہرہ ور ہون۔

مولوی شبلی صاحب نے حق یہ ہے کہ بڑے تفحص سے ان حالات کو لکھا ہے چنانچہ لکھتے
ہین صفحہ ۱۸۹ حصہ دوم

حضرت عمر کی سیاست کا ایک بڑا اصول یہ تھا کہ وہ قدیم سلطنتون اور حکمرانون کے قواعد
اور انتظامات سے واقفیت پیدا کرتے تھے اور انمین جو چیزین پسند کے قابل ہوتی
تھین اسکو اختیار کرتے تھے **خراج۔ عشور۔ دفتر۔ رسد۔ کاغذات**
حساب۔ ان انتظامات مین، انھون نے ایران اور شام کے قدیم قواعد پر عمل کیا۔
البتہ جہان کوئی نقص پایا اسکی اصلاح کردی۔ عراق کے بندوبست کا جب ارادہ کیا
تو حذیفہ اور عثمان بن حنیف کے نام حکم بھیجا کہ عراق کے دو بڑے زمیندارون کو میرے

پاس بھیجدو چنانچہ یہ زمیندار مترجم کے سلسلے کے پاس آئے اور انھون نے ان سے دریافت کیا کہ سلاطین عجم کے ہان مالگذاری کی تشخیص کا کیا طریقہ تھا۔ جزیہ حالانکہ بظاہر مذہبی لگاؤ رکھتا تھا تاہم اسکی تشخیص مین وہی اصول ملحوظ رکھے جو نوشیروان نے اپنی حکومت مین قائم کئے تھے۔ علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے جہان نوشیروان کے انتظامات اور بالخصوص جزیہ کا ذکر کیا ہے وہان لکھا ہے۔

وھی الوضایع التی اقتدی بھا عمر بن الخطاب حین افتتح بلاد الفرس۔ یعنی یہ وہی قاعدے ہین کہ حضرت عمر نے جب فارس کا ملک فتح کیا تو انکی اقتدا کی۔

اس سے زیادہ صاف اور مصرح علامہ ابن مسکویہ نے اس مضمون کو لکھا ہے علامہ موصوف نے جو حکیم اور فلسفی، اور شیخ بوعلی سینا کا معاصر و ہم پایہ تھا، تاریخ مین ایک کتاب لکھی ہے جسکا نام تجارب الامم ہے" اسمین جہان حضرت عمر کے انتظامات ملکی کا ذکر کیا ہے لکھا ہے کہ۔

وکان عمر یکثر الخلوۃ بقوم من الفرس یقرؤن علیہ سیاسات الملوک ولاسیما ملوک العجم الفضلاء وسیما انوشروان فانہ کان معجبا بہا کثیر الاقتداء بہا۔

یعنی عمر فارس کے چند آدمیون کو صحبت خاص مین رکھتے تھے۔ یہ لوگ انکو بادشاہون کے آئین حکومت پڑھکر سنایا کرتے تھے خصوصاً شاہان عجم اور انمین بھی خاصکر نوشیروان کے اسلئے کہ انکو نوشیروان کے آئین بہت پسند تھے اور وہ انکی بہت پیروی کرتے تھے

علامہ موصوف کے بیان کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ عموماً مورخون نے لکھا ہے کہ جب فارس کا رئیس ہرمزان اسلام لایا تو حضرت عمر نے اسکو اپنے خاص درباریون داخل کیا اور انتظامات ملکی کے متعلق اس سے اکثر مشورہ لیتے تھے۔ ص ۱۹۰

اب بتایئے اسلام نے کیا شان اختیار کی ایک طرف یہود کے مسائل ہین دوسری طرف مجوس کی تعلیمات اور ان سب کا بانی کون؟ حضرت عمر جنکا دعوی تھا حسبنا کتاب اللہ پھر کیونکر یہ کہا جاتا ہے کہ مذہب شیعہ کا بانی عبداللہ بن سبا یہودی ہے جو حضرت عثمان کے ہاتھ پر اسلام لایا اور جناب امیر نے اسکو آگ سے جلوا دیا۔

طرفداران حضرت عمر کہہ سکتے ہین کہ حضرت عمر اون سے صرف ملکی مہمات مین مشورہ لیتے تھے مگر چونکہ اسلام نے دین و دنیا کو ایک کیا ہے لہذا یہ نہین کہہ سکتے کہ صرف دنیاوی امور مین اون کا مشورہ لیتے تھے کیونکہ جزیہ۔ خراج جملہ امور شرعی ہین۔

خداوند عالم تو فرماتا ہے یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا الیھود والنصاری اولیاء بعضھم اولیاء بعض ومن یتولھم منکم فانہ منھم ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین (آیہ ۵۲ سورہ مائدہ)

اے مومنو یہود و نصاری کو تم اپنا دوست نہ بناؤ وہ ایک دوسرے کے دوست ہین اور جو اون سے دوستی رکھتا ہے وہ اونھین سے ہوتا ہے ضرور خداوند عالم نہین ہدایت کرتا ہے قوم ظالمین کی۔ اور حضرت عمر اسکی مخالفت کرکے یہ کرتے ہین کہ اونھین لوگون کو اپنا ہم نوالہ بناتے ہین۔

ترتیب دیوان کے متعلق مولوی شبلی صاحب لکھتے ہین ص ۹۳ حصہ دوم الفاروق

حضرت عمر کے توجہ کرنے کے مختلف اسباب بیان کئے گئے ہین عام روایت یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ جو بحرین کے حاکم مقرر کئے گئے تھے پانچ لاکھ درہم لیکر مدینہ مین آئے اور حضرت عمر کو اسکی اطلاع دی، پانچ لاکھ کی رقم اس وقت اس قدر اعجوبہ چیز تھی کہ حضرت عمر نے فرمایا خیر ہے! کہتے کیا ہو؟ انھون نے پھر پانچ لاکھ کہا حضرت عمر نے فرمایا تمکو گنتی بھی آتی ہے؟ ابوہریرہ نے کہا ہان، یہ کہکر پانچ دفعہ لاکھ لاکھ کہا حضرت عمر کو یقین آیا تو مجلس شوری منعقد کی اور رائے پوچھی کہ اسقدر زر کثیر کیونکر صرف کیا جائے؟ حضرت علی حضرت عثمان اور دیگر صحابہ نے مختلف تجویزین پیش کین، ولید بن ہشام نے کہا کہ مین نے شام کے والیان ملک کو دیکھا ہے کہ انکے ہان فوج کا دفتر اور رجسٹر مرتب رہتا ہے حضرت عمر کو یہ رائے پسند آئی اور فوج کی اسم نویسی اور ترتیب دفتر کا خیال پیدا ہوا۔ ایک اور روایت مین ہے کہ رائے دہندہ نے سلاطین عجم کا حوالہ دیا اور یہی روایت قرین قیاس ہے

کیونکہ جب دفتر مرتب ہوا تو اسکا نام دیوان رکھا گیا اور یہ فارسی لفظ ہے۔ دبستان دبیر۔ دفتر۔ دیوان سب ایک مادہ کے الفاظ ہین جنکا مشترک مادہ دب ایک پہلوی لفظ ہے جسکے معنی نگاہ رکھنے کے ہین۔ صفحہ ۹۲

سنت رسول کے نسبت تو کہہ سکتے ہین کہ عمر صاحب کو اوسکا علم نہو کیونکہ وہ ایک روز ناغہ دیکر آیا کرتے مگر حضرت ابوبکر کے تو ہمہ وقت کے استاد تھے پھر اونکی تقسیم سے کیونکر بے خبر رہ سکتے تھے حالانکہ اوسی الفاروق مین ہے "حضرت ابوبکر کے عہد مین صرف اسقدر ہوا کہ خلافت کے پہلے سال غنیمت سے جسقدر بچا وہ سب لوگون پر ۱۰-۱۰ روپیہ کے حساب سے تقسیم کر دیا گیا دوسرے سال آمدنی زیادہ ہوئی تو یہ تعداد دس سے تک پہونچ گئی" صفحہ ۹۳

جس سے معلوم ہوا کہ وہ سنت رسول جو پہلے سے رائج تھی کہ ہر شخص کو بحصہ مساوی تقسیم ہوتا عمر صاحب کے زمانہ مین بہ پیروی شاہان عجم کے بدل دی گئی۔ اور یہ طریقہ مقرر ہوا کہ ہر شخص کو بہ اعتبار وجاہت و ذاتی خصوصیات کے تقسیم ہونے لگا۔

اب جتنی تعلیمین رسول کی تھین کہ دنیا کی طرف لوگ رغبت نہ کرین تحصیل دنیا مین نہ مشغول ہون وہ سب خاک مین ملگئین ملاحظہ ہو صفحہ رسالہ صہ

پھر کیونکر کہہ سکتے ہین کہ ان کا ایمان اوس توراۃ پر تھا جسمین نہ مذمت دنیا ہے نہ اسکی ممانعت بلکہ اسکی ترغیب ہے کہ جہانتک ہو سکے کھیل کود مین بسر کرو کیونکہ محبت دنیا تو ایک فطری امر ہے جسپر ہمیشہ اہل عرب پہلے ہی سے مائل رہے اور حضرت نے اپنے تیئس سالہ نبوت کے شب و روز کے وعظ و پند سے اوسمین کچھ کمی کرنی چاہی اور ایک حد تک اوسمین کامیابی بھی ہو چلی تھی کہ عمر صاحب نے اوسکو توڑ کر پھر بھی سکھایا جو اونکی عادت جبلی تھی کیونکہ یہی تو سلاطین زمانہ کا طرز عمل ہے کہ وہ اپنے اپنے مقربین کو عطایا زیادہ دیتے ہین جس سے اور بھی اونکی طغیانی اور سرکشی بڑھتی ہے اور اپنے زیردستون کو ستاتے ہین جو شب و روز کے مشاہدہ مین ہے

کہ جسکو جتنی قوت اور مال زیادہ ہے وہ کمزورونکو ستاتا ہے۔

اسلام کو ہمیشہ اسپر فخر رہا کہ مساوات کے درجہ کو اسنے ایسا قائم کیا ہے کہ گدا و شاہ مین کوئی فرق نہین رکھا سبکو ایک درجہ کر دیا مگر خلیفہ دوم نے اس رواداری کو بالکل مٹا دیا اور پھر اوسی طریق کو جاری کیا جو عرب مین کیا دنیا مین جاری و ساری تھا۔ اس طریقہ دیوان کی ترتیب نے خاندان رسالت سے امامت و خلافت کو ہمیشہ کیلئے مٹا دیا کیونکہ وہ لوگ تو کبھی بھی اوسکے خلاف نہ کر سکتے تھے جو تعلیم رسول تھی پھر کیونکر اہل دنیا اونکی طرف متوجہ ہوتے اور اونکی خلافت و امامت کو قبول کرتے کیونکہ جسوقت جناب امیر نے حق خلافت کا مطالبہ کیا ہے تو یہی فرمایا ہے جیسا کہ کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ مین ہے صفحہ ۱۹

فقال علی کرم اللہ وجہہ اللہ اللہ یا معشر المہاجرین لا تخرجوا سلطان محمد فی العرب من دارہ و قعر بیتہ الی دورکم و قعور بیوتکم و تدفعون اہلہ عن مقامہ فی الناس وحقہ فواللہ یا معشر المہاجرین لنحن احق الناس بہ لانا اہل البیت و نحن احق بہذا الامر منکم ما کان فینا القاری لکتاب اللہ الفقیہ فی دین اللہ العالم بسنن رسول اللہ المتطلع لامر الرعیۃ الفقیہ فی دین اللہ العالم بسنن اللہ المتطلع لامر الرعیۃ المدافع عنہم الامور السیئۃ القاسم بینہم بالسویۃ واللہ انہ لفینا فلا تتبعوا الہوی فتضلوا عن سبیل اللہ فتزدادوا من الحق بعداً۔

یعنی جناب امیر نے فرمایا اللہ اللہ اے مہاجرین ایسا نہ کرو کہ سلطنت محمد کو اونکے گھر سے نکالکر اپنے گھرون کی طرف لیجاؤ۔ اور اونکے اوس درجہ سے جو اون کو سب مین حاصل ہے اوس سے محروم نہ کرو قسم خدا کی اے گروہ مہاجرین۔ ہم لوگ سب سے زیادہ اسکے مستحق ہین کیونکہ ہم اہلبیت ہین اور جبتک ہم مین ایک شخص بھی قرآن کا پڑھنے والا ہوگا اور فقیہ دین خدا مین اور عالم بسنن رسول اللہ تو ہم سے بڑھکر کون

مستحق ہے کیونکہ امور رعیت کو ہم ہی جانتے ہیں اور ہم ہی اون سے امور سیئہ کو دفع کرتے ہیں اور بالسویہ تقسیم کرنے والے ہم ہی ہیں قسم خدا کی یہ امر ہم میں ہے تو تم اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی نہ کرو ورنہ راہ حق سے گمراہ ہو جاؤ گے اور اور راہ خدا سے دور ہو جاؤ گے۔

اس کلام بلاغت نظام نے کسطرح حضرت کی حقیت کو واضح کر دیا ہے اور بتا دیا ہے کہ خلیفہ رسول وہی ہو سکتا ہے جو عدل و انصاف سے کام لے اور سب کو بالسویہ تقسیم کرے۔

اسی لئے غالباً خلیفہ دوم نے اس سنت نبوی کو درہم و برہم کیا کہ پھر کوئی شخص اس خاندان کی طرف مائل نہو کیونکہ یہ تو وہی کرینگے جو تعلیم رسول ہے لہذا اس سلسلہ ہی کو توڑنا چاہیئے اور وہ طریقہ اختیار کرنا چاہیئے جس سے پھر اس خاندان کا کوئی نام نہ لے۔

شرح نہج البلاغہ علامہ ابن ابی الحدید معتزلی میں ہے ص۱۰۰ جلد اول۔

وروی علی بن محمد بن ابی یوسف المدائنی عن فضیل بن الجعد قال اکد الاسباب فی تقاعد العرب عن امیر المومنین علیہ السلام امر المال فانہ لم یکن یفضل شریفاً علی مشروف ولا عربیاً علی عجمی ولا یصانع الرؤساء وامراء القبائل کما یصنع الملوک ولا یستمیل احداً الی نفسہ وکان معاویہ بخلاف ذلک فترک الناس علیاً والتحقوا بمعاویہ فشکی علی علیہ السلام الی الاشتر تخاذل اصحابہ وفرار بعضہم الی معاویۃ فقال الاشتر یا امیر المومنین انا قاتلنا اہل البصرۃ باہل البصرۃ واہل الکوفۃ ورای الناس واحد وقد اختلفوا بعد وتعادوا وضعفت النیۃ وقل العدد وانت تاخذہم بالعدل وتعمل فیہم بالحق اذعموا بہ واغتموا من العدل اذ صاروا فیہ وراؤ صنائع معاویۃ عند اہل الغناء والشریف فتاقت النفس

الناس الی الدنیا وقل من لیس للدنیا بصاحب واکثرہم یحتوی الحق ویشتری الباطل ویوثر الدنیا فان تبذل المال یا امیر المومنین یمیل الیک اعناق الرجال وتصف نصیحتہم لک ویستخلص ودہم صنع اللہ لک یا امیر المومنین وکبت اعداءک وفض جمعہم واوہن کیدہم وشتت امورہم انہ بما یعملون خبیر فقال علی علیہ السلام اما ما ذکرت من عملنا وسیرتنا بالعدل فان اللہ عزوجل یقول من عمل صالحاً فلنفسہ ومن اساء فعلیہا وما ربک بظلام للعبید وانا من ان اکون مقصراً فیما ذکرت اخوف واما ما ذکرت من ان الحق ثقل علیہم ففارقونا لذلک فقد علم اللہ انہم لم یفارقونا من جور ولا لجوا اذ فارقونا الی عدل ولم یلتمسوا الا دنیا زائلۃ عنہم کان قد فارقوہا ولیسئلن یوم القیامۃ الدنیا ارادوا اللہ عملوا واما ما ذکرت من بذل الاموال واصطناع الرجال فانہ لا یسعنا ان نوتی امرا من الفی واکثر من حقہ وقد قال اللہ سبحانہ وتعالی وقولہ الحق کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ واللہ مع الصابرین وقد بعث اللہ محمداً صلی اللہ علیہ وآلہ وحدہ فکثرہ بعد القلۃ واعز فئتہ بعد الذلۃ وان یرد اللہ ان یولینا ہذا الامر یذلل لنا صعبہ ویسہل لنا حزنہ وانا قابل من رایک ما کان للہ عزوجل رضا وانت من امن الناس عندی وانصحہم لی واوثقہم فی نفسی ان شاء اللہ۔

علی بن محمد بن ابو یوسف مدائنی فضیل بن جعد سے روایت کرتے ہیں کہ سب سے بڑا سبب عرب کی مخالفت کا جناب امیر سے یہی مال تھا کہ وہ حضرت نہ کسی شریف کو زیادہ مال دیتے نہ عربی کو عجمی پر فضیلت دیتے نہ رؤسا و امراء قبائل کا زیادہ خیال کرتے جو قاعدہ سلاطین کا ہے اور نہ کسی کو مال کے ذریعہ سے اپنی طرف

مائل کرتے۔ اور معویہ کا عمل اسکے خلاف تھا اسوجہ سے عرب نے حضرت کا ساتھ چھوڑ دیا اور معاویہ سے ملگئے۔ جناب امیرؑ نے اسکی شکایت کی مالک اشتر سے کہ لوگ ہمارا ساتھ چھوڑکر معویہ سے ملے جاتے ہین تو مالک اشترنے جواب دیا کہ یا حضرت پہلے ہمنے خود اہل بصرہ کے ساتھ اہل بصرہ و اہل کوفہ کی بہت ہین جہاد کیا اوسوقت رائے ایک تھی اسکے بعد اختلاف پیدا ہوا اور نیتین ضعیف ہوگئین اور تعداد اونکی کم ہوگئی آپ سب کے ساتھ عدل کرتے ہین اور حق کے مطابق عمل کرتے ہین وضیع و شریف مین آپکے نزدیک کوئی فرق نہین۔ تو جو لوگ آپکے ساتھ ہین وہ بھی آپکے عدل و انصاف سے گھبرا اوٹھے اور اون تکلیفون کو دیکھا جو معاویہ کرتا ہے اہل غنا و شرف کے ساتھ کیونکہ کم لوگ ایسے ہین جو دنیا کے خواہان نہون اکثر تو ایسے ہوتے ہین جو حق کو سچکر باطل خریدتے ہین اور دنیا کو اختیار کرتے ہین۔ پس اگر آپ مال دنیا سے بخشش کرین تو دیکھئے کس طرح لوگون کی گردنین آپکی طرف جھکتی ہین اور کیسے خیرخواہ بنجاتے ہین ملا آپکے امور کو درست کرے اور دشمنون کی جمعیت اور کید و مکر کو پراگندہ کرے انہ جانتملون خبیر۔

جناب امیرؑ نے فرمایا تمنے جو یہ کہا کہ ہم عدل و انصاف سے کام لیتے ہین تو خداوند عالم فرماتا ہے من عمل صالحا فلنفسہ و من اساء فعلیہا و ما ربک بظلام للعبید۔ اب اگر ہم اسمین تقصیر کرین تو خدا سے خوف کرتے ہین۔

رہا یہ امر کہ امر حق اوپر گران گذرتا ہے اسوجہ سے وہ ہمسے جدا ہوجاتے ہین تو خدا جانتا ہے کہ اونھون نے اسوجہ سے نہین مفارقت کیا کہ ہمنے اونپر کوئی ظلم کیا ہو۔ اور نہ ہمکو چھوڑکر وہ کسی عادل کی پناہ مین جاتے ہین۔ بلکہ اونکی غرض دہی دنیا ہے جو زائل ہونیوالی ہے اوسی کی خواہش مین جاتے ہین۔ اور بروز قیامت اون سے سوال کیا جائیگا کہ دنیا کی خواہش کو تمنے کس باعث کے لئے حمل کیا تھا۔

رہا یہ امر کہ ہم بھی بذل مال کرین اور اس ذریعہ سے لوگون کو مائل کرین تو ہمکو

جائز نہین کہ مال غنیمت سے کسیکو اوسکے حق سے زیادہ دین حالانکہ خداوند عالم فرماتا ہے کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ واللہ مع الصابرین۔ اور خدا نے حضرت کو بعوث ابرسالت کیا جو تنہا تھے پھر خدا نے بعد قلت اونکو بڑھایا اور بعد ذلت عزیز کیا تو اگر خدا کو یہ منظور ہے کہ ہمارے امور کی اصلاح کرے تو ان سختیون کو درست کریگا اور اوسکی دشواریون کو آسان کریگا اور ہم تمھاری رایون سے اونکو قبول کرینگے جسمین خداوند عالم کی رضا ہے اور تم ہمارے نزدیک سب سے زیادہ امین اور معتمد علیہ ہو اور خیرخواہ افتر

اب غور فرمایئے کہ خلیفہ دوم کے ترتیب دیوان نے جو بمنزلہ سلاطین عجم تھا کیا اثر کیا کہ حق ہمیشہ کیلئے مٹ گیا کیونکہ رسول اللہ نے اپنے تئیس سالہ مواعظ اور نصائح سے جن لوگون کو راہ حق دکھایا تھا اور خواہشہائے دنیاوی کو اون کے دلون سے نکالا تھا کس طرح خلیفہ دوم نے اوسکو پلٹ دیا کہ کسی کا دو ہزار سالانہ مقرر کیا کسی کا دس ہزار اب خلیفہ برحق کیونکر کامیاب ہوسکتا ہے کیونکہ وہ بھی تو خلیفہ برحق مانے جاتے ہین جنھون نے اس طرح کی تفریق کی۔

علامہ ابن ابی الحدید نے یہان تو مقابلہ مین صرف معویہ کا نام لکھا ہے کہ وہ اسکے خلاف کرتا تھا لیکن امیرون کو زیادہ دیتا جس سے وہ لوگ اسکے طرفدار ہوجاتے جاتے۔ مگر مقدمہ کتاب مین اونھون نے بھی خلفائے ثلثہ کے طرز عمل کی طرف اشارہ کیا ہے چنانچہ لکھتے ہین ص۲

واما الرای والتدبیر فکان من اسد الناس رایا واصحھم تدبیرا وھو الذی اشار علی عمر لما عزم علی ان یتوجہ بنفسہ الی حرب الروم وھو والفرس بما اشار وھو الذی اشار علی عثمان باسور کان صلاحہ فیھا ولو قبلھا لم یحدث علیہ ما حدث وانما قال اعداءہ ولا لوم لہ لانہ کان متقیدا بالشریعۃ لا یری خلافھا ولا یعمل الا بقتضی الدین تحریہ

وقد قال علیہ السلام لو کان الدین والتقی لکنت ادھی العرب و غیرہ من الخلفاء کان یعمل بمقتضی ما یستصلحہ ویستوفقہ سواء کان مطابقاً للشرع اولم یکن ولا یرجع ان من یعمل بما یودی الیہ اجتہادہ ولا یقف مع ضوابط وقیود یمتنع لاجلھا ما یرجی الصلاح فیہ تکون احوالہ الدنیاویۃ الی الانتظام اقرب ومن کان بخلاف ذلک تکون احوالہ الدنیاویۃ الی الانتشار اقرب۔

یعنی رائے وتدبیر میں حضرت کا درجہ سب سے بڑھا ہوا تھا رائے آپکی سدید ہوتی تھی اور تدبیر آپکی صحیح حضرت ہی نے عمر کو اوسوقت رائے دیا جبکہ وہ خود حرب روم وفرس کو جارہے تھے اور عمر نے اوسپر عمل کیا حضرت نے عثمان کو کیسی کیسی رائیں دیں کہ اگر عثمان اوسپر عمل کرتے تو ان آفتوں میں نہ مبتلا ہوتے۔

یہ جملہ آپکے دشمنوں نے گڑھا ہے کہ حضرت صاحب رائے نہ تھے کیونکہ آپ پابند شریعت تھے اوسکے خلاف کرنا جائز نہ جانتے اور وہ باتیں نہ کرتے جو از روے دین حرام تھیں چنانچہ خود حضرت نے فرمایا اگر رجال دین وتقوی نہ ہوتا تو ہم کامی عرب سے زیادہ چالاک ہوتے۔

دوسرے خلفا اس طرح پابند نہ تھے وہ مصلحت وقت کے مطابق عمل کرتے خواہ شریعت کے موافق ہوا اوسکے خلاف اور ظاہر ہے کہ جو شخص اپنی رائے اور اجتہاد پر عمل کرتا ہے اور کسی ضابطہ شرعی وقاعدہ دینی کا پابند نہیں ہوتا اوسکے امور دنیویہ منظم ہوتے ہیں اور جو اوسکے خلاف کرتا ہے اوسکے اکثر امور دنیویہ میں انتشار ہوتا ہے۔

غرض خلیفہ دوم نے اس ترتیب دیوان کے ذریعہ سے صرف سنت رسول ہی کی مخالفت نہیں کی جو بجائے خود امر عظیم ہے بلکہ اوس باب جو رد فساد کو کھولا جو قیامت تک بند ہونے والا نہیں کیونکہ خود صحابہ نے اسقدر مال وافر جمع کیا کہ دنیا داری میں منہمک ہوئے کہ عباسی مورخ جرجی زیدان اپنی کتاب تمدن اسلام میں

لکھتے ہیں فقد ذکر المسعودی انہ فی ایام عثمان اقتنی الصحابہ الضیاع والمنزل فکان لعثمان یوم قتل عند خازنہ خمسون وماۃ الف دینار وخلف ابلاً وخیلاً کثیرۃ وبلغ الثمن الواحد من مالہ وابل الزبیر بعد وفاتہ خمسین الف دینار وخلف الف فرس والف امۃ وکانت غلۃ طلحۃ من العراق الف دینار کل یوم یاتیہ من ناحیۃ السراۃ اکثر من ذلک وکان علی مربط عبد الرحمن بن عوف الف فرس وله الف بعیر وعشرۃ آلاف من الغنم وبلغ الربع من ماترکہ بعد وفاتہ اربعۃ وثمانین الفا وخلف زید بن ثابت من الفضۃ والذھب ما کان یکسر بالفؤس غیر ما خلف من الاموال والضیاع بمائۃ الف دینار وبنی الزبیر داره بالبصرۃ وکذلک بنی بمصر والکوفۃ والاسکندریۃ و کذلک بنی طلحۃ داره بالکوفۃ وشیدہ بالمدینۃ وبناھا بالجص والاجر والساج وبنی سعد بن ابی وقاص داره بالعقیق و رفع سمکھا واوسع فضاءھا وجعل علی اعلاھا شرفات وبنی الفاد داره بالمدینۃ وجعلھا بحصۃ الظاھر والباطن وخلف یعلی بن منیہ عشرین الف دینار وعقاراً وغیر ذلک ما قیمتہ ثلثمائۃ الف درھم

جلد اول

مولانا مسعودی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ جس روز حضرت عثمان قتل ہوے اوسکے خزانچی کے پاس ایک لاکھ پچاس ہزار دینار تھا اور دس لاکھ درہم اور قیمتی ذخیرہ جواہر کی نقدی اور جنس وغیرہ میں تھی اوسکی قیمت ۱۰ لاکھ دینار اشرفی تھی علاوہ اونٹ اور گھوڑے کے۔

متروکات زبیر کا یوں حساب لگایا گیا ہے کہ آٹھویں حصہ کی قیمت پچاس ہزار دینار تھی اور ہزار گھوڑا اور ہزار اونٹ۔

طلحہ کا غلہ عراق سے ہر روز ہزار اشرفیاں تھیں اور ناحیہ سراۃ (مقام کا نام)

سے اس سے بھی زیادہ۔

عبدالرحمان بن عوف اصطبل مین ہزار گھوڑے تھے اور ہزارہا اونٹ اور دس ہزار بکریان اور اونکے متروکات کا چوتھائی حصہ ۸۴ ہزار تھا۔

زید بن ثابت نے سونا چاندی اسقدر چھوڑا تھا کہ پھوڑے سے وہ کاٹا جاتا علاوہ اوس مال وضیاع کے جسکی قیمت دس لاکھ دینار تھی۔

زبیر نے بصرہ۔ کوفہ۔ مصر۔ اسکندریہ مین مکانات عالیشان بنوائے تھے۔ اسی طرح طلحہ نے مدینہ مین اپنا مکان گچ کاری کرکے بنوایا تھا اور خشت وساج سے اوس کو مزین کرایا تھا۔

سعد بن ابی وقاص نے ایک مکان عالیشان عقیق مین بنولیا تھا جسکی دیوارین بہت بلند تھین اور اوسکے اوپر بہت سے غرفے بنوائے تھے۔

مقداد نے مدینہ مین مکان بنوایا تھا جسکے ظاہر وباطن مین گچ کاری کی تھی۔

یعلی بن منیہ نے پچاس ہزار دینار متروکہ چھوڑا تھا علاوہ عقار وغیرہ کے جسکی قیمت تین لاکھ درہم تھی۔

اب فرمایئے یہ سب دولت کہان سے آئی خلیفہ دوم کی اسی ترکیب سے جو اونھون نے تقسیم کا قاعدہ خلاف سنت رسول اللہ مقرر کیا کیونکہ اسمین طلحہ۔ زبیر عبدالرحمان بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص تو خاص عشرہ مبشرہ سے ہین جنکے مراتب کا کیا کہنا اور یہی لوگ تھے جو ابتدائے خلافت سے خلفا کے دست وبازو بنے تھے۔ طلحہ۔ زبیر۔ دونون حضرت ابوبکر کے داماد ہین اور یہی دونو عائشہ کو لیکر جنگ جمل مین حضرت سے لڑنے گئے تھے۔

عبدالرحمان عوف خلیفہ سوم کے بہنوئی ہین جنھون نے حضرت عثمان کو خلیفہ بنایا۔ اور سعد بن ابی وقاص وہی ہین جنھون نے کوفہ کو آباد کرایا اور اسکے بیٹے عمر سعد نے جناب امام حسین کو کربلا مین شہید کیا۔

زید بن ثابت قریشی نہین ہین بلکہ قبیلہ انصار سے ہین۔ گو خلفائے ثلثہ کے

ہمراز ودمساز ہین قرآن مجید کو انھین نے بحسب خواہ خلیفہ سوم لکھا یہ خلیفہ سوم کے دیوان تھے اور محاصرہ دار ہین اونکے شریک تھے۔

یعلی بن منیہ قریشی ہے جو یمن کا حاکم تھا جب جناب امیر خلیفہ ہوئے تو سارا مال خراج جو خزانہ یمن مین جمع تھا یہ لیکر آیا اور اسی کے خچر پر حضرت عائشہ سوار ہوین جسکا نام عسکر تھا اور جنگ جمل آراستہ ہوا۔ پھر بتایئے یہ لوگ کب خلافت جناب امیر کو جمنے دیتے اور کیونکر اسلامی خلافت قائم ہوتی آخر وہی ہوا کہ انلوگون کے فتنہ وفساد نے معاویہ کو اس طرح کی مدد دی کہ وہ خلیفہ ہوا حالانکہ بنص رسول اوس خاندان پر خلافت حرام تھی۔

اس تقسیم خلیفہ دوم نے کیا اثر کیا تھا اسکا پتہ اس واقعہ سے مل سکتا ہے جو تاریخ خمیس مین ہے صفحہ ۲۰۲ جلد ۲

وقد روی ان اعرابیا من همدان دخل المسجد فرای ابن مسعود وحذیفه وابا موسی یذکرون عثمان طاعنین علیه فقال انشدکم الله لوان عثمان ردکم الی اعالکم ورد الیکم عطایاکم اکنتم ترضون قالوا اللهم نعم فقال اللهم انی اقول الله یا اصحاب محمد ولا تطعنوا علی ائمتکم۔

یعنی ایک اعرابی قبیلہ ہمدان کا داخل مسجد ہوا دیکھا کہ ابن مسعود۔ حذیفہ۔ ابوموسی اشعری بیٹھے ہوئے طعن کر رہے ہین عثمان پر اوس اعرابی نے قسم دیکر اون سے پوچھا کہ سچ کہو اگر عثمان تمکو پھر اپنے اپنے کام پر مقرر کرین اور تمکو گون کا وظیفہ جو روکا ہے وہ دیدین تو تمکو سب راضی ہوجاؤگے اونھون نے قسم کھا کر کہا بیشک تب اوس نے کہا دیکھو اے اصحاب خدا سے خوف کرو اپنے امامون پر طعن نہ کرو۔

اسکے بعد مولف لکھتے ہین وفی هذا بیان ان من طعن علی عثمان انما کان سببه ایاه وتولیة غیره وقطع عطایاه وذلک سایغ للامام اذا

ادی اجتہادہ علیہ۔ یعنی اس سے معلوم ہوا کہ عثمان پر جس جس صحابی نے طعن کیا
اصل وجہ یہی تھی کہ عثمان نے اونکو موقوف کیا تھا اور عطایا کو اونکے روکا تھا اور
یہ جائز ہے امام کے لئے جبکہ اجتہاد اون کا اسکو مقتضی ہو۔

اس سے جہان صحابہ کی دنیاداری ظاہر ہوئی کہ وہ اسی دنیا کیلئے کسی کو امام بناتے
اور جب اوسکی ذات سے انکو دنیا کے ملنے مین کمی ہوتی تو شکایت کرنے لگتے وہان
یہ بھی معلوم ہوا کہ عثمان کا خون بھی عمر پر ہے کیونکہ اونھین نے یہ راہ دکھائی کہ سنت
رسول کو ترک کرکے حسب درجہ و مراتب عطایا ملا کرے ورنہ اگر سنت رسول پر چلتے
تو اسکی نوبت نہ آتی اور ہر شخص راضی و خوشنود رہتا کیونکہ جو جہاد کرتا وہ حصہ پاتا جو نہ
کرتا نہ پاتا تو پھر شکایت کیون ہوتی۔ خدا برا کرے اس دنیا کا جسکی بدولت یہ سب
فسادات ہوئے ورنہ اہلبیت طاہرین حق خلافت سے کیون محروم ہوتے جنکے بدولت
تمام دنیا مین امن و امان رہتا۔

مولف خمیس نے عثمان کے بچانے کیلئے یہ تو کہدیا کہ امام کو جائز ہے کہ کسکی سزا کرے
مگر اسکا خیال نہوا کہ جن صحابہ کی بدولت عثمان خلیفہ بنے وہ کیسے دنیادار بن رہے
ہین تو پھر یہ کیون نہین کہا جاتا کہ اسی دنیا کی غرض سے خلفائے ثلثہ خلیفہ بنائے گئے
ورنہ رسول اللہ نے کوئی دقیقہ فہمایش کا اور نص بر خلیفہ کا اوٹھا نہ رکھا تھا۔

جناب امیر کا انکار سیرت شیخین سے ترتیب دیوان کے خرابی کی اور نے
دلیل یہ ہے کہ جناب امیر نے خلافت سے باز آنا قبول کیا مگر اسکو منظور فرمایا کہ شیخین کے
طریقہ پر رفتار کرین جس سے معلوم ہوا کہ حضرت اس طریقہ کو بالکل ناجائز اور خلاف
شریعت جانتے تھے اوسی تاریخ خمیس مین ہے صفحہ ۲۸۴

فقال قم یا علی فقام علی فوقف تحت المنبر واخذ عبد الرحمان بیدہ
وقال ھل انت مبایعی علی کتاب اللہ وسنت نبیہ وفعل ابی بکر
وعمر فقال اللھم لا ولکن علی جھدی من ذلک وطاقتی۔

یعنی عبد الرحمان بن عوف نے جناب امیر کو بلایا اور کہا اس شرط پر آپ بیعت خلافت

قبول کرتے ہین کہ مطابق کتاب و سنت اور عمل شیخین۔ عمل کیجئے حضرت نے فرمایا
نہین بلکہ اس شرط پر کہ جو ہمارا اجتہاد ہوگا اور جو ہم مناسب سمجھینگے پس عبد الرحمان
نے حضرت کا ہاتھ چھوڑ دیا اور عثمان کو بلایا اونھون نے قبول کرلیا۔ اور بیعت اونکی
ہونے لگی۔ یہ مضمون تمامی کتب تواریخ مین موجود ہے کہ حضرت نے اس شرط کے قبول
سے انکار کیا اور کسی طرح اسکو نہ مانا کہ سیرت شیخین پر عمل کرین اور کتاب الامامۃ والسیاسۃ
ابن قتیبہ مین ہے صفحہ ۲۳۲

ما قال علی رضی اللہ عنہ فی الخثعمی۔ فبایعوا علی التسلیم والرضاء و
شرط علیہم کتاب اللہ وسنۃ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم فجاءہ رجل
من خثعم فقال لہ علی بایع علی کتاب اللہ وسنۃ نبیہ قال لا ولکن
ابایعک علی کتاب اللہ وسنۃ نبیہ وسنۃ ابی بکر وعمر فقال علی وما
یدخل سنۃ ابی بکر وعمر مع کتاب اللہ وسنۃ نبیہ انما کانا عاملین بالحق
حیث عملا فابی الخثعمی الا سنۃ ابی بکر وعمر وابی علی ان یبایعہ الا علی
کتاب اللہ وسنۃ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ حیث الح علیہما
تبایع قال لا الا علی ما ذکرت لک فقال لہ علی اما واللہ لکانی بک قد
نفرت فی ھذہ الفتنۃ وکانی بحوافر خیلی قد شدخت وجھک فلحق
بالخوارج فقتل یوم النھروان قال قبیصۃ فرایتہ یوم النھروان قتیلا قد
وطأت الخیل وجھہ وشدخت راسہ ومثلت بہ فذکرت قول علی
وقلت للہ در ابی الحسن ما ھو شقیہ قط بشیء الا کان کذلک۔

اس کا قصہ یہ ہے کہ جنگ صفین کے بعد جب خوارج نے مخالفت کیا اور حضرت نے اہل کوفہ
کی فہمایش کی کہ خوارج کا قصہ چھوڑ کر چلو پہلے معاویہ کا قصہ طے کیا جائے تو اکثر لوگ راضی
ہوگئے اوسمین پھر حضرت نے سب سے بیعت لی کہ مطابق کتاب خدا و سنت رسول بیعت
کرتے ہین تو ربیعہ بن شداد خثعمی نے کتاب و سنت کے ساتھ سنت شیخین کو بھی شریک کیا
کہ آپ مطابق اوسکے رفتار کرین حضرت نے فرمایا کتاب و سنت کے ساتھ سیرت شیخین

کو کیا دخل ہے اگر حق پر کبھی عمل کیا تو اوسمین عامل بحق ہوے مگر اوس نے نہ مانا تو
حضرت نے فرمایا ہم دیکھ رہے ہین کہ تو بھی اس فتنہ مین شریک ہوا ہے اور گھوڑے
سے گرا ہے اور تیرا سر کچلا گیا ہے **قبیصہ** بیان کرتا ہے کہ ہمنے اوسکو جنگ نہروان مین
دیکھا کہ جیسا حضرت نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کہ اوسکا سر گھوڑے کے ٹھوکرون سے
کچلا گیا اور مثلہ کیا گیا ہے تب ہمکو قول جناب امیر یاد آیا اور کہا خدا اون کا بھلا کرے
کہ جو کلمہ اونکے منہ سے نکلا ویسا ہی ہوا۔

تو اسکے مطلب بجز اسکے کیا ہو سکتے ہین کہ حضرت اون لوگون کو اعمال خلافت مین ناحق
پر جانتے تھے۔ اور وہ کونسا کام تھا جسکو آپ ناجائز جانتے ہون سب سے واضح
البطلان یہی امر تقسیم غنیمت تھا کہ خلاف سنت رسول عمل کیا گیا اور وہ طریقہ رائج
ہوا جو سلاطین دنیا کا رسم تھا اسی لیے حضرت نے انکار فرمایا۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت کا انکار اسوجہ سے تھا کہ مثل ابوبکر و عمر عدل و انصاف
ہم نہ کر سکینگے تو یہ بدیہی البطلان ہے کیونکہ نصوص صریحہ رسول کے خلاف ہے
جسمین حضرت کی تعریف مین فرمایا اقضاکم علیؑ اور خود خلیفہ دوم نے بار بار کہا
کہ اگر یہ خلیفہ ہونگے تو سبکو راہ حق اور صراط مستقیم پر لیجائینگے اسکے علاوہ کتب فریقین
شاہد ہین کہ حضرت نے خلافت قبول کرنے کے بعد کس طرح کا عدل و انصاف کیا
کہ خود حضرت کے اتباع و اصحاب سے جن لوگون کے دلمین کچھ بھی دنیا کی طرف
میل تھا اسی عدل و انصاف کے سبب سے ساتھ چھوڑ دیا اور معویہ سے ملگئے۔

لہذا معلوم ہوا کہ حضرت کا انکار عمل بر سیرت شیخین سے اسی وجہ سے تھا کہ آپ اونکے
ان افعال کو بالکل ناجائز سمجھتے تھے اور آپکے نزدیک یہ نہ جائز تھا کہ اس وقت تو
قبول کر لین اور اختیار پانے کے بعد بدل جائین جیسا کہ عثمان نے کیا کہ اوسوقت تو
اوس شرط کو قبول کر لیا مگر بعد کو بالکل بدل دیا۔

کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ مین ہے صـ۴۴

فلما تم ذلک اخذ بید عثمان فقال له علیک عهد الله ومیثاقه لئن

بایعتک لتقیمن کتاب الله وسنة رسوله وسنة صاحبیک وشرط
عمر ان لا تجعل احدا من بنی امیة علی رقاب الناس فقال عثمان
نعم ثم اخذ بید علیؑ فقال له ابایعک علی شرط عمر ان لا تجعل احدا
من بنی هاشم علی رقاب الناس فقال علی عند ذلک مالک ولهذا
اذا قطعتها فی عنقی فان علی الاجتهاد لامة محمدؐ حیث علمت القوة و
الامانة استعنت بها کان فی بنی هاشم او غیرهم قال عبد الرحمن لا والله
حتی تعطینی هذا الشرط قال علی والله لا اعطیکه ابدا فترکه فقاموا
من عنده فخرج عبد الرحمن الی المسجد فجمع الناس فحمد الله واثنی
علیه ثم قال انی نظرت فی امر الناس فلم ارهم یعدلون بعثمان فلا تجعل
یا علی سبیلا الی نفسک فانه السیف لا غیر ثم اخذ بید عثمان فبایعه
وبایع الناس۔

یعنی عبد الرحمان جب سب بات کر چکے تو عثمان سے کہا ہم اس شرط پر بیعت کرتے ہین
کہ کتاب خدا و سنت رسول اور سیرت شیخین پر عمل کرو۔ اور عمر نے یہ شرط کی ہے کہ بنی امیہ
سے کسی کو حاکم نہ بناؤ عثمان نے کہا ہان قبول ہے۔

پھر جناب امیر سے کلام کیا اور کہا کہ عمر نے یہ شرط کی ہے کہ آپ کسی کو بنی ہاشم سے داخل عمل
خلافت نہ کیجئے جناب امیر نے فرمایا جب تو نے خلافت کو ہمارے حوالہ کر دیا پھر اس شرط سے
تجھے کیا سروکار کیونکہ اب ہمارا فرض ہوگا امت کی خیر خواہی کرین اب جہان قوت و امانت
پائینگے اوسی کو اپنا مددگار بنا لینگے خواہ وہ بنی ہاشم مین ہو یا غیر بنی ہاشم مین۔

عبد الرحمان نے کہا جبتک آپ اس شرط کو نہ قبول کرینگے ہم خلافت کو آپکے حوالہ نہ کرینگے
جناب امیر نے کہا اس شرط کو تو ہم کبھی نہین منظور کرتے عبد الرحمان نے حضرت کا ہاتھ چھوڑ دیا
اور عثمان کی بیعت کی۔

کیا آپنے کسی آزاد سلطنت مین بھی یہ شرط سنا ہے کہ بادشاہ سے یہ عہد لیا جائے کہ تم فلان
خاندان کو وزارت نہ دینا یا حکومت مین حصہ نہ دینا پھر کیونکر ممکن تھا جناب امیر اس شرط

بیجا کو قبول کرتے جس سے ہمیشہ کی آزادی آپ سے سلب ہو جاتی۔

مگر آپکو ضرور حیرت ہوگی کہ حضرت عمر ایک طرف تو خاص خلیفہ مقرر کرنے سے اسوجہ سے انکار کرتے ہین کہ ہم زندگی اور بعد موت اس بار کو نہین اوٹھا سکتے دوسری طرف جب شورہ مقرر کرتے ہین تو اوسمین عبد الرحمن والی پارٹی کو خلیفہ بناتے ہین اور جناب امیر کے لئے وہ شرط مقرر کرتے ہین جو کسی آزاد کیلئے بھی کوئی بادشاہ اگرچہ کیسا ہی جابر ہو نہین کر سکتا۔ مگر تواریخ مین پڑھیے تو معلوم ہو جائے۔ اسکی وجہ خاص تھی کیونکہ عقد الفرید مین عبد ربہ مین ہے۔

وقال عبد اللہ بن عباس ما شئت عمر بن الخطاب یوما فقال لی یا ابن عباس ما یمنع قومکم منکم وانتم اہل البیت خاصۃ قلت لا ادری قال لکنی ادری انکم فضلتموہم بالنبوۃ فقالوا ان فضلوا بالخلافۃ مع النبوۃ لم یبقوا لنا شیئا وان افضل النصیبین بایدیکم بل ما اخالہا الا مجتمعۃ لکم وان نزلت علی رغم انف قریش ص۲۰۵

یعنی عبد اللہ بن عباس کہتے ہین کہ ایک روز ہم عمر کے ساتھ جا رہے تھے تو عمر نے کہا کچھ جانتے ہو تمھاری قوم تمکو کیون خلافت نہین دیتی۔ تو ہمنے کہا ہم تو نہین جانتے عمر نے کہا ہم بتائے دیتے ہین کہ بوجہ نبوت تمکو وہ فضیلت ملی ہے جو دوسرے کو نہین مل سکتی۔ لہذا تمھاری قوم نے سوچا کہ اگر خلافت بھی تمکو ملگئی تو پھر قریش کو تو کچھ بھی نہین رہیگا حالانکہ اسپر بھی بڑا حصہ فضیلت کا تو تمکو حاصل ہے اور ہم گمان کرتے ہین کہ خلافت بھی تمکو ملیگی اگرچہ قریش کی ناک رگڑی جائے۔

اب تو بخوبی معلوم ہوا کہ یہ شرط جو کی جاتی تھی کہ جناب امیر کسی بنی ہاشم کو حاکم یا عامل اپنی طرف سے نہ مقرر کرین اوسکی کیا غرض تھی۔ یہی کہ اگر یہ خلافت کے دست و بازو بنینگے تو انکے وہ جوہر جو مخفی ہین ظاہر ہونگے اور ہمارا سارا جال بگڑ جائیگا کیونکہ جناب امیر نے اول ہی روز کہدیا تھا امور رعیت سے ہم ہی واقف ہین تقسیم بالسویہ ہم ہی کرنیوالے ہین اگر ایک متنفس بھی ہم مین ایسا ہوگا جو تلاوت قرآن

کر سکے تو اوسکے رہتے دوسرا کوئی حقدار نہین ہو سکتا۔

یہی اصول کہ مفاد اسلامی کے مناسب جناب امیر اور اہلبیت طاہرین تھے۔ اور قریشی مقام کے مطابق قریش ہین اوس وقت ظاہر ہوتا ہے جب خلیفہ دوم کے بعد خلافت کا مسئلہ پیش ہوتا ہے عقد الفرید مین ہے۔ ص۲۰۵

فقال عمار بن یاسر ان اردت ان لا یختلف المسلمون فبایع علیا فقال المقداد بن الاسود صدق عمار ان بایعت علیا قلنا سمعنا واطعنا قال ابن ابی سرح ان اردت ان لا یختلف قریش فبایع عثمان ان بایعت عثمان سمعنا واطعنا فشتم عمار بن ابی سرح وقال متی کنت تنصح المسلمین فتکلم بنو ہاشم وبنو امیہ فقال عمار ایہا الناس ان اللہ اکرمنا بنبیہ واعزنا بدینہ فانی تصرفون ہذا الامر عن بیت نبیکم۔

یعنی عمار بن یاسر نے کہا اگر تم یہ چاہتے ہو کہ مسلمانون مین اختلاف نہو تو حضرت علی کی بیعت کرو مقداد نے کہا بیشک اگر حضرت علی کی بیعت کی گئی تو ہم سب کہینگے سمعا وطاعۃ۔ ابن ابی سرح نے کہا جو مادری بھائی عثمان کا تھا اگر تم چاہتے ہو کہ قریش مین اختلاف نہو تو عثمان کو خلیفہ بناؤ کہ ہم سب کوئی اختلاف نہ کرینگے حضرت عمار نے گالی دیکر کہا کمبخت تو کس وقت مین مسلمانون کا خیر خواہ تھا (ایک دفعہ حضرت کے وقت مین مرتد ہو گیا تھا اور حضرت نے اسکے قتل کا حکم دیا تھا مگر عثمان کی حمایت سے بچ گیا) اسکے بعد بنو امیہ و بنو ہاشم مین گفتگو شروع ہوئی حضرت عمار نے کہا خدا نے حضرت کی بدولت ہم لوگون کا اکرام کیا اور آپکے دین کی وجہ سے ہمنے عزت پائی تو اب کہانتک تم اس امر خلافت کو اونکے اہلبیت سے علیحدہ کرتے رہوگے۔

اس سے بخوبی معلوم ہوا کہ مفاد اسلام مین اور مفاد قریش مین بہت بڑا فرق تھا قریش کی یہی خواہش تھی کہ جس طرح عمر صاحب نے اونکو حقوق عنایت کئے تھے کہ بہ تفریق

مدارج حصہ پاتے اوس طرح کا خلیفہ ہو اور اسلامی مفاد یہ تھا کہ تمامی اہل اسلام بحیثیت
مساوی ہر نفع وضرر مین شریک ہون۔

عقد الفرید مین ہے کہ جب عبد الرحمن بن عوف نے عثمان کو بنا دیا فقال علی حبوتہ
محاباۃ لیس ذا باول یوم تظاہر ثم فیہ علینا اما واللہ ما ولیت عثمان الا
لیرد الامر الیک واللہ کل یوم ہو فی شان فقال عبد الرحمن یا علی
لا تجعل علی نفسک سبیلا فانی قد نظرت وشاورت الناس فاذا
لا یعدلون بعثمان احدا فخرج علی وہو یقول سیبلغ الکتاب اجلہ قال
المقداد اما واللہ لقد ترکتہ من الذین یقضون بالحق وبہ یعدلون فقال
یا مقداد واللہ لقد اجتہدت للمسلمین قال لئن کنت اردت بذلک
اللہ فاثابک اللہ ثواب المحسنین ثم قال للمقداد ما رایت مثل ما اوتی
اہل ہذا البیت بعد نبیہم ولا اقضی منہم بالعدل ولا اعرف بالحق
اما واللہ لو اجد اعوانا قال لہ عبد الرحمن یا مقداد اتق اللہ فانی اخشی
علیک الفتنۃ ص ۲۰۵

تو جناب امیر نے فرمایا یہ عطیہ از راہ محاباۃ ہے کہ آج دیا کل لیا یہ کچھ پہلا روز نہین ہے
جسمین تمنے ہمارے مقابلہ مین سازش کی قسم خدا کی تو نے عثمان کو اسی سے خلیفہ
بنایا ہے کہ پھر تجھے لوٹا دے حالانکہ خدا کی شان معلوم نہین ہوتی تو عبد الرحمن نے
کہا اے علی تم اپنے نفس پر سبیل (انتظام) نہ قائم کرو کیونکہ ہمنے سب سے مشورہ
کیا عثمان کے برابر کوئی بھی کسی کو نہین گردانتا جناب امیر وہان سے نکل آئے
اور کہتے جاتے تھے کہ قریب ہے کتاب اپنے اجل کو پورا کرے حضرت مقداد نے
کہا قسم خدا کی تو نے حضرت علی کو چھوڑ دیا جو حق کے ساتھ فیصلہ کرتے اور اوسی کے
مطابق عمل سے کام لیتے اور ان سے بڑھکر حق کا کوئی جاننے والا نہین اے
کاش مین مددگار پاتا (تو تمسے جہاد کرتا) عبد الرحمان نے کہا اے مقداد خدا سے
ڈرو ہمکو خوف ہے تم فتنہ مین پڑجاؤ۔

تاریخ کامل مین ہے فقال المقداد ما رایت مثل ما اتی الی اہل ہذا
البیت بعد نبیہم انی لاعجب من قریش انہم ترکوا رجلا ما اقول ولا اعلم
ان رجلا اقضی بالعدل ولا اعلم منہ اما واللہ لو اجد اعوانا علیہ فقال
عبد الرحمن یا مقداد اتق اللہ فانی خائف علیک بالفتنۃ فقال رجل
المقداد رحمک اللہ من اہل ہذا البیت ومن ہذا الرجل قال اہل
البیت بنو عبد المطلب والرجل علی بن ابی طالب فقال علی ان الناس
ینظرون الی قریش وقریش تنظر بینہا فتقول ان ولی علیکم بنو ہاشم
لم تخرج منہ ابدا وما کانت فی غیرہم یتداولوہا بینکم ص ۲۰۶ جلد ۳

یعنی مقداد نے کہا ہمنے کبھی یہ حالت نہین دیکھی جو رسول اللہ کے بعد اس اہلبیت پر
مصیبت پیش آئی مین تعجب کرتا ہون قریش سے کہ اونھون نے ایسے شخص کو چھوڑ دیا
جسکے نسبت مین کہہ سکتا ہون کہ جہانتک ہم جانتے ہین ان سے بڑھکر کوئی فیصلہ
کرنیوالا عدل کے ساتھ نہین ہوا قسم خدا کی اگر مین مددگار پاتا اس کام پر (تو ضرور
جہاد کرتا) عبد الرحمن نے کہا اے مقداد مین تمپر ڈرتا ہون کہ فتنہ مین نہ پڑجاؤ۔
ایک شخص نے مقداد سے پوچھا وہ کون شخص ہے جسکے نسبت یہ کہتے ہو تو کہا
ان سے مراد بنو عبد المطلب ہین اور رجل سے مراد علی بن ابی طالب جناب
امیر نے فرمایا لوگ تو قریش کی طرف دیکھتے ہین کہ وہ کیا کرتے ہین اور اپنی غرض کو
دیکھتے ہین اور کہتے ہین کہ اگر بنی ہاشم تمپر خلیفہ ہونگے تو پھر اون سے کبھی یہ خلافت
نہ ملیگی اور جبتک غیرون مین رہیگی ہم لوگ پاتے رہینگے۔

افسوس کہ ہم اپنے اس بیان مین اصل مطلب سے دور چلے آئے کیونکہ مقصود
یہ تھا کہ خلیفہ دوم نے جو بہ متابعت سلاطین فارس دیوان کو مرتب کیا تو اوسنے
نتیجہ پیدا کیا کہ جس مساوات اور حریت کی تعلیم رسول اللہ نے دی تھی وہ مٹ گئی
اور دنیا پرستی اور خونریزی کا دروازہ کھل گیا جس سے ہمیشہ کیلئے عدل وانصاف
اور مسلمانون سے اوٹھ گیا اور محض خود غرضی باقی رہ گئی کہ جو کام ہو اپنے مطلب کا

عام مسلمان بھیڑ بکری کی طرح قرار پائے اور جو کچھ حق رہا وہ قریش کا۔ اسکے متعلق ابن ابی الحدید معتزلی سے چند واقعات کو اکٹھا کر کے لکھا ہے اونکو ہم اس سے نقل کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو ترتیب دیوان خلیفہ دوم کو حضرت سے کس طرح عملی ترکیب سے باطل کیا ہے لکھتے ہیں ص۱۵ جلد اول مطبوعہ مصر

وذکر الشعبی قال دخلت الرحبۃ بالکوفۃ وانا غلام فی غلمان فاذا انا بعلی علیہ السلام قاعد علی صیرفی من ذھب وفضۃ ومعہ صحیفۃ فھو یطیر الناس بحققہ فیدفع الی المال فیقسمہ بین الناس حتی لم یبق منہ شیء ثم انصرف وانقلب الی بیتہ قلیلا ولکثیرا فرجعت الی ابی فقلت لہ لقد رایت الیوم خیر الناس او احمق الناس قال من ھو یا بنی قلت علی بن ابی طالب امیر المومنین رایتہ یصنع کذا وکذا فتقصصت علیہ فبکی وقال یا بنی بل رایت خیر الناس وروی محمد بن فضیل عن ھرون بن عنترۃ عن ابیہ ان قال انطلقت مع غلام لی الی علی علیہ السلام فاذا ھو یقول یا امیر المومنین فقد خبثت لک خبیثا قال وما ھو ویحک قال قمر

شعبی کہتا ہے کہ بچپنہ مین میں کوفہ کے محلہ رحبہ مین چند لڑکون کے ساتھ مین گیا تو کیا دیکھتا ہون کہ حضرت علی علیہ السلام صرافی کے دوانہ کے پاس کھڑے ہین آپ کے ہاتھ مین ایک ورقہ ہین ہے جس سے لوگون کو بتلاتے ہین پھر اون تھیلون کے پاس آکر انکو کھولتے ہین اور تقسیم کر رہے ہین جانتک کہ دونون تھیلون کو بانٹ دیا اور اون مین سے کوئی چیز بھی باقی نہین رہنے کے بعد پھر پلٹ آئے اس شان سے کہ گھر کیطرف بھی نہین دیکھا۔ یہ دیکھکر مین نے اپنے شخص کو کہا کہ آج مین نے اپنے شخص کو دیکھا ہے جو سب سے بہتر ہے یا سب سے بیوقوف ہے وہ کہنے لگا کہ ہین نے کہا امیر المومنین علی بن ابی طالب پھر مین نے جو کچھ دیکھا تھا وہ سب اونسے بیان کر دیا یہ سب سنکر وہ رونے لگے اور کہا یا بنی تو نے خیر الناس یا وہ تو بدترین الناس کو دیکھا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ مین حضرت علی علیہ السلام کے پاس قنبر کے ہمراہ ایک دفعہ گیا تو وہ حضرت علی سے کہنے لگا کہ یا امیر المومنین مین نے آپکے لئے ایک خبیث چیز لیا ہے حضرت نے فرمایا وہ کیا ہے قنبر نے کہا

حتی فقام فاطلق بہ الی بیتہ واذا بجرارۃ مملوۃ من جامات ذھب وفضۃ فقال یا امیر المومنین رایتک لاتاتی شیئا الا قسمتہ فاحببت ان اتیک بھذا من بیت المال فقال علیہ السلام ویحک یا قنبر لقد احببت ان تدخل بیتی نارا عظیمۃ ثم سل سیفہ وضربہ ضربات کثیرۃ فانفرت من بین انامھ وصفہ واخرتلہ ونحوذلک ثم دعا بالناس فقال اقسموہ بالحصص ثم قام الی بیت المال فقسم ما وجد فیہ ثم اتی البیت (براومسان) فقال ولتقسموا ھذا فقالوا لا حاجۃ لنا فیہ وقد کان علی علیہ السلام یاخذ من کل عامل ما یعمل فضحک وقال لیوخذن شرہ مع خیرہ وروی عبد الرحمن بن عجلان قال کان علی علیہ السلام یقسم بین الناس کل یوم السبت والخروف والکمون وکذا وکذا وروی ابو ضمرۃ النھمی قال کان علی علیہ

لیجیئن یہ سنکر حضرت اوٹھے اور قنبر کے گھر آئے تو کیا دیکھتے ہین کہ ایک بڑا ہون ہے جو پانی سے بھرے ہوے رکھے ہین قنبر نے اور جاندی سے بھرے ہوے رکھے ہین قنبر نے عرض کی کہ مولا مین نے دیکھا کہ آپ کچھ بھی بچا کے نہین اور سب کا سب تقسیم کے دیر ہے ہین تو مین نے بیت المال سے آپکے لئے اس مال کو بچا لیا حضرت نے یہ دیکھکر فرمایا تیرا برا ہو اے قنبر تو نے مکو میرے میرے گھر مین آگ بھر کر لیا ہے قنبر نے تلوار کھینچ لی اور اوس بورہ پر کہ جو حضرت نے تلوار کھینچ لی اور اوس بورہ پر کہ جو دارالامارہ مین سے اوسکے ظروف تھے اوسے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے پھر لوگون کو فرمایا اس مال کو حصون کو تقسیم کرو اسکے بعد بیت المال کے پاس تشریف لائے اور جو کچھ پایا اوسکو بھی تقسیم کر دیا یہانتک اوس مین ایک سوئی اور سوا دیکھا تو فرمایا اسکو بھی تقسیم کر لو اون لوگون نے کہا کہ ہمین اسکی ضرورت نہین ہے اور حضرت کا معمول تھا کہ جو شخص جو چیز لیتا تھا وہی چیز اوس سے بطور خراج یا ٹیکس کے لیتے تھے پس سوئی اور سوا بھی اسی طرح بیت المال مین آئے تھے)

قنبر کا جواب سنکر حضرت ہنسے اور فرمایا ہمکو چیزون کیسا جیسی چیزین ہین ویسی ہی پڑینگی۔

اور عبدالرحمن بن عجلان کہتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام تقسیم کرتے تھے

السلام یکنس بیت المال کل جمعة
ویصلی فیه رکعتین ویقول
لیشهد لی یوم القیامة وروی بکر
بن عیسی عن عاصم بن کلیب الجرمی
عن ابیه قال شهدت علیا علیه
السلام وقد جاءه مال من الجبل
فقام وقمنا معه وجاء الناس
یزدحمون فاخذ حبلا فوصلها
بیده وعقد بعضها الی بعض
ثم ادارها حول المال وقال لا
احل لاحد ان یجاوز هذا الحبل
قال فقعد الناس کلهم من
وراء الحبل ودخل هو فقال
این رؤس الاسباع وکانت الکوفة
یومئذ اسباعا فجعلوا یحملون
هذا الجوالق الی هذه الجوالق
وهذا الی هذا حتی استوت
القسمة سبعة اجزاء ووجد
مع المتاع رغیف فقال اکسروه
سبع کسر وضعوا علی کل جزء کسرة
ثم قال
هذا جنای وخیاره فیه
اذ کل جان یده الی فیه

حقیر اور بے قیمت چیزوں کو لوگوں میں تقسیم کر دیتے
تھے۔ مجمع تیمی کہتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام جمعہ کو بیت
المال میں جھاڑو دیتے اور اوسمیں دو رکعت
نماز پڑھکر فرماتے کہ میری خدمت یا دیانت پر یہ مکان
روز قیامت گواہی دیگا۔ اور عاصم بن کلیب جرمی
اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ میں ایک دفعہ
حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا
اُسوقت آپکے پاس جبل سے کچھ مال آیا تھا تو حضرت
کھڑے ہوئے اور ہم لوگ بھی آپکے ساتھ کھڑے ہو گئے
اور لوگ بھیڑ کرنے لگے تو حضرت نے ایک رسی اٹھا کر
اپنے ہاتھ میں لپیٹی اور اوسمیں کئی گرہیں دیکر اوس مال
کو اوس سے گھیر دیا اور فرمایا کسی شخص کو اس رسی سے
ادھر آنیکی اجازت نہیں ہے یہ سنکر سب لوگ بیٹھ گئے
اور حضرت اوس رسی کے حلقہ میں گئے اور پوچھا کہ
کوفہ کے ساتوں حصوں کے سردار کہاں ہیں۔ اسلئے
کہ اوسوقت کوفہ سات حصوں میں منقسم تھا پس وہ
لوگ آئے اور بوروں کو اوٹھا اوٹھا کر علیحدہ رکھنے
لگے یہانتک کہ کل مال برابر برابر سات حصوں پر منقسم
ہو گیا آخر ایک روٹی ملی حضرت نے اوسکو بھی سات
ٹکڑے کرائے اور ہر حصہ مال پر اوس روٹی کا ایک
ٹکڑہ بھی رکھوا دیا پھر یہ مثل فرمائی ؎
هذا جنای وخیاره فیه اذ کل جان یده الی فیه
یعنی یہ میری تقسیم ہے اور اسکا اچھا مال بھی اسی میں ہے

ثم اقرع علیها ودفعها الی
رؤس الاسباع فجعل کل رجل
منهم یدعوا قومه فیحملون
الجوالیق وروی مجمع عن ابی
رجاء قال اخرج علی علیه السلام
سیفا الی السوق فقال من
یشتری منی هذا فوالذی
نفس علی بیده لو کان عندی
ثمن ازار ما بعته فقلت انا
ابیعک الازار وانسؤک ثمنه
الی عطائک فدفعت الیه ازار
الی عطائه فلما قبض عطاءه
دفع الی ثمن الازار وروی هرون
بن سعید قال قال عبد الله
بن جعفر بن ابی طالب لعلی
علی علیه السلام یا امیر المؤمنین
لو امرت لی بمعونة او نفقة فوالله
مالی نفقة الا ان ابیع دابتی
فقال لا والله ما اجد لک شیئا
الا ان تامر عمک ان یسرق فیعطیک
وروی بکر بن عیسی قال کان
علی علیه السلام یقول یا اهل
الکوفة اذا انا خرجت من عندکم

حالانکہ دوسرے طلقا اچھا مال خود ہضم کر جاتے تھے
غرض جب کل مال کے سات برابر حصہ ہو گئے تو حضرت
نے ساتوں پر قرعہ ڈالا اور جس حصہ کا قرعہ جس ٹکڑہ
پر پڑا وہ اوسکے سردار کے حوالہ کر دیا گیا پس ہر شخص
اپنی قوم کو پکارتا اور وہ لوگ اون بوروں کو اوٹھا لیتے
اور ابو رجا کہتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے بازار
میں ایک تلوار لیجا کر ندا دی کہ کون شخص مجھ سے یہ
تلوار خریدتا ہے قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ قدرت
میں علی کی جان ہے اگر میرے پاس صرف ایک ازار
کی قیمت ہوتی تو میں یہ نہ بیچتا میں نے عرض کی میں
آپکے ہاتھ ایک ازار قرض بیچتا ہوں اور وقت عطا
میں آپ سے اوسکی قیمت لیلونگا غرض میں نے
آپکو ازار دیدی اور جب حضرت کو بیت المال سے
وظیفہ ملا تو اوسکی قیمت مجھکو ادا کر دی اور ہارون
بن سعید کہتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے
عبد اللہ بن جعفر نے حضرت سے عرض کی کہ اے امیر
المؤمنین آپ بیت المال سے مجھے کچھ خرچ بطور اعانت
دلوا دیں کہ اسوقت بالکل خالی ہوں ورنہ مجھے مجبوراً
اپنا گھوڑا بیچ دینا ہوگا حضرت نے جواب دیا نہیں
قسم خدا کی میں تمہارے دینے کو کوئی چیز نہیں
پاتا مگر یہ کہ تم اپنے چچا سے اسکی فرمائش کرو کہ وہ
بیت المال سے چوری کر کے تمہاری مدد کرے اور
بکر بن عیسی کہتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام فرمایا

بغیر راحلتی و رحلی و غلامی
فلان فانا خائن فکانت نفقته
تاتیه من غلته بالمدینة بینبع
وکان یطعم الناس منها الخبز و
اللحم و یاکل هو الثرید بالزیت
وروی ابو اسحق الهمدانی ان
امرأتین اتیا علیاً علیه السلام
احداهما من العرب والاخری
من الموالی فسالتاه فدفع الیهما
دراهم وطعاماً بالسواء فقالت
احداهما انی امراءة من العرب
وهذه من العجم فقال انی والله
لا اجد لبنی اسمعیل فی هذا الفیء
فضلاً علی بنی اسحق وروی
معاویه بن عمار عن جعفر بن
محمد علیهما السلام قال
ما اعتلج علی علی علیه السلام
امران فی ذات الله الا اخذ
باشدهما ولقد علمتم انه کان
یاکل یا اهل الکوفة عندکم
من ماله بالمدینة وان کان
لیاخذ السویق فیجعله فی
جراب ویختم علیه مخافة ان

کرتے تھے اے اہل کوفہ اگر تم مجھکو اپنے پاس سے
اس طرح جاتے دیکھو کہ میرے خاص اونٹ پالان اور
فلان غلام کے سوا اور کوئی ہے تو مجھے خائن سمجھو
شہر ینبع مین حضرت کی جائداد تھی جہان سے غلہ آتا
اور اوسی سے حضرت کی بسر اوقات ہوتی اور اس سے
بھی حضرت لوگون کو روٹی اور قورمہ کھلایا کرتے
اور خود روغن زیتون کے ساتھ روٹی کے ٹکڑے
تناول فرماتے۔ ابو اسحق ہمدانی کہتا ہے کہ حضرت کے
پاس ایک دفعہ دو عورتین آئین ایک تو عرب تھی اور
دوسری عجمی آزاد کردہ لونڈی۔ دونون نے
حضرت سے سوال کیا تو آپنے دونون کو کچھ درہم
اور کھانا برابر دیا۔ یہ دیکھکر عرب عورت نے کہا کہ
یا حضرت مین عرب کی ہون اور یہ عجم کی دیکھو دونون
کو برابر کیون دیا بلکہ مجھے اوس سے زیادہ ملنا چاہئے
تو حضرت نے فرمایا خدا کی قسم مجھے تو اس مال غنیمت
مین بنی اسمعیل کو بھی کوئی حق زیادتی کا نہین نظر
آتا۔ معویہ بن عمار نے حضرت جعفر بن محمد سے روایت
کی ہے کہ خدا کے متعلق جب کوئی دو امر حضرت
علی کو پیش آئے تو حضرت نے اوسی کو اختیار
کیا جس مین سختی زیادہ تھی اور اے اہل کوفہ تم جانتے
ہو کہ حضرت حکومت تو تم پر کرتے اور رہتے تھے
شہر مین مگر کھاتے تھے اوس مال سے جو مدینہ
سے یعنی آپکے وطن سے آپکے پاس جاتا اور

ان یزاد علیه من غیره ومن کان
ازهد فی الدنیا من علی علیه السلام
وروی نضر بن منصور عن عقبة
بن علقمة قال دخلت علی علی
علیه السلام فاذا بین یدیه لبن
حامض آذتنی حموضته وکسر
یابسة فقلت یا امیر المومنین
اتاکل مثل هذا فقال لی یا
ابا الجنوب کان رسول الله
یاکل ایبس من هذا ویلبس
اخشن من هذا واشار الی ثیابه
فان انا لم اخذ بما اخذ به خفت
ان لا الحق به وروی عمران
بن مسلمة عن سوید بن علقمة
قال دخلت علی علی علیه السلام
بالکوفة فاذا بین یدیه قعب
لبن اجد ریحه من شدة حموضته
وفی یده رغیف تری قشار
الشعیر علی وجهه وهو یکسره
ویستعین احیانا برکبته واذا
جاریته فضة قائمة علی راسه
فقلت یا فضة اما تتقون الله
فی هذا الشیخ الا قلتم دقیقه

حضرت اکثر ستو لیکر تھیلی مین رکھتے اور اس خوف سے
اوسپر مہر کر دیتے کہ کوئی شخص اوسمین کوئی اچھی چیز
ملا نہ دے۔ غرض حضرت علی علیہ السلام سے زیادہ
زاہد دنیا مین کون ہو سکتا ہے؟ عقبہ بن علقمہ کہتا ہے
کہ ایک دفعہ مین حضرت علی علیہ السلام کی خدمت مین
حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپکے پاس سوکھی روٹی کے چند
ٹکڑے اور ایسا کھٹا دہی رکھا ہے جس کی ترشی سے
مجھے اذیت ہونے لگی مین نے عرض کی یا امیر المومنین
کیا آپ ایسا کھانا کھاتے ہین؟ تو فرمایا اے ابو الجنوب
حضرت رسول خدا صلعم تو اس سے بھی زیادہ خشک
غذا تناول فرماتے تھے اور مجھسے زیادہ موٹا کپڑا
پہنتے تھے پس اگر مین بھی حضرت کی پیروی نہ کرون
تو خوف ہے کہ حضرت سے ملحق نہ ہو سکون۔
سوید بن علقمہ کہتا ہے کہ کوفہ مین حضرت علی علیہ
السلام کے پاس مین حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپکے
پاس ایک پیالہ دہی کا رکھا ہے جو اس قدر
ترش تھا کہ اوس کی بو میرے دماغ کو
پریشان کرنے لگی اور آپکے ہاتھ مین خشک
روٹی ہے جسکے اوپر جو کی بھوسی بھری ہوئی
ہے حضرت اوس روٹی کو توڑتے ہین اور وہ
اتنی خشک تھی کہ حضرت بار بار اپنے گھٹنون سے دبا کر
توڑتے۔ وہان اتفاق سے حضرت کی لونڈی فضہ
بھی کھڑی تھی مین نے اوس سے کہا فضہ انکو مولا کے

فقالت انا نکره ان نوجر و یاثم
نحن قد اخذ علینا ان لا ننخل
له دقیقا ما صحبناه قال و
علی علیه السلام لا یسمع ما
تقول فالتفت الیها فقال ما
تقولین قالت سله فقال لی
ما قلت لها قال فقلت انی
قلت لها لو نخلتم دقیقة فبکی
ثم قال بابی و امی و انت من
لم یشبع ثلاثا متوالیة خبز
بر حتی فارق الدنیا ولم ینخل
دقیقه قال یعنی رسول الله
صلی الله علیه واله و روی
یوسف بن یعقوب عن صالح
بیاع الاکسیة ان جدته لقیت
علیا علیه السلام بالکوفة
ومعه تمر یحمله فسلمت علیه
وقالت له اعطنی یا امیر المومنین
هذا التمر احمله عنک الی
بیتک فقال ابو العیال احق
بحمله قالت ثم قال لی الا
تاکلین منه فقلت لا ارید لا
قالت فانطلق به الی منزله

بایہ میں خدا کا خوف نہیں ہوتا اس آٹے کو چھان
کیوں نہیں لیتی؟ اوسنے جواب دیا کیا ہم ایسا کام
کریں جسمیں ہمیں تو ثواب ملے اور حضرت کو گناہ ہو
ہم سب سے حضرت کی خدمت میں ہیں اپنے اوپر لازم کر لیا ہے
کہ کبھی آپکے لئے آٹے کو چھان کر روٹی نہ پکائیں سوید
کہتا ہے کہ فضہ سے مجھسے جو گفتگو ہوئی اسکو حضرت علی
علیہ السلام نے نہ سنا تو آپ اودھر متوجہ ہوئے اور پوچھا
تو نے کیا کہا؟ اوسنے کہا اسی (سوید) سے دریافت
فرمالیں پس حضرت نے مجھسے پوچھا تو میں نے عرض کی
کہ میں نے فضہ سے یہ کہا کہ اس روٹی کا آٹا چھان کیوں
نہ لیا تھا؟ یہ سنکر حضرت رونے لگے اور فرمایا میرے باپ
اور ماں اوس بزرگ پر فدا ہو جائیں جسنے متواتر تین
روز بھی سیر ہو کر روٹی نہ کھائی یہانتک کہ اسی حالت
میں دنیا سے انتقال فرما گئے حضرت کی مراد جناب
رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ تھے۔ اور صالح بزاز کہتا ہے
کہ اوسکی دادی نے ایک دفعہ حضرت علی علیہ
السلام کو دیکھا کہ آپ خرمہ کا گٹھر لئے جا رہے ہیں اوسنے
آپکو سلام کیا اور کہا اے امیر المومنین اس بوجھ کو
مجھے دیجئے کہ آپکے گھر پہونچا دوں حضرت نے فرمایا
عیال دار ہی کو اسکے اوٹھانے کا زیادہ حق ہے وہ
کہتی ہے کہ حضرت نے پھر فرمایا "اسمیں سے تم بھی
کچھ کھا لو" اوسنے جواب دیا کہ مجھے اسوقت رغبت
نہیں ہے۔ وہ کہتی ہے کہ غرض حضرت اوس بوجھ کو

ثم رجع مرتدیا بتلک الشملة
وفیها قشور التمر فصلی بالناس
فیها الجمعة و روی محمد
بن فضیل بن غزوان قال
قیل لعلی علیه السلام کم
تتصدق کم تخرج مالک الا
تمسک قال انی لو اعلم ان الله
تعالی قبل منی فرضا واحدا
لامسکت ولکنی والله ما ادری
اقبل منی سبحانه شیئا ام لا۔
و روی عنبسة العابد عن
عبد الله بن الحسین بن الحسن
قال اعتق علی علیه السلام
فی حیاة رسول الله صلی الله
واله الف مملوک مما عجلت یداه
وعرق جبینه ولقد ولی الخلافة
واتته الاموال فما کان حلواه الا
التمر ولا ثیابه الا الکرابیس و روی
العوام بن حوشب عن ابی
صادق قال تزوج علی علیه
السلام لیلی بنت مسعود النهشلیة
فضربت له فی داره حجلة فجاء
فهتکها وقال حسب اهل علی

لیکر اپنے دولت خانہ تشریف لے گئے پھر وہی چادر
اوڑھکر تشریف لائے جسمیں خرمہ لیگئے تھے اور
اوسمیں خرمہ کے بیج تھے اور وہی اوڑھے ہوئے نماز
جمعہ پڑھائی۔ محمد بن فضیل بن غزوان کہتا ہے کہ
حضرت علی علیہ السلام سے لوگوں نے عرض کی
کہ یا حضرت آپ کہانتک صدقہ کرتے جائینگے
کہانتک اپنا مال ضایع کرتے جائینگے اب بھی ہاتھ
روک لیجئے" تو حضرت نے فرمایا "خدا کی قسم اگر
مجھے معلوم ہو جائے کہ خداوند عالم نے مجھسے ایک
ہی فرض قبول کر لیا ہے تو میں ہاتھ روک لوں لیکن
بخدا مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ خدا نے مجھسے کوئی
چیز بھی قبول کی یا نہیں" اور عبد اللہ بن الحسین بن
الحسن سے روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام
نے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی
میں ایک ہزار غلام آزاد کئے جنکو اس مشقت سے
حاصل کیا تھا کہ آپکے ہاتھوں میں آبلہ پڑ جاتے (آب
کشی سے) اور پیشانی سے عرق جاری ہو جاتا تھا
اور جب خلافت ملی اور تمام بلاد اسلام سے مال
آنے لگے تو اوسوقت بھی سوائے کھجوروں کے
کوئی میٹھی چیز نہیں کھائی اور سوائے موٹے کے کسی کپڑے
کا لباس نہیں پہنا۔ اور عوام بن حوشب نے ابو صادق
سے روایت کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے
لیلی بنت مسعود نہشلیہ سے عقد کیا تھا اوسنے

ما هم فيه وروى حاتم بن
اسمعيل المدنى عن جعفر بن
محمد عليه السلام قال ابتاع
على عليه السلام فى خلافته
قميصا سملا باربعة دراهم ثم
دعا الخياط فمد كم القميص و
امره بقطع ما جاوز الاصابع
وانما ذكرنا هذه الاخبار والروايات
وان كانت خارجة عن مقصد
الفصل لان الحال اقتضى ذكرها
من حيث اردنا ان نبين
ان امير المومنين عليه السلام
لم يكن يذهب فى خلافته مذهب
الملوك الذين يصانعون
بالاموال ويصرفونها فى مصالح
ملكهم وملاذ انفسهم وانه لم
يكن من اهل الدنيا وانما كان
رجلا مثالها صاحب حق لا يريد
بالله ورسوله بدلا وروى
على بن يوسف المدائنى ان طائفة
من اصحاب على عليه السلام
مشوا اليه فقالوا يا امير المومنين
اعط هذه الاموال وفضل

گھر مین چھپر کھٹ بنایا حضرت نے اوسکو دیکھا تو توڑوا دیا
اور فرمایا اہل علی جس حال مین اسوقت ہین وہ
انکے لئے کافی ہے اس سے بڑھنے کی ضرورت نہین ہے
اور حاتم بن اسمعیل مدنی سے روایت ہے کہ حضرت
علی علیہ السلام نے اپنی خلافت کے زمانہ مین ایک
پرانا کرتا چار درہم کو خریدا پھر درزی کو بلا کر اوس کرتے
کی آستین بڑھائی اور حکم دیا کہ انگلیون سے آگے
جو حصہ ہے اوسکو کاٹ دے۔
(مصنف یعنی علامہ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ)
مین نے ان حدیثون اور روایات کو باوجود اصل
فصل کے مقصد سے خارج ہونیکے اس سبب سے
ذکر کیا ہے کہ یہ موقع انکے بیان کر دینے کا تھا کیونکہ
مین نے اسکو ظاہر کرنا چاہا ہے کہ حضرت امیر المومنین
علیہ السلام نے اپنی خلافت مین بادشاہون اور
سلاطین کی روش نہین اختیار کی تھی جو لوگون سے
مال و دولت حاصل کر کے اپنی حکومت کے مستحکم
اور سلطنت کے بڑھانے اور اپنی ذاتی آسایش
و تعیش مین صرف کرتے ہین اور یہ دکھانا چاہا کہ
حضرت اہل دنیا سے نہ تھے بلکہ ایک مرد باخدا تھے
جو صرف حق کے جویان رہتے اور خدا و رسول
کے بدلے دنیا کی کوئی چیز نہین چاہتے تھے چنانچہ
علی ابن یوسف مدائنی کہتا ہے کہ اصحاب حضرت
علی علیہ السلام سے کچھ لوگ حضرت کے پاس

هولاء الاشراف من العرب و
قريش على الموالى والعجم و
واستمل من تخاف خلافه من
الناس وقراره وانما قالوا له ذلك
لما كان معاويه يصنع فى المال
فقال لهم اتامرونى ان اطلب
النصر بالجور لا والله لا افعل
ما طلعت شمس وما لاح فى السماء
نجم والله لو كان المال لى لواسيت
بينهم فكيف وانما هى اموالهم
ثم سكت طويلا واجما ثم قال
الامر اسرع من ذلك قالها ثلاثا

حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اے امیر المومنین ان
مالون کو عطا فرما دیجئے اور عرب و قریش کے
ان شریفون کو غلامون اور عجمی لوگون پر ترجیح
دیجئے اور جن لوگون سے آپکو اپنی مخالفت کا
خوف ہو اونکو مال و دولت دیکر اپنی طرف کر لیجئے
اون لوگون نے حضرت سے اوسوقت یہ کہا جب
دیکھا معاویہ اس مال و دولت کے جادو سے
دنیا دارون کو اپنی طرف ملا رہا ہے اور اپنی
جمعیت کو زیادہ کر رہا ہے حضرت نے اونکو جواب دیا
کیا تم لوگ مجھکو یہ مشورہ دیتے ہو کہ ظلم و عدوان کر کے
اپنی نصرت اور کامیابی کا سامان فراہم کرون؟
نہین خدا کی قسم جبتک آفتاب طلوع کرتا اور
آسمان مین ستارہ چمکتا رہیگا (یعنی کبھی بھی) مجھسے یہ نہین ہونے کا ہے۔ خدا کی قسم اگر میرے
پاس خود یہ مال ہو تو اوسکو بھی مین تقسیم کر دون چہ جائیکہ یہ تو خود انہین لوگون کا مال ہے
جو مین ان مین مساوی طور پر بانٹ دیتا ہون" یہ کہکر حضرت پر دیر تک سکوت کا عالم طاری رہا
پھر تین مرتبہ فرمایا امر (قضیہ) اس سے بھی تیز تر ہے۔
ان حالات کو جب آپ اون سیرتون سے ملائینگے جو عہد خلیفہ دوم سے جاری تھین
تو معلوم ہوگا کسقدر شریعت اسلام مین تغیر ہو گیا تھا کیونکہ سب سے پہلے جو واقعہ اس
مال کے متعلق پیش آیا وہ فدک کا تھا کہ باوصفیکہ حضرت ابوبکر نے واگذاشت فدک
کا فرمان لکھدیا تھا جیسا کہ سیرۃ حلبیہ مین ہے صفحہ ۳۶۲ جلد ۳
وفى كلام سبط ابن الجوزى رحمه الله انه رضى الله عنه كتب لها بفدك
ودخل عليه عمر رضى الله عنه فقال ما هذا فقال كتاب كتبته لفاطمة
بميراثها من ابيها فقال ما ذا تنفق على المسلمين وقد حاربتك العرب

کما تری ثم اخذ عمر الکتاب فشقہ ۔

مگر حضرت عمر نے صرف اس بنیاد پر اوس نوشتہ کو چاک کیا فبماذا تنفق العرب کہ عرب کو کہان سے دوگے جو اس طرح تمسے لڑ رہے ہین ۔ فرمایئے یہ کس قسم کا انصاف ہے کہ محض عربون کی خاطرداری کیلئے جناب سیدہ محروم کی گئین کہ اگر فدک نکل گیا تو پھر عربونکی خاطرداری کیونکر ہوگی اور اس پر دعوی کیا جاتا ہے کہ عمر بڑے عادل تھے حالانکہ عدالت کا یہ حال تھا کہ بنت رسول کی جائداد زبردستی لی جاتی ہے اور وہ عربون کو تقسیم کی جاتی ہے کہ سب ان سے خوش رہین اور انکے طرفدار ہون جناب امیر کے پاس حضرت عقیل ناداری کی شکایت لیکر آتے ہین اور جناب امیر روٹی اور ترکاری اونکے کھانے کو پیش کرتے ہین اور عمر اپنے سالے قدامہ بن مظعون کو صرف اس غرض سے کہ وہ رنجیدہ نہون دس ہزار دیتے ہین ۔

جناب امیر رہتے ہین کوفہ مین اور کھاتے ہین اوس غلہ سے جو مدینہ مین آپکے کھیت سے پیدا ہوتا ہے اور عمر صاحب ہین کہ بیت المال سے علاوہ اوس حق کے جو خاندانی حیثیت سے مقرر کیا گیا تھا چھ سو سالانہ لیتے ہین اوسپر اسی ہزار بیت المال کا قرض لئے جاتے ہین ۔

اب فرمایئے اگر ایسا شخص خلیفہ رسول مقرر ہوتا اور لوگ اوسکی اطاعت و فرمانبرداری کرتے تو دنیا مین کیسا امن و امان رہتا کس طرح دنیا آباد رہتی کیونکہ آپ جانتے ہین جو کچھ فساد ہے وہ دنیا کے لئے اگر اسکی اصلاح ہو جائے تو پھر کوئی فساد نہ رہے ۔ نہ ملک گیری کی ہوس ہو نہ خونریزی کی ضرورت ۔ اسی لئے رسول اللہ صلعم نے خود عمل کرکے ۲۳ برس تک لوگون کو دکھایا کہ ہر طرح کا اختیار ہمکو حاصل ہے مگر ہمارا عمل یہ ہے کہ ایک درہم کا رکھنا بھی ناگوار ہے ایسے ہی شخص کو آپنے اپنا قائم مقام و جانشین کیا جو دنیا کو اوسی نظر سے دیکھے جس نظر سے رسول اللہ صلعم دیکھتے تھے ۔

غرض رسول اللہ صلعم کے نسبت فریقین کا اعتقاد ہے کہ آپکو علم ماکان و مایکون حاصل تھا یعنی جو کچھ ہو چکا یا آیندہ ہوگا سبکو جانتے تھے اسپر بھی جو جناب امیر کو اور اپنے

اہلبیت طاہرین کو خلیفہ کیا تو اسکی کیا غرض تھی ۔ اگر آپ کہیے کہ حضرت جانتے تھے مسلمان سب انکی اطاعت و فرمانبرداری کرینگے ۔ تو پھر وہ صدہا بلکہ ہزارہا روایات غلط ہوتی ہین جنمین حضرت نے اسکی خبر دی کہ ہمارے اہلبیت پر یہ ظلم و ستم ہوگا ۔ اور اگر کہیے کہ حضرت جانتے تھے اہل اسلام ایسا نہین کرینگے جیسا کہ روایات سے ثابت ہے ۔ پھر کیون خلیفہ کیا کہ مبتلائے مصائب ہون ۔ اگر کچھ بھی آپ غور کر سکتے ہین تو آپکو معلوم ہوگا کہ باوصف علم ان حالات کے حضرت نے جو جناب امیر اور اہلبیت طاہرین کو اپنا جانشین کیا تو اسی غرض سے کہ معلوم ہو یہی سیرت رسول اللہ کی تھی اور اسی طریقہ کا اجرا آپ چاہتے تھے کہ دنیا مین مساوات کا طریقہ جاری ہو خصوصاً مالداری اور دنیاداری کا سدباب ہو کیونکہ قرآن مجید ناطق ہے کلا ان الانسان لیطغی ان راہ استغنی ان الی ربک الرجعی ۔ انسان ضرور سرکش ہو جاتا ہے جبکہ دیکھتا ہے وہ غنی ہو گیا (حالانکہ) سبکو خدا ہی کی طرف پھر کر آنا ہے ۔

آہ اگر مصلحت رسول پر عمل کیا جاتا تو یہ روز بد کیون دیکھنے مین آتا کہ آج اسلام اور مسلمان سب ذلیل و خوار ہو رہے ہین ۔

رسول اللہ صلعم نے جو نمونہ دنیا کو دکھایا تھا وہ اوسیوقت مین قائم رہ سکتا تھا جبکہ نفس رسول قائم مقام ہوتا ۔ اسی لئے جناب امیر نے باوصف ہزارہا مصائب اوٹھانیکے خلافت کو قبول کیا کیونکہ آپ جانتے تھے اسکی تعلیم اوسی صورت مین ممکن ہے کہ مسند خلافت پر بیٹھکر لوگون کو دکھائین کہ دنیا مین امن و امان کیونکر قائم رہ سکتا ہے عدل و انصاف کیونکر ہو سکتا ہے کہ تمام دنیا سے خراج آتا ہے مگر آپ کچھ بھی اپنی ذات مین ہضم نہین کرتے ۔

لوگون کو یہ شبہہ ہوتا ہے کہ خلیفہ دوم نے بھی تو بہت کچھ عدل و انصاف کیا مگر وہ صرف حضرت عثمان کے اعمال و افعال سے قیاس کرتے ہین یا معاویہ کے افراط و تفریط سے مگر یہ نہین سوچتے کہ حضرت عمر نے جو کچھ کیا وہ خلاف شریعت کیا یا موافقت شریعت کیونکہ اول ظلم تو یہی ہے کہ رسول اللہ صلعم کے نص صریح کے خلاف خلافت پر

قبضہ کیا۔ پس اگر بفرض محال ان کا عدل و انصاف بھی کہا جائے تو کیا فائدہ جبکہ اصل امر خلاف حکم رسول کیا گیا جسکو یون سمجھو کہ اگر کوئی شخص اسلام سے خارج ہوکر عدل و انصاف کرے تو کیا مسلمانون کے نزدیک وہ ممدوح ہو سکتا ہے دوسرا ظلم یہ کیا کہ جو سیرت تقسیم مال مین رسول اللہ نے مقرر کی تھی اوسکو بالکل بدل دیا جسکو آپ اس بحث مین دیکھ رہے ہین۔

اب ہم حدیث رسول اللہ سے دکھاتے ہین کہ تینون خلافتون مین جو کچھ ہوا وہ ظلم ہوا عدل و انصاف کے خلاف اگرچہ کسی کا درجہ کم ہو یا کسی کا زیادہ ملاحظہ ہو روضہ ندیہ شرح تحفہ علویہ صفحہ ۱۳۰

واخرج الحافظ الثقفی فی الاربعین عن علی علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلعم یا علی کیف انت اذا زھد الناس فی الاخرۃ ورغبوا فی الدنیا واکلوا التراث اکلا لما واحبوا المال حبا جما واتخذوا دین اللہ دغلا ومال اللہ دولا قلت اترکھم وما اختاروا واختار اللہ ورسولہ والدار الاخرۃ واصبر علی مصائب الدنیا وتقویھا حتی الحق بک ان شاء اللہ تعالی قال صدقت اللھم افعل بہ ذلک۔

یعنی رسول اللہ نے جناب امیر سے فرمایا اے علی تمھارا کیا حال ہوگا اوسوقت کہ لوگ آخرۃ کو چھوڑ کر دنیا کی طرف متوجہ ہونگے اور میراث کو کھا جائینگے پوری طور سے اور مال کو دوست رکھینگے اور دین خدا کو ذریعہ مکر و فریب بنائینگے اور مال خدا کو اپنی دولت قرار دینگے جناب امیر نے عرض کیا مین اون سبکو چھوڑ دونگا اور خدا اور رسول اور روز آخرت کو اختیار کرونگا اور مصائب دنیا پر صبر کرونگا اور راہ تقوی اختیار کرونگا یہانتک کہ آپ سے ملحق ہون یقینا اللہ جناب رسالتمآب نے فرمایا خداوند ایسا ہی کر انکے ساتھ۔

اب بتائیے اسمین زمانہ خلفاء کی تفصیل ہے یا نہین کیونکہ اکلوا التراث اکلا لما تو خاص خلیفہ اول سے متعلق ہے جسمین جناب سیدہ کو میراث سے ایسا محروم کیا کہ جبتک اسکا اقرار بھی نہین کیا جاتا کہ حضرت کسی طرح مستحق میراث تھین کیونکہ حدیث عن

معاشر الانبیاء ایسے ہی کہ پھر رسول اللہ کا کوئی حق ہی متروکہ نہ رہا کہ کوئی اوس کا وارث نہو سکے۔

احبوا المال حبا جما کی تصدیق تو سارے واقعات سے ظاہر ہے کیونکہ اگر محبت مال نہ ہوتی تو جنازہ رسول کو بیگور و کفن چھوڑ کر کیون جاتے کیونکہ مال غنیمت تو یون بھی ملتا خواہ خلیفہ ہوتے یا نہ ہوتے جو شخص راہ خدا مین جہاد کرتا وہ خمس اور فے سے حصہ پاتا مگر ایک بحیثیت حاکم ملتا ہے ایک بحیثیت محکوم کے دونون مین فرق ظاہر ہے۔

دین خدا مین دغل یعنی فساد تو اوسی روز سے شروع ہوا جس روز سے خلافت خلاف حکم رسول قائم ہوئی دوسری روایت مین عباد اللہ خولا بھی ہے کہ بندگان خدا کو لونڈی غلام بنائینگے اسکی ابتدا بھی خلیفہ اول سے ہوئی کیونکہ باوصف اجماع صحابہ بمخالفت قتال مانعین زکوۃ خلیفہ اول نے ہزار صحابہ کو قتل کیا اور اونکی عورتونکو اسیر کیا اور لونڈی بنایا جو ایسا قتال ناجائز تھا کہ آخر خلیفہ دوم نے اپنے عہد خلافت مین اس فعل کو ناجائز قرار دیا چنانچہ ملل و نحل شہرستانی مین ہے۔

الخلاف السابع فی قتال مانعی الزکوۃ فقال قوم لا نقاتلھم قتال الکفرۃ وقال قوم بل نقاتلھم حتی قال ابوبکر لو منعونی عقالا مما اعطوا رسول لقاتلتھم علیہ ومضی بنفسہ الی قتالھم ووافقہ الصحابۃ باسرھم وقد ادی اجتہاد عمر فی ایام خلافتہ الی رد السبایا والاموال اللھم اطلاق المحبوسین منھم صفحہ ۱۳

یعنی ساتوان اختلاف اسمین ہے کہ مانعین زکوۃ سے قتال کرنا چاہئے یا نہین ایک قوم کا قول تھا ویسا قتال ان سے نہ کرنا چاہئے جو کفار سے کیا جاتا ہے اور ایک قوم کہتی تھی قتال کرنا چاہئے ابوبکر کہتے تھے کہ اگر وہ رسی بھی نہ دینگے جسمین بکریان باندھی جاتی تھین تو ہم ضرور قتال کرینگے چنانچہ بنفس نفیس اس قتال مین گئے اور سارے صحابہ نے ساتھ دیا مگر جب عمر خلیفہ ہوئے تو اونھون نے کل قیدیونکو واپس کر دیا

جو جو مال لیا گیا تھا وہ بھی دیدیا گیا اور جو لوگ مقید تھے وہ سب چھوڑ دیے گئے۔

ان واقعات کے بعد تصدیق کلام رسول میں کیا عذر ہو سکتا ہے کہ جو کچھ حضرت نے فرمایا تھا وہ سب ایک ساتھ ظاہر ہوا کہ جب لوگ دنیا کی طرف متوجہ ہونگے تو ہم انکو چھوڑ دینگے جس سے ظاہر ہو کہ اس حدیث کا تعلق ابتداءً اسی خلافت سے ہوئی جو آگے بڑھتی گئی۔

چونکہ خلیفہ دوم کے ظاہر داری عدل و انصاف کا بہت شہرہ ہے خصوصاً مولوی شبلی صاحب نے الفاروق کے ذریعہ سے بہت کچھ اسکو جلوہ دیا ہے لہذا اونھیں کی تحریر سے اسکی تردید زیادہ مناسب ہے سیرۃ عمر بن عبدالعزیز میں ہے جو انھیں مولوی شبلی صاحب کے دارالمصنفین سے شائع ہوئی ہے ص ۲۹

اموال مغصوبہ کی واپسی کا اثر خاندان بنو امیہ پر

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے اس طرز عمل کا اثر مختلف لوگوں پر مختلف پڑا خوارج کے فرقہ نے جو ہمیشہ خلفاء کے مقابلہ میں علم بغاوت بلند کرتا رہتا تھا اس عدل و انصاف کا حال سنا تو سب نے مجتمع ہو کر صاف کہدیا کہ اب اس شخص سے جنگ کرنا ہمارے لئے مناسب نہیں لیکن تمام خاندان بنو امیہ دفعۃً برہم ہو گیا اولاً تو ذاتی جائداد کا ہاتھ سے نکل جانا خود اشتعال کا سبب ہو سکتا تھا اوسکے ساتھ قدیم تفوق و امتیاز نے اونکے لئے مساوات کو بالکل خواب فراموش بنا دیا تھا اس لئے اونھوں نے اپنے آپکو تمام مسلمانوں کیساتھ ایک سطح پر دوش بدوش کھڑا ہوا دیکھا تو انکو اپنی سخت ذلت محسوس ہوئی سب سے بڑی بات یہ تھی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے اس طرز عمل سے ان لوگوں کو یقین ہو گیا تھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز سے پہلے خلفاء بنو امیہ نے جو روش اختیار کی تھی وہ شرعاً ناجائز اور عدل و انصاف کے مخالف تھی اسلئے اس خاندان کو اپنے پورے سلسلہ کا دامن داغدار نظر آتا تھا چنانچہ اس خاندان کے مختلف افراد نے مختلف طریقوں سے خود حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سامنے اسکا اظہار کیا۔

ایک دن حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تمام مروانی خاندان کو جمع کر کے کہا کہ "ای بنی مروان

تمکو بہت سے حصے بہت سی عزتیں اور بہت سی دولت ملی تھی اور میں خیال کرتا ہوں کہ تمام امت کا نصف یا ثلث مال تمھارے قبضہ میں آگیا تھا سب نے یہ سنکر خاموشی اختیار کی حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ "جواب دو سب نے یکزبان ہو کر کہا کہ جبتک ہمارا سر ہمارے دھڑ سے الگ نہ ہو جائے ہم نہ اپنے آباؤ اجداد کی تکفیر کر سکتے نہ اپنی اولاد کو محتاج بنا سکتے" ایک دن حضرت عمر بن عبدالعزیز ہشام بن عبدالملک کے سامنے گذشتہ مظالم کا ذکر کر رہے تھے ہشام بے اختیار بول اوٹھا کہ "خدا کی قسم ہم نہ اپنے آباؤ اجداد پر عیب لگا سکتے نہ اپنی قوم میں اپنی عزت کو برباد کر سکتے"

ایک دن حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سامنے بہت سی لونڈیاں پیش کی جا رہی تھیں اتفاق سے عباس بن الولید بن عبدالملک بھی اس موقع پر موجود تھا اور جب کوئی دلفریب لونڈی سامنے سے گذرتی تھی تو کہتا تھا کہ "اے امیر المومنین اسکو خود لے لیجئے" جب اس نے بار بار اس فقرے کا اعادہ کیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کیا تم مجھے زنا کی ترغیب دیتے ہو عباس وہاں سے اوٹھا اور خاندان کے چند افراد سے کہا کہ ایسے شخص کے دروازہ پر کیوں بیٹھتے ہو جو تمھارے آباؤ اجداد کو زانی کہتا ہے۔

ان اسباب سے تمام مروانی خاندان نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے اس عادلانہ طرز عمل کو نہایت ناپسندیدگی کے ساتھ دیکھا اور اونکو مختلف طریقوں سے اس سے روکنا چاہا۔ عمر بن الولید بن عبدالملک نے انکو ایک نہایت سخت خط لکھا جسکا خلاصہ یہ ہے۔

تم نے گذشتہ خلفاء پر عیب لگایا ہے اور انکی اور انکی اولاد کی دشمنی سے انکی مخالف روش اختیار کی ہے تم نے قریش کی دولت اور انکی میراث کو ظلم و عدوان سے بیت المال میں داخل کر کے قطع رحم کیا ہے اے عبدالعزیز کے بیٹے خدا سے ڈرو اور اس کا خیال کرو کہ تم نے ظلم کیا ہے تم نے منبر پر بیٹھنے کے ساتھ ہی اپنے خاندان کو ظلم و جور کیلئے مخصوص کر لیا اوس خدا کی قسم میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی خصوصیات کے ساتھ مختص کیا تم اپنی اس حکومت میں جس کو تم مصیبت کہتے ہو خدا سے بہت دور ہو گئے۔ اپنی بعض خواہشوں کو روکو اور یقین کرو کہ تم ایک جبار کے سامنے اور اوسکے قبضہ میں ہو اور اس حالت پر چھوڑے نہیں جا سکتے

حضرت عمر بن عبدالعزیز اگرچہ سراپا حلم تھے تاہم اس معاملہ میں اونھون نے کسی قسم کی نرمی اختیار نہین
کی اور اسکو نہایت سخت جواب لکھا جسکا ترجمہ یہ ہے۔

مجھے تمھارا خط ملا اور جیسا تمنے لکھا ہی مین ویسا ہی جواب دونگا تمھاری ابتدائی حالت یہ ہی کہ تمھاری
مان نباتہ سکون کی لونڈی ہی جو حمص کے بازارون مین ماری پھرتی تھی۔ اور شراب کی
دوکانون مین جایا کرتی تھی اوسکو ذبیان بن ذبیان نے مسلمانون کے مال سی خریدا اور تمھارے
باپ کو ہدیہ دیا اوسی سے تم پیدا ہوئے تو کسقدر بری ہی مان اور کسقدر برا بچہ اسکے بعد تم نشوونما
پاکر ایک معاند اور ظالم ہوئے تمھارے خیال ہی کہ مین ظالمون مین سے ہون۔ مین نے تمکو اور
تمھارے خاندان کو خدا کے مال سے جسمین اہل قربی مساکین اور بیواؤن کا حق ہے محروم کردیا لیکن
مجھسے زیادہ ظالم اور مجھسے زیادہ خدا کے عہد کو چھوڑ دینے والا وہ شخص ہے جس نے تمکو بچپن اور
سفاہت کی حالت مین مسلمانون کی ایک چھاؤنی کا افسر مقرر کیا اور تم اپنی رائے کے موافق انکے
معاملات کا فیصلہ کرتے رہے اس تقرر کا بجز محبت پدری کے اور کوئی مقصد نہ تھا پس پھٹکار
ہو تجھپر اور پھٹکار ہو تیرے باپ پر قیامت کے دن تمھارے کسقدر مدعی ہونگے اور تمھارا
باپ اپنے مدعیون سے کیونکر نجات پائیگا۔

مجھسے زیادہ ظالم اور مجھسے زیادہ خدا کے عہد کا چھوڑنے والا وہ شخص ہی جس نے حجاج کو عرب
کے خمس پر مقرر کیا جو حرام خون بہاتا تھا اور حرام مال لیتا تھا۔

مجھسے زیادہ ظالم اور مجھسے زیادہ خدا کے عہد کا چھوڑنے والا وہ شخص ہی جسنے قرہ بن شریک جیسے
اوجھڑ بدکو مصر کا عامل مقرر کیا جسنے راگ باجہ لہو و لعب اور شراب خواری کی اجازت دی۔

مجھسے زیادہ ظالم اور خدا کے عہد کا چھوڑنے والا وہ شخص ہی جس عرب کے خمس مین عالیہ بربریہ کا حصہ مقرر کیا
اگر مجھے فرصت ہوتی تو مین تجھکو اور تیرے خاندان کو روشن راستے پر لاتا ہمنے مدتون حق کو چھوڑ
دیا اگر تم فروخت کئے جاؤ اور تمھاری قیمت یتیمون مسکینون اور بیواؤن پر تقسیم کیجائے
تو کافی نہوگی کیونکہ تم مین سب کا حق ہی ہم پر سلام ہو خدا کا سلام ظالمون کو نہین پہونچتا۔

ایک بار تمام خاندان نے انکی خدمت مین ہشام بن عبدالملک کو اپنا وکیل بنا کر روانہ کیا
ہشام نے آکر کہا کہ اے امیرالمومنین مین آپکی خدمت مین آپکے تمام خاندان کی طرف سے

قاصد بنکر آیا ہون اور انکے دل کی بات کہتا ہون واہ لوگ کہتے ہین کہ آپ اپنے طرز عمل پر
نظر ثانی کیجئے اور انکے قدیم حقوق کو قائم رہنے دیجئے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ اگر
تمھارے سامنے ایک متعلق دو دستاویز پیش کی جائین جنمین ایک معاملہ کا لکھا ہوا ہو اور ایک
عبدالملک کا تو تم دونون مین سے کس پر عمل کروگے ہشام نے کہا جو مقدم ہوگا اسپر عمل
کرینگے اب حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا تو مین کتاب اللہ کو سب سے مقدم پاتا ہون اور اسی پر
اس شخص کو اور ہر اس چیز کو جو میرے زیر حکومت ہی یا میرے پہلے خلفاء کے زیر حکومت تھی چلانیکی کوشش
کرونگا۔ اس پر سعید بن خالد بن عمرو بن عثمان نے کہا کہ جو چیزین آپکے زیر فرمان ہین ان پر
حق و انصاف کے ساتھ حکومت کیجئے لیکن گذشتہ خلفاء کی برائی اور بھلائی کو اپنے حال پر
رہنے دیجئے اور یہ آپکے لئے کافی ہوگا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ اگر ایک شخص چند چھوٹے بڑے بچے چھوڑ کر مرجائے اور
بڑے لڑکے چھوٹے بچون کی دولت خود صرف کر ڈالین اور چھوٹے بچے تمھارے سامنے اونکے
طرز عمل کی شکایت کرین تو تم کیا کروگے خالد نے کہا کہ مین انکے تمام حقوق واپس دلاؤنگا
حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا تیرے نزدیک بہت سے خلفاء اور انکے اتباع نے لوگون پر
زبردستی کی اور جب مین خلیفہ ہوا تو ان لوگون نے مجھسے دادرسی چاہی اور مین نے اسکے
سوا کوئی تدبیر نہین دیکھی کہ قوی سے لیکر ضعیف کو واپس دلاؤن خالد اس موثر تقریر کو سنکر
بول اٹھا کہ خدا امیرالمومنین کو توفیق دے۔

ایک بار تمام خاندان کے لوگ انکے دروازے پر جمع ہوئے اور انکے صاحبزادے عبدالملک
سے کہا کہ یا تو ہمین باریابی کی اجازت دلواؤ یا خود ہمارا پیغام امیرالمومنین تک پہونچا دو انھون نے
پیغام پہونچانے پر ہامی بھری تو سب نے کہا کہ ان سے پہلے جو خلفاء تھے وہ ہمکو عطیہ دیتے تھے اور
ہمارے مراتب کا لحاظ رکھتے تھے لیکن تمہارے باپ نے ہمکو بالکل محروم کردیا انھون نے جاکر
یہ پیغام سنایا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ جاکر کہدو کہ میرا باپ کہتا ہی اگر مین اپنے خدا
کی نافرمانی کرون تو قیامت کے عذاب سے ڈرتا ہون۔

اب سب نے آخری تدبیر یہ کی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی پھوپھی کو انکی خدمت مین بھیجا وہ آئین

تو کہا کہ تمہارے قرابت دار شکایت کرتے ہین اور کہتے ہین کہ تمنے ان سے غیر کی دی ہوئی
روٹی چھین لی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز بولے کہ ہین نے انکا کوئی حق نہین رد کیا۔ وہ بولے
کہ سب لوگ اسکے متعلق گفتگو کرتے ہین اور مجھے خوف ہے کہ تمہارے خلاف بغاوت
نہ کردین۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا اگر ہین قیامت کے سوا کسی دن سے ڈرون تو خدا
مجھے اسکی برائیون سے نہ بچائے اسکے بعد ایک اشرفی گوشت کا ایک ٹکڑہ اور ایک
انگیٹھی منگوائی اور اشرفی کو آگ مین ڈالدیا جب وہ خوب سرخ ہوگئی تو اسکو اٹھا کر گوشت
کے ٹکڑے پر رکھدیا جس سے وہ بھن گیا۔ اب بچونگی کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اپنے بھتیجے
کیلئے اس قسم کے عذاب سے پناہ نہین مانگتین۔

دوسری روایت مین ہے کہ انھون نے کہا کہ اے پھوپھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
لوگون کو ایک نہر پر چھوڑ دیا۔ پھر ایک شخص (ابوبکر) اس نہر کا مالک ہوا اور اسنے اسمین کسی قسم کا تغیر
نہین کیا پھر ایک دوسرا شخص (عمر) اس نہر کا مالک ہوا اور اس نے ایک چھوٹی سی نہر نکالی اور اسکے
بعد اور لوگون نے اس سے متعدد نہرین نکالین، یہانتک کہ زمین ایک قطرہ پانی نہ رہا اور
وہ بالکل خشک ہوگئی خدا کی قسم اگر زمین زندہ رہا تو تمام نہرون کو پاٹ کر پہلی نہر کو جاری کرونگا
اس تحریر سے آپکو چند فوائد حاصل ہونگے اگر غور فرمایئے اول تو یہ کہ عدل و انصاف
ایک ایسی صفت ہے جو بڑے سے بڑے دشمن کو مطیع و منقاد بنا دیتا ہے چنانچہ خود رسول اللہ کو
اسی صفت عدل نے ایسا سخر بنا دیا کہ عرب ایسے جاہل و سرکش کو ایسا با ادب بنا دیا
کہ ہزارون جان نثار کرنے پر تیار رہتے۔ اگر بعد رسول وہی شخص قائم مقام ہوتا جسکو خدا نے
نفس رسول بتایا تھا تو بتائیے کیون استقدر فساد ہوتا کیونکہ یہ لعین زکوٰۃ جنکو مرتدین کا خطاب
دیا گیا ہے کونسی تھین سے دین اسلام سے نہین خارج ہوا تھا بلکہ محض خلافت ابوبکر ہی جو بالکل
ناجائز طور پر قائم ہوئی اسی سے یہ سب فسادات ہوئے کہ اگر خلافت غیروں مین نہ جاتی
تو کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ خلیفہ ہون اور ہمارے رہتے یہ کیونکر خلیفہ ہونگے سب
کا یہی بیان تھا اور یہی دعوی اور کہتے کہ لا ابا بکم الا بالفصیل بکری کھچڑی کی بیعت نہین کرتے
دوم یہ کہ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ خاندان بنی امیہ نے تمام تر مخالفت کی جس سے

کسکا بھی پتہ لگ گیا کہ قریش و انصار امیر کی کیون مخالفت کی کیونکہ وہ جانتی تھی یہ تو اوسی ہدایت
پر چلینگے جو سیرت رسول اللہ کی جسکی تعلیم حضرت دیتے تھے کہ عرب کو عجم پر کوئی فوقیت نہین
ہے تقوے کا امتیاز نہین ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔
تیسرے یہ کہ جناب امیر سے مخالفت کی کیا وجہ تھی یہی نہ کہ حضرت اوسی سنت رسول کا احیا
کرتے تھے جو ان خلافتون کے زمانہ مین مٹ گئی تھی۔ اسوجہ سے اوس زمانہ مین بھی سب
مخالف رہے اور اب بھی وہی مخالفت جاری ہے کیونکہ یہ تو ہو نہین سکتا خلافت جناب
امیر ہی حق ہو اور خلافت خلفا سے بھی حق۔
وہ تھے یہ کہ سابق روش کو چھوڑنا اور نئی روش کو اختیار کرنا یہ خود بتا رہا ہے کہ وہ خلاف حق
تھا اسوجہ سے بنی امیہ نے یکزبان ہو کر کہا ہم اپنے آباؤ اجداد کی تکفیر نہین کر سکتے جس سے
معلوم ہوا کہ عمر بن عبد العزیز ان خلفا کو کافر جانتے تھے۔ پھر نہ معلوم شیعہ نیسر کیون اعتراض
کرتے ہین جو بعینہ لوگون کو کافر و فاسق جانتے ہین جو راہ حق کے مخالف تھے خواہ کسے باشد
پس اگر آپ عمر بن عبد العزیز کو خلیفہ برحق جانتے ہین تو آپ پر لازم ہے کہ اون لوگونکو کافر
کہے جو اس راہ کے مخالف تھے۔
پانچوین یہ کہ عمر بن عبد العزیز نے سب کو جمع کر کے کہا جس سے معلوم ہوا کوئی اس سے مستثنی نہین
تھے یہ کہ عمر بن عبد العزیز نے جب انکے سامنے ان معائب بنی امیہ کو بیان کیا تو سب
نے کہا اس سے ہمارے آباؤ اجداد کی تکفیر لازم آتی ہے اور اسوجہ سے سب مخالف
ہو گئے۔ تو اب سمجھ مین آسکتا ہے کہ شیعون سے ان سنیون کی مخالفت کسوجہ سے ہے کہ
وہ انکے مظالم اور فسادات کا شب و روز تذکرہ کرتے ہین۔
چھٹوین یہ کہ اس سے معلوم ہوا کہ ظالمین کے ظلم کا اظہار نہایت عمدہ صفت ہے جسپر عمر بن عبد العزیز
نے بھی عمل کیا اور اسکا خوف نہ کیا کہ اونکے آباؤ اجداد کی برائی ظاہر ہوتی ہے اور اوس سے
اون پر دھبہ آتا ہے۔
ساتوین اس سے معلوم ہوا کہ تمام بنی امیہ نے اتفاق کر کے یہ مشورہ دیا کہ تم کف لسان سے کام لو
اور جس طرح عمر نے غفار کے برائی و بھلائی کو اپنے حال پر رہنے دیا تم بھی ایسا ہی کرو یہ کہنے کے کافی ہوگا اگر

کہ کف لسان کرنا چاہیے مگر عمر بن عبد العزیز نے نہ مانا تو شیعون سے کیون ایسی فرمائش کی جاتی ہے کہ کف لسان کرو حالانکہ ہم نہ اونکو حق پر جانتے ہین نہ انکو۔

نوین یہ کہ عمر بن عبد العزیز نے صاف کہدیا پھر ایک دوسرا شخص اس نہر کا مالک ہوا اور اسنے ایک چھوٹی سی نہر نکالی اوسکے بعد اور لوگون نے اس سے متعدد نہرین نکالین (عمر) جس سے معلوم ہوا کہ فساد کی ابتدا اس سے ہوئی کہ عمر نے ایک چھوٹی سی نہر نکالی کہ دفتر قائم کیا اور فرق مراتب کا اصول قائم کیا جس سے تمام فسادات پھیل گئے۔

افسوس **عمر بن عبد العزیز** نے بقول مولف (تاہم انھون نے مختلف اخلاقی طریقون سے اپنے خاندان کی ناراضی کو کم کیا) حق کو واضح کر کے نہ بتایا کہ یہ سب فساد اس سے ہوا کہ خلاف حکم رسول یہ خلافت قایم کی گئی ورنہ اگر یہ کہدیتے تو سب کہدیتے یہ رافضی ہو گیا اسکو ابوبکر کو بچا لیا مگر عمر کو اصل قرار دیا جو ایک طور سے سچ بھی ہے کیونکہ ابوبکر صاحب تو کوئی چیز نہ تھے جو کچھ تھے عمر صاحب جنھون نے مخالفت رسول کی جو بظاہر ایک چھوٹی سی نہر نکالی جو درحقیقت بہت بڑی تھی۔ بلکہ بالکل مخالف رسول تھی۔

دفع شبہہ یہان یہ شبہہ ہو سکتا ہے کہ خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے اپنے عہد خلافت مین بہت کچھ اون مظالم کو دفع کیا جو عہد بنی امیہ مین جاری تھی پھر جناب امیر کے کیون اون مظالم کی اصلاح نہ کی یا نہ کر سکے جو عہد خلفائے ثلثہ سے جاری تھی ایک کی کامیابی دوسرے کی ناکامی نہایت حیرت افزا ہے۔

اصل یہ ہے کہ رسول اللہ کی کامیابی فضل خدا کے علاوہ اون اسباب سے ہوئی جسکا بیشتر حصہ جناب امیر کی شجاعت و فراست سے متعلق تھی لہذا جنلوگون کے دلون مین کجی تھی نفاق کا مادہ تھا وہ سب مخالف جناب امیر ہوئے کہ آپ ہی کی تدابیر ظاہرہ نے یہ سب کام کیا چنانچہ حضرت کی آنکھ بند ہوتے ہی لوگون نے وہ کیا جو چاہتے تھے کیونکہ جانتے تھے اگر رسول اللہ کا انتظام قائم رہیگا تو پھر کسیکو کوئی حق نہین رہیگا۔ اور اگر جناب امیر دفن رسول اللہ سے فارغ ہو کر آئینگے تو پھر کسیکو موقع نہ ملیگا لہذا اس طرح یہ خلافت قائم ہوئی کہ کسی طرح نہ موقع دیا گیا نہ کوئی بات ہوئی۔

اس واقعہ کی نظیر اگر مل سکتی ہے تو مرزا محمود احمد خلیفہ دوم قادیانی کی جو بعد وفات حکیم نور الدین صاحب خلیفہ اول مرزا قادیانی خلیفہ ہوئے ورنہ دنیا کی تاریخ کوئی نظیر اسکی نہین پیش کر سکتی۔

اس خلافت کا یہ نتیجہ ہوا کہ جتنے مسلمان ہین وہ سب طرفدار خلفائے ثلثہ ہو گئے اور بجز مخصوص چند صحابہ کے کوئی طرفدار جناب امیر نہین رہا۔ لہذا جب خلافت حضرت کو ملی تو عام مسلمانون نے اسی نظر سے دیکھا کہ آپ ایک غیر شخص ہین جو خلافت پر قابض ہوئے لہذا عام ہمدردی حضرت کے ساتھ نہ تھی بلکہ مخالفت تھی۔

بخلاف عمر بن عبد العزیز کہ وہ اوسی خاندان کا ایک جزو تھا۔ اسلئے کہ عبد العزیز مروان کا بیٹا تھا عبد الملک بن مروان کا بھائی جسکے خاندان مین خلافت چلی آتی تھی اسکو سلیمان بن عبد الملک نے خلیفہ کیا جو اوسوقت با اقتدار خلیفہ تھا اور کوئی اسکا مخالف نہ تھا اسکے دو لڑکے تھے ایک غائب تھا ایک صغیر السن لہذا اسکے وزیر نے یہی رائے دی کہ عمر بن عبد العزیز اپنے بھتیجے کو خلیفہ کرو جب سلیمان کو یہ خوف ہوا کہ ہمارے اور بھائی راضی نہ ہون گے تو وزیر نے یہ مشورہ دیا کہ اسکے ساتھ یزید بن عبد الملک کو بھی ابھی سے نامزد کر دو اور اسکا فرمان مہری و دستخطی لکھدو اور اسی مہری کاغذ پر سب سے بیعت لو کہ کسی کو معلوم نہو اس فرمان مین کسکا نام ہے چنانچہ ویسا ہی کیا گیا اور سب بیعت کیلئے بلائے گئے سب نے انکار کیا تب سلیمان نے حکم دیا کہ کوتوال اور چوکیدارونکو بلا کر یہ حکم سناؤ جو شخص اس طرح کی بیعت سے انکار کرے اوسکی گردن اوڑا دو تب جا کر یہ بیعت ہوئی۔

جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ خلیفہ سابق نے کس طرح کی اس جدید خلافت مین کوشش کی جسکی مخالفت کا کسی کو چارہ نہ رہا اسکی نظیر اگر ملتی ہے تو خلافت دوم مین کہ خلیفہ اول نے پہلے پہلے نام خلیفہ دوم کا پاخانہ مین لیا جس سے مخالفت شروع ہو گئی اور بند لفافہ پر بیعت لی گئی جسکے لئے خلیفہ دوم خود ڈنڈا لئے ساتھ ہین اور سبکو بٹھال رہے ہین جس سے یہ بھی خلافت مین کامیاب ہوئے۔

ہائے یہی وہ ترکیب تھی جو رسول اللہ نے جناب امیر کی خلافت کے لیے سوچی تھی مگر نہ اس طرح کہ کوئی مکر و فریب اوس مین شامل ہو کیونکہ خدا و رسول کے احکام مکر و فریب کے ساتھ نہین ہوتے اسی لئے پہلے آپنے لشکر اسامہ کو روانہ کرنا چاہا جسکی ماتحتی مین وہ سب صحابہ شامل تھے جنسے زیادہ خوف فساد تھا جب صحابہ نے اس سے نافرمانی کی تو فرمایا قلم دوات لاؤ ایسا وثیقہ لکھدین کہ پھر کوئی گمراہ نہو جسپر خلیفہ دوم نے یہ شور مچایا کہ ان الرجل لیہجر کہ یہ مرد ہذیان کہ رہا ہے جسکا جواب رسول کے پاس بجز اسکے کچھ نہ تھا کہ فرمایا قوموا عنی ہمارے پاس سے نکل جاؤ۔

غرض عمر بن عبد العزیز کی کامیابی کا راز یہی ہے کہ خلیفہ سابق اپنے وزیر کے مشورہ سے اسمین ساعی رہا کہ یہی خلیفہ ہو اور اسکی کوئی مخالفت نہ کرنے پائے بخلاف جناب امیر کے کہ آپکی مخالفت اوسی وقت سے شروع ہوئی جبکہ حضرت نے آپکو اس طرح خلیفہ کرنا چاہا کہ کوئی مخالف نہ رہے اور یارون نے ایک نہ سنی۔

عمر بن عبد العزیز اوسی خاندان سے تھا جس خاندان مین خلافت چلی آتی تھی اور جناب امیر خاندان رسالت سے تھے جنسے خلافت نکالنے کا مجموعی قوت سے ارادہ تھا جناب امیر کی خلافت اوسوقت شروع ہوئی تمام دنیا مین آگ لگی تھی جسکا بجھانا کسی کے اختیار مین نہ تھا اور جسقدر بجھائی جاتی اوسیقدر بھڑکائی جاتی۔

عمر بن عبد العزیز کی خلافت اوسوقت قائم ہوئی جبکہ دنیا مین ہر طرح امن تھا اور خلیفہ کو بجز عدل و انصاف کرنیکے کوئی کام نہ تھا صرف چند خارجی مخالف تھے جو اسوجہ سے ساکت ہوگئے کہ خلیفہ نے اونکے حسب خواہ فرامین جاری کئے۔

جناب امیر کی خلافت اوسوقت قائم ہوئی جبکہ دنیا نے مثل رسول ایسے اشخاص کو خلیفہ بنایا جنکو اونکے معتقدین نے بالاتر از عظمت درجہ پر پہونچا دیا تھا یہانتک کہ جناب امیر سے اسی شرط پر بیعت کی جاتی ہے کہ آپ سیرت شیخین پر عمل کرینگے جسکو حضرت نے نامنظور کیا کہ یہ تو کھلا کھلی شرک فی الرسالہ ہے لہذا ایسے مقدس صحابہ کی کارروائیون کو توڑنا مشکل تھا وہ بھی اس حالت مین کہ معویہ یہی کہہ کہکر لوگونکو بہکا رہا ہے کہ حضرت ہی کے

حکم و اشارہ سے عثمان مظلوم قتل ہوئے۔

خلافت عمر بن عبد العزیز اوسوقت قائم ہوئی جبکہ دنیا کو معلوم ہوگیا تھا کہ یہ خاندان پورا ظالم ہے چنانچہ عثمان کو صحابہ نے اجماع سے قتل کرایا معاویہ کے ظلم و کفر کو جناب امیر نے تمام عالم پر جلا دیا کیا جناب امام حسین نے تین دن کی بھوکھ پیاس مین شہادت کو قبول کرکے بتایا یہ لوگ کسی طرح مسلمان نہین ہین اوسکے بعد جو واقعات پیش آئے کہ مدینہ غارت کیا گیا مکہ جلایا گیا تمام عالم کو بتایا کہ یہ لوگ محض ظالم اور فاسق ہین لہذا عمر بن عبد العزیز کی اصلاح نے جلد اثر کیا۔

جناب امیر کے سامنے صرف یہی نہین ہے کہ ہزارون مسلمانون کا مال ناحق لیا گیا ہزارون قسم کا ظلم مالی ملکی حیثیت سے کیا گیا بلکہ آپکے پیش نظر وہ سب بدعات ہین جو شیخین بلکہ ثلثہ نے اصل دین مین رائج کیا کیونکہ عقائد سے لیکر عملیات تک کوئی شعبہ ایسا نہ تھا جس مین اصلاح کی ضرورت نہو جو بغیر تسلط و استبداد زمانہ ناممکن تھا۔

رسول اللہ کی زندگی تیس برس رہی جسمین حضرت نے ہزارون لاکھون کفار کو قتل کرکے اور اونپر تسلط تام حاصل کرکے کفر کی بیخکنی کی اور خلافت چھبیس برس رہی جسمین ہر خلیفہ نے بتدریج ایک ایک بدعت کو جاری کیا۔ اسکا ازالہ چار برس مین کیونکر ممکن تھا۔

عمر بن عبد العزیز کی اصلاح جو کچھ تھی وہ استرداد اموال مغصوبہ مین یا خاص اس بدعت مین کہ عہد معویہ سے جو بدعت جاری تھی کہ ہر خطیب خطبہ مین سب جناب امیر کرتا تھا اور جناب امیر کو ہر اوس بدعت سے سروکار تھا جسکو خلفائے ثلثہ نے اپنے زمانہ خلافت مین رواج دیا تھا جسکی کوئی انتہا نہین۔ باینہمہ جناب امیر نے جسقدر اصلاح کیا وہ آجتک باقی ہے کہ کم سے کم فرقہ شیعہ انہین اصلاحات کو اپنا جزو عمل بنائے ہوئے ہے اور اصلاحات عمر بن عبد العزیز نے کچھ بھی پائداری نہ کی کیونکہ اگر پھر وہی لوگ خلیفہ ہوئے جو سراسر ظلم و جور کے پتلا تھے یہانتک کہ سب جناب امیر سے بھی بالکل بند نہ ہوسکا۔

غرض عمر بن عبد العزیز نے جو اصلاحات کا بیڑا اوٹھایا تھا وہ اسطرح تمام ہوا کہ ۱۰۱ھ بنی امیہ نے اونکو زہر دلوایا ملاحظہ ہو صفحہ ۴۶ سیرۃ عمر بن عبد العزیز۔

اور جناب امیرؑ کو ابن ملجم ملعون نے ۱۹ رمضان سنہ ۴۰ھ مین مسجد کوفہ مین شہید کیا اور اوسکی یہ عزت افزائی کی گئی کہ اہلسنت اوسکو کافر نہین جانتے بلکہ اوسکے مادح عمران بن حطان سے امام بخاری اپنی صحیح نورنیت دیتے ہین۔

اب ہم اس بحث کو اوس حدیث رسول سے تمام کرتے ہین جو خود صحیح بخاری اور تمامی کتب اہلسنت مین موجود ہے۔

انہ سمع حذیفہ بن الیمان یقول کان الناس یسئلون رسول اللہ عن الخیر وکنت اسألہ عن الشر مخافۃ ان یدرکنی فقلت یا رسول اللہ انا کنا فی جاھلیۃ وشر فجاءنا اللہ بھذا الخیر فھل بعد ھذا الخیر من شر قال نعم قلت وھل بعد ذلک الشر من خیر قال نعم فیہ دخن قلت وما دخنہ قال قوم یھدون بغیر ھدی تعرف منھم فتنکر قال قلت فھل بعد ذلک الخیر من شر قال نعم دعاۃ علی ابواب جھنم من اجابھم الیھا قذفوہ فیھا قلت یا رسول اللہ صفھم لنا قال ھم من جلدتنا ویتکلمون بالسنتنا قلت فما تامرنی ان ادرکنی ذلک قال تلزم جماعۃ المسلمین وامامھم قلت فان لم یکن لھم جماعۃ ولا امام قال فاعتزل تلک الفرق کلھا ولو ان تعض باصل شجرۃ حتی یدرکک الموت وانت علی ذلک ص ۱۳۹

کہ ہمکو اوسکا سابقہ پڑا صحابہ تو حضرت سے خیر کی باتین پوچھا کرتے اور ہم شر کی باتین اس خوف سے کہ ہمکو اوسکا سابقہ پڑے۔ اسلئے حضرت سے عرض کیا یا حضرت ہم لوگ پہلے جاہلیت اور شر مین تھے یہانتک کہ خدا اس خیر کو لایا تو کیا اسکے بعد پھر شر ہوگا حضرت نے فرمایا۔ ہان ہمنے کہا پھر اس شر کے بعد بھی خیر ہوگا۔ حضرت نے فرمایا ہان مگر اوس مین کچھ کدورت ہوگی ہمنے عرض کیا وہ کیا ہے حضرت نے فرمایا لوگ ہماری ہدایت کے خلاف چلینگے کہ بعض اونکے نیک رفتار ہونگے اور بعض بدکردار۔ ہمنے عرض کیا کیا اسکے بعد پھر شر ہوگا حضرت نے فرمایا ہان وہ لوگ ہونگے جو جانے والے ہونگے ابواب جہنم پر کہ جو اون کی اجابت کریگا اوسکو جہنم مین ڈالینگے مینے عرض کیا یا حضرت اونکے اوصاف

بیان فرمائے۔ فرمایا ظاہر تو اون کا ہمارے دین پر ہوگا اور ہماری زبان سے کلام کرینگے مینے کہا پھر ہمکو کیا حکم ہے فرمایا کہ جماعت مسلمین اور اونکے امام کی پیروی کرو مینے کہا اگر مسلمانون کی جماعت اون کا امام نہو تو آپنے فرمایا ان سب فرقونکو چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جا اگرچہ تجھے بیچ درخت کے دانت سے کاٹنا پڑے اور تجھے موت آجائے اس حالت پر

اس حدیث نے بتایا کہ زمانہ رسول خیر محض ہے اور حضرت کے بعد کا زمانہ شر ہے اوسکے بعد جناب امیرؑ کا زمانہ پھر خیر ہے مگر وہ ناصاف ہوگا کیونکہ جسطرح رسول اللہ کے زمانہ مین خیر و شر متمیز ہو گیا تھا وہ اس زمانہ مین نہوگا کیونکہ جناب امیرؑ کو وہ تسلط نہین حاصل ہوا جو رسول اللہ کو حاصل تھا کہ اسلام و کفر دو ہی بات تھی۔

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری مین ہے ص ۳۴۸ جلد ۱۱

قال الکرمانی یحتمل ان یراد بالشر زمان قتل عثمان وبالخیر بعدہ زمان خلافۃ علی رضی اللہ عنہ والدخن الخوارج ونحوھم والشر بعدہ زمان الذی یلعنونہ علی المنابر۔

یعنی مراد شر سے زمانہ قتل عثمان ہے اور خیر سے مراد اوسکے بعد زمانہ خلافت علیؑ ہے اور دخن سے مراد خوارج وغیرہ ہین اور شر ثانی سے وہ زمانہ مراد ہے جس مین جناب امیرؑ پر منبرون پر لعن کیا جاتا تھا۔

جس سے یہ تو یقینی طور پر معلوم ہوا کہ خیر سے مراد زمانہ خلافت جناب امیرؑ ہے اور شر ثانی سے مراد خلافت معاویہ وغیرہ ہے جس زمانہ مین جناب امیرؑ پر سب ہوتا تھا۔

اب اسکا اختیار اہلسنت کو ہے کہ شر اول سے مراد زمانہ قتل عثمان لیا جائے یا کل خلافت خلفائے ثلثہ کا زمانہ کیونکہ یہ تو ظاہر ہے خلافت عثمان فرع خلافت اول و دوم ہے پس جب یہ شر ہے تو وہ زمانہ بدرجہ اولی شر ہوگا۔ اور حضرت نے بصراحت تمام فرمایا ہے کہ ہمارے بعد شر ہوگا پھر کون کہہ سکتا ہے کہ زمانہ خلفائے ثلثہ شر اول سے خارج ہو سکتا ہے حالانکہ تمامی اہل علم کو معلوم ہے کہ ابتدائے قتال مسلمین خلیفہ اول سے شروع ہوئی جسپر تمامی صحابہ کا اجماع ہو چکا تھا کہ قتال اہل قبلہ ناجائز ہے۔

افسوس ایسی ایسی حدیث صریح صحیح بخاری میں موجود ہو اور اہلسنت اور سیر اور اخبار کی کتابیں اور غیر القرون کی گپت گائیں حالانکہ صدر اول میں ہیں جنمیں حضرت نے ان لوگوں کی خلافت اور فتنہ فساد کی خبر دی ہے اور فرمایا ہے کہ فتنے مثل قطرات باران تمہارے گھروں میں گذر رہے ہیں اور قریب وفات خبر دی کہ مثل شب تاریک فتنے بلند ہو رہے ہیں اور جناب امیر کو وصیت فرماتے ہیں کہ جب لوگ دنیا کی طرف مائل ہوں تو تم صبر کرنا جنمیں اگر سعید رحمین ذرہ برابر بھی غور کریں تو معلوم ہو سکتا ہے حضرت اپنی ناراضی کسقدر ان خلافتوں سے ظاہر فرما رہے ہیں۔

اگرچہ اس حدیث کی کافی تحقیق تنقید بخاری کی جلد ۳ میں ہو چکی ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۲۱۹ نہایت صفحہ ۲۲۱

مگر یہ تو یقیناً معلوم ہوا کہ حضرت اپنے زمانہ کرامت نشانہ کے بعد کے زمانہ کو شر بتلا رہے ہیں اور اسکے بعد خیر تو اب اسکو اسمیں شبہ نہیں ہو سکتا ہے کہ زمانہ خلفائے ثلثہ شر محض تھا کیونکہ اگر زمانہ خیر سے مراد یہ لیا جائے کہ زمانہ عبدالعزیز کے زمانہ کو حضرت زمانہ خیر کہتے ہیں جیسا کہ بعض کا خیال ہے تو لازم آتا ہے کہ یزید وغیرہ کا زمانہ بھی زمانہ خیر ہو جو عمر بن عبدالعزیز پر مقدم ہے جسکو کوئی عاقل نہیں قبول کر سکتا۔ اسی لئے باوصف ان حالات عمر بن عبدالعزیز کو دیکھا دیا کہ کسی کو شبہ نہ ہو سکے کہ وہ زمانہ مراد ہے۔

پانچوان زینہ

تفریق کا آواز سوفت سے شروع ہوتا ہے جبکہ حضرت نے صلح حدیبیہ فرمایا کچھ کہہ کر بک سکیں تو کیا تو کیا کہا کہ یا حضرت آپ سمجھ بوجھ کر قدم اٹھائیے ازالۃ الخفا میں ہے۔

ان رسول اللہ قال استشیروا علیا فی امر او مسیر فقال ابوبکر انا اعلم بسائۃ الارض یخبرنا عدی ان العیر کانت تعاوی کذا وکذا فکانا وایاہم قرشی رهان الی بدر ثم قال رسول اللہ استشیروا علیا فقال عمر بن الخطاب انها قریش وعزها واللہ صاغلت منذ عزت ولا آمنت بعد ما

کہ حضرت نے جنگ بدر سے بار بار مشورہ لیا تو ابوبکر نے کہا ہمکو مسافت ارض کا حال معلوم ہے ہمارے اونٹ چاہ بدر تک ایک میدان کا فرق ہے حضرت نے پھر فرمایا بار مشورہ دو تو عمر نے کہا یا حضرت سمجھ رکھیے یہ قریش ہیں اور انکی عزت قسم خدا کی عزت پائی ذلیل نہ ہوئے جب سے کافر ہوئے اسلام نہ لائے واللہ ہر آپ بتنگ کرینگے تو آپ سمجھ بوجھ کر انکے مقابلہ میں قدم رکھیے ہماری طور پر طیار ہے۔

اس واقعہ سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ انکے دلمیں قریش کی عزت کس درجہ راسخ تھی کہ رسول اللہ کو سمجھا رہے ہیں گویا آپ قریش کی عزت سے بالکل ناواقف ہیں انکے غرور و تکبر سے نہیں واقف ہیں جو آپ کو سمجھایا جا رہا ہے اور انکے ہیبت ناک منظر سے آپ خوف زدہ کیا جا رہا ہے کیا کسی سچے مسلمان کی یہ شان ہو سکتی ہے کہ وہ اون مسلمانوں کو مرعوب کہے جو دشمن سے لڑنے نکلے ہیں مگر ہائے اسلام کہاں تھا۔

آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ انکے اسلام پیاروں نے کیا وبدبہ دکھایا تھا کہ انکے اسلام لاتے ہی کفار کی قوت آدھی رہ گئی کیا وہ مسلمین آج اس طرح کفار کے نام سے مسلمانوں کو ڈرا رہے ہیں گرچہ یہ ہے کہ خاندانی ذلت جسکو نصیب ہوتی ہے سات پشت تک نہیں نکلتی وہی مرعوبیت آجتک موجود ہے کہ رسول اللہ کو ڈرا رہے ہیں حالانکہ آپ وہ خاندانی عزت رکھتے ہیں کہ ہمیشہ آگے آگے رہے پھر کیونکر مرعوب ہو سکتے ہیں علاوہ اوس وعدہ الٰہی کے جو خدا نے آپ سے وعدہ کیا تھا سورہ انفال میں ہے۔

کما اخرجک ربک من بیتک بالحق وان فریقا من المؤمنین لکارهون۔ یجادلونک فی الحق بعد ما تبین کانما یساقون الی الموت وهم ینظرون۔ واذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انها لکم وتودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم ویرید اللہ ان یحق الحق بکلمتہ ویقطع دابر الکافرین۔

لیحق الحق ویبطل الباطل ولو کرہ المجرمون سورۃ الانفال پ ۹ ع ۱

جیسا کہ تمہارے پروردگار نے حق کے ساتھ تمکو گھر سے نکالا اور ایک گروہ مومنوں کا ناخوش تھا وہ لوگ حق بات میں اوسکے ظاہر ہونے پر ایسے جھگڑتے تھے گویا وہ موت کی طرف

آنکھون سے دیکھتے ہوئے ہانکے جارہے ہین اور اسوقت خدا تمسے وعدہ کرتا تھا کہ دونون گروہ سے ایک تمھارا مسخر ہوجائیگا (ابوسفیان کا گروہ یا ابوجہل کا گروہ) اور تم چاہتے تھے کہ جو قافلہ بے شان و شوکت ہے (یعنی مال والا) وہ تمھارے ہاتھ آجائے اور خدا چاہتا تھا کہ اپنے کام سے سچ کو سچ کردے اور کافرون کی جڑ کاٹ دے تاکہ سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کردے اور اگرچہ مجرم لوگ ناخوش ہی ہون۔

ان آیات قرآنی کو بغور تلاوت کرو تو معلوم ہو اون صحابہ کی ایمانی حالت کیسی تھی جو اصحاب بدر کہے جاتے ہین اور اونکے فضائل کی گیت گائے جاتے ہین کیونکہ خداوند عالم تو اون مومنین کی نسبت فرماتا ہے وان فریقا من المومنین لکارھون ایک گروہ مومنون کا ناخوش تھا۔ اسمین منافقین کا ذکر نہین ہے (۲) کانھم یساقون الی الموت گویا کہ وہ موت کی طرف ہنکائے جاتے ہین کیا یہی شان مومن ہوتی ہے (۳) خدا تو دونون گروہ سے ایک کا وعدہ کرتا تھا اور یہ لوگ چاہتے ہین کہ وہ قافلہ ملے جو مال والا ہے کیا یہ خواہش بلا طمع مال ہوسکتی ہے حالانکہ مومن کی شان تو یہ ہے کہ وہ راضی برضاء الٰہی رہے (۴) خداوند عالم ایسے لوگون کو مجرمون کہہ رہا ہے مگر طرفداران صحابہ اونکی تعریف سمجھتے ہین۔

غرض اگر مشورہ حضرت عمر پر خیال فرمایئے تو کیا دلشکن جواب ہے کیونکہ حضرت اس موقع پر پہونچ گئے ہین کہ آج کل لڑائی ہو کیونکہ ابوبکر نے کہدیا ہے ہم مسافت سے خوب واقف ہین ایک میدان کا فاصلہ ہے اور خلیفہ دوم یہ رائے دیتے ہین کہ یہ قریش ہین جو کبھی ذلیل ہی نہین ہوئے کفر کے بعد ایمان ہی نہین لاتے حالانکہ خداوند عالم نے اپنا وعدہ نصرت اس جنگ مین ایسا پورا کیا کہ شاید ہی کسی دوسری جنگ مین ایسا کیا ہو اس جنگ مین مسلمان کل ۳۱۴ اور کفار تیرہ سو سے اوپر تھے جسمین ۷۰ مارے گئے ۷۰ قید ہوئے اور بہت کچھ مال غنیمت ہاتھ آیا والحمد للہ۔

ہان دیکھنا یہ ہے کہ حضرت نے جو صحابہ سے مشورہ لیا تو کسنے کیا رائے دی معالم التنزیل مین ہے فقام ابوبکر فقال فاحسن ثم قام عمر فاحسن ثم قام المقداد بن عمرو

فقال یا رسول اللہ امض بما امرک اللہ فنحن معک فواللہ ما نقول لک کما قالت بنو اسرائیل لموسی اذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون ولکن نقول اذھب انت وربک فقاتلا وانا معکما تقاتلون فواللذی بعثک بالحق لو سرت بنا الی برک الغماد یعنی المدینۃ الحبشۃ لجالدنا معک من دونہ حتی تبلغہ فقال لہ رسول اللہ خیرا ودعا لہ بخیر ثم قال رسول اللہ اشیروا علی ایھا الناس وانما یرید الانصار ذلک انھم عدد الناس وانھم حین بایعوہ بالعقبۃ قالوا یا رسول اللہ انا برآء من ذمامک حتی تصل الی دیارنا الی آخرہ۔

یعنی جب حضرت نے مشورہ طلب کیا تو ابوبکر کھڑے ہوئے اور خوب تقریر کی پھر عمر نے خوب تقریر کی (وہی تقریر جو پہلی مرقوم ہوئی مگر مارے غیرت کے اوسکو نہ لکھا) پھر مقداد بن عمر کھڑے ہوئے اور کہا یا حضرت ہم تو وہ نہین کہینگے جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا کہ آپ اور خدا جاکر اون سے لڑیے ہم یہین بیٹھے تماشا دیکھتے ہین بلکہ ہم کہتے ہین کہ آپ اور آپکا خدا چلے ہم بھی ساتھ ہین یہانتک کہ اگر آپ برک غماد تک جائینگے تو ہم بھی ساتھ رہینگے اور ان سے جہاد کرینگے حضرت نے انکو دعائے خیر دی اور پھر فرمایا کہ یارو مشورہ دو کیونکہ حضرت کا مطلب انصار سے تھا جنھون نے وعدہ نصرت کیا تھا اور اونھین کی تعداد غالب تھی جنھون نے شب عقبہ وعدہ کیا تھا کہ جب آپ ہمارے ملک مین پہونچ جائینگے تو ہم ہر طرح حضرت کی حفاظت کرینگے حضرت کو اسکا خوف تھا کہ کہین اونکا یہ وعدہ اس سے نہ متعلق ہو کہ جب مدینہ پر دشمن کا حملہ ہوگا تب ہم مدد کرینگے اسی لئے حضرت نے اون سے مشورہ طلب کیا تب سعد بن معاذ کھڑے ہوئے اور کہا کہ معلوم ہوتا ہے آپکا مقصد ہم انصار سے ہے تو حضرت نے فرمایا ہان تب سعد بن معاذ نے کہا کہ ہم آپ پر ایمان لاچکے ہین اور اسکی شہادت دیچکے کہ آپ جو کچھ لائے ہین وہ حق ہے اور اسپر ہم عہد و پیمان کرچکے ہین کہ ہر امر مین آپکے مطیع و منقاد رہینگے لہذا اگر آپ اس سمندر مین بھی کود پڑینگے تو ہم ساتھ رہینگے اور ایک شخص بھی ہم لوگون سے آپکی نصرت سے

علیحدہ نہ ہوگا اور جلوگون کو کسی طرح اسمین کراہت نہین ہے کہ دشمن سے مقابلہ ہو ہم
جنگ مین ثابت قدم رہینگے اور ملاقات دشمن سے کسی طرح دلتنگ نہونگے خدا ہمکو نصر
ونصور کرے جس سے آنکھ ٹھنڈی ہو پھر تامل تشریف لیجئے خدا برکت دے۔

حضرت اس کلام سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا جاؤ برکت خدا ہو۔ بشارت ہمکو کہ خدا نے
ہمسے وعدہ صحی کیا ہے ایک گروہ دونون گروہون سے ضرور ہمکو ملیگا اور قسم خدا کی ہم دیکھ رہے
ہین کون کہان مارا جائیگا راوی کا بیان ہے قسم خدا کی حضرت نے جسکا جہان نشان دیا تھا
وہین مارا گیا اور اُس سے آگے نہ بڑھا۔

ہماری غرض اس تحریر سے صرف اسقدر ہے کہ دکھائین کہ اصلام مین جو تفریق ہوئی
وہ کیون اور کسکے باعث سے کیونکر اب انتک اسے دیکھتے چلے آتے ہین کہ حضرت سے
ابوبکر و عمر اسلام ظاہری مین داخل ہوئے اسی وقت سے یہ تفریق قائم ہوئی کہ ایک
فریق تو رسول اللہ کو بعض ایک صاحب رائے مانتا ہے نہ وحی کا قائل ہے نہ حکم خدا کا
دوسرا فریق وہ ہے جو خالصاً محلصاً لوجہ اللہ ایمان لاتا ہے کہ جو رسول اللہ کہتے ہونگے
بصدق دل ماننے چنانچہ آپنے دیکھا کیا جب حضرت نے جنگ بدر کے بارہ مین مشورہ
طلب کیا ہے تو ابوبکر و عمر نے کیا رائے دی اور مقداد و سعد بن عبادہ نے کیا رائے
دی خود اون لوگون کا مشورہ اون اخلاص کو تبارہا ہے جو اونکے دل مین تھا۔

تاریخ خمیس مین ہے کہ یہ مشورہ حضرت کا مدینہ مین ہوا ہے نہ اثنار راہ مین جبکہ جب
سپاہان جنگ پہونچ گئے ہین تب یہ مشورہ کیا ہے جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اگر یہ مشورہ
یہ کیا جاتا تو شاید یہ جنگ ہوہی نہین سکتی۔ خداوند عالم نے بھی اسی مصلحت سے یہ نہ
ظاہر کیا کہ پیش آئیگا بلکہ فرمایا ہے اذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انکو کہ تمسے
ایک گروہ کا وعدہ ہے اور اگر وہ کہدیتا کہ تمکو جنگ ہی کرنا پڑیگا تو شاید بہتیرون مخلصین کے
جو سچے دل سے ایمان لائے تھے کوئی نہ نکلتا تو کیا یہان بھی اہلسنت یہی کہینگے کہ خدا
نے تقیہ کیا جو ظاہر بظاہر کہا تاریخ خمیس مین ہے۔

وفی الکشاف وکان رسول اللہ بوادی دفران فنزل جبرئیل وقال ان اللہ

ان اللہ وعدک احدی الطائفتین اما العیر واما قریشا فما ترشا
النبی اصحابہ وقال ما تقولون ان القوم قد خرجوا من مکۃ علی کل
صعب وذلول فالعیر احب الیکم ام النفیر قالوا بل العیر احب الینا من
لقاء العدو وقد تغیر وجہ رسول اللہ ثم رد علیہم فقال ان العیر قد
مضت من ساحل البحر وھذا ابوجہل قد اقبل قالوا یا رسول اللہ م
علیک بالعیر ودع القوم فقام عند غضب النبی ابوبکر فقال واحسن
ثم قام عمر فاحسن ثم قام سعد بن عبادہ فقال انظر امرک فامض
فواللہ لو صرت الی عدن ابین ما یتخلف عنک رجل من الانصار الخ

کشاف مین ہے کہ حضرت وادی دفران مین تھے کہ حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا
خدا وعدہ کرتا ہے ایک گروہ کا یا قافلہ لیکا یا لشکر قریش۔ حضرت نے اصحاب سے مشورہ
کیا کہ کیا کہتے ہو قریش مکہ سے نکل چکے ہین تو لڑنا تمکو پسند ہے یا قافلہ مال سب نے کہا ہمکو قافلہ
زیادہ محبوب ہے یہ نسبت دشمن کے پس حضرت کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپنے اونکی رد مین
فرمایا کہ قافلہ تو جانب ساحل سے نکل گیا اور ابوجہل آپہونچا سب نے کہا لشکر دشمن کو چھوڑیئے
اور قافلہ مال کی طلب مین چلئے حضرت جب غضبناک ہوئے تو ابوبکر کھڑے ہوئے
اور خوب کلام کیا پھر عمر کھڑے ہوئے اور خوب کہا (وہی جو پہلے مذکور ہوا) تب سعد
بن عبادہ کھڑے ہوئے اور کہا حضرت آپ جو حکم دیجئے اور سکو ہم بجالا ئینگے کہا اگر آپ
اعدن کی طرف چلنے کا تو بھی ہمارے انصار سے کوئی پیچھے نہ رہیگا انتہی (عدن ابین
حبش مین ہے)

اب غور فرمایئے انھین صحابہ کی تعریف کی جاتی ہے اونکی شجاعت اور بہادری کی
داد دیجاتی ہے آیا یہ ہمارے طلبگار کہ حضرت کا چہرہ انکے مشورون سے
بگڑ جاتا ہے غصہ بھر آتا ہے اور وحی کہے جاتے ہین کہ دشمنون کو چھوڑیئے اور قافلہ
کے پیچھے چلئے۔ جب حضرت کا غصہ کو تیز ہوتے ہوئے تو ابوبکر کہتے ہین بہ سابک صدق
ان حضرت کا غصہ رہ گیا ہے اور عمر صاحب کہلے نظر ہین کہتے ہین آپ ہمسے کیا طلب کیجئے گا

یہ ایسے ہین کہ کبھی ذلیل ہی نہین ہوئے اور جب سے کفر کیا ایمان ہی نہ لائے۔

مورخین اہلسنت کو داد دینی چاہیے کہ ابوبکر و عمر کے مشورہ کو کس طرح چھپایا ہے اور فقال واحس کا پردہ ڈالا ہے کہ خوب کہا گر شاہ ولی اللہ نے اوس پردہ کو آخر اوٹھا ہی دیا اور لکھدیا کہ ابوبکر نے یہ کہا عمر نے یہ کہا تو کیا یہ تقریرین اونکی اس قابل ہین کہ کوئی ایمان دار اوسکے نسبت کہے فقال واحس افسوس!

تقیہ رسول اللہ جب قریب بدر پہونچے تو حضرت خود تفحص حال کیلئے روانہ ہوئے اور بقول ابن ہشام ابوبکر بھی ساتھ تھے ایک شیخ پر گذر ہوا پوچھا کہ کچھ قریش اور محمد کا حال بھی معلوم ہے اوسنے کہا پہلے بتائیے کون ہین تو حضرت نے کہا تو پہلے بتالے تو ہم بھی بتائینگے اوس نے کہا ہمنے سنا ہے کہ محمد فلان روز مدینہ سے نکلے ہین اگر یہ سچ ہے تو آج فلان جگہ پر ہونگے اور قریش کے نسبت یہ سنا ہے کہ وہ فلان روز چلے ہین تو آج فلان مقام پر ہونگے اوسکے بعد پوچھا اب بتائیے آپ دونون آدمی کون ہین تو حضرت نے فرمایا یا من ماء ایک چشمہ کے رہنے والے ہین یہ کہکر چلے آئے اور وہ کہنے لگا من ماء سے کیا مراد ہے کیا عراق کے رہنے والے ہین۔ صفحہ ۴۲۱

کیا اسکا نام تقیہ نہین ہے کہ ایسے لفظ سے بتا دیا کہ اوسکو نہ معلوم ہوا کیا مراد ہے

لطیفہ اسکے بعد ایک اونٹ پانی لانیکا ملا جسپر دو غلام تھے حضرت نماز پڑھ رہے تھے کہ وہ دونون غلام لائے گئے اون سے پوچھا گیا تو کہا ہم قریش کے غلام ہین اسپر مار پڑنیلگی کیونکہ صحابہ اسکو مکروہ جانتے تھے کہ قریش کی آمد کی خبر معلوم ہو تب اوسنے کہا کہ قافلہ والون سے ہین تو اوسکو چھوڑ دیا۔ حضرت نے بعد نماز فرمایا جب سچ کہا تو تم مارنے لگے جب جھوٹھ کہا تو چھوڑ دیا پھر اون سے قریش کا حال دریافت کیا اور رہا کر دیا صفحہ ۴۲۱

یہ حال تھا اون صحابہ کا جو طمع مال مین ایسے سرشار تھے کہ اس خبر کا سننا بھی گوارا نہ تھا کہ لشکر قریش سے مقابلہ ہو اور اسپر وہ مجاہد کہے جاتے ہین

رسول اللہ پر پانی بند کیا گیا قریش نے چالاکی کرکے اوس چشمہ پر قبضہ کر لیا جو وہان تھا اور مسلمان اوس مقام پر اوترے جو چشمہ سے دور تھا یہانتک کہ اکثرونکو احتلام اور پانی نہ

نہ ملنے سے شیطان نے یہ وسوسہ ڈالا کہ تم کیونکر فتحمند ہو سکتے ہو حالانکہ تمہارے پاس اتنا پانی نہین کہ غسل کرو۔ خدا نے بارش کے ذریعہ سے سیراب کیا کہ زمین بھی سخت ہوگئی اور ان لوگون نے حوضون مین وہ پانی بھر لیا جسکی بشارت قرآن مین ہے وننزل علیکم من السماء ما علیطھرکم۔

جناب امام حسین پر جو پانی بند کیا گیا اسکی ابتدا اسی جنگ بدر سے سمجھنی چاہیے کہ کفار نے حضرت پر اور آپکے اصحاب پر پانی بند کیا تھا اور وہی شقاوت اوس گروہ بنی امیہ کو نصیب ہوئی۔

جنگ بدر غرض حضرت ۱۷ رمضان کو بوقت عشا داخل بدر ہوئے اور صحابہ کی اوس وفاداری کو دیکھا جسکی خبر خدا نے قرآن مین دی ہے کانما یساقون الی الموت وھم ینظرون۔ گویا کہ وہ آنکھون دیکھتے ہوئے موت کی ہانکے جا رہے ہین جس قریش کی عزت کی قسم خلیفہ دوم کھا رہے ہین وہ لڑنے کو نکلے سب سے پہلے اسود بن عبد الاسد مخزومی قسم کھاتا ہوا بڑھا کہ ہم اس حوض سے ضرور پانی پینگے یا اوسکو گرا دینگے یا اوسکے پاس جان دینگے جو حضرت کے اصحاب نے بنایا تھا۔ ادھر سے حضرت حمزہ بڑھے اور ایسا وار کیا کہ نصف قدم اوسکا کٹ گیا حالانکہ ابھی حوض پر نہین پہونچا تھا جب پیر کٹ گیا تو قسم اوتارنے کو وہ حوض پر جھک پڑا اور اوسمین داخل ہوگیا حمزہ نے حوض ہی مین اوسکو ٹھنڈا کیا۔ یہ پہلی شان غیرت تھی قریش کی جسکی قسم عمر کھاتے تھے تب عتبہ بن ربیعہ اور اوسکا بیٹا ولید بن عتبہ اور بھائی شیبہ بن ربیعہ جنگ کو نکلے اور ادھر انصار سے معاذ عوف اور عبد اللہ بن رواحہ جنگ کو بڑھے۔ مگر اون کفار قریشیون نے یہ کہکر ان سے جنگ نہ کیا کہ تم ہمارے برابر نہین ہو ہم تو اپنے بھائی بندونکو چاہتے ہین اور حضرت کو پکار کر کہا ہمارے برابر والونکو بھیجو تب حضرت نے عبیدہ بن الحارث بن عبد المطلب کو بھیجا اور حضرت حمزہ اور جناب امیر کو نہ ابوبکر کو نہ عمر کو لڑائی شروع ہوگئی حضرت حمزہ نے شیبہ کو تو مہلت ہی نہ دی یہانتک کہ وہ واصل بجہنم ہوا۔ اسی طرح جناب امیر نے ولید بن عتبہ کو قتل کیا حضرت عبیدہ اور عتبہ مین رد و بدل

ہوا اور حضرت عبیدہ کے پیر پر اوسکا وار چل گیا جسپر جناب امیرؑ اور حمزہ نے پلٹ کر عتبہ کا کام تمام کیا۔ صفحہ ۴۲۶ خمیس

غرض جس عزت قریش کی قسم خلیفہ دوم کہاتے تھے وہ اسطرح مٹ گئی کہ ستر تو مارے گئے جسمین سے ۳۶ کو جناب امیرؑ نے واصل نار کیا اور ۳۴ کو حضرت حمزہ اور دیگر اصحاب نے مگر افسوس ابوبکر عمر کا نام نہین معلوم ہوتا کہ اونہون نے کسی کافر کو بھی قتل کیا ہو جنکے عزت کی وہ قسم کھاتے تھے۔

قتیل عمر۔ تاریخ خمیس مین ہے کہ عمر نے ایک روز سعید بن عاص سے کہا ہم دیکھتے ہین کہ تیرے دل مین ہماری طرف سے کچھ ہے۔ شاید تو یہ گمان کرتا ہے کہ ہم نے تیرے باپ کو قتل کیا حالانکہ ایسا نہین ہے اور اگر ہم قتل کرتے تو اسکی معذرت بھی نہ کرتے۔ ہم نے تو اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا تھا اور تیرے باپ کے سامنے سے ہم گذر گئے سو دیکھا کہ وہ سانڈہ کی طرح زمین کرید رہا ہے ہم اوسکے پاس سے چلے گئے اور دیکھا کہ اوس کے ابن عم علی بن ابیطالب نے اوسکا قصد کیا اور قتل کر ڈالا صفحہ ۴۲۹ جلد ۲

شکر خدا کہ عمر صاحب کے ہاتھ سے ایک مقتول کا پتہ لگا جو اونکا ماموں تھا شاید اسی کے بدلہ مین رسول اللہ سے یہ فرمائش کی ہو کہ حضرت علیؑ اپنے بھائی عقیل کو قتل کرین اور حضرت حمزہ اپنے بھائی عباس کو کہ بدلہ ہو جائے مگر ہان اس واقعہ مین یہ امر قابل لحاظ ہے کہ عمر نے سعید بن العاص سے کہا ہم دیکھتے ہین ہماری طرف سے تیرے دل مین کچھ ہے کیونکہ تو یہ گمان کرتا ہے کہ ہمنے تیرے باپ کو قتل کیا ہے۔ جس سے عام طور پر صحابہ کا بغض اپنے باپ بھائی کے قاتلون سے ظاہر ہوا۔ تو اب بتایئے یہ بتانا کہ حضرت علیؑ نے تیرے باپ کو قتل کیا کس غرض سے تھا۔

دوسرا امر قابل غور یہ ہے کہ حضرت عمر کس طرح اوس کافر کی تعریف کر رہے ہین کہ ہم نے اوسکو دیکھا کہ وہ مثل سانڈہ کے زمین کرید رہا ہے۔ کیا یہ اوس مقولہ عمر کی تائید نہین کرتا کہ رسول اللہ سے کہا تھا یہ قریش ہین جو کبھی ذلیل نہ ہوئے کہ باوصفیکہ وہ ملعون مارا گیا مگر مرنے پر بھی اوسکی تعریف ہو رہی ہے کہ وہ مثل سانڈہ کے تھا جس

سے حضرت عمر کا بھاگ جانا کوئی تعجب خیز نہین ہے۔ ہان جس سعید بن العاص کو عمر نے بتایا تھا کہ تیرے باپ کے قاتل جناب امیرؑ ہین اوسپر اس جادو کا کیا اثر ہوا استیعاب ابن عبدالبر مکی ملاحظہ ہو صفحہ ۵۵۵ جلد ۲

ولما قتل عثمان لزم سعید بن العاص هذا بیته واعتزل ایام الجمل و صفین فلم یشهد شیئا من تلک الحروب فلما اجتمع الناس علی معاویة واستوثق له الامر ولاه المدینة ثم عزله۔ صفحہ ۵۵۵ جلد دوم

یعنی بعد قتل عثمان اس نے خانہ نشینی اختیار کر لی اور جنگ جمل و صفین مین کسی مین شریک نہ ہوا جب معاویہ کی خلافت جم گئی تو اس نے اوسکی بیعت کی اور مدینہ کا حاکم مقرر ہوا۔

یہ تو ایک مقتول کا حال تھا جسکے انتقام مین جناب امیر کے خلافت سے کنارہ کشی کی وائے بر حال صدہا صحابہ جنکے باپ دادا بھائیونکو جناب امیرؑ نے نصرت اسلام مین قتل کیا تھا اونکے کینہ کشی کی کیا حالت ہوگی۔

اس سعید بن العاص کی خلفائے ثلثہ نے ہمیشہ عزت افزائی کی کیونکہ وہ بنی امیہ سے تھا اور بھی کفار جنگ بدر مین زیادہ مارے گئے تھے۔ چنانچہ حضرت عثمان نے اس کو کاتب قرآن مقرر کیا جو اماتحتی زید بن ثابت کام کرتا۔ اور عبداللہ بن مسعود کو ہمیشہ اسکی شکایت رہی کہ ہمکو اس کام پر نہ مقرر کیا۔ حالانکہ رسول اللہ نے کسقدر تاکید فرمائی تھی کہ قرآن کو بن مسعود سے حاصل کرو۔ پھر بتایئے اس قرآن مین کیسی بے تیر کیسی ہوئی ہوگی۔ استیعاب مین ہے۔ وکان فی سعید تجبر و غلظة و شدة سلطان صفحہ ۵۵۵

یعنی یہ سعید بڑا ہی جابر اور غلیظ تھا اور سلطنت مین نہایت شدید تھا جس سے سمجھ سکتے ہین کہ اسلام پر کیسے لوگون کا قبضہ تھا اور جو کچھ فسادات ہوئے ایسے ہی صحابہ سے جو پیشوائے امت بنائے گئے۔

یہی سعید اس روایت کے راوی ہین کہ ابوبکر حضرت کے پاس آئے تو آپ نے کچھ لحاظ نہ کیا اوسی طرح عائشہ کے چادر مین لیٹے رہے مگر جب عثمان آئے تو حضرت

اوٹھ بیٹھے اور کپڑہ درست کرکے بیٹھے جسپر عائشہ نے پوچھا ہی تو حضرت نے فرمایا عثمان حیادار آدمی ہین۔

جس سے جہان اس حدیث کی وضعیت ظاہر ہوئی وہان یہ بھی کہ ابوبکر عمر مین حیا نہ تھی۔

جس عاص بن ہشام بن مغیرہ کے قتل پر خلیفہ دوم مفاخرت کرتے ہین کہ اپنے ماموں کو قتل کیا اوسکے بارہ مین مفتی سید احمد دحلان زینی شافعی مفتی مکہ سیرۃ نبویہ مین لکھتے ہین کہ اسکو ابولہب نے اپنے عوض بھیجا تھا کیونکہ ابولہب کا چار ہزار قرض اوس پر تھا جس سے وہ بالکل فقیر ہوگیا تھا لہذا ابولہب نے اوسکو اپنے معاوضہ پر مجبور کیا کہ اگر جائیگا تو قرض معاف کردینگے چنانچہ وہ آیا اور نہ معلوم کیونکر عمر صاحب نے اوسکو قتل کردیا ص۳۹۵ جلد اول

کیونکہ جو آدمی مدیون و نادار ہوتا ہے وہ تو خود ہی اپنے زیست سے مایوس ہوتا ہے مورخین المسنت نے جہان یہ احسان کیا ہے کہ حضرت عمر کے نام پر ایک قتیل کا نام لکھدیا وہان یہ بھی کیا کہ یہ کارگذاری تھا عمر کی نہ تھی چنانچہ لوسی تاریخ خمیس مین ہے وقال العاص بن ھشام بن المغیرۃ ابن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم قتلہ عمر بن الخطاب و یزید بن عبد اللہ حلیف لھم من بنی تیم یعنی کہ عاص بن ہشام بن مغیرہ کو عمر بن الخطاب اور یزید نے ملکر قتل کیا جو اوسکا حلیف تھا بنی تیم سے۔ سیرۃ ابن اسحاق ص۴۲۱ جلد ا

عبد الرحمان بن عوف چونکہ اس تحریر سے مقصود یہ ہے کہ اس جنگ بدر مین صحابہ المسنت کے حالات کیسے تھے جس سے معلوم ہو کہ بعد وفات رسول اس طرح کا انقلاب آنا ضروری تھا اسلئے یہ بیان کرنا بھی سے خالی نہ ہوگا۔

عبد الرحمان بن عوف کہتے ہین کہ امیہ بن خلف قریشی ہمارا دوست تھا اور ہمارا نام زمانہ جاہلیت مین عبد عمر تھا جسکو بدر کے دن مین نے عبد الرحمان نام رکھا تو علوی کے نام سے پکارا کرتا اور ہم جواب نہ دیتے تو کہتا کہ ہم رحمان کو نہین جانتے لہذا اس نام سے ہمین پکارا

سکتے۔ آخر میرا ئے قرار پائی کہ عبد اللہ کے نام سے پکارا کرے۔

جنگ بدر مین ہی خلف بن امیہ کو عبد الرحمان بن عوف سے علاقات ہوئی اوسنے کہا ان ذرہون سے تمکو کیا فائدہ ہوگا کیونکر چند زرہین حاصل کی ہین۔ تمکو اور ہمارے بیٹے کو گرفتار کرو سنا ہے تمہارے لے گا یہ وفاداری اوسس کافر کی ہے۔ عبد الرحمان نے باپ بیٹے کا ہاتھ پکڑ لیا اور لے چلے جاتے تھے کہ حضرت بلال نے دیکھ لیا جن پر ہی خلف بن امیہ ترک اسلام کیلئے نہایت سختی کرتا تھا جلتی دھوپ مین گرم پتھر پر ان کو لٹاتا اور گرم پتھر سینہ پر رکھتا کہ جب تک اسلام کو نہ چھوڑو گے اس عذاب مین مبتلا رہوگے اور ہمیشہ احد احد کہا کرتے۔

بلال نے جو اوس کافر کو اس حیثیت سے دیکھا کہ وہ عبد الرحمان کے حمایت مین جارہا ہے مسلمانون کو آواز دی کہ دیکھو یہ کافر امیہ بن خلف بچا جاتا ہے سب ٹوٹ پڑے اور نہایت عنقا ہی سے دونون باپ بیٹے کو واصل جہنم کیا جسپر عبد الرحمان کہا کرتے رحم اللہ بلالا فجعنی ذراعی وفقدی باسیوی ص۴۲۰

خدا رحم کرے بلال پر کہ ہماری زرہین بھی گئین اور ہمارے اسیرون کے وجہ سے ہمکو دردسر مین مبتلا کیا اب فرمائیے یہ موقع شکر خدا کا تھا یا اس شکوہ کا کہ دو کافر مارے گئے جن سے وہ ہمارا نفع ہوتا جو ان کے فدیہ کے بدولت متصور تھا ہی اسلام تھا ان لوگون کا کہ جو کام تھا دنیاداری کا سیرۃ حلبیہ مین ہے کہ بلال نے جب انصار کو آواز دی ہے اور وہ بنیت قتل آئے ہین تو عبد الرحمان نے کہا برک فالقیت فضی علیہ لا منعہ ص۴۰۰ جلد ۲

زمین پر مُہ جاؤ ہم نے اپنے کو اوسکے اوپر ڈالدیا کہ بچا ہین مگر انصار نے نہ مانا ہمارے نیچے سے اوسکو مار ڈالا چنانچہ ایک تلوار ہمارے پیر پر بھی پڑی اسپر یہ لوگ اسلام کے غذائی کو مبتلا ہین حالانکہ یہ محبت ان کے دونون بہری تھی۔

سعد بن ابی وقاص کا بیان ہے کہ ہم نے اپنے بلال کو قتل کیا اور اوسکے تلوار کو سے لیا جو نہایت پسند تھی اور خدمت رسول مین لائے اور کہا کہ یہ تلوار ہمکو ہے۔ حضرت نے فرمایا نہین یہ تیرا حق نہین ہے جہان بلال غنیمت جمع ہو رہا ہے اوسس مین لے جاکر ڈالدو نظر جیۃ دلیا کما علیہ اکا اللہ تعد من قتل دخی واخذ السیلف عنی ص۴۰۰ جلد ۲ مطالعہ فرمائین۔

چنانچہ ہم نے ڈال دیا اب خدا ہی جانتا ہے کہ ہم کو اس سے کسقدر صدمہ ہوا کہ بھائی بھی مارا گیا اور تلوار بھی نہ ملی۔

اب غور فرمائیے یہ کیسے سچے مسلمان ہو سکتے ہیں جو قتل کافر اور تلوار کے نہ ملنے سے اسقدر رنجیدہ ہوئے۔ یہی تو وجہ ہے کہ یہ سب صحابہ جناب امیرؑ کے مخالف تھے جنکو رسول نے اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا اور حضرت اوسی طرح تقسیم بالسویہ کرتے جو تعلیم رسول اللہ تھی اور اسی کو عمر نے سب سے زیادہ برہم کیا۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہاں ایک ایسی فہرست پیش کریں جس سے معلوم ہو کہ جناب امیرؑ اور حضرت حمزہ نے کتنے کافروں کو قتل کیا اور مہاجرین و انصار نے کن کن کافروں کو جس سے عمر صاحب کے اوس قول کی تصدیق ہو جائے کہ یہ قریش ہیں اور اونکی عزت جو کبھی ذلیل نہیں ہوئی۔

مختصر فہرست مقتولین جناب امیر المومنینؑ

(۱) حنظلہ بن ابی سفیان برادر معویہ	جناب امیرؑ و حمزہ و زید سیرۃ ابن ہشام ص ۴۱۱
(۲) عاص بن سعید بن العاص بن امیہ	جناب امیر علیہ السلام
(۳) عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ	جناب امیر علیہ السلام
(۴) عتبہ بن ربیعہ بن عبد الشمس	جناب امیرؑ و حمزہ و عبیدہ اور پہلی جنگ تھی جسمیں حضرت عبیدہ شہید ہوئے اور جناب امیرؑ و حمزہ نے اس ملعون کا کام تمام کیا
(۵) ولید بن عتبہ بن ربیعہ	صرف جناب امیر علیہ السلام
(۶) شیبہ بن ربیعہ	حضرت حمزہ تنہا (یہ تین آدمی ایک ساتھ لڑنے آئے تھے)
(۷) عامر بن عبد اللہ حلیف بنی امیہ	جناب امیر علیہ السلام
(۸) طعیمہ بن عدی بن نوفل	جناب امیرؑ بروایت حمزہ
(۹) ربیعہ بن المطلب بن اسد	جناب امیرؑ و حضرت حمزہ
(۱۰) عقیل بن الاسود بن مطلب	جناب امیرؑ و حضرت حمزہ
(۱۱) نوفل بن خویلد بن اسد	

(۱۲) ابو بکر و طلحہ کو بعد اسلام ایک رسی میں باندھا کرتا جس سے وہ قبر میں کھلے گئے

(۱۲) نضر بن حرث بن [illegible] ابن علقمہ بن عبد مناف بن عبد الدار	جناب امیر علیہ السلام
(۱۳) عمیر بن عثمان بن عمرو بن کعب	جناب امیر علیہ السلام
(۱۴) حرملہ بن عمر حلیف	جناب امیر علیہ السلام
(۱۵) مسعود بن ابی امیہ بن مغیرہ	جناب امیر علیہ السلام
(۱۶) ابو قیس بن ولید بن مغیرہ	جناب امیرؑ و حمزہ
(۱۷) ابو قیس بن فاکہ بن مغیرہ	جناب امیر علیہ السلام
(۱۸) عبد اللہ بن منذر بن ابی رفاعہ	جناب امیر علیہ السلام
(۱۹) اسود بن عبد الاسد	حضرت حمزہ
(۲۰) حاجب بن سائب	جناب امیر علیہ السلام
(۲۱) عاص بن منبہ بن حجاج	جناب امیر علیہ السلام
(۲۲) نبیہ بن الحجاج	حضرت حمزہ
(۲۳) ابو العاص بن قیس بن عدی بن سعد	جناب امیر علیہ السلام
(۲۴) اویس بن معبد بن لوذان	جناب امیر علیہ السلام
(۲۵) معاویہ بن عاص	جناب امیر علیہ السلام
(۲۶) عامر بن سائب بن عویمر	اسیر ہو کر مرا زخم حضرت حمزہ سے

اب ایک نقشہ اون مقتولین کا بھی دکھاتے ہیں جنکو مہاجرین اور انصار نے قتل کیا تاکہ معلوم ہو مہاجرین کے کارنمایاں کیسے ہیں۔

مقتولین مہاجرین

(۱) عامر بن حضرمی	عمار یاسر مہاجر
(۲) عبیدہ بن سعید بن عاص بن عبد شمس	زبیر
(۳) حرث بن زمعہ	عمار یاسر
(۴) ابو البختری عاص بن ہشام	مجذر بن زیاد دہلوی

(۵) سعید بن العاص	بلال
(۶) زید حلیف بنی عبدالدار	عقبہ ابن
(۷) عثمان بن مالک	صہیب ابن سنان
(۸) عاص بن ہشام بن مغیرہ خال عمر	عمرو بن عبداللہ
(۹) بنی نوفل بن نجیم مرد شجاع تھا	عمار یاسر
(۱۰) منذر بن ابی رافع	معن بن عدی
(۱۱) عمر بن سفیان	یزید بن رقیش
(۱۲) منبہ بن حجاج	ابوالیسر اخو بنی سلمہ
(۱۳) عاصم بن ابی عوف	ابوالیسر اخو بنی سلمہ
(۱۴) علی بن امیہ	عمار یاسر
(۱۵) حذیفہ بن ابی حذیفہ	سعد بن ابی وقاص
(۱۶) ہشام بن ابی حذیفہ	صہیب بن سنان
(۱۷) زہیر بن ابی رفاعہ	ابواسید مالک ابن ربیعہ
(۱۸) سائب بن ابی رفاعہ	عبدالرحمن بن عوف

مقتولین انصار

(۱) حرث بن حضرمی	نعمان بن عصر حلیف اوس
(۲) عمر بن ابی عمیر	سالم مولی ابوحذیفہ
(۳) حرث بن عامر بن نوفل	حبیب بن اساف خزرجی
(۴) ابوجہل	معاذ بن عمر و معوذ بن عفرا بنو نجار
(۵) رفاعہ بن ابی رفاعہ	سعد بن ربیع خزرجی
(۶) عبیدہ بن سائب	نعمان بن مالک نوفل
(۷) عمیر بن سفیان	ابوہبیرہ بن نیار ایک انصاری
(۸) ابی بن خلف	خالد و اساس
(۹) معبد بن وہب	

بن خنیس ہیں ہے قال ابن اسحٰق فجمیع من قتلنا من قتلی قریش یوم بدر ستون

رجلا ۷۰ ۴۵

کرنے والے کہتے ہیں جتنے لوگ گنے گئے ہیں مقتولان قریش سے وہ پچاس ہیں مگر ابن ہشام

کہتے ہیں کہ ابن عباس و سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ ستر تھے۔

اور اس مردم شمار سے ۱۴ آدمی تو وہ ہیں جنکو حباب میر نے قتل کیا اور ۱۰ آدمی کو دیگر مہاجرین

نے اور ۵ آدمیوں کو انصار سے جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ناصرین کون ہے اور مہاجرین و

انصار کے نسبت یہ دعوی کہاں تک رہتا ہے کہ وہ لوگ انصار دین تھے اور بروایت ابن شہر آشوب

۴۸ کافر تھے جو دست حق پرست حباب امیر سے واصل جہنم ہوئے۔

بنای عریش ۔ سعد بن معاذ نے جو قبیلہ اوس کے سردار تھے عرض کیا یا حضرت اگر

فرمائیے آپ کے لئے عریش جائین (سایہ دار مقام) جسمین آپ تشریف رکھین اور سواریان سب آپ

کے پاس ہین کہ اگر خدانخواستہ جنگ کا رنگ میدان جنگ ہو جائے تو آپ سوار ہو کر مدینہ تشریف

لیجائین کہ جو انصار اس خیال سے نہین آئے ہین کہ جنگ نہ ہوگی وہ آپ کے امداد و نصرت مین کسیطرح

ہم سے کم نہین ہین۔ حضرت نے قبول فرمایا اور ایک اونچے میدان پر عریش تیار ہوا جسکی حفاظت مین

سعد بن معاذ اور دوسرے لوگ انصار سے مشغول ہوئے۔ ابوبکر ہی تھے۔

حضرت حالت جنگ ہی ملاحظہ کرتے اور دعا بھی کرتے (سعد الحاح و زاری مین آپ

مشغول تھے کہ ردائے مبارک دوش سے گر گئی۔ ابوبکر نے کہا حسبک یا رسول اللہ بمنہ شد قاصد

رجاف خان۔ ۱۲ منجزلک ما وعدک ۱۲ مدارج النبوۃ

خدا سے الحاح و زاری کو چھوڑ ہی دیجئے کہ وہ تو اپنا وعدہ پورا کریگا۔ اس سے جو جان کی حالت تھی

ابوبکر کی وہ تو ظاہر ہے مگر علمائے اہلسنت کو یہان بڑی پریشانی ہے کہ انکا ایمان کہان سے

ایسا ہو گیا کہ وعدہ خدا پر ایسا بھروسہ آگیا اور رسول کا ایمان ایسا کمزور رہتا کہ گڑگڑاتے

ہین اور ابوبکر آپ کو تسکین دیتے ہین کہ خدا تو ضرور وعدہ پورا کریگا۔

مدارج النبوۃ مین ہے کہ ممکن آورد اندکہ چگونہ روا باشد کہ اقدام کند ابوبکر بامر کردن آنحضرت

را جاز دانستن از راہ اجتہاد و الحاح در دعا و سوال و تقویت کند رجائی او و تثبیت خاطر عاطر او

حال مگر مقام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم احمد وارفع واجل واعلا است وتعین وی ازہمہ متعین
ہمہ است ص ۱۳

مگر اس کا حال اس حدیث سے بخوبی معلوم ہوتا ہے جو ازالۃ الخفا حصہ اول میں منقول ہے حضرت
قال واخرج فی کیف بن ابی سلیمان عن ابی وائل عن خذیفۃ بن الیمان عن ابی بکر ما حضر
ت حذیفۃ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم سمع ابی بکر وما حدثہ ایاہ ابو بکر عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم قال الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل قال بلی یا رسول
اللہ ؟ الشرک الا من عبد من دون اللہ او صادی مع اللہ قال تکلتک امک یا ابن
الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل الا اخبرک بقول یذھب صغارہ وکبیرہ
وقال صغیرہ وکبیرہ قال بلی قال تقول کل یوم ثلث مرات اللھم انی اعوذ بک
ان اشرک بک وانا اعلم واستغفرک لما لا اعلم والشرک ان تقول اعطانی اللہ
فلان والا ان تقول ولا فلان فتلقی فلان۔

اور دوسری روایت میں ہے فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ
الشرک اخفی من دبیب النمل ۔ ص ۱۹۹

یعنی حضرت حذیفہ ابوبکر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے ابوبکر سے فرمایا شرک تم لوگوں
میں چیونٹی کے چال سے بھی زیادہ مخفی ہے ابوبکر نے کہا شرک ہی نہ ہے کہ خدا کے سوا کسی
دوسرے کو پکاریں یا خدا کے ساتھ کسی دوسرے کو پکاریں ۔ حضرت نے کہا تجھ پر رونے
رونے والیاں ۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت نے فرمایا قسم اس کی جس کے قبضہ قدرت
میں میری جان ہے کہ شرک تم لوگوں میں چیونٹی کے چال سے بھی زیادہ مخفی ہے ہر دو تین
مرتبہ کہا کہ خدایا ہم پناہ مانگتے ہیں اس سے کہ شرک کریں تیرے ساتھ

تو اب اشکال کے دفعیہ میں کوئی عذر نہیں رہا کہ ابوبکر نے جو کہا تھا یا حضرت، لوح وقاری
کو چھوڑیے اسی بنا پر ہمارا قسم رسول کے ساتھ شرک انہیں مخفی تھا۔ ورنہ کوئی مسلمان
ایسی لغو بات کہہ سکتا ہے کہ یا حضرت آپ خواہ مخواہ کیجئے حالانکہ یہ وہ موقع دعا تھا
کہ اس سے بڑھکر کوئی موقع ہو نہیں سکتا ہے کہ تین سو تیرہ آدمی ایک ہزار پانچ سو سے

جہاد کر رہے ہیں

مگر جناب امیر کے حال میں لکھا ہے کہ قتل کیا ہرمز و جرد و ہاربی گلام ہرمز حضرت امیر رضی اللہ
سید دوم اور اکہ میفرمود در سجدہ یا حی یا قیوم برحمتک استغیث ص ۱۱۳

مگر اس روایت سے نہیں معلوم ہوتا کہ ابوبکر زیادہ دعا کی یاد کی ہو جو حضرت عمر اس روز فرما رہے تھے۔

فقد اسیری ۔ الحمد للہ کہ وہ لڑائی بدر کی فتح ہوئی جس کے خلاف حضرت عمر اڑ رہے تھے۔ والغفو عین
حضور کو دیا تھا اور ایسی دولت و دولت کو نصیب ہوئی کہ ہمیشہ کو دشمن سر غرور نیچا ہوا اور تمام دنیا میں اسلام
لڑ پڑا ۔ آدمی بڑی بڑی مہمات کو سر کرتے تو ہار گئے اور اسی قدر لوگ ایسے تھے جس اسلام کو بڑی قوت ملی۔
اب پہلا سوال قابل یہ کہ ابوبکر و عمر اپنے اختلاف رائے کو پیش کریں چنانچہ ابوبکر نے تو یہ رائے دی کہ قتل نہ کئے
جائیں بلکہ بسبب فدیہ لیکر چھوڑ دیئے جائیں کہ اس سے مال ہاتھ آئیگا جو حرب تقویت ہوگا۔ عمر نے اس رائے
سے بڑی مخالفت کی اور کہا کہ سب کو قتل کرنا چاہئے فلاں فلاں بزرگ مسلمان کو دیا جائے اور حضرت عقیل جناب امیر
کے بڑی مخالفت کی اور کہا کہ سب کو قتل کرنا چاہئے فلاں فلاں بزرگ مسلمان کو دیا جائے اور حضرت عقیل جناب امیر
کو اور حضرت عباس حضرت حمزہ کو کہ ان سب کو قتل کر دو ۔ ۱۲

اس واقعہ پر اہل سنت کو بڑا ناز ہے کہ حضرت عمر کی رائے میں ایسی حرارت تھی کہ رائے دیا کہ پیغمبر کے چچا
کو قتل کرے یہ ایسا واقعہ ہے جو سراسر تعلیم رسول کے خلاف ہے کیونکہ حضرت کی تعلیم ابتدا سے یہی رہی کہ
نرمی خاص عزیزوں کو قتل کیا جائے حضرت عباس و عقیل کو نسبت پہلے ہی بار حکم دیا تھا کہ انکو اگر کوئی پائے
تو قتل کرے کیونکہ وہ جبراً لڑائی میں لگائے گئے ہیں ۔ بروایت خمیس خود ابوبکر نے اپنے بیٹے عبدالرحمن کی بڑی
چاہا پر رسول اللہ نے منع کیا ۔ ابوالبختری کو قتل ہی کی ممانعت کی مگر اوس کی اسیری نہ قبول کیا ۔ اگر یہ ۱۲ ہم
اسیطرح ابوحذیفہ کو بھی منع کیا کہ اپنے باپ کو نہ قتل کریں پھر ایسے رسول کریم کو یہ مشورہ دینا کہ ان
اسیر کو قتل کریں کیسی غلطت و فظاعت ہے۔

حضرات ۔ اہلسنت کی پیدائش چونکہ خلیفہ دوم کی اصلاح و مشورہ سے ہوئی جنھوں نے رسول کے حکم بلکہ
الکم کتاب اللہ تعالیٰ کی مقابلہ میں صاف کتاب اللہ کا نعرہ بلند کیا ۔ اسی کی اس رائے کی بنا پر جو
عمر نے دی تھی کہ سب کو قتل کر دینا چاہئے جیسا کہا جاتا ہے کہ اگر عذاب نازل ہوتا اور رسول اللہ بھی جو
بچ جاتے سب اوں کو گوارا ہے۔

مگر افسوس ہے کہ انکو نہیں معلوم کہ صحابہ میں ایسے بھی بزرگ تھے جو عمر سے بھی زیادہ تیز تھے چنانچہ
حضرت [illegible] کہ سعد کو پیش کیا ہے کہ

ان اسیروں کے ساتھ کیا کرنا چاہیے تو مناسب یہ تھا کہ کہتے جبکہ جہاد بحکم خدا کیا ہے اور خدا نے ایسی فتح دی تو ہمکو گون سے مشورہ کی کیا ضرورت ہے جو حکم خدا ہو اوسکی تعمیل فرمائیے مگر کہان ایسے مومن تھے جو سمجھتے یہ سب فتح نصرت بحکم خدا ہے۔ جھٹ ابوبکر صاحب بولے کہ یہ لوگ آپ کے قوم قبیلہ سے ہین ان سے فدیہ لے لیجئے کہ اس سے ہمکو گون کو قوت حاصل ہوگی اور شاید یہ لوگ توبہ بھی کرین۔ عبداللہ بن رواحہ نے کہا بہتر ہے کہ ان لوگو نکو ایسے جہاڑی مین ڈال دیجئے جہان لکڑی زیادہ ہو اور آگ لگا دیجئے کہ سب اوسمین جل جائین۔ عمر ابن الخطاب نے کہا سب کو قتل کر ڈالیے ہمکو فلان قرابت مند ہمارا دیجئے اور حضرت عباس و عقیل کو عوض حضرت حمزہ و جناب امیر کے کہ قتل کر ڈالین۔

قابل غور یہ ہے کہ جتنے مجاہدین فی سبیل اللہ مین اونمین سے کسی کی رائے نہین دکھائی گئی نہ جناب امیر کی کوئی رائے ہے نہ حضرت حمزہ کی نہ حضرت عمار کی کوئی رائے ہے نہ حضرت مقداد کی حالانکہ یہی لوگ سب سے بڑے فاتح ہین۔ بلکہ صرف اون لوگو نکی رائے ہے جو صرف سواد لشکر بڑہانے والے ہین اور وہی لوگ ہین جنکی رائے شروع جنگ سے خلاف رہی۔

حضرت ابوبکر کی رائے تو ظاہر ہے کہ کیسی حیرانی تھی دنیا کے لیذا یہ رائے دیا۔ اور عمر صاحب وہی ہین جو ابتدا سے عزت قریش کی قسم کہا رہے ہین اور اس رائے سے چاہتے ہین کہ حضرت کی وہ قوت بھی جاتی رہے جو خاندانی حیثیت سے حاصل تھی کیونکہ حضرت عبیدہ اسی جنگ مین شہید ہو چکے ہین حضرت عباس و عقیل اسطرح مر جائے ہین تو اب باقی کون رہتا ہے۔ جناب امیر و حضرت حمزہ جو اس کے بعد جنگ بدر مین شہید ہوئے۔ حضرت جعفر حبشہ مین ہین نہ معلوم کب تک آئینگے لہذا عمر نے اس رائے سے چاہا کہ اور بھی حضرت کے قوت کو کمزور کر دین۔

بہرحال اس زمانہ کے اہلسنت والجماعت حضرات عمر کو بہت اچھے ہین گردانتے ہین کہ ایسے صواب رائے مین یہ گفتگو دہی تھی فقال ناس یاخذ بقول ابی بکر وقال ناس یاخذ بقول عمر (ابن رواحہ تاریخ خمیس ص۴۴۳)

کہ کچھ لوگ کہتے تھے حضرت ابوبکر کے رائے پر عمل کرینگے اور بعض لوگ کہتے تھے عبداللہ بن رواحہ کے رائے پر یعنی عمر کی رائے کا کوئی وزن نہین چنانچہ خود عمر کہتے ہین قال عمر فھوی رسول اللہ ما قال ابوبکر ولم یھو ما قلت یعنی جو کچھ ابوبکر نے کہا تھا حضرت نے اوسی کو پسند کیا اور ہماری رائے پر نہ عمل کیا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ فدیہ لیا گیا اور سب قیدی رہا ہوئے اور دوسرے سال اس کا یہ بدلہ لیا گیا کہ جنگ احد مین ستر صحابی شہید ہوئے۔ جداونکے جو جنگ بدر مین اسیر ہوئے تھے اور مسلمانون کو نہایت ملی اور خداوند عالم کا عتاب ہوا۔

غرض اس جنگ بدر نے جہان کفار کا منصوبہ جنگ مین ملایا اور عمر صاحب کے اس قسم کی حقیقت کو دکھایا جو عزت قریش کی قسم کھاتے ہین۔ وہان منافقین کے راز کو بھی منکشف کیا اور بتایا کہ ان لوگون کی نیت کسکی طرح صاف نہ تھی اسلیے حضرت کو فدیہ پر بھی عتاب ہوا کہ اصلی نیت انکی اس سے یہ تھی کہ مال دنیا ہاتھ آئے کیونکہ ایک ہزار سے لیکر چار ہزار تک حسب حیثیت فدیہ لیا گیا تھا چنانچہ خداوند عالم نے سورہ انفال مین پوری توضیح سے اس واقعہ کو ظاہر کیا ہے۔

قصہ قلیب بدر الحمد للہ کہ جنگ بدر نہایت شاندار سے فتح ہوئی اور حضرت عمر نے اپنے اوس قسم کا نتیجہ دیکھ لیا جس سے رسول اللہ کو ڈرایا کرتے کہ قریش مین اور اونکی عزت جو پہلے تھی اسطرح حضرت کو ڈراتے اور آخر وقت مین یہ کوشش کیا کہ بنی ہاشم جو بچ گئے ہین وہ قتل کر دیے جائین مگر خدا نے انکے آرزو کو بھی ڈبو دیا اب وہ وقت آیا کہ حضرت منظر و منصوبہ ہو کر مدینہ سورہ تشریف لیجائین توبہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت عمیر بن عدی نے جو نابینا تھے عصما بنت مروان کو جو بنی امیہ بن زید سے تھی سب کو قتل کر دیا کیونکہ وہ حضرت کی ہجو کیا کرتی (اسد الغابہ عمیر بن عدی)

یہ نذر کیا کہ اگر حضرت اس جنگ سے صحیح و سالم معاودت فرمائین گے تو اس ملعون کو قتل کرینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ قتل کرکے حضرت کے ساتھ نماز صبح مین شریک ہوا تو حضرت نے فرمایا من احب منکم ان ینظر الی رجل فی نصرہ اللہ و رسولہ لینظر الی عمیر بن عدی فقال عمر انی ھذا لاعمی بات فی طاعۃ اللہ و رسولہ قال نعم یا عمر فانہ بصیر او کما قال۔ تاریخ خمیس صفحہ ۴۵۰ جلد اول۔

جو چاہتا ہے کہ اوس شخص کو دیکھے نصرت خدا و رسول مین شب بسر کیا تو چاہئے کہ عمیر بن عدی کے طرف نظر کرے۔ عمر نے کہا کیا آپ اس اندھے کے بارے مین فرماتے ہین کہ اس نے طاعت خدا مین شب بسر کی تو حضرت نے فرمایا چپ رہو اے عمر اسکو اندھا نہ سمجھو یہ شخص بینا ہے۔

اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر کے دل مین عزت قریش کیسی گھسی ہوتی تھی کہ حضرت تو اس جان نثار صحابی کی تعریف کر رہے ہین کہ اس نے ایسا کام کیا۔ اور عمر صاحب اوسکی تحقیر کرتے ہین کہ یہ اندھا کب اس قابل ہے کہ کہا جائے اس نے نصرت خدا و رسول مین شب بسر کی ہے۔

غرض جب حضرت اس جنگ مین ہر طرح مظفر و منصور ہوئے تو آپنے حکم دیا کفار قریش کے نجس لاشون کو اس کوئین مین والدین جو قلیب بدر کہا جاتا تھا جب اس مہم سے فراغت ہوئی اور حضرت نے مدینہ منورہ کی طرف قصد مراجعت کیا تو اوس گڑھے پر آئے جسمین کفار قریش کے لاشے والے گئے تھے تو آپنے نام لیکر سب کو پکارنا شروع کیا اور فرمایا کہو تم کیسے بدترین قبیلہ تھے کہ تمنے ہماری تکذیب کی حالانکہ سب نے تصدیق کی تمنے ہمکو وطن سے نکالا اور لوگون نے پناہ دی تمنے ہم سے جنگ کیا حالانکہ لوگون نے ہماری نصرت کی فھل وجدتم ما وعد اللہ و رسولہ حقا فانی وجدت ما وعدنی اللہ حقا تو کیا تمنے اپنے کثرت کا نتیجہ پایا کیونکہ ہمسے جو خدا نے وعدہ کیا تھا اوسکو تو پورا پایا۔

حضرت کا یہ کہنا تھا کہ عمر صاحب کی رگ حمیت جوش آئی اور قریش کی وہ عزت

جو اونکے دل مین تھی اوبھر آئی فقال عمر یا رسول اللہ کیف تکلم اجساد الارواح فیھا وفی روایۃ اجساد قد جیفوا وفی لفظ قد جیفوا فقال ما انتم باسمع وفی روایۃ لا تسمع لما اقول منھم وفی روایۃ لقد سمعوا ما قلت غیر انھم لا یستطیعون ان یردوا شیئا صفحہ ۱۸۰ حلبیہ جلد ۲۔

عمر نے کہا یا رسول اللہ آپ کیونکر ایسے مردون سے کلام کرتے ہین جنمین ارواح نہین یا مردہ ہین گندہ ہوگئے حضرت نے فرمایا تم اون لوگون سے زیادہ نہین سن سکتے یا وہ زیادہ سننے والے ہین ہمارے قول کے اور بروایتے فرمایا کہ اونہون نے سنا جو کچھ ہمنے کہا مگر اسکی قدرت نہین رکھتے کہ وہ جواب دے سکین۔

غرض حضرت نے تصریح سے فرمایا عمر کو کہ تم ان کافرون سے جو مارے گئے زیادہ سننے والے نہین ہو۔ مگر افسوس اسپر ایمان نہین لایا جاتا اور وہی سزا لایا جاتا ہے کہ یہ لوگ بڑے فرمانبردار اور مطیع رسول تھے۔

عام طور سے تو سنیون کا یہی دعویٰ ہے کہ عبداللہ بن سبا یہودی پہلا شخص ہے جس نے جناب امیر کے وصایت کو ظاہر کیا۔ اور اوس سے اسلام مین یہ تفریق پیدا ہوئی مگر اسپر نہین غور کیا جاتا کہ جو کچھ فساد ہوا وہ حضرت عمر اور اونکے ہمراہیون کے بدولت جنھون نے اسلام کو ٹکڑہ ٹکڑہ کر دیا کیونکہ آجتک یہ مسئلہ معرکہ آرا بنا ہوا ہے کہ مردہ سن سکتے ہین یا نہین۔ اونکو پکارنا جایز ہے یا نہین حنفی عام طور سے جواب کے قائل ہین اور وہابی یعنی اہلحدیث بالکل منکر ہین۔ یہانتک کہ اب یہ نوبت پہونچی ہے کہ بعد تشہد جو السلام علیک ایھا النبی کہا جاتا ہے وہ بھی چھوڑا جاتا ہے جسپر ہمکو وہی فقرہ یاد پڑتا ہے جو جناب امام حسین نے بخطاب عمر بن سعد کہا تھا یا ابن سعد انسیت شرایع الاسلام یعنی اے کمبخت کیا تو نے شریعت اسلام کو بھی بھلا دیا کیونکہ نماز کے احکام سب کو معلوم ہین نماز کا خاتمہ السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ پر ہوتا ہے۔ مگر چونکہ اس مین خطاب ہے رسول اللہ سے اور حضرت کا انتقال ہو چکا ہے جس سے حنفی عمل کرتے ہین کہ اگر مطلب

خطاب اموات سے ناجایز ہوتا تو یہ کیون کہا جاتا لہذا وہابیون نے اس سلام کو بھی بدل دیا اور بجائے السلام علیک ایہا النبی یہ ایجاد کیا کہ السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنا چاہیے۔ ؎

چونکہ اس مسئلہ کی تحقیقات آج کل اخبار اہلحدیث مین بڑے زور شور سے ہو رہی ہے لہذا پہلے ۳۴ مورخہ ۲۳ جون ۱۹۲۲ء نقل کرتے ہین جو سرامد اہلحدیث کا لکھا ہوا ہے

تشہد مین ایہا النبی

(از مولانا ابراہیم سیالکوٹی)

اخبار اہلحدیث مورخہ ۱ جون سنہ رواں مین زیر عنوان چودہوین صدی کے بریلوی حنفی کے ضمن مین سید محمد امین صاحب اندرابی حنفی (عرف عام) وکیل عدالت لاہور کے رسالہ امین المشتاقین الی حیات سید المرسلین کے صفحہ ۲۰ مین سے یہ عبارت نقل کیگئی ہے۔

"اس فقرہ (السلام علیک ایہا النبی) کو نماز مین زمانہ حیات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آجتک خلفاء مہاجرین انصار تابعین تبع تابعین تمام اولیاء کرام صلحائے عظام وعلمائے ہمام نے پڑھا ہے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاحب الحیواۃ بلکہ حاضر وناظر ہر جگہ خیال نہ کئے جاتے اور یہ اعتقاد درست نہ سمجھا جاتا تو کیون اسکی ترمیم نہ کی جاتی۔ اور اس طرح پڑھا جاتا کہ السلام علی النبی بجائے ایہا النبی کے

جن صاحب نے وکیل صاحب کی یہ عبارت تردیداً نقل کی ہے۔ انھون نے اسکی تردید مین صرف اسی امر کو کافی سمجھا ہے کہ وکیل صاحب کا یہ نتیجہ اصول مسلمہ اسلام کے برخلاف ہے اور یہود ونصاری کیطرح دین مین غلو ہے جو بالکل درست ہے لیکن چونکہ وکیل صاحب ممدوح اس کو اسلام وایمان جانتے ہین۔ اسلئے نزاع باقی رہیگی۔ بہتر ہے کہ ہم وکیل صاحب کا مطالبہ پورا کردین کہ آنحضرت صلعم کی وفات شریف کے بعد بعض صحابہ ایہا النبی کی بجائے علی النبی کہنے کے قائل تھے جیسا کہ وکیل صاحب کی خواہش ہے کہ ایسا کیون نہوا۔ اور جنھون نے اس لفظ کو نہین بدلا ان کا خیال وکیل صاحب کی طرح ایسا نہین تھا کہ (معاذ اللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہین اسلئے

پھر افسوس ہے کہ ایسے مخرب دین کو چھوڑ کر لوگ عبد اللہ بن مسعود کو پکڑتے ہین جنکا کوئی وجود یا اثر دنیا مین نہین رہا اور عمر بن الخطاب کو چھوڑ دیتے ہین حالانکہ یہی ذات بزرگ وہ شخص ہین جنھون نے اسلام کو اوسی وقت سے برباد کرنا شروع کیا جس وقت سے آپکا قدم اسلام مین آیا ابھی دیکھئے کیا ہوتا ہے۔

غرض چونکہ خداوند عالم نے اپنے حبیب خاص کو جو وعدہ نصرت کیا تھا اوسکا ابتدائے حصہ تو جنگ بدر مین پورا ہو گیا اسلئے زیادہ دل نہ گرمی بجز اسکے کہ یہ شوشہ چھوڑا جو ایسا کارگر ہوا کہ جنگ اسلام مین بدرخنہ موجود ہے۔

اس فساد کا اثر شیعون پر بھی یہ پڑا کہ اونکے یا علی کہنے پر یا زیارت ائمہ پڑھنے پر اعتراض اونکا ہمیشہ تیز رہتا ہے اور ایسے ایسے جوابات اونکو ملتے ہین کہ ہمیشہ سرنگون رہین مگر اپنے اس کی زنی سے باز نہین آتے چنانچہ السلام علیک ایہا النبی بھی اب نماز سے غائب کیا جا رہا ہے واللہ حافظ دینہ

جنگ احد۔ اگرچہ دین اسلام اسکا محتاج نہ تھا کہ فتح ظاہری بھی ہو مگر مصلحت خدا

بدلنا نہین چاہیے بلکہ اس لئے کہ وہ ان کلمات کو بطور نقل وحکایت پڑھا کرتے تھے جیسے کہ قرآن شریف مین سورہ اخلاص ومعوذتین مین لفظ قل کو پڑھا جاتا ہے کہ ہمارے پڑھنے مین اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرنا مقصود نہین ہوتا بلکہ قول خداوندی کی حکایت مقصود ہوتی ہے۔

سنئے: صحیح بخاری شریف مین حضرت عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ مین ہاتھ پکڑ کر تشہد سکھایا جس طرح مجھکو قرآن کی کوئی سورت سکھایا کرتے تھے (اسکے بعد صیغہ تشہد کے الفاظ نقل کئے ہین جن مین ایہا النبی بھی ہے اس کے بعد کہا ہے) وھو بین ظہرانیہا فلما قبض قلنا السلام یعنی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم (کتاب الاستئذان) یعنی ہم اس وقت تک جبتک کہ آپ ہم مین موجود رہے اسی طرح کہتے رہے لیکن جب آپ فوت ہو گئے تو ہم السلام علی النبی کہنے لگے۔

آپ سنتے جائیے کہ شراح بخاری اسی روایت کے ذیل مین کیا کچھ لکھتے ہین۔

کا یہ مقتضا ہوا کہ اسلام کو فتح ظاہری بھی ہو اسلئے جنگ بدر مین وہ فتح نمایان دکہائی کہ ۳۱۳ جان نثارون نے ہزار سے زیادہ ایسے سرکشون کو زیر کیا کہ جنکا مرد شداد و فرعون سے بہی بڑھا ہوا تھا ستر سرکش مارے گئے اور ستر کافر اسیر ہوئے جنکو خداوند عالم ان الفاظ مین بیان کرتا ہے سورۃ انفال مین ہے واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطفکم الناس فاوٰیکم وایدکم بنصرہ ورزقکم من الطیبت لعلکم تشکرون یعنی یاد کرو اوس زمانہ کو جبکہ تم قلیل تھے اور ضعیف سمجھے جاتے اور ڈرتے رہتے تھے کہ لوگ تمہین اڑا نہ لیجائین (بے جان و مال نکردین) تو اسنے تمہین جگہ دی اور اپنے مدد سے تم کو تقویت بخشی اور پاکیزہ چیزین کہانے کو دین تاکہ تم شکر کرو۔

غرض اس فتح نمایان نے حضرت کے فتح و نصرت کو تمام عرب مین اس طرح پھیلایا کہ ہر شخص دم بخود ہوگیا۔ مگر اسکے ساتھ ہی یہ صحابہ کی یہ حالت تھی کہ خداوند عالم نے اسکے بعد ہی یہ حکم دیا یاایہا الذین اٰمنوا لاتخونوا اللہ والرسول وتخونوا امانتکم و انتم تعلمون۔ اے ایمان والو تم امانت خدا و رسول مین خیانت نہ کرو اور نہ اپنے

(۱) خاتمۃ الحفاظ حافظ ابن حجر فتح الباری مین فرماتے ہین۔ انہم کانوا یقولون السلام علیک ایہا النبی بکاف الخطاب فی حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما مات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ترکوا الخطاب وذکروہ بلفظ الغیبۃ فصاروا یقولون السلام علی النبی (فتح جزء ۲۵ صفحہ ۶۵۸)

صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مین ایہا النبی کہتے تھے پس جب آپ فوت ہوگئے تو خطاب چھوڑ دیا اور غائب لفظ کہنے لگے یعنی السلام علی النبی کہنے لگے۔

(۲) اس سے بڑھکر ایک حنفی بزرگ کی بھی سن لیجئے کہ علامہ عینی حنفی نے بھی فتح الباری کی یہی عبارت اس روایت کے ذیل مین نقل کر دی ہے۔

(۳) اسی طرح علامہ قسطلانی فرماتے ہین یعنی ترکوا الخطاب وذکروہ بلفظ الغیبۃ۔ خطاب چھوڑ دیا اور غائب لفظ کہنے لگے۔

امانتون اور تم ان باتون کو جانتے ہو جس سے معلوم ہوا کہ انسب فتوحات غیبیہ کے ساتھ بھی ان صحابہ کی حالت ایسی نہ تھی کہ خدا و رسول کو اونپر اطمینان ہو۔ اور بار بار نصیحت کرتا ہے کہ تم امانت خدا و رسول مین خیانت نکرو۔ مگر یہ کب باز آنیوالے تھے کفار جب بغرض جنگ احد چلے ہین تو حضرت عباس عم رسول اللہ نے اس واقعہ کی اطلاع حضرت کو دی آپ اوسوقت محلہ قبا مین تھے حضرت کو جب یہ خط ملا تو آپنے ابی کعب کو خط دیا اور حکم دیا کہ اس خبر کو مخفی رکھنا۔ وہانسے اوٹھکر آپ مکان سعد بن الربیع مین آئے اور اس واقعہ کو بیان کرکے کہا مخفی رکھنا۔ اسکے بعد سعد کی زوجہ ماہر سے آئین اور اس قول کو سعد سے بیان کیا کہ حضرت ایسا کہتے تھے اس سے سعد کو رنج ہوا اور اوسکو پکڑ کر خدمت رسول مین لائے اور کہا کہ یہ ایسا بیان کرتی ہے اسلئے ہم حاضر خدمت ہوئے کہ ایسا نہو اس خبر کے افشا کا الزام ہمارے سر پر آئے حضرت نے کہا اس عورت کو چھوڑ دے اس دوڑ دھوپ مین سعد کی سانس پہولنے لگی تھی اور یہ خبر تمام مدینہ مین مشہور ہوگئی صفحہ ۴۷۲ تاریخ خمیس۔

دوسری روایت سنئے! کہ موطا امام مالک مین حضرت ابن عمر سے جو صیغہ تشہد مروی ہے اس مین بھی الفاظ علی النبی ہی مروی ہے

اسکے شرح مین علامہ زرقانی ابن مسعود کی روایت بالا کے ذکر کے بعد فرماتے ہین۔ قال ابن عبد الرزاق اخبرنا ابن جریج اخبرنی عطاء ان الصحابۃ کانوا یقولون والنبی صلی اللہ علیہ وسلم حی السلام علیک ایہا النبی فلما مات قالوا السلام علی النبی وھذا اسناد صحیح (شرح زرقانی صفحہ ۱۰۹)

امام عطاء (تابعی) کہتے ہین کہ صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مین تو ایہا النبی کہا کرتے تھے اور آپ کی وفات کے بعد السلام علی النبی کہنے لگے اور یہ اسناد صحیح ہے۔

سنئے کہ جو ایہا النبی پڑتے ہین وہ کیون پڑتے ہین حافظ ابن حجر فتح الباری مین علامہ طیبی سے نقل کرتے ہین۔ نحن نتبع لفظ الرسول بعینہ الذی کان علمہ الصحابۃ (فتح جزء ۴۷ صفحہ ۴۵۲ مطبوعہ دہلی) یعنی ہم بعینہ ان الفاظ رسالت کی پیروی کرتے ہین جو آپ نے صحابہ کو تعلیم

اس واقعہ سے سمجھ سکتے ہین کہ انصار کو کس درجہ احتیاط رہی کہ کوئی الزام انشاء راز کا ہم پر نہ آئے۔

خواب رسول اللہ

حضرت نے اس اطلاع کے بعد خواب مین دیکھا کہ گائے ذبح کی جاتی ہے۔ اور تلوار قبضہ کے پاس سے ٹوٹ گئی ہے اور ہمنے ایک قلعہ مین ہاتھ ڈالا ہے جسکی تعبیر حضرت نے یہ دی کہ ذبح بقرہ سے یہ مراد ہے کہ کچھ مسلمان شہید ہونگے اور تلوار کے ٹوٹ نے سے یہ مراد ہے کہ ہمارے خاندان سے کوئی شہید ہوگا اور قلعہ سے مراد مدینہ ہے سیرۃ حلبیہ ص ۲۱۵ مگر افسوس کسی مورخ نے یہان حضرت ابوبکر کے تعبیر کو نہین لکھا ہے کہ اونھون نے کیا تعبیر دیا تہا کیونکہ ہر جگہ اونکا نام لے دیا جاتا ہے۔ دوسرے اس امر سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت کا خواب زیادہ تر ایسا ہی ہوتا تھا جسمین تقدیری امور آپکو دکھائے جاتے چنانچہ بندرونکا منبر پر اوچھلنا کودنا جس سے مراد بنی امیہ کی سلطنت ہے یا ابوبکر کا ڈول کھینچنا بذریعہ خواب دکھایا گیا مگر حضرت اپنے اوسی فیصلہ پر قایم رہے کہ خلیفہ جایز حضرت کے بعد جناب امیر ہین۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایہا النبی پڑھنے والے جناب وکیل صاحب کی وکالت نہین کرتے بلکہ وہ اس خیال سے پڑھتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ مین ہمین اسی طرح سکھایا تھا۔ (عبدہ ابراہیم میر سیالکوٹی)

اہلحدیث ۴۷ مورخہ ۲۲ ستمبر ملاحظہ ہو۔

تشہد مین جناب نبی کریم پر سلام

فقیر نے اخبار اہلحدیث مورخہ ۲۳ جون ۲۲ء مین مضمون (تشہد مین ایہا النبی) پڑھا اسکے برخلاف جو کچھ مجھے کہنا تھا۔ سرگودھا مین بوجہ عدم موجودگی کتب معرض التوا مین رہا آخر کتابون کے ملنے پر جو کچھ معلوم ہوا درج اخبار کرنے کیلئے خدمت مین بھیجتا ہون۔ اس سے مجھے مولانا مولوی ابراہیم صاحب کے مضمون کی تردید مدنظر نہین ہے بلکہ اپنے اظہار مافی الضمیر سے یہ خیال ہے کہ دیگر اہل علم بھی توجہ فرماکر عند اللہ ماجور ہون

(۱) مولانا کے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم لوگ (السلام علیک ایہا النبی) بطور حکایت

اختلاف در قیام احد یا مدینہ حضرت نے اس خواب سے یا کسی وجہ سے ہو اس کا ارادہ کیا کہ مدینہ مین رہ کر جنگ کرین اور اصحاب سے کہا کہ اگر مدینہ مین رہ کر لڑوگے تو بہتر ہے عبداللہ بن ابی سلول نے بھی یہی رائے دیا تہا کہ بہتر ہے مدینہ مین رہ کر جہاد کیجئے کیونکہ جب ہم مدینہ مین رہ کر لڑتے ہین تو کوئی غالب نہین آتا۔ مگر عامہ رای نے مخالفت کی اور حضرت کو مجبور کیا کہ باہر نکلکر جہاد کیجئے کیونکہ اگر اندر مدینہ رہ کر جہاد کرین گے تو لوگ کہین گے ڈر گئے۔

غرض جنگی ضرورتون نے ایسا مجبور کیا کہ حضرت نہ اپنی راے پر عمل کر سکے نہ مشورہ بزرگان صحابہ پر فغلبوا علی الامر حتی صار رسول اللہ الی الخروج وھو لہ کارہ خمیس ۴۷۴ کہ وہ صحابہ بھی مجبور ہوگئے جو اسکی راے دیتے تھے کہ مدینہ مین رہ کر جہاد کرین اور حضرت نے بھی اسکو قبول کیا حالانکہ حضرت کارہ تھے۔

غالبا جو لوگ حقیت اجماع کے قائل ہین اونھون نے اسی واقعہ کو دلیل حقیت قرار دیا ہوگا کہ اجماع ایسی چیز ہے کہ خود رسول اللہ بھی اسکے آگے سر خم کر دیا ہے اور اپنی راے کو

پڑھتے ہین خطاب جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہمین مقصود نہین ہوتا جسکی تائید مین فتح الباری قسطلانی شرح بخاری و زرقانی شرح موطا۔ امام مالک کی سند پیش کی ہے جہانتک مین نے نفس مضمون پر غور کیا ہے۔ کسی حدیث سے یہ ثابت نہین کیا گیا۔ کہ امت کو حکایتاً پڑھنے کا حکم ہو۔ ہان یہ ثابت کیا گیا ہے کہ بعد وفات جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض صحابہ نے بجائے (السلام علیک ایہا النبی) کے السلام علی النبی پڑھنا شروع کیا جس سے ظاہر ہے کہ حضرت کی زندگی مین صحابہ بطور انشاء ادا کرتے تھے۔ اگر بطور حکایت ادا کرتے ہوتے تو بعد وفات خطابی الفاظ بدلنے کی کیا ضرورت تھی۔

(۲) اگر حکایت مراد لی جائے التحیات للہ کے پڑھنے سے نہ تو تمام تحیات کا اللہ کیلئے ہونا پایا گیا اور نہ ہی اشہد ان لا الہ الا اللہ سے نماز کی توحید پر شہادت ہوئی اور اگر صرف السلام علیک ایہا النبی) کو حکایتاً سمجھا جاوے اور باقی التحیات بطور انشاء

بدلدیا حالانکہ آپ پر وحی الٰہی کا ہمیشہ نزول ہوتا تھا اور کوئی کام بغیر وحی نہ کرتے تھے مگر حضرت کو اسکا حال تو خواب سے معلوم ہو چکا تھا کہ اس دفعہ کے لڑائی میں یہ مصیبتیں آنیوالی ہیں لہذا رضا قضا ند سر تسلیم خم کر دیا۔

اب دیکھئے کہ اس رائے دینوالے کون صحابہ تھے لکن طلب فتیان احداث السن فاتھم یوم بدر واکرمھم اللہ بالسھاد یوم احد ان یخرجوا حرصا اشتھاوہ فقالوا یا نبی اللہ کنا نتمنا ھذا الیوم اخرج بنا الی اعدائنا لا یرون انا جئنا عنھم وابی اکثر الناس الا الخروج۔

یعنی بزرگان صحابہ کی تو یہ رائے تھی کہ مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا جائے مگر نوجوان صحابہ نے جو جنگ بدر میں نہیں شریک ہوئے تھے یہ رائے دی کہ مدینہ سے باہر نکلکر لڑنا چاہئے کہ کوئی نہ کہے ہم ڈر گئے اور ہم تو شہادت کے متمنی ہیں لہذا باہر نکلنا چاہئے اور اکثروں کی یہی رائے ہوئی۔

عبد اللہ بن ابی سلول نے جب تین سو لشکر کے ساتھ حضرت سے مفارقت کی ہے تو یہی کہا ہے۔

تو یہ بھی ظاہر البطلان ہے۔

(۳) السلام علیک ایہا النبی میں خطاب وندا ہے اور متواتر ہے۔ تواتر لفظی اگر اسکے معنے ہم لوگ مراد نہ رکھکر ادا کریں تو ایک قسم کا نسخ ہے۔ نسخ کیلئے قوی دلائل چاہئے اور پھر بطور نہایت ادا کرنے کیلئے امر تواتر ثابت ہونا چاہئے۔

(۴) شارح زرقانی نے باب تشہد میں لکھا ہے۔ وافتاء ابو حنیفہ واحمد واصحاب الحدیث واکثر العلماء تشہد ابن مسعود وھو ما اخرجہ الائمۃ الستۃ عنہ قال کنا اذا صلینا خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلنا السلام علی اللہ السلام علی جبریل ومیکائیل السلام علی فلان وفلان فالتفت الینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان اللہ ھو السلام فاذا صلی احدکم فلیقل التحیات للہ والصلوٰۃ للہ والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین فانکم اذا قلتموھا اصابت کل عبد اللہ

عصانی واطاع الرحمٰن ومن لا رای لہ سیعلم ما ندری علام نقتل انفسنا ارجعوا ایھا الناس فرجعوا۔ سیرۃ حلبیہ ص ۳۲۱

کہ ہمارے خلاف کیا اور لڑکوں کا کہنا اور ایسے لوگوں کا کہنا مان لیا جو صاحب رائے نہیں ہیں اور نتیجہ ہوگا وہ معلوم ہوگا۔ پھر کیوں ہم لوگ ناحق اپنی جان دیں۔

طیاری خروج اب وہ وقت آیا کہ حضرت دولتسرا سے باہر تشریف لیجائیں سارا لشکر کوچ پر آمادہ ہو گیا اور حضرت لباس جنگی پہننے کو حجرہ مبارکہ میں تشریف لائے ثم دخل رسول اللہ بیتہ ومعہ ابو بکر وعمر فعماہ ولبساہ وخلف الناس ینتظرون خروجہ ص ۲۱۹ سیرۃ حلبیہ

اور آپکے ساتھ ابو بکر وعمر بھی تھے انھیں دونوں نے عمامہ پہنایا اور لباس جنگی سے آراستہ کیا اور سب منتظر خروج تھے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ ابو بکر وعمر کی رائے بھی یہی تھی کہ حضرت باہر نکلکر لڑیں۔ کیونکہ ان لوگوں کا عام قاعدہ تھا کہ حضرت کو اپنی رائے پر مجبور کریں۔ چنانچہ قصہ ابتدائے اسلام ابو بکر وعمر آپ پڑھ چکے ہیں کہ ابو بکر باوصفیکہ پچاس آدمیوں کے بعد

صالح فی السماء والارض اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ قال الترمذی ھذا اصح الحدیث فی التشہد۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے السلام علی جبریل وغیرہ کے السلام علیک ایہا النبی (الی آخرہ) سکھایا اور فرمایا کہ تمہارا سلام تمام مقربین کو پہونچ جاتا ہے۔ لفظ اصابت غور طلب ہے جب نمازی کا سلام بار نبوی میں بحکم نبی کریم فداہ ابی وامی پہونچ جاتا ہے تو حکایت والا تنازعہ ہی رفع ہو گیا۔ بطور انشاء پڑھنا ثابت ہو گیا۔

(۵) شارح زرقانی نے خود ہی سوال کیا ہے اور جواب بھی دیا ہے ملاحظہ ہو فان قیل کیف شرع ھذا اللفظ وھو خطاب بشر مع انہ منھی عنہ فی الصلوٰۃ فالجواب ان ذلک من خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس سے بھی ثابت ہے کہ زرقانی کے نزدیک یہ خطاب جائز ہے اور من خصائص النبی

مسلمان ہوئے ہین مگر حضرت کو مجبور کر رہے ہین کہ آپ ظاہر ہو جایئے۔ مگر آپ یہی فرماتے ہین کہ ابھی صبر کرو ہم بہت قلیل ہین۔ مگر اونھون نے نہ مانا اور حضرت کو مسجد الحرام مین لیگئے اور خطبہ دیا جسپر عتبہ بن ربیعہ نے وہ مرمت کی کہ ہمیشہ یاد کرتے رہے۔ اسی طرح عمر نے بھی حضرت کو مجبور کیا جسپر واقعہ حصار شعب ابو طالب پیش آیا کہ حضرت تین برس تک اس مصیبت مین رہے۔

ندامت مشورہ خروج۔ یہ سب تو ہو گیا کہ حضرت کو باہر نکلنے پر سب نے مجبور کیا اور حضرت سلاح جنگی سے آراستہ ہوئے فقال لهم سعد بن معاذ واسيد بن حضير استكرهتم رسول الله على الخروج فردوا الامر اليه اى فما امركم به وما راهم له فيه هوى ورايا فاطيعوه ص۲۱۹۔

تو سعد بن معاذ و اسید بن حضیر نے اون صحابہ سے کہا کہ تم لوگون نے حضرت کو مجبور کیا ہی کہ باہر نکلین۔ لہذا اپنی رائے واپس لو۔ اور حضرت کو چھوڑ دو کہ اپنی راے پر عمل کرین جو حکم دین اوسکو بجا لاؤ اور اپنے خواہش نفس اور راے کو نہ دخل دو۔

جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہین۔ اگر ان کے نزدیک حکایتاً پڑھنے سے مراد ہوتی۔ تو من خصائص النبی کہنے کی ضرورت بے فائدہ تھی۔

(۶) اسی باب مین زرقانی نے فاکہانی سے روایت کیا ہے قال الفاكهانى ينبغى للمصلى ان يستحضر فى هذا المحل جميع الانبياء والملائكة والمومنين يتوافق لفظه مع قصده۔ یہان لفظ یستحضر قابل غور ہے۔ نمازی کیلئے توافق لفظی مع القصد لازمی ٹھیرایا گیا اس سے بھی ثبوت انشاء ملتا ہے۔ نہ حکایت کا۔

(۷) مرقاۃ شرح مشکوۃ سے حوالہ دیتا ہون اس مین فتح الباری کا حوالہ بھی ہے۔ ان قول ابن مسعود كنا نقول فى حيات رسول الله صلى الله عليه وسلم السلام عليك ايها النبى فلما قبض عليه السلام قلنا السلام على النبى فهو رواية ابى عوانة ورواية البخارى الاصح فيها بينت ان ذلك ليس من قول ابن مسعود بل من فهم الراوى عنه ولفظها فلما قبض قلنا سلام يعنى على النبى فقوله

تب جا کر اون صحابہ نے عرض کیا یا حضرت ہم آپکو مجبور نہین کرتے جو چاہین آپ کرین ہم سب تابعدار اور فرمانبردار ہین۔ بروایتے یہ کہا چاہئے تو آپ بیٹھ رہئے اور چاہے باہر نکلئے قال وقد دعوتكم الى القعود فابيتم وما كان ينبغى لنبى اذا لبس لامته ان يضعها حتى يحكم الله بينه وبين اعدائه ص۲۱۹

حضرت نے فرمایا ہمنے تمسے پہلے ہی کہا تھا کہ باہر نکلو مگر تم سب نے انکار کیا اور اب جب لباس جنگی آراستہ کر چکے تو یہ کہتے ہو۔ حالانکہ پیغمبر جب لباس جنگی پہن چکا تو اوسکو جائز نہین کہ جبتک دشمن سے ملاقات نکرے وہ اپنا لباس نہین اوتار سکتا اسکے بعد جو چاہے خدا حکم کرے۔

آپ واقعات جنگ بدر مین پڑہ آئے ہین جسمین حضرت نے کسی سے صلاح و مشورہ نہ لیا اوس وقت تک کہ لشکر سے مقابلہ نہو لیا۔ اور اگر مشورہ لیا تو ابو بکر و عمر نے کیا مشورہ دیا اور اسدفعہ جو قبل جنگ مشورہ لیا تو یہ نتیجہ ہوا کہ خلاف خواہش حضرت کو باہر نکلکر لڑنے پر مجبور کیا۔ حالانکہ حضرت نے اپنے خواب کو بھی بتا دیا تھا جس سے وہ عبرت لیتے اور

قلنا سلام يحتمل انه اراد به استمرارنا به على ما كنا عليه فى حياته ويحتمل انه اراد عرضنا عن الخطاب واذا احتمل اللفظ لم يبق فيه دلالة كذا ذكره ابن حجر

ملا علی فرماتے ہین کہ صرف سلام کے کہنے سے احتمال ہو سکتا ہے کہ وہی سلام معمول بہا جاری رہا یا کہ وہ سلام جن مین خطاب کرنے سے جناب نبی کریم کو اعراض کیا گیا تھا جب احتمال آگیا تو استدلال باقی نہ رہا۔

(۸) زرقانی مین ذکر کیا گیا ہے کہ طیبی سے اسی امر کی نسبت سوال ہوا۔ تو انہون نے جواب مین کہا نحن نتبع لفظ الرسول بعينه الذى علمه الصحابة يعنى ہم بعینہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو انھون نے تشہد کی نسبت تعلیم صحابہ کرام کو دی ہین اسکے پڑھنے کی اتباع کرینگے تو ظاہر ہے کہ تعلیم صحابہ کو خطاب و ندا [illegible] ہے جسکا ذکر مین نے پہلے کر دیا ہے جس کو ترمذی نے بھی [illegible] پھر ثابت ہو گیا کہ طیبی کے نزدیک بھی [illegible]

اور اسپر نہ مجبور کرتے کہ آپ باہر نکلکر مقابلہ کرین۔ مگر کہان تھا ایمان جو حکم خدا و رسول پر صدق دل سے ایمان لاتے۔ اور یہی ہمارا مطلب اس تحریر سے ہے کہ حضرت کے صحابہ مین پہلے ہی سے ایسی تفریق تھی کہ کوئی تو بالکل حکم خدا و رسول پر چلنا چاہتا کوئی اور اپنے نفس کے خواہش کو دخل دیتا اور وہی لوگ آگے چلکر سب فسادونکے باعث

ابتدائے جنگ۔ اب حضرت کوہ احد پر پہونچ گئے اور لشکر کو اس طرح قایم کیا کہ پشت پر کوہ احد تھا اور رخ جانب مدینہ اور کفار کا لشکر مقابلہ مین تھا اس پہاڑ کے گھاٹی مین ایک درہ تھا جس سے ممکن تھا کہ لشکر کفار جانب پشت سے حملہ آور ہو لہذا حضرت نے اوسکا یہ انتظام کیا کہ عبد اللہ بن جبیر کو جو صحابہ مین بڑے کامل الایمان تھے اوس درہ پر مع پچاس قدر اندازون کے مقرر کیا اور فرمایا کہ تم لوگ یہانسے نہ ہٹنا خواہ لڑائی بگڑے یا بنے وقال انفع الجبل بالنبل لا یاتونا من خلفنا واثبت مکانک ان کانت لنا او علینا ای وفی روایۃ ان رایتمونا تخطفنا الطیر فلا تبرحوا حتی ارسل علیکم وان رایتمونا ظهرنا علی القوم واوطانا هم فلا تبرحوا حتی ارسل الیکم

(۹) ویقصد بالفاظ التشهد معانیها مرادة له علی وجه الانشاء کانه یحیی اللہ تعالی ویسلم علی نبیه وعلی نفسه واولیائه الاخیار عن ذلک (در مختار)۔

احیاء العلوم مین ہے واحضر فی قلبک النبی صلی اللہ علیہ وسلم وشخصه الکریم وقل سلام علیک ایها النبی ورحمة اللہ وبرکاته ولتصدق املک فی انه یبلغه ویرد علیک ما هو اوفی منه الی آخره۔

ہر دو بالا عبارت سے ظاہر ہے کہ تشہد پڑھتے وقت اسکے معنی حقیقی مراد لئے جاوین نہ حکایت۔

(۱۰) صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم کیا حضرت کے حضور ہر وقت موجود رہا کرتے تھے؟ نہین تو بحالت عدم موجودگی کیا یہ خطابی سلام ادا نہین کرتے تھے؟ اگر کرتے تھے اور ضرور کرتے تھے تو بعد وفات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیون جایز نہو۔ کیونکہ غیر حاضری نبی کریم بین الصحابہ دونون حالت مین اشتراک رکھتی ہے۔ یعنی سوال تو یہ ہے کہ خطاب و ندا

وفی روایۃ وان رایتمونا قد غنمنا فلا تشرکوا قال وفی روایۃ انه قال للرماة الزموا مکانکم لا تبرحوا منه فاذا رایتمونا نهزمهم حتی ندخل فی عسکرهم فلا تفارقوا مکانکم وان رایتمونا نقتل فلا تغیثونا ولا تدفعوا عنا وارشقوهم بالنبل فان الخیل لا یقدم علی النبل انا لن نزال غالبین ما مکنتم مکانکم اللهم انی اشهدک علیهم انتهی ص۲۲۲ سیرۃ حلبیہ۔

فرمایا تم تیرونسے دشمن کے لشکر کو روکو کہ جانب پشت سے نہ آنے پائین اگر تم یہ دیکھو کہ فتح ہوئی اور دشمنونکو قتل کیا تب بھی تم اس مکان سے نہ ہٹو جبتک ہم خود نہ بلا بھیجین دوسری روایت مین ہے کہ حضرت نے فرمایا اگر تم دیکھو کہ ہم لوٹ رہے ہین اور مال غنیمت ہاتھ لگا رہے ہین تب بھی تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا تیسری روایت مین ہے کہ حضرت نے اون تیر اندازونسے کہا کہ تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا اگر دیکھو کہ ہمنے اونکو بھگا دیا یہانتک کہ ہم اونکے لشکر مین داخل ہو گئے تب بھی تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا اور اگر دیکھو کہ ہم مارے جاتے ہین اور تملوگونکو پکارتے ہین تب بھی تم ہماری مدد کو نہ آنا

غائب کو نہین کیا جاتا۔ حاضر کو ہوتا ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین الصحابہ موجود نہ ہوتے تھے تو صحابہ کیون خطابی سلام کرتے تھے؟ اگر کرتے تھے تو بعد وفات بھی انکو جایز ہے کہ کرین جن صحابہ نے ترک خطاب کیا وہ انکا اپنا اجتہاد تھا۔ اسپر صحابہ کو اتفاق نہ ہوا چنانچہ آجتک خطابی سلام ہم لوگ کرتے رہے اور یہ سلام حسب فرمودہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ انکی خدمت اقدس مین پہونچتا رہا عن ابن مسعود قال ان للہ ملائکة سیاحین یبلغونی عن امتی السلام رواہ احمد والنسائی والدارمی والبیهقی وابن حبان والحاکم فی صحیحهما وقال صحیح الاسناد۔

ہان یہ جایز نہین ہے کہ مسلمان یہ اعتقاد رکھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاستقلال ہمارا سلام سنتے ہین جیسے کہ اللہ کریم ہر جگہ حاضر ناظر ہے اور سمیع و بصیر ہے۔ بغیر کسی اعانت کے وہ سنتا ہے۔ دیکھتا ہے۔ بلکہ یہ اعتقاد کرنا لازم ہے کہ اللہ تعالی ان کو سلام بای وجہ شاء پہونچا دیتا ہے ؎

گر فرق مراتب نکنی زندیقی۔

اور ہماری مدد نہ کرنا اور برابر تم اوکو تیر سے مارتے رہو کیونکہ تیر کے مقابلہ مین کوئی لشکر نہین تھم سکتا ہم اوسوقت تک اون پر غالب رہین گے جبتک تم اپنی جگہ پر جمے رہو گے۔ خداوندا ہم تجھکو انپر گواہ کرتے ہین۔

حضرت کے اس تاکید اور تبلیغ پر خیال فرمایئے اور صحابہ کے مخالفت پر کہ بطمع دنیا سب چھوڑکر اس کمیگاہ کو چلے گئے۔ اور ان پچاس صحابہ سے ایک بھی نہ باقی رہا بجز عبداللہ بن جبیر سردار لشکر کے جو شہید ہوے اور اپنی جگہ سے نہ ہٹے۔ اسی واقعہ خلافت کو خیال کیجئے کہ اوس مین کسقدر مخالفت رسول کیگئی کیونکہ جو مال غنیمت جنگ احد مین ملا تھا اوسکا تو کوئی وزن ہی نہ تھا بہ نسبت اوسکے جو خلافت مین ہاتھ لگا۔

فرار صحابہ۔ حضرت کے اس انتظام کا یہ نتیجہ ہوا کہ لشکر اسلام پورے طور پر غالب آیا اور کفار بے شمار قتل ہوئے اور سارا لشکر بھاگ کھڑا ہوا عورتین پنڈلیان کھول کھولکر پہاڑ پر چڑھنے لگین۔ اور مسلمانون نے لوٹ مار شروع کردی یہ لوٹ دیکھکر

تاریخ بخاری مین لکھا ہے عن عمار قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان للہ تعالے ملکا اعطاہ سماع سائل الخلق قائم علی قبری فما من احد یصلی علی صلاۃ الا ابلغنیھا۔

اسکی قبل سے معلوم ہوا کہ اللہ کریم نے ایک فرشتہ پیدا کیا ہے جو حضرت کی قبر پر کھڑا ہے اور اس کو تمام مخلوق کی بات سننے کی طاقت بخشی ہے جو درود شریف حضرت پر پڑھتے ہین وہ سنتا ہے اور حضرت کو خبر کردیتا ہے مین کہتا ہون کہ اس مین کونسا استبعاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر موسیٰ کریم طاقہ سننے کی بخشدے اور وہ سنا کرین جبکہ ملائیکہ سے انبیاء فضیلت مین بڑھکر ہین۔ مگر افسوس ہمارے نبی کریم جو افضل المرسلین ہین۔ مولانا مولوی ابراہیم صاحب کا یہ کہنا ہے ہم لوگ لفظ قل سورہ اخلاص وغیرہ مین پڑھتے ہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب مقصود نہین ہوتا ایسے ہی یہ خطاب السلام علیک ایہا النبی مین ہے غلط ہے جس پر مولانا نے کوئی حدیث پیش نہین کی یہ ان کا اپنا خیال ہے

ف۱ یہ قیاس ہے اور قیاس سے واقعات ثابت نہین ہوتا۔ (ناظر)

اون تیراندازون سے نے بھی ادھر کا رخ کیا جنکو حضرت نے اوس کمیگاہ پر مقرر کیا تھا ہر چند عبداللہ بن جبیر منع کرتے رہے مگر کسی نے نہ سنا اور کہا کہ اب جنگ ختم ہوئی یہان رہ کر کیا کرین گے سب لوٹ مین مشغول ہوے وذھبت معہ دون العشرۃ وقال لا اجاوز امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنظر خالد بن الولید الی خلاء الجبل من الرماۃ وقلۃ من بہ منھم فکر بالخیل ومعہ عکرمۃ ابن جہل رضی اللہ تعالی عنھما فانھما اسلما بعد ذلک فحملوا علی من بقی من الرماۃ فقتلوھم مع امیرھم عبداللہ بن جبیر ای ومثلوا بہ ومن کثرۃ طعنہ بالرماح حرجت حشوتہ واحاطوا بالمسلمین فینما المسلمون قد شغلوا بالنھب والاسر اذ دخلت خیول المشرکین تتاوی فرماتھا بشعارھا یا للعزی بالخیل ووضعوا الدیوف فی المسلمین وھم آمنون وتفرقت المسلمون فی کل وجہ وترکوا ما انتھبوا وخلوا من اسر وارادانتقضت صفوف المسلمین واختلط المسلمون وصار یضرب بعضھم بعضا من غیر شعار یعرفون بہ من غیرھم یا نوا با کاذا حدو

(نقد ماخیہ اخبار احدیث) ہمین تو قول رسول صلعم سے مطلب ہے۔ ھذا ما تعھد لی ربی عزوجل۔ نعم المولی ونعم النصیر۔ منتی عظیم فرستی القمانی بدوی سرگروہ خریدار ہمدرد ست

ردالفتنہ۔ اس تحقیقات سے آپ کو معلوم ہوگا کہ بنا فساد حضرت عمر کے اس قول سے قایم ہوا کہ آپ ان مردوسے کیا کلام کرتے ہین جو کچھ نہین سنتے اور ہمزہ اذکو خیال ہوا نہ اوسنے پیروون کو جو حضرت نے فرمایا انتم باسمع منھم اور نہ زیادہ سننے سے ہمارا مطلب ہے

ہم نے ان عبارتون کو اسلئے نقل کیا کہ ممکن ہے اخبار احدیث محفوظ نہ ہون یا نظر ردالفتنہ کو نہ ملے۔ وہ دیکھ لین کہ حضرت عمر کا جادو صرف اوسوقت کیلئے نہ تھا بلکہ قیام قیامت تک وہ باقی رہیگا جسطرح خلافت کا جادو آجتک خونریز ہے۔

صحابہ کے متعلق جو اسقدر جدوجہد شیعون کو ہے اسلئے کہ وہ سب غیر معصوم تھے جو اونکے دلمین بات آئی گپڑہ لائے جنکی تقلید کا مسلمانون کو حکم تھا نہ ہے۔ لہذا اگر بالفرض ابن مسعود کا یہ قول مان بھی لیا جائے کہ بعد وفات رسول ایسا کرسکتے تھے تو اس سے کیا ہوسکتا ہو

به فی الحرب یتعارفون به فی ظلة اللیل وعند الاختلاط وهو امت امت مما اصابهم من الدهش والحیرة۔ سیرت حلبیہ صفحہ ۲۲۱ جلد ۲۔

یعنی ان پچاس صحابہ سے کل ۴۰-۴۵ آدمی رہ گئے باقی سب لوٹ مار کیلئے چلے گئے خالد بن ولید سردار لشکر کفار نے جب یہ رنگ دیکھا کہ کمینگاہ خالی ہے تو لشکر لیکر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا جسکے ساتھ عکرمہ بھی تھا (حالانکہ یہ سب پہلے بھاگ چکے تھے) اور دونوں لشکروں نے ملکر اون لوگوں کو مار ڈالا۔ جو تیر انداز باقی رہ گئے تھے چنانچہ عبداللہ بن جبیر بھی مارے گئے اور اسقدر انپر تیر بارانی ہوئی تھی کہ کثرت جراحات سے اون کا بدن پارہ پارہ ہوگیا۔ اور انتین وغیرہ نکل آئین۔ اس لشکر کفار نے مسلمانوں کو جاکر گھیر لیا۔ ابھی تو مسلمان لوٹ مار میں مشغول تھے اور مطمئن ہو گئے تھے کہ فتح ہوگئی کہ یہ بلائے ناگہانی کمینگاہ سے آپڑی اور یہ لشکر شعار سے پکارتا جاتا تھا جس سے مسلمانوں کا پیر اکھڑ گیا اور عام طور پر قتل ہونے لگے اور ہر طرف بھاگنے لگے جو کچھ مال لوٹ ملا تھا اسے بھی چھوڑا اور قیدیوں کو بھی چھوڑا ایسی ہیبت طاری ہوئی تھی کہ اپنا شعار بھی بھول گئے جس سے پہچان ہو جاتا تھا کہ یہ کافر ہے یا مسلمان یہاں تک کہ خود مسلمان ایک دوسرے کو مارنے لگے کیونکہ دہشت ہی ایسی طاری ہوئی تھی کہ کسی کو اپنے سر اور پیر کی خبر نہ تھی۔

یہ ادنی نتیجہ تھا مخالفت حکم رسول کا کہ ہنی بنائی لڑائی بگڑ گئی کہاں تو غلبہ ہوا تھا کہ کفار اور انکی عورتیں پہاڑ پر چڑھ گئے تھے اور کہاں یہ نوبت آئی کہ وہی مسلمان اس ذلت سے مارے جا رہے ہیں کہ سر و پیر کا ہوش نہیں خود ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو مار رہا ہے۔

ہر چند کتب تواریخ پر تفحص کیا گیا کہ خلفائے ثلثہ کہاں تھے آیا اوس لشکر میں تھے

چونکہ یہ ثابت کیا جائے گا کہ رسول اللہ نے انہی تعلیم دی تھی حالانکہ ہمارے اصادیث اہلسنت میں ثابت ہے کہ حضرت نے تسلیم میں بھی تعلیم دی تھی کہ السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته کہا کرو جب کہ دوسرے خبر میں انکی سند میں ہے جو ہیں ان الحمد لله علیک

جو کفار سے لڑ رہا تھا یا اوس لشکر میں جسکو کمینگاہ کے حفاظت کے لئے حضرت نے مقرر کیا تھا مگر بجز ذکر اسمائے تیرانداز کہیں نہ پتہ چلا۔ ابن مدارج النبوة شیخ عبدالحق دہلوی میں اس قدر ملتا ہے۔

وچہار دہ نفر ہفت از مہاجرین وہفت از انصار بودند کہ نامہائے ایشان در صحیح بخاری مذکور است از جملہ مہاجرین ابوبکر صدیق وعبدالرحمن بن عوف وسعد بن ابی وقاص وزبیر بن العوام وطلحہ بن عبیداللہ ابوعبیدہ بن الجراح واز انصار حباب بن المنذر وابو دجانہ وعاصم بن ثابت وسہیل بن حنیف وسید بن حضیر وسعد بن معاذ وحارث بن صمہ وازر دمنة الاحباب آوردہ کہ بعضے گویند محمد بن مسلمہ نیز از انجملہ بود۔ گفت بندہ مسکین قبتہ واحد علی طریق الحق والیقین کہ عجب است کہ در ایشان عمر بن الخطاب را ذکر نہ کردہ اند وبودہ نزد رسول اللہ در وقتیکہ مراہم آمدند اصحاب نزدوے وندا کردو ابوسفیان ھل فی القوم محمد ھل فی القوم ابن ابی قحافہ ھل فی القوم ابن الخطاب وقرمود آنحضرت جواب ندہد آخر عمر بن الخطاب بیتاب شدہ جواب دے داد اما پیش ازاں ذکر نہ کردہ اند کہ در میان تیر اندازان بود یا آنہائے کہ بہزیمت خوردند یا میان آنہائے کہ متنزل ومختلط گشتند آن بحکایت مشکل ومشتبہ ماند واللہ اعلم نعم در عثمان آمدہ است کہ گریخت روز احد چنانکہ در صحیح بخاری آمدہ است صفحہ ۱۴۹

پھر لکھتے ہیں اما حال عمر را شخص بیان نہ کردہ اند کہ با آنجماعت بودند کہ با عبداللہ بن جبیر بودند وہزیمت خوردند وبر یکدیگر در افتادند وآنہائے کہ باقی ماندند خود کشتہ شدند واگر در جماعت بودند کہ با حضرت باقی ماندند پس چرا ذکر نہ کردند در حدیث صفحہ ۱۴۹

جس سے یہ تو معلوم ہوا کہ محدثین اہلسنت کو آجتک نہ معلوم ہوا کہ حضرت عمر اس معرکہ جنگ احد میں کس جماعت میں داخل تھے تو شیخ صاحب کا تعجب بیجا نہیں اگر جو لوگ اندر اجمعیت حضرت عمر سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ بھی ضرور اوس جماعت تیراندازوں میں تھے اور سب سے پہلے ہی بھوٹ ار

کے لئے جانب لشکر روانہ ہوئے کیونکہ اون کو موقع شناسی مین پورا دخل تھا
اور مخالفت رسول مین سب کے سرآمد تھے۔ کیا عجب ہے کہ انھین کے دیکھا دیکھی
اور صحابہ نے بھی درہ کو خالی چھوڑا ہوگا۔ اور اسوجہ سے محدثین کو نہ معلوم ہوا کہ حضرت
عمر کدھر گئے۔ مگر آگے چلکر ہم دکھائینگے کہ یہ بھی اونھین لوگون سے تھے جنھون نے
راہ فرار اختیار کیا کیونکہ وہ خود کہتے ہین ہم اسطرح پہاڑ پر اوچک رہے تھے
کہ گویا پہاڑی بکری تھے۔ اسلئے محدثین کو نہ معلوم ہوا یہ کیونکر بھاگے اور کب بھاگے۔
شیخ عبدالحق دہلوی لکھتے ہین دلشومی بے فرمان رسول خدا کہ ازان جماعت
صادر گشت وطمع وہیں بجنام دنیوی کہ بہ ایشان دریافت شکست بر لشکر اسلام
افتاد فانا للہ وانا الیہ راجعون ص۱۴۸

اس پر بھی صحابہ پرست صحابہ کو پاک و پاکیزہ جانتے ہین اور ان کے اجماع
واتفاق کو حجت حالانکہ اگر وہ لوگ اس قابل ہوتے تو خدا و رسول کیون نہ
ان کو ہدایت امت کے لئے منتخب کرتے۔

ترتیب میمنہ و میسرہ۔ حضرت نے جب کوہ احد پر نزول کیا تو میمنہ لشکر پر خالد
بن ولید اسدی کو مقرر کیا اور میسرہ پر ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی کو اور حضرت
مقداد سعد بن ابی وقاص کو قلب لشکر پر اور مقداد بن عمرو کو ساقہ پر اور لشکر
کے تین علم حضرت نے قرار دیئے ایک مہاجرین کا علم وہ تو جناب امیرؑ کو دیا
اور بروایے مصعب بن عمیر کو دوسرا اعلم قبیلہ اوس کا وہ سید بن حضیر کو دیا اور
تیسرا علم خزرج کا وہ سعد بن عبادہ کو مرحمت ہوا اور بروایتے حباب بن منذر
کو دیا۔

حضرت نے ایک تلوار نکالی جس پر یہ شعر کندہ تھا لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار
مکرمہ + والمرء بالجبن لا ینجو من المقدر۔ نامردی مین عار ہے اور دلیری
وبہادری مین بزرگی ہے اور آدمی بوجہ نامردی کے قضائے الہی سے نجات
نہین پاسکتا کیونکہ مقدر تو ہر حال مین جاری ہوگا۔

اور فرمایا کون شخص اسکو لیتا ہے اس شرط پر کہ اوس کا حق ادا کرے جسپر بہت
سے صحابہ دوڑے منجملہم علیؓ قام لیاخذ فقال اجلس وعمرؓ فاعرض عنہ
والزبیر طلبہ ثلاث مرات کل ذلک ورسول اللہؐ یعرض عنہ حتی قام
الیہ ابودجانہ وقال ماحقہ یارسول اللہ قال یضرب بہ فی وجہ العدو
حتی ینحنی قال انا اخذہ بحقہ فدفعہ الیہ ص۲۲۳

یعنی حضرت علیؑ نے بھی اوس تلوار کو لینا چاہا مگر حضرت نے کہا تم بیٹھ جاؤ۔ پھر
عمر نے خواہش کیا تو حضرت نے اودھر سے منھ پھیر لیا کیونکہ انکی حالت جنگ
آپ کو معلوم ہو چکی تھی۔ پھر زبیر نے چاہا حضرت نے اونسے بھی منھ پھیر لیا حالانکہ تین
مرتبہ وہ طالب ہوئے تب ابودجانہ کھڑے ہوئے اور پوچھا کہ اس تلوار کا حق کیا
ہے فرمایا اسقدر دشمنون پر حملہ کرو کہ یہ تلوار دوہری ہو جاوے تب ابودجانہ نے
کہا مین اسی شرط پر لیتا ہون حضرت نے اونکو دیا۔ اس کے بعد تمامی کتب تواریخ
ساکت ہین کہ شیخین نے اس موقع پر کیا کیا حالانکہ سب سے زیادہ یہی حضرات
مجبور کر رہے تھے کہ باہر نکل کر لڑے۔ چنانچہ عمامہ انھین لوگون نے حضرت
کے سر پر باندھا تھا جس سے کمال درجہ کی مستعدی ان کی ظاہر ہے۔

جناب امیرؑ کے اس خواہش کو کہ باہر نکل کر جہاد فرمائے صرف سیرہ حلبیہ
مین لکھا ہے ورنہ مدارج النبوۃ وغیرہ مین اس کا ذکر نہین۔ البتہ عمر صاحب کا
خواہش کرنا نہایت عجیب ہے کیونکہ ہر شخص اپنے قوت قلب کو خوب
جانتا ہے۔

ابوسفیان نے یہان بھی وہی چال اختیار کی کہ کسی طرح بنی ہاشم کا خاتمہ
ہو جائے۔ چنانچہ قریش نے انصار سے کہا ہمکو تمھ لوگون سے مطلب نہین ہے
ہمارے بنی اعمام کو چھوڑ دو۔ وہ ہم سے نمٹ لینگے مگر انصار بگڑ گئے اور خوب
گالیان دیکر اسکو رخصت کیا بروایت مدارج سب سے پہلے ابوعامر راہب
نے لشکر اسلام پر تیر چلایا۔ حالانکہ یہ لوگون پہلے بہت کچھ بشارتین رسول اللہ کی

سابق کتابون سے سناتا تھا۔ پہلے یہودی تھا۔ پھر مسلمان ہوا۔ مگر ایسا دشمن اسلام ہوا کہ جنگ احد مین لڑنے آیا اور مسلمانون کے حملہ سے گھبرا کر بھاگ کھڑا ہوا۔

مگر سیرۃ حلبیہ مین ابتدائی جنگ کا واقعہ یہ لکھا ہے کہ ایک کافر اونٹ پر سوار ہو کر لڑنے آیا۔ زبیر اوچک کر اوس اونٹ پر چڑھ گئے۔ اور وہین لڑائی ہونے لگی۔ آخر زبیر نے اوسکو گرا دیا۔ اور ذبح کر ڈالا جس پر حضرت نے فرمایا ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے۔ اور زبیر ہمارا حواری ہے۔ اور اگر زبیر اس سے لڑنے نہ نکلتے تو ہم خود اس سے لڑتے ص ۲۲۳ سیرۃ حلبیہ۔

مگر یہ ایسی بے سروپا روایت ہے کہ قابل توجہ بھی نہین کیونکہ اونٹ لڑنے کیلئے نہین بنایا گیا ہے۔ پھر ایسے نامی گرامی پہلوان کا نام بھی ابتک نہ معلوم ہوا کہ کون تھا۔ حالانکہ سیرت لکھنے والون نے پورے یقین سے کام لیا ہے جس سے یقینی طور پر معلوم ہوا کہ محض خاندان زبیر کے خوش کرنے کیلئے یہ روایت بنائی گئی ہے۔

"آغاز جنگ" غرض مشرکون کیطرف سے طلحہ ابن ابوطلحہ علمدار لشکر کفار نکلا جو علمدار لشکر تھا۔ اور اس نے یہ آواز دیا کہ مسلمانو تمھارا یہ عقیدہ ہے کہ جو ہم سے مارا جائے گا وہ جہنم مین جائیگا اور جو تم سے مارا جائیگا وہ جنت مین جائیگا۔ اب دیکھین کس بہادر کو اس دعوے پر یقین ہے وہ ہمارے مقابل آئے قسم لات عزے کی یہ دعوے غلط ہے۔ تم مین کسی کو اس پر اعتقاد نہین۔

یہ سنتے ہی جناب امیرؑ صف سے باہر آئے دو مرتبہ دونون مین ردوبدل ہوا کہ جناب امیر نے پھرتی سے ایک وار ایسا کیا کہ اوس کا سر کٹ گیا اور زمین پر گر پڑا اوس کی عورتین کہل گئی اور اوس کافر نے قسم دیا کہ خدا اور رحم کی ہم آپ کو قسم دیتے ہین کہ جان سے نہ مارین۔ جناب امیرؑ نے چھوڑ دیا۔ بعض روایت مین ہے کہ رسول اللہ نے پوچھا کیون اوسکا کام نہین تمام کیا تو حضرت نے یہی عذر پیش کیا جس پر حضرت نے حکم دیا کہ نہین اوسکو تمام کرو جس کی

تعمیل فرمائی۔

مولف سیرۃ حلبیہ لکھتے ہین کہ ایسا تین موقع جناب امیرؑ کو پیش آیا۔ ایکدفعہ تو یہی دوسری دفعہ صفین مین کہ سیر بن ارطاۃ صحابی لڑنیکو نکلا۔ تو اوس کی بھی عورتین کہل گئی حضرت نے چھوڑ دیا۔ تیسری دفعہ عمرو عاص لڑنے آیا تو یہی واقعہ پیش آیا۔ اور حضرت نے اوسکو بھی چھوڑ دیا۔

یہ انتہا درجہ کی اخلاقی تعلیم ہے کہ ایسے موقع پر بھی حضرت نے اخلاقی تعلیم کو نہ چھوڑا کہ ایسے بے بس و بیکس کو جان سے نہ مارا۔ اور اوسی شرم و حیا سے کام لیا جو منجانب خدا آپ کو ملا تھا اس کے بعد برادر طلحہ عثمان بن ابی طلحہ علم لے کر نکلا۔ اوسکو حضرت حمزہ نے مارا کہ ہاتھ اور شانہ کٹ گیا۔ حضرت حمزہ نے وقت قتل کہا کہ مین پسر ساقی حجاج ہون۔ کیونکہ یہ صفت حضرت عبدالمطلب کی ہے۔ جو حاجیون کو پانی پلاتے۔

غرض گیارہ علمدار لشکر کفار مارے گئے جس سے آخر پیر اون کا اوکھڑ گیا اور وہ اس طرح بھاگے کہ سروپا کا ہوش نہ تھا۔ فولی الکفار لا یلوون علی شیء ونساءھم یدعون بالویل والثبور وتبعھم المسلمون حتی اجھضوھم ووقعوا ینتھبون العسکر ویاخذون ما فیہ من الغنائم ص ۴۴ تاریخ خمیس یعنی کافر سب بھاگ گئے اور کسی چیز کو دیکھتے ہی نہ تھے عورتین اونکی فریاد کرتی تھین اور مسلمان اونکا تعاقب کئے جاتے تھے اور مال غنیمت لوٹ رہے تھے اور قریب تھا کہ پوری لڑائی فتح ہو جاوے۔

"تیر اندازون کا خیال" جن تیر اندازون کو حضرت نے درہ کوہ پر معین کیا تھا تو قالوا الغنیمۃ یا قوم الغنیمۃ قد ظھر اصحابکم فما تنتظرون فقال عبداللہ بن جبیر انسیتم ما قال لکم رسول اللہ قالوا نا واللہ لناتینھم من الغنیمۃ فلما اتوھم حرقت واقبلوا منھزمین رواہ البخاری ص ۴۷۲

حضرت نے جن صحابہ کو حفاظت درہ پر تعینات کیا تھا پکارنا شروع کیا کہ ہائے

مال غنیمت جاتا ہے اسے لوگو اب کیا دیکھتے ہو مسلمان غالب آچکے۔ چلو مال لوٹیں۔ عبداللہ بن جبیر نے آواز دی کہ کیا رسول اللہ نے جو حکم فرمایا تھا وہ تم کو یاد نہیں رہا۔ اونھوں نے کہا قسم بخدا ہم تو ضرور لوٹنے جائینگے۔ یہ کہکر روانہ ہوئے۔ جیسا کہ بخاری نے روایت کیا ہے۔ نتیجہ اس مخالفت کا یہ ہوا کہ سب بھاگ نکلے۔

اس واقعہ سے آپ اس نتیجہ پر ضرور پہونچینگے کہ ابھی رسول اللہ زندہ ہیں اور ایسی حالت میں ہیں کہ لشکر کفار پر غالب آچکے مگر مسلمانوں نے مخالفت کی حالانکہ عبداللہ بن جبیر سردار لشکر اونکو حکم رسول یاد بھی دلاتے ہیں مگر وہ یہی قسم کھاتے ہیں۔ ہم ضرور لوٹنے جائینگے تو اوس حالت میں ان کا مخالفت حکم رسول کرنا کیونکر تعجب خیز ہو سکتا ہے۔ جب کہ حضرت نے دنیا سے انتقال کیا اور ابھی سپرد خاک بھی نہ ہوئے تھے کہ لوگ بلا انتظار دفن وکفن سقیفہ میں دوڑ گئے۔

غرض اس مخالفت رسول کا یہ نتیجہ ہوا کہ گو ان کو مسلمان غالب آچکے تھے لڑائی فتح ہو چکی تھی۔ کفار بھاگے جاتے تھے۔ عورتیں غنیمت لوٹ رہی تھیں۔ مال دنیا لے رہا تھا۔ کہ دفعتاً خالد بن ولید کمینگاہ سے نکل پڑا۔ اور مسلمان بیچ میں گھر گئے دونوں طرف سے تلوار کا وار ہونے لگا۔

تقدیر نے یہ بھی کرشمہ دکھایا کہ پہلے ہوا موافق تھی مسلمانوں کے اب رُخ پلٹ گیا اور مسلمانوں پر اسکی زد پڑنے لگی۔ اسمیں یہ آواز بلند ہوئی (الا ان محمدا قد قتل) کہ محمد رسول اللہ قتل ہو گئے اس آواز کے موجد بھی خلیفہ دوم تھے۔ (جیسا کہ آگے بیان ہوگا)

"تقسیم صحابہ" غرض چونکہ ہمارا مطلب نہ جنگ احد کے پوری حالت سے ہے نہ ہم آپ کی سیرت لکھ رہے ہیں بلکہ صرف اسقدر دکھانا ہے کہ جن صحابہ کی جان نثاری اور وفاداری کی گیت گائی جاتی ہے اون کے حرکات کو دکھائیں لہذا دیکھئے کہ ایسے ہزیمت اسلام کا باعث کون ہے وہی صحابہ جنھوں نے حکم رسول

سے مخالفت کی اور اوس مکان کو چھوڑا جسکے نسبت حضرت نے اسقدر تاکید فرمایا تھا کہ اگر لشکر کفار سے ہلاک بھی ہوں تو تم اس جگہ کو نہ چھوڑنا مگر طمع مال غنیمت میں سب نے مخالفت کی تو اس کا نتیجہ یہ ہوا (الم تعلم ثلاث فرق فرقة استقبلوا في المدينة فصاروا حتى انفضل القتال وهم قليل وهم الذين قيل لهم ان الذين تولوا منكم يوم التقى الجمعان الآية وفرقة صاروا حيارى لما سمعوا ان النبي قتل فصاروا عاينه الواحد منهم ان يلقى بنفسه عن نفسه ويستمر في القتال الى ان يقتل وهم اكثرهم وفرقة بقيت مع النبي ثم تراجع اليهم الفرقة الثانية شيئا فشيئا لما سمعوا انه حي ص ۴۴۳ تاریخ خمیس)

یعنی اس ہزیمت سے صحابہ تین قسم پر منقسم ہو گئے ایک فرقہ تو وہ تھا جو بالکل بھاگ کر چلا گیا مدینہ تک اور جب تک جنگ موقوف نہ ہوئی کوئی لوٹ کر نہ آیا جس پر قرآن میں آیا ہے (ان الذين تولوا منكم الآية) دوسرا فرقہ تعداد میں زیادہ تھا۔ کیونکہ اونھوں نے سنا تھا کہ رسول اللہ شہید ہوئے۔ تیسرا فرقہ وہ تھا جو رسول اللہ کے پاس تھا اور وہ جہاد کر رہا تھا اور اون کے پاس وہ لوگ بھی وقتاً فوقتاً واپس آکے جمع ہو گئے تھے۔

ترکیا اہلسنت کہہ سکتے ہیں اس تفریق میں بھی عبداللہ بن سبا یہودی شریک تھا۔ حالانکہ وہ ابھی پیدا بھی نہ ہوا تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کس صحابہ پر اہلسنت جارح دیتے ہیں وہ کس فریق میں تھے تاکہ [illegible] ان پر اعتراض نہ ہو۔

[illegible]

یعنی خود حضرت ابوبکر فرماتے ہین کہ ہم سب سے پہلے فرار ہوکر حاضر خدمت رسول ہوئے حضرت نے ہم لوگون سے کہا تم لوگ طلحہ کی خبر لو کہ وہ بہت بدحال ہے اور ابوحاتم کہتے ہین کہ خود ابوبکر نے کہا جب سب لوگ رسول کے پاس سے جاگ گئے تو سب سے پہلے ہم واپس آئے۔

اس تحریر سے اوس کا جواب بھی محل آیا جو شیخ عبدالحق نے کہا تھا کہ ابوبکر بھی اون لوگون مین تھے جو حضرت کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ کیونکہ ان عبارتون سے معلوم ہوا بھاگے یہی تھے۔ مگر خیریت ہوئی کہ جلدی واپس آئے جو طلحہ و ابوعبیدہ کو پانی پایا۔

رہا دوسرا فرقہ جو حیران و پریشان کھڑا تھا تو اسمین حضرت عمر کا نام بڑے زور و غور سے لیا جاتا ہے۔ مگر عجب انداز سے تاریخ نہیں مین ہے۔

قال انتهى انس بن النضر عم انس بن مالك الى عمر بن الخطاب وطلحة بن عبد الله فى رجال من المهاجرين والانصار وقد ألقوا بايديهم فقال ما يجلسكم قالوا قتل رسول الله۔ قال فما تصنعون بالحياة بعده قوموا فموتوا على مثل ما مات عليه رسول الله ثم استقبل القوم فقاتل حتى قتل وعن انس بن مالك قال لقد وجدنا بانس بن النضر يومئذ سبعين جراحة وقد مثلوا به فما عرفه الا أخته عرفته ببنانه كذا فى سيرة ابن هشام وفى المنتقى عن انس بن مالك ان عمه انس بن النضر غاب عن بدر فقال غبت عن اول قتال قاتله رسول الله ولئن اشهدنى الله مع النبى صلى الله عليه وسلم ليرين ما افعل فلقى يوم احد فهزم الناس فقال اللهم انى اعتذر اليك مما صنع هؤلاء يعنى المسلمين وأبرأ اليك مما جاءه هؤلاء يعنى المشركين فتقدم بسيفه فلقى سعد بن معاذ فقال اين يا سعد انى اجد ريح الجنة دون احد فمضى فقتل فما عرف حتى عرفه اخته بشامة او ببنانه وبه بضع وثمانون من بين

حاشیہ

طعنه ورميه بسهم وفى رواية للصحيح صائح وقشا فى الناس ان محمدا قد قتل قال بعض المسلمين ليت لنا رسولا الى عبد الله ابى فياخذ لنا امانا من ابى سفيان وبعضهم جلسوا والقوا بايديهم وقال ناس من المنافقين لو كان نبيا لما قتل ارجعوا الى اخوانكم والى دينكم الاول فقال انس بن النضر يا قوم ان كان قتل محمد فان رب محمد فى السموات لا يموت ما تصنعون بالحياة بعد رسول الله فقاتلوا على ما قاتل عليه ومووتوا على ما مات عليه ثم قال اللهم انى اعتذر اليك مما يقول هؤلاء يعنى المسلمين وابرأ اليك مما جاءه هؤلاء يعنى المنافقين ثم قاتل حتى قتل الى آخر ما ذكر

یعنی انس بن نضر کا بروز جنگ احد گذر ہوا تو دیکھا عمر بن الخطاب اور طلحہ بن عبداللہ بہت سے مہاجر و انصار کے ساتھ ہاتھ پر ہاتھ دیئے بیٹھے ہین جس سے معلوم ہوا کہ عمر اور طلحہ اور بہت سے مہاجرین و انصار کی ایک حالت مین تو اونھون نے کہا کیون بیٹھے ہو عمر۔ کہا کہ رسول اللہ تو قتل ہوگئے۔

انس نے کہا پھر تم لوگ زندہ رہ کر بعد رسول اللہ کیا کروگے۔ اوٹھو اور اوسی راہ مین جان دو۔ جس راہ مین رسول اللہ نے جان دی ہے یہ کہہ کر کفار پر حملہ آور ہوئے اور شہید کیے گئے۔

انس بن مالک کہتے ہین کہ انس بن نضر جو شہید ہوئے اونکے بدن پر ستر زخم تھے اور اونکا مثلہ کیا گیا تھا کہ پہچانے نہ جاتے۔ اونکی بہن نے صرف اون کے انگلیون سے پہچانا دوسری روایت ہے کہ یہ انس بن نضر جنگ بدر مین نہین شریک ہوئے تھے اور کہا کرتے تھے کہ افسوس ہم پہلے جنگ مین نہین شریک ہوئے ورنہ دیکھتے رسول اللہ کہ ہم کیا کرتے ہین جنگ احد مین جو دیکھا کہ مسلمانون نے حضرت کو چھوڑ کر فرار کیا تو کہتے تھے مسلمانون کے اس حرکت کی ہم معذرت کرتے ہین اور کفار سے

ان حرکات سے برات جانتے تھے اور جب یہ خبر شہور ہوئی کہ حضرت شہید ہوئے تو دیکھا بعض مسلمین کہہ رہے ہین کاش ہم کو کوئی پیغامبر ملتا تو ہم ابی کے پاس بھیجے جس نے رسول اللہ سے مفارقت کی تھی کہ وہ ہم لوگون کے لئے ابوسفیان سے امان مانگتا۔ اور منافقین کہتے تھے اگر حضرت نبی ہوتے تو قتل نہ کئے جاتے۔ چلو پھر چلو اپنے سابقون کی طرف اور پہلے دین کی طرف اسکے بعد انس نے اون پر حملہ کیا۔ اور مارے گئے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت حضرت عمر بھی اون لوگون مین نہین تھے جو بھاگ گئے تھے۔ بلکہ اللہ بھی شریک تھے جیسا کہ اون کی بہت کچھ تعریف کیجاتی ہے۔ اور پھر حضرت عمر اون لوگون کیسا دوراندیش ہو سکتا ہے جو یہ کہہ رہا ہے کہ کاش کوئی پیغامبر ملتا جو ان رسول کے پاس جاتا کہ ابوسفیان سے امان حاصل کرے۔ کیونکہ اب ابی سفیان بھاعدل خلافت آیا ہے اور جناب امیر گئے اور اقتدار ہاتھ سے کہہ بیٹھے۔ ابھی سوار دیہاتون سے اس میدان کو بھر دیتے ہین۔ انھین لوگون نے اوس سے سازش کیا اور اوس کے بیٹون کو سردار مقرر کیا اور اسکی پرورش و داد کیا۔

اور پھر حضرت کون ہو سکتا ہے جو یہ کہے کہ حضرت پیغمبر خدا ہوتے تو نہ قتل ہوتے۔ کیونکہ جو خیال آن ظاہر کیا ہے وہی خیال اوس روز بھی ظاہر کیا جب حضرت نے رباعی انتظار بیچ ان سے سوا کون ہو سکتا ہے جو کہے آؤ ہم اپنے اصلی دین پر پھر جائین کیونکہ بات بات پر مخالفت رسول کرنا انکا ایسا مشہور ہے کہ ہر ادنی شبہ کو بھی کہتا ہے کہ ایسے پیرایہ سے کہ ان پر الزام بھی نہ آئے۔

ان یہ بھی سن لیجئے کہ سیرۃ حلبیہ مین ہے وقال (یعنی بعضھم لو کان نبیا ما قتل فارجعوا الی دینکم الاول وقیل ان ھذا القول صدر من المنافقین الذین تخلفوا عن القتال وقیل بل ان ھذا القول صدر من المنافقین

بل من المنھا جرین ص ۲۲۷

یعنی بعض نے کہا اگر نبی ہوتے تو قتل نہ ہوتے۔ اور تفسیر مین ہے کہ ایک فرقہ نے کہا آؤ ہم اپنے باپ دادون کے ہاتھ مین دیدین کیونکہ وہ ہمارے قوم سے ہین اور ہمعلم ہین۔ اس سے معلوم ہوا یہ فرقہ انصار سے نہ تھا بلکہ مہاجرین سے تھا اب کہان ہین وہ لوگ جو مہاجرین اولین کا نام لے لیکر جان دیتے ہین وہ غور کرین کہ اون کا ایمان کیسا تھا اون کی وفاداری کیا ہوئی کہ رسول اللہ کو اس طرح تنہا چھوڑ کر فرار کرتے ہین۔ اور یہ کہہ رہے ہین کہ کاش کوئی آدمی ملتا جسے ہم ابی کے پاس بھیجتے اور وہ جاکر ابوسفیان سے امان لیتا اور اگر حضرت رسول ہوتے تو کبھی قتل نہ ہوتے۔ آؤ چلو ہم پھر اپنے اصلی دین پر لوٹ چلین اور آخر اوس کو کر ہی دکھایا۔

تیسرا فرقہ جو بھاگ کر مدینہ چلا گیا تھا اون کے سرآمد حضرت عثمان ہین جیسا کہ اوسی سیرۃ حلبیہ مین ہے۔ وکان من جملہ من انھزم عثمان بن عفان والولید بن عقبہ وخارجہ بن زید۔ ورفاعہ بن معلے فاقاموا ثلاثہ ایام۔ ثم رجعوا الی رسول اللہ فقال رسول اللہ ذھبتم فیھا عرضت ۲۲۶

یعنی منجملہ بھاگنے والون کے عثمان تھے اور ولید بن عقبہ و خارجہ بن زید و رفاعہ بن معلے جو تین روز تک غائب رہے پھر لوٹ کر واپس آئے۔ تو حضرت نے فرمایا خوب لوٹ آئے سفر کیا۔ مگر وہ یہی لکھتے ہین فالمنھزمون فی ذلک الیوم طایفتان طائفہ لم تدخل المدینۃ والھزمت طائفہ منھم حتی دخلت الی المدینۃ فلقیتھم ام ایمن فجعلت تحثو التراب فی وجوھھم وتقول لبعضھم ھاک المغزل فاغزل بہ وھاک سیفک ص ۲۲۶

جو لوگ بھاگ گئے تھے اون مین بھی دو قسم تھے۔ ایک تو وہ جو مدینہ کے اندر نہین داخل ہوا۔ اور دوسرا وہ جو مدینہ مین داخل ہوا۔ اس سے ام ایمن سے ملاقات ہو گئی تو وہ ان کے منہ پر خاک جھونکنے لگی اور کہتی تھی کہ تم چوڑی لیکر بیٹھو اور

اپنی تلوار ہم کو دے دو۔

جن لوگون سے حضرت ام ایمن نے یہ خطاب کیا تھا کہ تم چرخہ لیکر کاتو وہی لوگ آج چرخہ کاتنے پر فخر کرتے ہین اور خلافت کمیٹی کے ممبر بھی بنے ہوے ہین کیونکہ اون کے امام گاندھی نے ایسی کی تعلیم دی ہے اور ہے بھی ایسا ہی کہ ایسے لوگون کو چرخہ کاتنا چاہیئے کہ اسی کی بدولت ان لوگون کو خلافت ملی ہے۔

اگر خیال اختصار نہ ہوتا تو ہم بیان نسیبہ بنت کعب کا ضرور ذکر کرتے جسنے اس معرکہ مین تیرہ زخم اوٹھایا۔ اور محیریق یہودی کا بھی ضرور حال لکھتے جس نے حمایت اسلام مین جان دیا۔ اور ابوبکر۔ عمر۔ وعثمان نے اس طرح حضرت کو نرغہ کفار مین چھوڑا اور زندگانی دنیا کو اختیار کیا یہ وہ معرکہ جان فرسا ہے جس مین حضرت جبرئیل نے یہ ندا دی لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار چنانچہ مدارج النبوۃ مین ہے۔ چون علی مرتضی کرم اللہ وجہ این مردانگی کرد و نصرت داد جبرئیل بہ آنحضرت فرمود کہ این کمال مواسات جوانمردی است کہ علی با تو میکند۔ آنحضرت فرمود۔ انہ منی وانا منہ۔ یعنی بدرستے علی از من است و من از ویم کنایت است از کمال اتحاد و اخلاص و یگانگی داور است کہ چون آنحضرت این کلمہ فرمود جبرئیل گفت وانا منکما۔ من از شما ہر دوام و گویند آوازی شنیدند کہ گوینده غیبی ی گفت لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار۔ در معارج النبوۃ آورد۔ و در کشف الغمہ مثل این واقعہ آوردہ مبسوط تر ازین و در اخر آن آوردہ کہ آنحضرت فرمود۔ اے علی مثلوی مدح خود را کہ ملکے کہ نام او رضوان است در آسمان میگوید۔ لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار ص ۱۵۲

غرض یہ جنگ احد بھی بڑے کامیابی سے فتح ہوئی مگر حضرت حمزہ سید الشہدا کے شہادت نے رسول اللہ کو ایسا صدمہ دیا کہ اوس کی تلافی نہین ہوسکتی۔

ستر صحابہ شہید ہوے جس مین حضرت مصعب بن عمیر کی شہادت بھی نہایت دردناک ہے۔ بروایت مدارج النبوۃ جناب امیر سولہ مرتبہ زمین پر گرے اور ہر مرتبہ جبرئیل امین نے اوٹھا کر سوار کیا۔ اور آپ کو بشارت دی کہ راہ خدا مین جہاد کر رہے ہو۔

اس واقعہ جنگ احد سے اولین منافقین صحابہ کو خوب خوب فضیحت کیا جو دعوے جان نثاری کرتے تھے۔ منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الاخرۃ اسی واقعہ کا نازل ہوا۔ اور صحابہ کے خیانت کو قرآن مین نہایت وضاحت سے دکھایا ہے۔ وما کان اللہ لیذر المومنین حتی یمیز الخبیث من الطیب وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء فامنوا باللہ ورسلہ وان تؤمنوا وتتقوا فلکم اجر عظیم سورہ ال عمران ع ۱۷

جب تک خداوند عالم خبیث کو طیب سے الگ نہ کردیگا مومنو کو اس حالت جس پر تم ہو ہرگز نہین رہنے دیگا اور اللہ تم کو غیب کی باتون سے بھی ہرگز نہ مطلع کریگا البتہ خدا اپنے پیغمبرون سے جسے چاہتا ہے انتخاب کر لیتا ہے۔ جو تم خدا پر اور اوسکے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور اگر تم ایمان لاوگے اور تقوی کروگے تو تم کو اجر عظیم ملے گا۔

ص ۱۵۲۔ مدارج النبوۃ مین ہے۔ دیگر صحابہ نیز درین غزوہ کارزار کردند و حق محبت و اخلاص بجا آوردند۔ بعضے بشرف شہادت رسیدند و بعضے باقی ماندند و از علی مرتضی کرم اللہ وجہہ مروی است کہ چون کفار بر مسلمانان غلبہ کردند حضرت از نظر من غائب شدند۔ در کشتگان رفتم تفحص کردم در میان کشتگان ندیدمش جز دیدم۔ گفتم کہ بنگرم حق تعالی بواسطہ فعل ما غضب کرد و پیغمبر خویش را باسمان برد گفتم بہتر ازان نیست کہ قتال کنم تا کشتہ شوم شمشیر کشیدم و بر مشرکان حملہ کردم واز ہم پاشیدند۔ ناگاہ حضرت را دیدم کہ بسلامت است و اسم حق تعالے اورا بملکہ خود نگاہ داشت منقول است کہ چون مسلمان روئے بہ ہزیمت

آوردند و حضرت رسول را تنہا گذاشتند۔ حضرت در غضب آمد و عرق از پیشانی مبارکش متقاطر گشت و مثال مروارید زیبد۔ در انحالت نظر کرد علی بن ابیطالب را کہ بر پہلوی مبارکش ایستادہ است فرمود چون است کہ تو برادران خود را نبینی علی گفت کہ آنہا بعد از اسلام ارتداد جستند و بت را سجدہ آوردند و کافر شدند بعد ایمان بدرستیکہ مرا اینہا اعتماد است یعنی مرا شعار است با یاران و برادران کہ در پی غنیمت رفتند و ہزیمت شدند چہ کار دارم در ایشان جمیع از کافران و منہزمہ بخدمت حضرت شدند۔ فرمود اے علی ہلاز ایشان جمع نگاہدار حق خدمت و نصرت بجا آرکہ وقت نصرت علی مرتضیٰ متوجہ آن قوم خذلہ و دار از روزگار شان بر آورد و ایشان را متفرق گردانید۔ و چنانچہ کثیر را بدوزخ فرستاد و آمد است کہ دران زمان ملائکہ نیز حاضر بودند جبرئیل و میکائیل بر مثال دو مرد جامہ سفید بر یمین و یسار آنحضرت ایستادہ بودند و موافقت وی میکردند۔ و با کفار محاربہ می نمودند۔ ص ۱۵۲

اب تو معلوم ہوا کہ جن صحابہ نے ہر بیت بانی اور حضرت کو یکہ و تنہا چھوڑ کر فرار کیا وہ بنص جناب امیر کافر تھے۔ اور رسول اللہ نے بھی اونکے کفر کا اقرار کیا کسیطرح انکار نہ کیا لہذا اہلسنت پر لازم ہے کہ اب اپنے خلفائے ثلثہ کے ایمان کو اس کفر کے بعد ثابت کریں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اونکو گون میں حسب ترتیب خلافت کچھ بھی فرق ہے کیونکہ حضرت ابوبکر کا دعوے سے ہم سب لوٹ کر واپس آئے اور خلیفہ دوم کا بیان ہے کہ ہم کو احد پر ہزیمت ہی کی حضرت اوپہ چکے تھے۔ اور خلیفہ سیوم کے نسبت سب کا متفق اللفظ بیان ہے کہ وہ تین روز بعد آئے۔ لہذا وہ تینوں خلیفہ ہوئے۔ اور جناب امیر سب سے زیادہ ثابت قدم رہے وہ کسیطرح مستحق خلافت نہ ہوئے کیونکہ خلافت فرار پر دی جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے

فسمع البکاء والنوایح علی قتلاھم فذرفت عینا رسول اللہ ثم قال لکن حمزۃ لا بواکی لہ فلما رجع سعد واسید بن حضیر الی دار بنی عبد الاشہل۔ امر نساءھم ان یتحزمن ثم یذھبن فیکین علی عم رسول اللہ فلما سمع رسول اللہ بکاءھن قال لہ خرج علیھن وھن علی باب مسجدہ یبکین علیہ فقال ارجعن رحمکن اللہ فقد واسیتن بانفسکن قال ابن ھشام ونہی یومئذ عن النوح تو حضرت نے گریہ و بکا و نوحہ کی آواز سنا جو اپنے مقتولین پر رو رہے تھے جس سے حضرت کی آنکھین بھی ڈبڈبا آئین اور حضرت نے فرمایا مگر ہائے ہمارے چچا حمزہ پر کوئی رونے والا نہین ہے۔ سعد و اسید بن حضیر جب اوس محلہ مین آئے تو حکم دیا کہ پہلے جاکر حضرت حمزہ پر روئین۔ یہ حال جو حضرت کو معلوم ہوا تو آپ نے سب کو دعا دی اور فرمایا کہ اچھا اب تم لوگ اپنے اپنے گھر جاؤ کہ تمنے خوب مواساہ کی۔ ابن ہشام کہتے ہین کہ حضرت نے اوسی روز نوحہ کو منع کیا۔ ابو عبیدہ روایت کرتے ہین کہ جب حضرت نے اون کے گریہ و بکا کو ملاحظہ کیا تو کہا خدا رحم کرے انصار پر کہ اون کی مواسات قدیم ہے۔ اچھا حکم دو کہ یہ لوگ اپنے اپنے گھر جائین۔ ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت نے فرمایا حمزہ پر کوئی رونے والا نہین ہے تو انصار نے آکر عورتون کو قسم دیا کہ اب کوئی عورت اپنے عزیزون پر نہ روئے یہان تک کہ خدمت رسول مین حاضر ہون اور گریہ و بکا کرین جب حضرت نے اونکے گریہ و بکا کو سنا تو اونکو دعا دی۔ اوسی روز حضرت نے نوحہ کو منع کیا تو اون عورتون نے خدمت رسول مین آکر عرض کیا کہ آپ نے نوحہ کو منع کیا ہے حالانکہ نوحہ مین تو اسقدر ہے کہ ہم اپنے مردون پر روتے ہین اور اس سے ہمکو گون کو راحت ملتی ہے لہذا اس کی اجازت دیجئے حضرت نے فرمایا اگر نوحہ کرو منہ پر طمانچہ نہ مارو اور سر کا بال نہ منڈاؤ اور جیب نہ پھاڑو۔ اور بڑے لفظ سے نہ نوحہ کرو۔ ص ۱۵۲ ایضاً

ہمارے ہاں نہ منڈاؤ اور جیب نہ پھاڑو۔ اور بڑے لفظ سے نہ نوحہ کرو۔ ص ۱۵۲ ایضاً

مدارج النبوۃ مین ہے کہ حضرت فاطمہ دختر حمزہ راہ مین آکر کھڑی ہوئین کہ کچھ حال پدر معلوم ہو۔ پہلے ابوبکر سے ملاقات ہوئی تو پوچھا دل صدیق بسوخت آب در دیدہ گردانید فرمودہ اینک آنحضرت میرسد جب حضرت تشریف لائے تو فاطمہ نے ان سے بھی دریافت کیا و اشک از دیدہ وے ریزان گشت و یاران نیز بموافقت او از گریہ آمدند ص ۱۶۹۔

یہ بھی اوسی مین ہے کہ حضرت نے اون عورتون سے فرمایا رضی اللہ عنکن و اولادکن و اولادکن ص ۱۶۶

غرض چونکہ حضرات اہل سنت شیعون کے گریہ و بکا بر مصائب امام حسینؑ پر اعتراض کیا کرتے ہین۔ اور اون کے گریہ و بکا کو امر ناجائز قرار دیتے ہین اسلئے اسقدر لکھا گیا کہ یہ تعظیم اموات سے ہے اور ایسی بات ہے کہ رسول اللہ نے اپنے چچا پر رونے کی آرزو کی اور جب عورات انصار نے گریہ و بکا کیا تو حضرت اون سے خوش ہوئے۔ اور اونکے لئے اور اون کی اولاد کے لئے دعا فرمایا پھر کیونکر ممکن ہے کہ مصائب سید الشہدا امام حسینؑ پر رونا کسیطرح ناجائز ہو بلکہ یہ عین مقتضائے رضائے رسول ہے۔ اسی لئے حضرت جب امام حسین کو دیکھتے تو روتے تھے۔ اور بروز شہادت خواب مین اپنا گریہ و بکا حضرت ام سلمہ اور ابن عباس کو دکھایا۔

ان روایات سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ خود حضرت ابوبکر بھی روئے ہین اور تمامی صحابہ نے گریہ و بکا کیا ہے تو ایسے فعل کو ناجائز یا حرام قرار دینا اونھین کا کام ہے جو اسلام سے بے بہرہ ہین۔ اوسی تاریخ خمیس مین ہے۔ ولما بکی المسلمون علی قتلاھم بذلک المنافقون وظھر غش الیھود ص ۵۰۰

یعنی جب مسلمانون نے اپنے مردون پر رونا شروع کیا تو اس سے منافقون مین بہت خوشی ہوئی اور غش یہود ظاہر ہوا تو اب سنیون کا روز عاشورہ کو عید منانا لباس فاخرہ پہننا آنکھون مین سرمہ لگانا کیا اس کی تصدیق نہین کرتا کہ یہ

لوگ منافق ہین اور اس سے سنت صحابہ نہین ثابت ہوئی کہ وہ لوگ بھی گریہ و بکا کرتے تھے اپنے مردون پر تو کیا شہادت امام حسینؑ پر گریہ و بکا کرنا ناجائز ہوگا۔

ہان حالت بکا رسول اللہ مین لکھا ہے۔ کہ آپ اسقدر روئے کہ قریب تھا غش آجائے۔ چنانچہ اوسی تاریخ خمیس مین ہے ثم وقف علی جنازہ وانتحب حتی فشغ من البکاء یقول یا حمزہ یا عم رسول اللہ واسد اللہ واسد رسولہ یا حمزہ یا فاعل الخیرات یا حمزہ یا کاشف الکربات یا حمزہ یا ذاب عن وجہ رسول اللہ قال فطال بکاء ص ۴۹۷

حضرت جناب حمزہ کے نعش پر کھڑے ہوئے اور اس قدر روئے کہ قریب تھا غش آجائے زور سے روتے تھے اور فرماتے ہائے اے حمزہ اے عم رسول تم اسد اللہ و اسد الرسول تھے۔ اے حمزہ تم فاعل خیرات تھے۔ اے حمزہ تم کاشف کربات تھے۔ اے حمزہ تم دشمنونکو رسول اللہ سے دفع کرتے تھے اسیطرح کے کلمات فرماتے اور دیر تک روتے رہے۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ حضرت نوحہ و بکا سے کسی کو منع کرین۔

تاریخ خمیس مین ہے کہ علامہ بن اسحاق کہتے ہین کہ روز یکشنبہ روز بلا و مصیبت تھا کہ خدا نے اوس روز مومن و منافق مین تمیز کرا دیا۔ کیونکہ جو منافق دلمین کفر کو مخفی رکھتے تھے اور بظاہر اسلام کو ظاہر کرتے تھے اون کا حال فاش ہوگیا اور اوس روز خدا نے اپنے اولیاء کو کرامت شہادت سے فائز کیا اسکے علاوہ بہت سے فوائد ہین۔

(۱) مومنین کو اس کا حال بھی معلوم ہوا کہ مخالفت رسول کا کیا نتیجہ ہوتا ہے اور نافرمانی کا کیا نتیجہ بد نکلتا ہے۔ کیونکہ جب تیر اندازون نے خلاف حکم رسول اوس گھاٹی کو چھوڑ دیا تو یہ نتیجہ بد نکلا کہ مسلمانون کو بعد غلبہ ہزیمت ملی

(۲) سنت رسول یہی ہے کہ اونکو ابتلا ہوتا ہے اور آخر مین اونکو فتح و غلبہ ہوتا ہے جس مین یہ حکمت ہے کہ اگر ہمیشہ اون کو غلبہ ہو تو کفار و منافقین بھی اونمین داخل ہوجائینگے

اور مومن ومنافق مین تمیز نہ رہے گی اور اگر ہمیشہ اون کو شکست ہو تو جو مقصود بعثت ہے وہ فوت ہو جائیگا۔ اس لئے حکمت الٰہی مقتضی ہے کہ غلبہ اور شکست دونون ہوتا رہے کہ صادق وکاذب مین تمیز ہو چنانچہ منافقین کا نفاق مخفی تھا اس لئے یہ سامان کیا گیا کہ منافقین کا نفاق ظاہر ہو جائے۔ اور مسلمان سمجھین کہ خود اونکا دشمن اونکے درمیان مین مخفی ہے اونسے حذر کرنا چاہیئے۔ مگر افسوس معاملہ اسکے برعکس ہوا کیونکہ جن لوگون کا نفاق اچھی طرح کھل گیا تھا۔ کہ رسول اللہ کو تنہا چھوڑ کر سب نے فرار کیا اور کہتے تھے کاش کوئی سفیر ہوتا جو ابوسفیان سے ہمارے لئے پناہ مانگتا وہی لوگ بعد رسول خلیفہ بنائے گئے۔ اور اسلام کا سیاہ وسفید اونکے حوالہ کیا گیا)

(۳) تاخیر فتح ونصرت کہین اسلئے ہوتی ہے کہ نفس مین عجب وغرور نہ پیدا ہو چنانچہ جب مسلمان اس مصیبت مین مبتلا ہوئے تو اونھون نے صبر کیا اور منافقین بیچین ہوئے (یہانتک کہ کہدیا کہ آؤ ہم اپنے پرانے مذہب پر لوٹ چلیں کہ وہ اس سے بہتر تھا اگر ہم اپنے بنی عم کی رفاقت کرین تو اس سے بہتر ہے)

(۴) خداوند عالم نے مومنین کے لئے بہت سے منازل رفیعہ آخرت مین مہیا کئے ہین جہانتک پہونچنا بوجہ اعمال ممکن نہین لہذا خدا نے اونکے لئے اسباب ابتلاء ومحن مہیا کئے ہین کہ اسکے ذریعہ سے وہان تک رسائی ہو۔

(۵) شہادت چونکہ اعلیٰ مراتب اولیا سے ہے اسلئے خدا نے ان مومنین کو اسپر فایز کیا کہ رسول اللہ کے سامنے شہید ہون تاکہ وہ حضرت ان پر گواہ ہین۔

(۶) چونکہ خدا نے ہلاکت چاہی کفار ومنافقین کی لہذا اون کو مومنین کے ذریعہ سے ہلاک کیا جو بدلہ ہے اون کے شرک وطغیان کا اس لئے قلوب مومنین تمحیص کی اور کافرین کو ہلاک وبرباد کیا۔ ابن اسحٰق کہتے ہین کہ اس قصہ احد مین ساٹھ آیہ نازل ہوا۔ سورہ آل عمران مین اور عبدالرحمن بن عوف کہتے ہین کہ ایک سو بیس ۱۲۰ آیہ۔ اس بارہ مین نازل ہوا ص ۱۴۱ تاریخ طبری۔

غرض [illegible] احد اپنے نوعیت اور شان [illegible] ممتاز ہے مگر

افسوس اس پر غور وفکر کرنے والے بہت کم ہین ایک سو بیس ۱۲۰ آیہ نازل کرنے پر بھی منافقین نے اپنا کام کر ہی لیا اور مومنین خالصین دنیاوی مفاد سے محروم ہی رہے۔

ممانعت استعانت۔ کفار اس غزوہ احد مین آنحضرت ہزار یا نو سو ۹۰۰ صحابہ کے ساتھ برآمد ہوئے جسمین سو آدمی زرہ پوش تھے۔ سعد بن معاذ وسعد بن عبادہ زرہ پہنکر آگے آگے جاتے تھے بوقت روانگی لشکر عبداللہ بن ابی سلول جو منافق کہا جاتا ہے۔ اپنے تین سو ہمراہیون کے ساتھ اوس لشکر سے علیحدہ ہو گیا کیونکہ اوس نے رائے دیا تھا کہ مدینہ مین رہ کر جہاد فرمائے۔ اور حضرت کی بھی یہی رائے تھی مگر بھاگنے والے صحابہ نے مجبور کیا کہ حضرت باہر نکلین چنانچہ پہلے مذکور ہو چکا کہ ابوبکر۔ عمر نے حضرت کے فرق مبارک پر عمامہ بھی باندھا تھا مگر کسی روایت سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ بوقت روانگی اون سے کون سی خدمت متعلق تھی۔

حضرت جب قریب کوہ احد پہونچے تو تین سو آدمیون کا مجمع دیکھا حضرت نے پوچھا تو کہا گیا کہ یہ لوگ عبداللہ بن ابی کے حلیف یہودی ہین۔ حضرت نے فرمایا لا تستنفروا باھل الشرک علی اھل الشرک یعنی کافرون سے کافرون پر مدد نہ لو چنانچہ وہ سب واپس کر دیئے گئے ص ۱۴۴ مدارج النبوۃ۔

حضرت نے یہ ایک اصل معین فرمایا تھا کہ کافرون سے مدد نہ لو۔ اسلئے جب ابن عباس ومغیرہ نے جناب امیر کو رائے دیا کہ معاویہ کو ابھی بحال رکھئے تو حضرت نے فرمایا۔ ما کنت متخذ المضلین عضدا کہ ہم گمراہون کو اپنا مددگار نہین بنا سکتے۔

مگر خلیفہ اول ودوم نے خلافت پاتے ہی اسکی مخالفت شروع کر دی اور ابوسفیان کو اور اوس کے بیٹون یزید۔ معاویہ کو سپہ سالار بنا کر لشکر روم کیطرف روانہ کیا۔ اوسیوقت سے بنی امیہ کی مداخلت امور اسلام مین شریک ہوئی اور جو ناروائیان اونھون نے کین اوس سے دنیا باخبر ہے۔

اگر کہیے کہ ابوسفیان۔ معاویہ مسلمان ہو چکا تھا تو محققین اہل سنت نے ثابت کر دیا ہے کہ اگرچہ سب بظاہر مسلمان ہوئے تھے مگر دل مین کافر ہی رہے پھر ایسے کافر مسلمان نما کی شرکت ضرور کسی خاص غرض پر مبنی تھی کہ خاندان رسالت سے انتقام لینے والا ان سے بڑھ کر کوئی نہین ہو سکتا تھا چنانچہ اونھون نے اس غرض کو جس خوبی سے ادا کیا۔ کربلائے معلی۔ مدینہ منورہ۔ مکہ معظمہ اوس پر گواہ ہین جو تمامی کتب تواریخ مین مذکور ہے۔ غرض ہمارا مطلب اس تحریر سے صرف اس قدر ہے کہ اہل اسلام دیکھین مسلمانون کی تفریق کیونکر اور کب سے شروع ہوئی پھر اون لوگون کو چھوڑ کر عبداللہ بن سبا یہودی کو باعث تفریق قرار دینا کس درجہ کی ناانصافی ہے۔ اور اس پر نہین غور کیا جاتا کہ اسکے تسلیم سے صحابہ و تابعین پر کس قدر الزام آتا ہے کہ مدتون وہ صحبت رسول مین رہے اور ایک ادنے یہودی کے بہکانے مین آ گئے۔

جوش حضرت عمر سیرۃ حلبیہ مین ہے۔ کہ جب حضرت وارد مدینہ ہوئے تو منافقین اور یہود نے شماتت شروع کی اور کہنے لگے کہ محمد طالب ملک و ریاست ہین کیونکہ ایسی مصیبت تو اور کسی پر نہین پڑی کہ حضرت خود بھی زخمی ہوئے اور اصحاب بھی ان کے قتل ہوئے اور اگر یہ لوگ ہمارے پاس رہتے تو نہ قتل ہوتے۔

اس پر حضرت عمر نے حضرت سے اجازت لی کہ اگر فرمایئے تو سب کو قتل کر ڈالین تو حضرت نے فرمایا کیا وہ لوگ شہادت ان لا الہ الا اللہ کا اقرار نہین کرتے اور اس کا کہ ہم رسول خدا ہین عمر نے کہا یہ سب تلوار کے خوف سے کہتے ہین اور اب اون کا راز فاش ہو گیا۔ تو حضرت نے فرمایا ہم ایسے لوگون کے قتل سے منع کئے گئے ہین ص ۲۵۶

مگر تعجب ہے کہ حضرت عمر نے اصل جنگ کے وقت جو کاروائی کی تھی۔ کہ بنر کوہی بنکر پہاڑ پر چڑھ گئے تھے اور لوگون سے کہا کہ اگر حضرت یہی ہوتے تو قتل نہ کئے جاتے۔ اون پر کوئی جوش نہ ظاہر کیا اور خود سب کے سردار بنے رہے

اور اب جبکہ حضرت مدینہ مین آ گئے تو یہ جوش دکھاتے ہین۔ کاش معرکہ احد مین کچھ کام کئے ہوتے تو ایک بات تھی۔ آخر انصاف شرط ہے کہ وہان یہ کہنا کاش کوئی سفیر ملتا جو ابی سے ہمارے لئے امان لینا زیادہ جرم ہے یا یہ کہنا کہ اگر حضرت نبی ہوتے تو اس جا قتل نہ ہوتے۔ کیونکہ یہی مقولہ عمر بعد وفات رسول بھی رہا ہے اگرچہ الفاظ مختلف ہون۔

قتل معاویہ بن مغیرہ۔ اگرچہ اس واقعہ جنگ احد مین مسلمانون کو بوجہ نافرمانی صحابہ حکم رسول کے بڑی ہزیمت ہوئی تھی مگر مال کار فتح ہوا۔ اس کے بعد غزوہ حمراء اسد کی تیاری ہو رہی تھی کہ یہ واقعہ پیش آیا کہ معاویہ بن مغیرہ گرفتار ہو کر قتل کیا گیا۔ اس کی تفصیل تاریخ خمیس مین تو اسی قدر ہے واما معاویہ بن المغیرہ فاستاس لہ عثمان بن عفان رسول اللہ فامنہ علی انہ ان وجد بعد ثلاث قتل فاقام بعد ثلاث وتواری فبعث النبی زید بن حارثہ وعمار بن یاسر وقال انکما ستجدانہ بموضع کذا وکذا فوجداہ فقتلاہ ص ۵۰۵ جلد اول۔

کہ معویہ بن مغیرہ کے لئے عثمان نے حضرت سے امان مانگی حضرت نے امان دیکر فرمایا۔ اگر تین روز کے بعد بھی یہ مدینہ مین رہے تو قتل کیا جائیگا مگر وہ ملعون اس پر بھی مدینہ سے نہ گیا تو حضرت نے زید بن حارثہ اور عمار کو حکم دیا کہ وہ فلان مقام مین ہوگا وہان جا کر قتل کرو چنانچہ ویسا ہی ہوا مگر علی بن برہان الدین حلبی شافعی نے تفصیل سے اس واقعہ کو اپنے تاریخ مشہور بہ سیرۃ حلبیہ مین لکھا ہے چنانچہ لکھتے ہین۔

اس کا نام معاویہ بن مغیرہ بن ابی العاص بن امیہ بن عبدالشمس تھا۔ اس ملعون نے حضرت حمزہ کا مثلہ کیا تھا۔ کہ ناک کان ذکر کاٹا تھا یہ جنگ احد مین فرار کر گیا تھا اور قریب مدینہ ہی جا کر رہا صبح کو حضرت عثمان کے گھر آیا وہ مکان پر موجود نہ تھے بلکہ حاضر خدمت رسول تھے زوجہ عثمان حضرت ام کلثوم سے کہا

عثمان کو بلا بھیجو کہ ہم نے اون سے اونٹ لیا تھا۔ اوس کی قیمت باقی تھی ادا کرنے آئے ہین اگر اسوقت نہ آئینگے تو ہم چلے جائین گے۔ عثمان جب آئے تو کہا کیون یہان آئے ہو۔ ہم کو بھی ہلاک کیا اور خود بھی ہلاک ہوئے۔ (مطلب ہے کہ تم مکہ کیون نہ چلے گئے) معاویہ نے کہا چونکہ تم سے بڑھ کر ہمارا کوئی قرابت مند نہ تھا اسلئے آئے ہین کہ تم ہمارے لئے رسول اللہ سے امان لو عثمان نے اوسکو اپنے گھر مین چھپا کر رکھا اور گھر سے نکلے کہ حضرت سے پناہ حاصل کرین جب وہان پہونچے تو سنا کہ حضرت فرما رہے ہین دیکھو معاویہ بن مغیرہ مدینہ ہی مین ہے اوس کو تلاش کرو۔ صحابہ نے باخود ہا کہا وہ عثمان کے گھر سے باہر نہ ہوگا۔

جب صحابہ داخل منزل عثمان ہوئے تو حضرت ام کلثوم نے اشارہ کیا کہ فلان مقام پر وہ چھپا ہوا ہے فاستخرجوہ من تحت خمارہ لھم یہ ایک ٹپائی کے نیچے چھپا تھا پکڑ کر رسول اللہ کے پاس لیگئے تو عثمان نے اوسکو دیکھ کر کہا قسم بخدا ہم اسی لئے آئے تھے کہ اوسکے لئے امان چاہین۔ یا حضرت اسکو ہمین بخشدیجئے حضرت نے تین روز کی مہلت دی۔ اور فرمایا اگر تین روز بعد یہ مدینہ مین رہیگا تو قتل کیا جائیگا۔ عثمان نے اسکے لئے سب سامان کر دیا۔ اونٹ وغیرہ خرید دیا کہ یہ چلا جائے۔ حضرت کو اس کے بعد غزوۂ حمراء الاسد پیش ہوا وہان تشریف لیگئے۔ چوتھے روز آپ نے حکم دیا کہ ابھی تک معاویہ بن مغیرہ مدینہ مین موجود ہے گیا نہین وہ راہ گم کر گیا ہے اوس کو جا کر گرفتار کرو فلان مقام پر ہوگا حضرت عمار اور زید بن حارثہ نے جا کر اوسکو اوسی جگہ پایا۔ حضرت زید نے اوس پر تلوار ماری۔ اور عمار نے اوسکو واصل بجہنم کیا ادھر دونون نے آکر حضرت کو اس کی خبر دی اور کہا کہ وہ مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ملا۔

اس کی صرف ایک بیٹی تھی جس کا نام ام عائشہ تھا اور وہ مان ہے عبدالملک بن مروان کی صفحہ ۲۶۰ جلد ۲ سیرۃ حلبیہ۔